

# دشت کادیوتا

اسلم راہی ایم۔ اے



**نسل** انسانی کا محسن بوڑھا باریک بین سورج دور دشت کے اس پار غروب ہو گیا تھا۔  
 ہڈیوں کے گودوں تک کولرزاں کر دینے والی تاریکیاں کائنات کی قسمت کی مالک کچھ اس طرح  
 بننے لگی تھیں جیسے ابلیس کے منہ سے لگام نکل گئی ہو اور چاروں طرف اندھیروں نے نہ ختم  
 ہونے والا ایک رقص شروع کر دیا ہو۔

سرما کے ابتدائی چاند کی سرد روشنی فضا کی بوجھل سانسوں کو آسودہ اور فرشِ زمین کو منور  
 کرنے لگی تھی۔

خزاں کے طوفانی جھونکے چاروں سمت کچھ اس طرح چیخ چلا اٹھے تھے کہ سنگین جوان  
 رات کے ویران گوشے تک ریت کے اڑتے طوفانی گراؤز کے سامنے استحلال اور پڑمردگی کا  
 اظہار کرنے لگے تھے..... تیز ہواؤں کے سامنے درختوں کی شاخیں سنسناتے تیروں کی طرح  
 چیخ چلا اٹھی تھیں۔

دشتِ افریقہ کے صحرائی شہر قیرواں کی ایک حویلی پر دو اشخاص نے دستک دی تھی۔  
 تھوڑی دیر بعد حویلی کا دروازہ کھلا دونوں دستک دینے والوں نے دیکھا دروازہ کھولنے  
 والا چودہ پندرہ سال کا ایک لڑکا تھا، اسے دیکھتے ہی ان دو میں سے ایک نے اسے مخاطب کیا۔  
 بیٹے کیا قاشی اسد بن فرات اس وقت گھ.....

اس لڑکے نے مسکراتے ہوئے دونوں کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

آپ دونوں اجنبیوں کی طرح یوں باہر کھڑے ہو گئے ہیں جیسے یہاں کوئی آپ کو جاننے  
 پہچاننے والا نہیں..... میں آپ دونوں کو جانتا ہوں، آپ محمد بن الجواری اور زبیر بن غوث ہیں،

آپ اندر آئیں۔

ان دونوں میں سے جس کا نام محمد بن الجواری تھا بچے کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی شفقت میں کہنے لگا۔

نہیں بیٹے ہم بیٹھیں گے نہیں، ہم بڑی جلدی میں ہیں..... ہم دونوں یہیں کھڑے ہوتے ہیں، قاضی اسد بن فرات سے جا کے کہو کہ ہم دونوں ان کے دروازے پر بڑی بے چینی سے ان کا انتظار کر رہے ہیں، وہ باہر آئیں اور ہماری بات سنیں۔

بچہ تقریباً بھاگنے کے انداز میں واپس چلا گیا تھا، تھوڑی دیر بعد قیروان کا قاضی اسد بن فرات دروازے پر آیا، دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرایا پھر کہنے لگا۔

میرا بیٹا تم دونوں کی شکایت کر رہا تھا کہ تم دونوں اندر نہیں آ رہے..... یوں اجنبیوں کی طرح باہر تو نہ کھڑے ہو، اندر آؤ بیٹھ کر بات کرو۔

اس بار دوسرا شخص جس کا نام زبیر بن غوث تھا بول پڑا۔

ابن فرات ہم بیٹھنے کے لئے نہیں آئے، یہ جانیں ہم آپ کو بلانے کے لئے آئے ہیں، آپ کو سلطان زیادۃ اللہ بن ابراہیم نے فی الفور بلایا ہے۔

زبیر بن غوث کے ان الفاظ پر قاضی اسد بن فرات کے چہرے اور پیشانی پر پریشانی کے اثرات نمودار ہوئے، کچھ دیر سوچا پھر ان دونوں کو مخاطب کیا۔

معزز اور محترم صاحبو! کیا تم مجھے یہ نہ بتاؤ گے کہ سلطان زیادۃ اللہ نے مجھے کیوں بلایا ہے؟ اس بار محمد بن الجواری نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ابن فرات ہم دونوں آپ سے کچھ نہیں کہیں گے، سلطان نے ہمیں یہ کہا تھا کہ آپ سے تفصیل کچھ نہیں کہنی، بس آپ کو لانا ہے..... یوں جانیں ایک انتہائی اہم مسئلہ درپیش ہے، جس بنا پر رات کے اس وقت آپ کو بلایا جا رہا ہے۔

قاضی اسد بن فرات کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، اس نے منہ پیچھے کرتے ہوئے کسی کو آواز دے کر بلایا، کچھ دیر بعد وہی لڑکا بھاگا ہوا آیا..... اسے قاضی اسد بن فرات نے مخاطب کیا۔

بیٹے دروازہ بند کرلو، میں محمد بن الجواری اور زبیر بن غوث کے ساتھ جا رہا ہوں..... سلطان زیادۃ اللہ بن ابراہیم نے مجھے طلب کیا ہے، اس کے ساتھ ہی قاضی اسد بن فرات،

محمد بن الجواری اور زبیر بن غوث کے ساتھ ہو لیا تھا، ان کے بیٹے نے حویلی کا دروازہ بند کر لیا تھا۔

تینوں ایک ساتھ قیروان کے قصر میں داخل ہوئے..... قصر میں جس قدر لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہ قاضی اسد بن فرات کے آنے پر اٹھ کھڑے ہوئے تھے، سامنے افریقہ کا سلطان زیادۃ اللہ بن ابراہیم بیٹھا ہوا تھا، اس کے دائیں جانب اس کا بھائی اغلب بن ابراہیم تھا جس کی کنیت ابو عقال تھی، بائیں جانب سلطان کا بھتیجا ابراہیم بن عبد اللہ اور دوسرا بھتیجا محمد بن عبد اللہ بیٹھے ہوئے تھے۔

سلطان زیادۃ اللہ بن ابراہیم نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے قریب ہی ایک نشست پر قاضی اسد بن فرات کو بیٹھنے کے لئے کہا، محمد بن الجواری اور زبیر بن غوث بھی آگے بڑھ کر اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تھے، کچھ دیر کی خاموشی کے بعد دھیمے سے لہجے میں سلطان نے قاضی اسد بن فرات کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

ابن فرات آپ سوچیں گے رات کے اس وقت قصر کے اس کمرے میں مجلس کیوں برپا ہے اور آپ کو کیوں بلایا گیا ہے۔

آپ کو اس وقت بلانے کا مقصد یہ ہے کہ میں نے صقلیہ پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے اور جو لشکر صقلیہ پر حملہ آور ہوگا اس کا نگران اعلیٰ میں آپ کو مقرر کر رہا ہوں..... آپ حیران اور پریشان ہوں گے کہ یہ انتخاب کیوں اس انتخاب کی وجہ تو میں آپ سے بعد میں کہوں گا، لیکن میں پہلے آپ پر یہ واضح کروں کہ ہم نے صقلیہ پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ فی الفور اور رات کے اس وقت کیوں کیا ہے۔

زیادۃ اللہ بن ابراہیم تھوڑی دیر کے لئے رُکا، پھر قاضی اسد بن فرات کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

مجھے آپ کو تھوڑا سا پس منظر بتانا پڑے گا، اس لئے کہ اس طرح آپ کو ہمارے صقلیہ پر حملہ آور ہونے کی پوری تفصیل واضح ہو جائے گی۔

میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ قسطنطنیہ کے بادشاہ مائیکل نے ایک شخص قسطنطین کو صقلیہ میں اپنا گورنر مقرر کیا، یہ شخص مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا اس نے اپنے ایک قائد فنی کو ایک بہت بڑا لشکر دے کر افریقہ پر حملہ آور ہونے کے لئے بھیجا..... فنی نے ساحل کے ساتھ ساتھ

مسلمانوں کے علاقوں پر بڑی یلغار کی، مسلمانوں کے شہروں کو لوٹا، لوگوں کا قتل عام کیا اور کچھ کو قیدی اور غلام کی حیثیت سے صقلیہ لے گیا۔

اس وقت میں قسطنطین اور فیلی کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہ کر سکا، اس لئے کہ افریقہ میں بغاوتوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع تھا اور میرا سپہ سالار اعلیٰ اور اس کے نائب ان بغاوتوں کو ختم کرنے میں دن رات مصروف تھے، لہذا یہ بات آئی گئی ہوگئی۔ صقلیہ پر حملہ آور ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ بحر روم کے اندر جو مسلمانوں کے جہاز رواں دواں ہوتے ہیں اہل صقلیہ اس پر چھاپے مارتے ہیں۔ ماضی میں کئی بار مسلمانوں کے جہازوں پر چھاپے مارے گئے..... جہازوں کے مسافر اگر مقابلہ کرتے تو انہیں تیر تیغ کر دیا جاتا، ورنہ غلام بنا کر صقلیہ پہنچا دیا جاتا، جو مال اسباب ان پر موجود ہوتا اس پر مال غنیمت کے طور پر قبضہ کر لیتے اور واپس چلے جاتے۔

یہ تو دو وجوہات تھیں، تیسری وجہ اس سے بھی بڑی ہے، وہ یہ کہ صقلیہ کے ایک ثقہ اور سن رسیدہ محدث زید بن محمد ایک بحری جہاز میں سفر کر رہے تھے..... صقلیہ کے بحری بیڑے اس جہاز پر حملہ کیا، جہاز میں جس قدر مسافر سوار تھے وہ سب کے سب مسلمان تھے، ان سب کا قتل عام کر دیا گیا اور زید بن محمد کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

یزید بن محمد کا قتل یقیناً افریقہ میں ایک انقلاب اور افراتفری کا عالم برپا کر دیتا لیکن ہماری بد قسمتی کہ افریقہ میں اٹھنے والی بغاوتوں کی وجہ سے ہم اپنے عالم دین یزید بن محمد کا انتقام نہ لے سکے۔

یزید بن محمد کے متعلق میں آپ کو یہ بھی گزارش کر دوں کہ انہیں افریقہ جو علمی اور مذہبی مرتبہ حاصل تھا وہ ان کے شیوخ اور تلامذہ کی فہرست سے معلوم ہوتا ہے، انہیں حضرت امام مالک سے شرف تلمذ حاصل تھا..... نیز ابراہیم بن محمد مدنی، ابوبکر بن عیاش کوفی، احمد بن یزید اور اسی طرح مدینہ کو فہرست میں شامل ہیں اور بصرہ کے کبار محدثین ان کے شیوخ کی فہرست میں شامل ہیں اور قلائذہ کے حلقہ میں موسیٰ بن معاویہ جیسی جلیل القدر ہستی بھی ان کے شاگردوں میں شامل ہے۔

یزید بن محمد کا قتل یقیناً سارے افریقہ میں آگ لگا دیتا، لیکن بغاوتوں کی وجہ سے یہ آگ چند دن سلگ کر خاموش ہوگئی۔ اس سلسلے میں میں نے صقلیہ کے حکمرانوں سے احتجاج بھی کیا،

لیکن انہوں نے میرے اس احتجاج پر کوئی کان نہ دھرا..... چوتھی وجہ یہ ہے کہ صقلیہ والے جو مسلمانوں کا خون بہاتے رہے، اس کے نتیجے میں خود صقلیہ میں بھی ایک سخت بغاوت برپا ہوگئی، جس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ صقلیہ کے امیر البحر فیلی نے جو اس وقت ساحل افریقہ پر یلغار کر رہا تھا، اس نے کسی گرجا سے ایک نوجوان راہبہ کو اٹھایا اور اسے بے آبرو کر دیا۔ اس کی خبر قسطنطین کے شہنشاہ کو ہوگئی، جس نے فیلی کے قتل اور کچھ دیگر روایت میں یہ حکم جاری کیا کہ فیلی کی زبان کاٹ دی جائے۔

فیلی اس وقت افریقی ساحل پر اسلامی بستیوں پر چھاپے مار رہا تھا اور ہم افریقہ میں اٹھنے والی بغاوتوں کو فروغ کرنے میں مصروف تھے، اس کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے تھے۔

فیلی کو جب اپنی اس بڑا کا علم ہوا تو جو لشکر اس کے ساتھ تھا اسے لے کر وہ صقلیہ گیا اور صقلیہ کے ایک بڑے حصے پر اس نے قبضہ کر لیا..... صقلیہ کا حاکم قسطنطین اپنے بھائی کے ساتھ فیلی کے خلاف حرکت میں آیا..... جزیرے میں کئی بار جنگوں کا سلسلہ ہوا، آخر فیلی نے قسطنطین کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور خود صقلیہ کا خود مختار حکمران بن بیٹھا اور اس نے پہلی بار شاہ صقلیہ کا لقب اختیار کیا۔

لیکن فیلی کی حکومت چند روزہ ثابت ہوئی، اس لئے کہ قسطنطین کے شہنشاہ مائیکل نے ایک گورنر جس کا نام بلاط تھا، اسے فیلی کی سرکوبی کے لئے بھیجا، ایک بار پھر صقلیہ میں بلاط اور فیلی کے درمیان جنگوں کا سلسلہ شروع ہوا..... ان جنگوں میں بلاط نے فیلی کو بدترین شکست دی۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے فیلی اپنے چند سرکردہ لوگوں کے ساتھ چند دن پہلے میرے پاس رات کی تاریکی میں حاضر ہوا، اس نے افریقہ کے ساحل پر جو مسلمانوں کا قتل عام کیا تھا اس کی معافی مانگی، ہاتھ جوڑ کر میرے پاؤں پڑا اور مجھے اس نے صقلیہ پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی۔

جس وقت وہ میرے پاس آیا اس وقت میں نے یہ سوال اٹھایا کہ اگر ہم نے قسطنطین پر فوج کشی کی تو صقلیہ میں فیلی کی کیا حیثیت ہوگی..... صقلیہ پر مسلمانوں کا حملہ کیا فیلی کی معاونت ہوگا یا مسلمانوں کو مستقل طور پر وہاں اپنی حکومت قائم کرنا ہوگی۔

لیکن فیجی نے میرے ساتھ وعدہ کیا کہ اب صقلیہ میں اس کی کوئی غرض نہیں، وہ صرف باط سے انتقام لینے کے لئے ہمیں حملہ آور ہونے کی دعوت دے رہا ہے۔ مسلمان اگر وہاں فتح اور نصرت حاصل کرتے ہیں تو فیجی کو صقلیہ کی حکومت سے کوئی سروکار نہ ہوگا۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان زیادۃ اللہ بن ابراہیم تھوڑی دیر کے لئے زکا، پھر وہ دوبارہ قاضی اسد بن فرات کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

ابن فرات آپ جانتے ہیں کہ ہم نے اپنے حالات پر قابو پا لیا ہے، ہمارے سپہ سالار اعلیٰ محمد بن عبداللہ نے اپنے نائب محمد بن سالم اور فضل بن یعقوب کے ساتھ افریقہ کی بغاوتوں کو کسی حد تک فرو کر دیا ہے، اس وقت ہم صقلیہ پر حملہ آور ہونے کی حالت میں ہیں۔

اب صقلیہ پر حملہ آور ہونے کا جو فوری جواز اور وجہ بن رہا ہے وہ یہ کہ گزشتہ کئی دنوں سے صقلیہ کا ایک بحری بیڑہ بحرہ روم میں سفر کرنے والے مسلمانوں کے جہازوں کو لوٹنے پر مصروف تھا۔

ہمارا سپہ سالار اعلیٰ محمد بن عبداللہ تمیمی چونکہ افریقہ میں اٹھنے والی بغاوتوں کو فرو کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا، لہذا اس نے اس طرف توجہ کی اپنے بحری بیڑے کے ساتھ وہ صقلیہ کے بحری بیڑے پر حملہ آور ہوا، کھلے سمندر میں ہمارے سپہ سالار محمد بن عبداللہ تمیمی اور صقلیہ کے جہازوں کی امیر البحر مینفریڈ کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی جس میں محمد بن عبداللہ تمیمی نے صقلیہ کے بحری بیڑے کو بدترین شکست دی، سارے جہازوں پر قبضہ کر لیا، اکثریت کو تہہ و تیغ کر دیا اور بیڑے کے امیر البحر مینفریڈ اور اس کے چند ساتھیوں کو اس نے زندہ گرفتار کر لیا۔ اس وقت مینفریڈ ہماری حراست میں ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان ابن ابراہیم زکا، پھر دوبارہ اس نے قاضی اسد بن فرات کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابن فرات محمد بن عبداللہ تمیمی لباس تبدیل کرنے گیا ہے، تھوڑی دیر تک وہ قصر میں پہنچ جائے گا۔ اس کے آنے کے بعد مینفریڈ کو بھی قصر میں بلایا جائے گا۔ محمد بن عبداللہ تمیمی جو اس کی سزا تجویز کرے گا، وہ ہمارے لئے آخری ہوگی۔

سلطان زیادۃ اللہ بن ابراہیم جب تک بولتا رہا، اسد بن فرات خاموش رہا۔ کبھی کبھی اس کے چہرے پر مسکراہٹ بھی کھیل جاتی تھی۔ جب سلطان خاموش ہوا تو قاضی اسد بن

فرات نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

سلطان محترم جس لشکر کا آپ مجھے نگران اعلیٰ مقرر کر رہے ہیں، میں آپ کی یہ پیش کش بصد شکر یہ قبول کرتا ہوں، ایسے مواقع انسان کی زندگی میں بہت کم آتے ہیں جو لشکر میرے ساتھ کیا جائے گا اس کے ساتھ میں یہاں سے صقلیہ میں شہادت کا جذبہ لے کر روانہ ہوں گا، لیکن اس مہم پر جانے سے پہلے میری ایک شرط ہے اگر اس شرط کو قبول کر لیا تو میں جاؤں گا، ورنہ انکار کر دوں گا۔

سلطان نے استفہامیہ سے انداز میں قاضی اسد بن فرات کی طرف دیکھا اور پوچھ لیا۔

ابن فرات تمہاری شرط کیا ہے؟

اسد بن فرات نے کچھ سوچا اور کہنے لگا۔

میری شرط یہ ہے کہ جو لشکر صقلیہ پر حملہ آور ہونے کے لئے یہاں سے روانہ ہو اس میں ہماری مملکت کا سپہ سالار اعلیٰ محمد بن عبداللہ تمیمی شامل ہو۔ آپ جانتے ہیں میرے دامن میری جھولی میں جنگ کا کوئی تجربہ نہیں، جہاں تک محمد بن عبداللہ تمیمی کا تعلق ہے جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا ہے، اسے زیر کرنا آسان نہیں۔ بڑے بڑے طوفانوں، بڑے بڑے حملہ آوروں کے سامنے سیاہ پتھر کی چٹان بن کر کھڑا ہو جانے والا جوان ہے۔

قاضی اسد بن فرات کے ان الفاظ پر سلطان لمحہ بھر کے لئے کچھ پریشان سا ہو گیا تھا، پھر کہنے لگا۔

ابن فرات تم جانتے ہو افریقہ کے دشت میں ہمارے خلاف آئے دن غیر مسلم بغاوتیں کھڑی کرتے رہتے ہیں اور ان بغاوتوں پر عبداللہ بن تمیمی کے علاوہ آج تک کوئی قابو نہ پاسکا۔

تم جانتے ہو ان بغاوتوں کو فرو کرنے کے لئے میں نے سپہ سالار اول فضل بن یعقوب اور سپہ سالار دوم محمد بن سالم کو بھی آزمایا لیکن وہ ناکام رہے۔ ان بغاوتوں کو فرو کرنا صرف سپہ سالار اعلیٰ عبداللہ بن تمیمی ہی کا کام ہے، اگر میں نے اسے تمہارے ساتھ صقلیہ بھیج دیا اور یہاں بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوئیں تو یہاں ایک ہیجان برپا ہو جائے گا۔

بہر حال میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا۔ اگر تم محمد بن عبداللہ تمیمی کو ساتھ لے جانے کی شرط پر لشکر کی نگہبانی قبول کرتے ہو تو پھر میری طرف سے بھی ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ محمد

سلام کیا، پھر آگے بڑھ کر سلطان کے نزدیک جو نشست تھی اس پر بیٹھ گیا تھا۔  
 صقلیہ کے سابق امیر البحر فیمنی بڑے غور بڑے انہماک سے محمد بن عبد اللہ تمیمی کی طرف  
 دیکھ رہا تھا، اس نے دیکھا محمد بن عبد اللہ تمیمی کی آنکھوں میں ایسی چمک تھی جیسے وقت کی  
 آندھیوں کے آشوب میں تند طوفانوں کی یلغار یا ہولناک کرب خیزیوں میں عناصر کی  
 غضبناکیاں جوش مار رہی ہوں۔

اس کے چہرے پر شرافت نفس کے پس منظر میں محبت سے روشن عالم کے اسرار اور شوق  
 سے لبریز ابدیت کے رموز دیکھے جاسکتے تھے۔  
 آئینوں کے عکس جیسی اس کی پیشانی میں خوابوں کے ادھورے پن اور وحشتوں کے شرر  
 کی جنوں خیزیاں اپنا قبضہ جمائے ہوئے تھیں۔

اپنی نشست پر بیٹھنے کے بعد وہ طلسمی جزیروں اور اداسیوں کی زرد ریت کی طرح چپ،  
 اجالوں کے پیاسے پرندوں اور دور اُڑانوں سے لوٹنے طیور کی طرح خاموش تھا۔  
 فیمنی کچھ دیر تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا، پھر اپنے قریب بیٹھے سپہ سالار  
 اول فضل بن یعقوب کو مخاطب کیا۔

ابن یعقوب یہ نوجوان جو اندر آیا ہے عمر کا کوئی بڑا نہیں ہے، یہ کون ہے جس کو اس قدر  
 اہمیت دی گئی ہے..... یہ کون ہے جس کی آمد پر تمہارا سلطان بھی اس کے استقبال کے لئے  
 اٹھ کھڑا ہوا۔

صقلیہ کے سابق امیر البحر فیمنی کے اس استفسار پر فضل بن یعقوب کے چہرے پر  
 مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر فخریہ انداز میں وہ محمد بن عبد اللہ تمیمی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے  
 لگا۔

فیمنی یہ شخص ہماری سلطنت کا سپہ سالار اعلیٰ ہے میں اور محمد بن سالم دونوں اس کے نائب  
 ہیں جو استقبال اس کے لئے کیا گیا ہے میں سمجھتا ہوں یہ اس کی ذات کے لئے کم ہے، یہ ایسا  
 جوان ہے جو اپنے دشمنوں کے خلاف سراپوں کے سمندر اور خزاں پوش اندھیروں میں اجالوں  
 کے شرر کی طرح داخل ہو جانے والا ہے۔ موت کا تبسم بن کر زندگی کی آخری رفق اور رحوں کی  
 آخری چمک تک اپنے دشمنوں سے چھین لیتا ہے۔ یہ ان نوجوانوں میں سے ایک ہے جو اپنے  
 گیم کے اندر ضربت کلیسی کی یلغار رکھتے ہیں..... ہماری سلطنت کا یہ امیر البحر دنیا کے ان

بن عبد اللہ تمیمی ضرور تمہارے ساتھ روانہ ہوگا، لیکن جب کبھی بھی افریقہ میں اس کی ضرورت  
 پڑی اسے فوراً صقلیہ سے واپس بلا لیا جائے گا، اسی بنا پر جو لشکر یہاں سے روانہ ہوگا اس کا  
 کماندار میں عبد اللہ تمیمی کو نہیں تمہیں مقرر کر رہا ہوں، اس لئے کہ اسے واپس آنا پڑے گا۔  
 اسد بن فرات کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔

مجھے آپ کی یہ تجویز منظور ہے، ساتھ ہی میں یہ بھی کہوں گا کہ جب کبھی بھی یہاں  
 بغاوت کھڑی ہوگی محمد بن عبد اللہ تمیمی کو واپس بھیج دیا جائے گا اور آپ اس کی جگہ سپہ سالار اول  
 فضل بن یعقوب کو میری طرف روانہ کر دیجئے گا، اس طرح صقلیہ میں ہمارے کام میں رکاوٹ  
 نہیں پڑے گی..... سلطان نے اسد بن فرات کی اس تجویز کو قبول کر لیا تھا، کچھ دیر کی خاموشی  
 کے بعد اسد بن فرات پھر بول پڑا۔

صقلیہ کے امیر البحر فیمنی نے جس وقت آپ سے ملاقات کی تھی آپ نے اس سے سختی  
 کے ساتھ باز پرس کر لی تھی کہ وہ کیوں افریقہ میں ساحلی مسلمانوں پر حملہ آور ہوا۔  
 اسد بن فرات کی بات کانٹے ہوئے سلطان بول پڑا۔

اسد بن فرات ذرا آہستہ بولو تم فکر مت کرو فیمنی سے میں باز پرس کر چکا ہوں، وہ میرے  
 پاؤں پکڑ کر معافی مانگ چکا ہے، اس وقت وہ قصر میں بیٹھا ہوا ہے وہ سامنے دیکھو محمد بن سالم  
 اور فضل بن یعقوب کے درمیان جو شخص ہے یہی فیمنی ہے..... یہ تھوڑی دیر پہلے ہی یہاں پہنچا  
 ہے، اس نے آتے ہی مجھ سے التماس کی ہے کہ میں صقلیہ پر حملہ آور ہونے کے لئے کوئی لشکر  
 روانہ کروں۔

سلطان کی اس گفتگو کا جواب اسد بن فرات دینا ہی چاہتا تھا کہ ایک دراز قدر انتہائی  
 توانا اور کڑیل نوجوان اندر داخل ہوا، جنگی لباس پہنے ہوئے تھا..... سر پر گھنے تپچوں کا سفید  
 عمامہ تھا جس کے نیچے اس کا خور تھا، اسے دیکھتے ہی زیادہ اللہ بن ابراہیم کے چہرے پر گہری  
 مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر وہ اسد بن فرات کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

لوحمد بن عبد اللہ تمیمی بھی آگیا ہے۔

جونہی محمد بن عبد اللہ تمیمی جو سلطنت افریقہ کا سپہ سالار اعلیٰ تھا قصر کے اس کمرے میں  
 داخل ہوا، قصر میں بیٹھے ہوئے سارے لوگ سلطان سمیت اپنی جگہوں پر اٹھ کھڑے ہوئے  
 تھے، شاندار انداز میں ان کا استقبال کیا تھا، اندر آتے ہی بلند آواز میں محمد بن عبد اللہ تمیمی نے

نو جوانوں میں سے ایک ہے جو فکر کی رخشندگی، عزم کی پابندگی، آدمیت کا وقار اور حق کی تابندگی بن کر وقت کے کالے حصاروں اور پراسرار قضا کے سراپوں تک دُکھ کا حصار اور جذبوں کی وحشی آندھیوں کی طرح داخل ہونے کی ہمت اور جرات رکھتے ہیں۔  
فضل بن یعقوب کے اندلہ الفاظ پر فیسی دنگ سا رہ گیا تھا، دوبارہ اس نے فضل بن یعقوب کو مخاطب کیا۔

ابن یعقوب تم نے اس شخص کا تعارف کروایا ہے یا اس کا قصیدہ پیش کر دیا ہے..... میں دیکھتا ہوں اس کے چہرے اس کی پچھانی، اس کی آنکھوں میں سنجیدگی کے اندر کچھ اُداسیاں اور پریشانیاں بھی ہیں..... میں سمجھتا ہوں میرا اندازہ غلط نہیں..... ذرا تفصیل کہو، اس کا پورا نام پھر بتاؤ۔

فیسی کی طرف دیکھتے ہوئے فضل بن یعقوب کہنے لگا۔

اس کا پورا نام محمد بن عبداللہ تھیں، لیکن زیادہ تر اسے ابوہر کہہ کر پکارا جاتا ہے، اس لئے کہ ہمارے سلطان کے ایک بھتیجے کا نام بھی عبداللہ ہے..... سلطان کا بھتیجا اور ہمارا سپہ سالار اعلیٰ چونکہ گہرے دوست ہیں، دونوں کا ایک ہی نام ہے، لہذا سلطان کے بھتیجے کو محمد بن عبداللہ کہہ کر پکارا جاتا ہے اور اسے زیادہ تر ابوہر ہی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

فضل بن یعقوب تھوڑی دیر کے لئے رُکا اس کے بعد دوبارہ اس نے کہنا شروع کیا، اس کے اور بھی نام ہیں، جہاں اپنے اسے ابوہر کہہ کر مخاطب کرتے ہیں وہاں ہماری سلطنت میں زیادہ تر لوگ اسے صحرائی عقاب اور دشت افریقہ کے غیر مسلم قبائل جن کی بغاوتوں کو ہمیشہ اس نے فرو کیا وہ اسے دشت کا دیوتا کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔

فضل بن یعقوب گودھیمے لہجے میں فیسی سے گفتگو کر رہا تھا لیکن اسے رُک جانا پڑا، اس لئے کہ اسی لمحہ سلطان نے اپنے قریب بیٹھے اپنے سپہ سالار اعلیٰ ابوہر یعنی محمد بن عبداللہ تھیں کو مخاطب کیا۔ ابوہر تمہاری غیر موجودگی میں میری تفصیل کے ساتھ اسد بن فرات کے ساتھ گفتگو ہوئی ہے۔ اس سے پہلے بھی میں اس موضوع پر تمہارے ساتھ گفتگو کر چکا ہوں..... اسد بن فرات اس لشکر کی کمانداری کرنے کے لئے تیار ہو گئے ہیں، جو صقلیہ پر حملہ کرنے جائے گا، لیکن انہوں نے شرط یہ رکھی ہے کہ اس لشکر میں تم بھی شامل ہو، میں نے ان کی شرط کو قبول کر لیا ہے..... ساتھ ہی میں نے ان پر یہ شرط عائد کر دی ہے کہ ان کے ساتھ تم ضرور روانہ

ہوے لیکن کبھی کبھی افریقہ میں کوئی بغاوت کھڑی ہوئی تو میں نے اسد بن فرات سے کہہ دیا۔  
ہے کہ میں ابوہر کو بلالیا کروں گا..... اسد بن فرات نے میری اس تجویز کو قبول کر لیا ہے۔  
یہاں تک کہنے کے بعد سلطان رُکا پھر محمد بن عبداللہ تھیں کی طرف دیکھتے ہوئے دوبارہ کہہ رہا تھا۔

ابوہر میں صقلیہ کے امیر البحر میفزیڈ کو قصر میں بلانے لگا ہوں، جسے تم نے گرفتار کیا ہے، اس کی جو بھی سزا تم تجویز کرو گے وہ ہمارے لئے آخری ہوگی۔

جواب میں ابوہر کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی سلطان نے اپنے چوہدار کو بلایا اور اسے میفزیڈ کو بلالانے کے لئے کہا، وہ چوہدار خاموشی سے مڑا اور قصر کے اس کمرے سے نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد سلطان کا چوہدار صقلیہ کے امیر البحر میفزیڈ کو لے کر قصر کے اس کمرے میں داخل ہوا..... میفزیڈ ایک جوان اور توانا دراز قد کزیل جسم کا شخص تھا جس وقت اسے قصر کے اس کمرے میں لایا گیا، اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔

قصر کے اس کمرے میں داخل ہونے کے بعد میفزیڈ کی نگاہ سب سے پہلے قصر میں محمد بن سالم اور فضل بن یعقوب کے درمیان بیٹھے صقلیہ کے سابق امیر البحر فیسی پر پڑی تھی، اسے دیکھتے ہی میفزیڈ کا چہرہ غصے اور غضبناکی میں چمپا اُٹھا تھا..... بڑی قہر مانیت کا اظہار کرتے ہوئے اس نے فیسی کی طرف دیکھتے ہوئے اسے مخاطب کیا تھا۔

فیسی میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم صقلیہ جیسے شیخوں کے مکر اور آشاؤں کے آنگن سے نکل کر یہاں تیرگی کے طوفانوں اور مہیب رات کے آغاز میں آن کھڑے ہو گے، اگر تم صقلیہ کے لئے گناہوں کا سرچشمہ جنہی شرارہ اور آوارہ اور سرگرداں دردناک اضطراب بننا چاہتے ہو تو یہ تمہاری بھول ہے..... صقلیہ کے لئے تم نقصان کا باعث نہیں بن سکتے، اس لئے کہ تم جیسا انسان جو اپنی ذات تک سے نا آشنا ہو وہ صقلیہ کے تہسموں کے آئینوں کو کسی بھی صورت ریزہ ریزہ نہیں کر سکتا، جو مقصد تم یہاں لے کر آئے ہو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں تم اس مقصد میں ناکام ہو گے۔

فیسی میفزیڈ کی اس گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ میفزیڈ کی نگاہ اپنے سامنے سلطان کی نشست کے ساتھ بیٹھے ابوہر پر پڑی، اسے دیکھتے ہی میفزیڈ آتش فشاں

لاوے کی طرح غصے میں کھول اٹھا تھا، پھر وہ ابوفہر کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔  
اے شخص میں نہیں جانتا تو کون ہے اور ان سرزمینوں میں تیری کیا حیثیت ہے، لیکن  
میں سرف ایک بات جانتا ہوں تو نے سمندر میں ٹکراؤ کے درمیان اپنے ساتھیوں کے ذریعے  
دھوکہ دی سے مجھے گرفتار کیا۔

اگر تو میرے مقابل آتا اور میرے ساتھ انفرادی مقابلہ کرتا تو میں تجھے نیست و نیست کا  
وہ کھیل دکھاتا کہ دکھ فراق کی گھڑیوں کو تیرا منہ، تلخی اور تاریکیوں کو تیرا مقدر آلام کی گرد کو تیری  
روح کا رفیق بناتا چلا جاتا۔

یہاں تک کہتے کہتے مینفریڈ رک گیا، اس کے ان الفاظ کا ابھی تک ابوفہر پر کوئی خاص  
اثر نہ ہوا تھا، اس کے چہرے پر پہلے جو بخیدگی تھی اس کی جگہ اب ہلکی ہلکی مسکراہٹ تھی، مینفریڈ  
نے پھر کہنا شروع کیا۔

بحر زوم جیسے کھولتے سمندر میں اگر تو میرے ساتھ انفرادی مقابلہ کرتا تو اے شخص میں تجھ  
پر آرزوؤں کی شورش آتش سیال کی طغیانوں کی طرح کچھ اس طرح وارد ہوتا کہ تیری ہر سانس  
بے تابی دل کی نمازی کرتی، اگر تو مجھ سے انفرادی مقابلہ کرتا تو قسم یسوع مسیح کی میں اپنی ایک  
ہی ٹھوکر سے تیری زیست کی بساط الٹ کر رکھ دیتا۔

ابوفہر یعنی محمد بن عبداللہ کی حالت اب یکسر بدل گئی تھی، جہاں اس کے چہرے پر ہلکا سا  
تبسم تھا وہاں قہر مانیاں کچھ اس انداز میں جوش مارنے لگی تھیں، جیسے ولولوں کے جنوں اور  
توہمات کے کالے طلسم میں بدقسمیوں کے سائے رقص کتناں ہو گئے ہوں، اب بڑی تیزی سے  
ابوفہر کی حالت بدلنے لگی تھی، اس کی آنکھیں کچھ ایسا منظر پیش کرنے لگی تھیں، جیسے ہواؤں  
فضاؤں میں آتش رقص رندانہ اور تقدیر پلٹ دینے والی نگاہ کرم کی چنگاریاں کھولنے لگی ہوں۔

اس کے چہرے پر حیات موت کے اجزاء ملنے لگے تھے، ایسا محسوس ہونے لگا تھا جیسے  
مینفریڈ کے الفاظ نے اس کی رگوں میں بجلیاں دل میں آتشیں تڑپ، سینے میں انگارے بھر کر  
رکھ دیے ہوں..... اس کی پیشانی پر شفق کو چیرتی صبح کی طرح سلونٹیں گہری ہونا شروع ہو گئی  
تھیں، پھر قصر میں اس کی کھولتی ہوئی آواز سنائی دی تھی۔

مینفریڈ تم سے شکست خوردہ لوگ جب اپنی شکست پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں تو یقیناً تیری  
طرح ہی خدا فروشی کی منزل، نگاہوں کی منافقانہ نگاہ اور وقت کی اڑتی رفتار میں بلند آوازوں

کے کالے سفر سے بھی آگے بڑھ کر لاف زنی کرتے ہیں..... خدا کی قسم اگر تو بحر زوم میں  
میرے ساتھ انفرادی مقابلہ کرتا تو میں تیری ذات کے آئین میں بدقسمتی کے بہرے گونگے  
اندھیرے اور بدبختی کی آندھیاں ڈال دیتا، تیری سوچوں میں ہزیمت کا زہر، تیرے دل میں  
شکست کی کدورت، تیری روح میں درد کی تحریریں اور کرب کی تفسیریں رقم کرتا چلا جاتا.....  
اگر تجھے انفرادی مقابلے کا اتنا ہی شوق ہے تو تیرا یہ شوق اب بھی پورا کیا جاسکتا ہے۔ انفرادی  
مقابلہ اگر تو کرنا ہی چاہتا ہے تو میں پہلے سے تجھے آگاہ کر دیتا ہوں کہ میں تجھے رات کی  
خاموشیوں میں گناہوں کے ٹکس اور اہام کے باطل کی طرح اڑاتا چلا جاؤں گا۔  
ابوفہر کی اس گفتگو سے مینفریڈ کے چہرے پر خوشی اور اطمینان ملے جلے جذبے بکھر گئے  
تھے، پھر وہ کہنے لگا۔

انفرادی مقابلے کی بات کر کے اے شخص تو نے میرے دل کی مراد پوری کر دی ہے۔ قصر  
کے بہرے اس کمرے میں تیرے ساتھ انفرادی مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں، پھر اس  
مقابلے کی ابتداء کرنے سے پہلے میری ایک شرط ہے..... اگر میں انفرادی مقابلے میں تجھے زیر  
کر گیا تو مجھے باعزت رہا کر دیا جائے گا، میرے ساتھ میرے جو ساتھی گرفتار کئے گئے ہیں انہیں  
بھی میرے ساتھ جانے کی اجازت دے دی جائے گی اور اگر تو نے مجھے مقابلے میں زیر کر لیا  
پھر تو مالک اور مختار ہوگا، میرے اور میرے ساتھیوں کے ساتھ جو چاہے سلوک کرے۔

مینفریڈ کی اس گفتگو سے ابوفہر کی حالت پھر بدل گئی تھی، اس کے چہرے پر جو غیض و  
غضب کے بادل چھائے تھے چھٹ گئے..... لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، سلطان کے قریب  
ہوا تھوڑی دیر تک بڑی راز دارانہ اس کے ساتھ گفتگو کی، اس گفتگو کے دوران سلطان خود بھی  
مسکراتا رہا، پھر ابوفہر جب پیچھے ہٹا تب سلطان نے اپنے چوہدار کو مخاطب کیا۔

مینفریڈ سے جو اس کے ہتھیار چھینے گئے ہیں وہ اسے لا کر دیئے جائیں، اس نے پہلے  
سے اپنے جسم پر زہر پہن رکھی ہے، اس کے سر کا خول تلوار اور اس کی ڈھال اسے پیش کی  
جائے، ساتھ ہی ابوفہر کی ڈھال بھی لے کے آؤ۔

سلطان کا یہ حکم سن کر چوہدار نے اپنی گردن کو خم کرتے ہوئے تعظیم دی، پھر وہ باہر نکل  
گیا تھا۔

قصر کے کمرے میں تھوڑی دیر تک گہری خاموشی اور کاٹ کھانے والا سناٹا رہا، یہاں



تک کہ چوہا رلونا میفریڈ کو اس کے ہتھیار اس نے دیئے، بڑی تعظیم کا مظاہرہ کرتے ہوئے ڈھال اس نے ابوفہر کو پیش کی، اپنی ڈھال لیتے ہوئے ابوفہر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔

اس موقع پر سلطنت کا سپہ سالار اول فضل بن یعقوب اپنی جگہ سے اٹھا، میفریڈ کے پاس آیا اور تنبیہ کرنے والے لہجے میں اٹھ مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سن کفر و الحاد کی آزادی میں پلنے والے تو کیوں آغوش اجل کو آوازیں دیتا ہے، خدا کی قسم جس شخص کو تم نے مقابلے کی دعوت دی ہے وہ ہواؤں کی آہوں، برفانی سازشوں اور عناصر کی طوفانی یورش کی طرح اس طرح تم پر وارد ہوگا کہ تمہیں لمحوں کے اندر تسلیم و رضا کی زنجیریں پہنانے کے رکھ دے گا۔

سن تمدن کی گمراہی ساعت کی پستی میں پرورش پانے والے تو نے مقابلے کے لئے غلط نوجوان کا انتخاب کیا ہے، وہ ہماری سلطنت کا سپہ سالار اعلیٰ اور ہمارا امیر رہبر اور رہنما ہی نہیں، یاد رکھنا صحراؤں کی اندھی جاہل اور غیر مسلم قوتیں اسے دشت کا دیوتا اور ہماری سرزمینوں کے لوگ اسے صحرا کا عقاب کہہ کر پکارتے ہیں، اب بھی موقع ہے بازو ورنہ یاد رکھنا ابوفہر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا ہے اور میں تمہیں پہلے سے بتا دیتا ہوں کہ وہ تپک کر دینے والی آندھیوں کی طرح تجھے اپنے سامنے زیر کئے بغیر نہیں رہے گا۔

جب تک فضل بن یعقوب بولتا رہا، میفریڈ چپ چاپ مسکراتے ہوئے اس کی گفتگو سنتا رہا۔ فضل بن یعقوب کے خاموش ہونے پر وہ بول پڑا۔

پہلے تو اپنا نام کہہ اور اپنی سلطنت میں یہ بھی بتا تیری کیا حیثیت ہے اور جسے میں نے مقابلے کی دعوت دی ہے اس کے ساتھ تیرا کیا رشتہ ہے۔ جو تو اس کی اس قدر طرف داری کر رہا ہے۔

فضل بن یعقوب کے چہرے پر بڑی غصیلی مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر وہ کہنے لگا۔

میرا نام فضل بن یعقوب ہے، سلطنت کا سالار اعلیٰ ہوں، جس نشست سے میں اٹھ کر آیا ہوں اس کے ساتھ جو شخص بیٹھا ہوا ہے اس کا نام محمد بن سالم ہے، وہ سلطنت کا سالار دوم ہے، جس شخص کو تم نے مقابلے کی دعوت دی ہے وہ محمد بن عبد اللہ ہے، کنیت اس کی ابوفہر ہے، لوگ اسے ابوفہر ہی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ وہ سلطنت کا سپہ سالار اعلیٰ ہے، میں اور محمد بن سالم دونوں اس کے ماتحت ہیں، اب میں مزید تم سے کچھ نہیں کہوں گا، اس لئے کہ ابوفہر

مقابلہ کرنے کے لئے تیرے قریب آ گیا ہے۔  
فضل بن یعقوب کے یہ الفاظ ابوفہر نے بھی سن لئے تھے۔ فضل بن یعقوب کو مخاطب کرتے ہوئے میفریڈ کہنے لگا۔

میں نے اپنی ساری زندگی جنگوں میں گزاری ہے، ایسے دشت کے دیوتا اور صحرائی عقاب بڑے دیکھ رکھے ہیں۔ ذرا اس کے ساتھ میرا مقابلہ شروع ہونے دو تو خود اندازہ لگائے گا کہ میں کیسے اسے پرندوں کے پروں کی طرح ہوا میں اڑا کر رکھتا ہوں، ہاں میں تجھے یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ اس شخص کو زیر کرنے کے بعد تجھے بھی مقابلے کی دعوت دوں گا، اس لئے کہ تو نے اس کی طرف داری کی ہے۔

میفریڈ کے ان الفاظ کا فضل بن یعقوب جواب دینا ہی چاہتا تھا، پر چپ رہا اس لئے کہ ابوفہر قریب پہنچ گیا تھا۔ فضل بن یعقوب نے دیکھا اس کے چہرے پر مسند کے دل کی خشک گہرائی جیسا سکون اور آنکھوں میں ایک انوکھی ترنم ریر طمانیت تھی، قریب آ کر ابوفہر نے فضل بن یعقوب کے کندھے پر ہاتھ رکھا، بڑے پیار، بڑی شفقت میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ایسے لوگ باتوں سے نہیں مانتے، فضل بن یعقوب تو اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ جاتو نے اپنا حق ادا کر دیا، اسے تنبیہ کر دی اب اسے عملی تنبیہ سے میں خود سمجھاؤں گا۔ فضل بن یعقوب مسکراتے ہوئے اپنی نشست پر جا کے بیٹھ گیا تھا۔ ابوفہر نے ایک ہاتھ میں اپنی تلوار کو دوسرے میں اپنی ڈھال کو تولا، پھر میفریڈ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میفریڈ برف باری جب ہوتی ہے تو پرندے گرم مسکنوں کی طرف لوٹ جاتے ہیں، میرے عزیز تو ان پرندوں سے بھی بدتر ہے، خود اپنے آپ کو موت کے گھاٹ اتارنے پر تلا ہوا ہے۔ یاد رکھنا کوئی مقتول چل کر اپنے قاتل کے پاس نہیں جاتا، پر تو اپنے آپ کو مقتول کی اس روح کی طرح ثابت کر رہا ہے جو اپنے قاتل کے سامنے آ کر خود بخود سرنگوں ہو جائے۔

میفریڈ نے ابوفہر کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اپنی تلوار کو وہ حرکت میں لایا، پھر وہ شام کی کھولتی باطن کی سرکشی اور ظلمت شب میں رقص کرتی تاریکیوں کے اندھے زہر کی طرح ابوفہر پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

ابوفہر جو موت سے کھیلنے، قضا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کی ہمت رکھتا تھا،

مینفریڈ کے اس حملے کے لئے تیار تھا، بڑی آسانی کے ساتھ اس نے مینفریڈ کے حملوں کو روک دیا، پھر ابوفہر نے جوابی کارروائی کی ابتداء کی۔

وہ فضا کی تحریریں رقم کرتی تباہ کن آندھیوں، حوصلہ شکنی، خستگی، بے چارگی، بے بضاعتی اور دستور زباں بندی طاری کر دینے والے طوفانوں کے سایوں کی طرح مینفریڈ پر ٹوٹ پڑا تھا، اس کی خون کے آشام تلوار مینفریڈ کے سامنے سے موت کے نقاب ہٹانے لگی تھی۔ ابوفہر بڑی تیزی کے ساتھ مینفریڈ کے دفاع کا ہر حصار توڑنے لگا تھا۔ مینفریڈ جو اس سے پہلے بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہا تھا، اب اپنے آپ کو ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے قبر گمنا می میں اس کی اپنی سانسیں اس کے لئے بوجھل بنتی جا رہی ہوں۔

ابوفہر لمحہ بہ لمحہ اپنے حملوں میں تیزی پیدا کرتا چلا جا رہا تھا، اس کی حالت سے پتا چلتا جا رہا تھا کہ وہ آہستہ آہستہ تھکنے کے بجائے تازہ دم ہو رہا ہو، جبکہ دوسری طرف مینفریڈ کی طاقت اور قوت بڑی تیزی کے ساتھ زوال پذیر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

ابوفہر نے جب دیکھا کہ مینفریڈ پر تھکاوٹ چھانا شروع ہو گئی ہے تو وہ پہلے کی نسبت اور تیزی سے حملہ آور ہونا شروع ہو گیا تھا، اب مینفریڈ یہ محسوس کر رہا تھا جیسے ابوفہر اس پر خون کے بیکراں سمندر، ظالم عداوتوں کی یلغار، فلاکت کے خرابے کھڑے کرتی آندھیوں اور بجلیوں کے سائبان تلے بے مہری، بے چین یادوں کے چارہ گر کی طرح چھانے کی کوشش کر رہا ہو۔

ابوفہر کے ان تیز اور جان لیوا حملوں کے سامنے مینفریڈ آخر شب کے سنائے اندھیرے راستوں جیسی تھکاوٹ اور اضمحلال میں مبتلا ہوتا جا رہا تھا، اس کے چہرے کی حالت بے معنی فرسودہ الفاظ اور خوشیوں سے محروم اندھے بے کل نفس جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی، اس کی آنکھوں کی کیفیت خشک ببول کے سوکھے سایوں، تہہ خانوں کی تاریکیوں اور لمبی مسافتوں کی تھکن سے بغلگیر ہو رہی تھی۔

اب ابوفہر نے اپنا اگلا اور آخری قدم اٹھایا ایک موقع پر جب مینفریڈ نے دونوں تلواروں کے نکرانے کے بعد ابوفہر کو اپنی ڈھال مارنا چاہی تو ابوفہر نے اپنی ڈھال پر اس کی ڈھال کو روکا، پھر ابوفہر نے اچانک اپنی ڈھال زمین پر پھینک دی اور مینفریڈ کا ڈھال والا ہاتھ اس نے مضبوطی سے اپنے بائیں ہاتھ کی گرفت میں لے لیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی پلک جھپکتے میں ابوفہر نے مینفریڈ کی تلوار سے اپنی تلوار علیحدہ کی اور اپنی

تلوار کا دستہ اس نے خوب قوت کے ساتھ مینفریڈ کے شانے پر مارا، بس دستانے کا لگنا تھا کہ مینفریڈ درد اور کرب کی کیفیت میں بلبلا اٹھا۔

مینفریڈ کسی رد عمل کا اظہار کرنے ہی والا تھا کہ اس کی اس کرب خیزی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ابوفہر مزید حرکت میں آیا۔ اپنا دایاں پاؤں اس نے اٹھایا، پوری قوت سے پاؤں اس نے مینفریڈ کے بائیں گھٹنے پر دے مارا تھا۔ مینفریڈ پہلے ہی درد کی شدت میں مبتلا تھا، جب گھٹنے پر ضرب پڑی تو وہ تھوڑا سا جھک گیا تھا، بس اس کا جھکنا اس کے لئے مصیبت کا باعث بن گیا۔ ابوفہر نے اب اپنی تلوار کا دستہ خوب زور سے مینفریڈ کے اس ہاتھ پر مارا جس میں اس نے تلوار پکڑ رکھی تھی، مینفریڈ سے اس کی تلوار چھوٹ کے زمین پر گر گئی، اس کے بعد اپنی تلوار کے دستے کی دو تین ضربیں ابوفہر نے اس کی پیٹھ، اس کی گردن اور پسلیوں کے قریب لگا دی تھی۔ مینفریڈ انتہائی بے بسی کے عالم میں زمین پر گر گیا تھا اور اس کے ہاتھ سے اس کی ڈھال بھی چھوٹ گئی تھی۔

مینفریڈ کی تلوار اور ڈھال کو ٹھوکر مارتے ہوئے ابوفہر نے ایک طرف کر دیا۔ اپنی تلوار لہرائی، تلوار کی نوک اس نے فرش پر پڑے مینفریڈ کی گردن پر رکھی، پھر اسے کہنے لگا۔

بس یہ ہے تمہاری طاقت، تمہاری صناعی اور تمہاری فنی صلاحیت جس کی بنا پر تم تھوڑی دیر پہلے جنگی سانڈھ کی طرح رانجھ اور گندے خوک کی طرح غرارہے تھے، اٹھو وہ بائیں جانب تمہاری تلوار اور ڈھال پڑی ہوئی ہے، ایک بار پھر اپنے ہتھیار سنبھال کر میرے سامنے آؤ تاکہ تمہیں میں بتاؤں کہ تیغ زنی کے فن میں تم اور تمہاری سیدیھی تلوار ہمارے سامنے بچوں کے کھیل سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔

ابوفہر کی اس پیشکش پر مینفریڈ اٹھا نہیں، زمین پر لیٹے ہی لیٹے باغپتا رہا۔ ابوفہر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا۔

مینفریڈ تم تو کہتے تھے تم نے میرے جیسے بہت سے تیغ زن اپنے سامنے زیر کر رکھے ہیں، تم تو یہ بھی دعویٰ کرتے تھے کہ تم بحر دم کو کھنگال دینے والے امیر البحر ہو اور کوئی تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتا، اب تم یوں بے بس لومڑی کی طرح فرش پر کیوں پڑے ہوئے ہو، اٹھو جب میں تمہیں ایک بار پھر اپنے ہتھیار سنبھال کر نکرانے کا موقع فراہم کر رہا ہوں تو تم اس موقع سے کیوں فائدہ نہیں اٹھاتے۔

مینفریڈ جب خاموش رہا تو ابوہر نے بائیں جانب بڑھ کر اس کی تلوار اور ڈھال اٹھائی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

مینفریڈ تم جیسا شخص معافی کا طلب گار بھی ہو تو اسے معاف نہیں کیا جاسکتا، اس لئے کہ تم بحر روم کے اندر سفر کرنے والے مسلمانوں کے جہازوں کو لوٹنے رہے ہو اور جو مسلمان تمہارے ہاتھوں گرفتار ہوئے انہیں صقلیہ لے جا کر غلام بنالیا جاتا تھا۔ یہ تمہارا ایسا جرم ہے جسے کسی بھی صورت معاف نہیں کیا جاسکتا۔

اس کے ساتھ ہی ابوہر دوبارہ اپنی نشست پر جا کر بیٹھ گیا تھا، اس موقع پر سلطان نے ابوہر کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ پہ سالار اول فضل بن یعقوب اپنی جگہ سے اٹھا، اتنی دیر تک مینفریڈ بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ فضل بن یعقوب مینفریڈ کے پاس آیا اور انتہائی غصے اور غضبناکی میں اس نے مینفریڈ کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

مینفریڈ تو نے میرا کہا نہیں مانا، میں نے تجھے تنبیہ کی تھی، اس شخص سے مقابلہ کرنے سے گریز کرنا، تو نے دیکھا کیسے وہ آسانی کے ساتھ تجھ پر تندہتارت کے سانوں اور ہتھوں کے ساتھ نزول کرتے اٹل طوفانوں کی طرح چھا گیا۔ تو نے یہ بھی دیکھا کہ لحوں کے اندر وہ ان گنت موجوں کے رقص، ویرانی بازار حیات اور یادوں کی اجڑی دوپہر کی طرح اس نے تیری ساری جرات مندی کی تخریب کرنا شروع کر دی۔

مینفریڈ دشت افریقہ کے صحرائی لوگ اسے دشت کا دیوتا پکارتے ہیں تو وہ یونہی بلا کسی وجہ اسے اس نام سے نہیں پکارتے، ان علاقوں کے رہنے والے لوگ اگر اسے صحرائی عقاب کہہ کر پکارتے ہیں تو اس کی بھی کوئی وجہ ہے، مجھے افسوس ہے کہ تو صرف چند لمحے اس کے سامنے ٹھہر سکا اور وہ تجھ پر ظالم عداوتوں کی وادیوں، بھوک کی کڑواہٹ، کائنات کی کہانیوں اور ذہن کے جھروکوں میں سوچوں کے منہدار کی طرح چھاتا چلا گیا اور تو اس کے سامنے کھلونوں سے کھیلنے والے بچے کی طرح بے بس دکھائی دے رہا تھا، مقابلہ شروع ہونے سے پہلے تو خوب لاف گزاف کرتا تھا، بڑے اونچے بول بولتا تھا، لیکن اب تو لئے ہوئے کاروان اور قبر میں اتارے جانے والے مردے کی طرح خاموش کیوں ہے، کم از کم جو میں نے کہا ہے اس کا جواب ہی دے، جبکہ تو یہ دعویٰ کرتا پھرتا تھا کہ ابوہر کو اپنے سامنے زیر کرنے کے بعد تو مجھے بھی مقابلے کی دعوت دے گا، اب میں تجھے کیا کہوں۔

مینفریڈ نے فضل بن یعقوب کی گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا، گردن جھکی رہی، لاچار فضل بن یعقوب اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔

دوسری جانب جب ابوہر اپنی نشست پر آکر بیٹھا تو تھوڑی دیر تک بڑی عقیدت سے قاضی اسد بن فرات اس کی طرف دیکھتا رہا، پھر ابوہر کو مخاطب کرتے ہوئے قاضی اسد بن فرات بول پڑا۔

ابوہر کاش میں کوئی ادیب ہوتا تو اچھے اچھے الفاظ استعمال کر کے تمہاری اس کارگزاری کی تعریف کر سکتا، پر بیٹے اس کے باوجود میں نوری برسات جیسی تمہاری تیغ زنی، ستاروں کے حکایت جیسی تمہاری جرات مندی، تجلیات کی قوسوں سی تمہاری شجاعت، موجوں کے تلاطم، موت کے طوفانوں جیسی تمہاری طاقت اور قوت وقت کی آندھیوں کے آشوب جیسی تمہاری بے باکیوں، تند عناصر کی یلغار جیسے تمہارے کمال فن کو سلام پیش کرتا ہوں۔

میرے بیٹے تم جیسے نوجوان کسی قوم میں روز روز پیدا نہیں ہوتے اور تم جیسے ہی لوگ قوم کا سرمایہ حیات ہوتے ہیں، میں ایک بار پھر تمہاری اس شاندار فتح کو سلام پیش کرتا ہوں۔ قاضی اسد بن فرات مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بیچ میں ابوہر نے بولتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی تھی۔

قاضی ابن فرات آپ کو اس طرح میری تعریف کرنے کی ضرورت نہیں ہے، میں سمجھتا تھا کہ یہ بہت بڑا تیغ زن ہوگا اور میرے سامنے جسے کی کوشش کرے گا، لیکن یہ تو میرے لشکر کے عام سپاہیوں سے بھی کم تر ثابت ہوا، اس نے چونکہ اپنے لشکر کے ساتھ کئی بار مسلمانوں کے جہازوں کو لوٹنے ہوئے انہیں غلام بنایا، لہذا اسے کسی صورت معاف نہیں کیا جاسکتا۔

ابوہر جب خاموش ہوا تو سلطان زیادۃ اللہ بن ابراہیم نے اسے مخاطب کیا۔

ابوہر میرے بیٹے جو الفاظ استعمال کر کے میں تمہاری تعریف کرنا چاہتا تھا، وہ الفاظ مجھ سے پہلے ہی قاضی اسد بن فرات نے استعمال کر لئے ہیں، اب میرے پاس تمہارا شکریہ ادا کرنے کے لئے کچھ نہیں، پھر بھی میرے بیٹے میں مینفریڈ کے مقابلے میں شاندار کامیابی پر تمہیں مبارک باد پیش کرتا ہوں، اس کے ساتھ ہی ہاتھ کے اشارے سے سلطان نے اپنے چوہدار کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ مینفریڈ کو باہر لے جا کر اس کی گردن اڑا دی جائے۔

چوہدار مینفریڈ کو باہر لے گیا اور اس کا خاتمہ کر دیا، اس کارروائی کے بعد سلطان نے

خیال کرتے ہیں۔

محمد بن عبد اللہ کے تین بھائی اور دو بہنیں اور ماں باپ جو قیروان شہر کے نواح میں رہتے تھے، محمد بن عبد اللہ نے چونکہ غیر مسلموں کی بغاوتوں کو فروغ کیا، لہذا ان قبائل نے یلغار کر کے رات کی گہری تاریکی میں ایسا شب خون مارا کہ دوسرے بے شمار لوگوں کے علاوہ محمد بن عبد اللہ تمیمی کے ماں باپ اس کے بہن بھائیوں سب کو ہلاک کر کے رکھ دیا اور اس کی پوری بستی کو جلا کر خاک کر دیا۔

بس یوں جانو اس حادثے کے بعد یا اس حادثے نے محمد بن عبد اللہ تمیمی سے اس کے لبوں کی مسکراہٹ، اس کی آنکھوں کی رونق تک چھین کر رکھ دی، اب یہ سنجیدہ رہتا ہے، بہت کم گفتگو کرتا ہے۔ یہاں قیروان شہر میں اس کا کوئی ذاتی مکان یا حویلی نہیں ہے۔۔۔۔۔ سلطان نے کئی بار اسے قصر کے قریب ایک حویلی میں منتقل کرنا چاہا، لیکن وہ ایسا نہیں کرتا، شہر کے شرقی جانب ایک سرائے ہے، سرائے کا مالک ابوفہر کا دور کارشتہ دار ہے، اسی سرائے کے ایک کمرے میں اس نے قیام کر رکھا ہے۔۔۔۔۔ بس یوں جانو وہی کمرہ اس کی رہائش گاہ اور وہی کمرہ اس کا اثاث البیت ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد فضل بن یعقوب تھوڑی دیر کے لئے زکا، پھر دوبارہ کہتا چلا گیا۔ ہمارے سلطان نے ابوفہر کی اس حالت کو فراموش نہیں کیا، گوان دنوں اس کی رہائش شہر کے شرقی سرائے کے ایک کمرے میں ہے، لیکن سلطان کے قصر سے متصل ایک بہت بڑی حویلی کو صاف ستھرا کر کے اس کی پوری زیبائش و آرائش کر کے زندگی کی ضروریات کا سارا سامان رکھ کر اس حویلی کو خالی رکھا گیا ہے، اس حویلی پر محافظ بھی مقرر کر دیئے گئے اور ابوفہر کو یہ کہہ دیا گیا ہے کہ جب بھی اس کا جی چاہے وہ سرائے کے اس کمرے سے اٹھ کر اس حویلی میں منتقل ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ سلطان نے وہ حویلی ابوفہر کے نام کر دی ہے، اس حویلی کے جتنے اخراجات ہیں حویلی کے محافظوں کے روزینے سب سلطان ادا کرتے ہیں۔۔۔۔۔ فضل بن یعقوب کی ساری گفتگو کا جواب فیہی دینا ہی چاہتا تھا کہ اپنے سامنے نمودار ہونے والی عمارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فضل بن یعقوب پھر بول پڑا۔

فیہی یہی وہ مہمان خانہ ہے جس میں تمہاری رہائش کا انتظام کیا جانا ہے۔  
فیہی خاموش رہا، دونوں اس عمارت میں داخل ہوئے۔۔۔۔۔ فضل بن یعقوب کچھ دیر وہاں

اپنے سالار اول فضل بن یعقوب کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابن یعقوب! فیہی کو اپنے ساتھ شاہی مہمان خانے کی طرف لے جاؤ، جب تک صقلیہ پر حملہ آور ہونے کے لئے ہمارا لشکر یہاں سے کوچ نہیں کرتا اس وقت تک یہ ہمارے ہاں ایک مہمان کی حیثیت سے رہے گا، اس کا ماضی تم جانتے ہو، اس کے ماضی کو سامنے رکھتے ہوئے مہمان خانے میں اس کی حفاظت پر کچھ مسلح جوان بھی مقرر کر دو۔

سلطان کا یہ حکم سن کر فضل بن یعقوب اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا، فیہی بھی کھڑا ہو گیا، پھر فضل بن یعقوب فیہی کو لے کر قصر سے نکل گیا تھا۔

شاہی مہمان خانے کی طرف جاتے ہوئے اچانک فیہی نے فضل بن یعقوب کو مخاطب کیا۔

ابن یعقوب تم افریقہ میں مسلمانوں کی سلطنت کے سالار اول ہو، جس وقت تمہارا سالار اعلیٰ محمد بن عبد اللہ تمیمی یعنی ابوفہر قصر کے اس کمرے میں داخل ہوا اس وقت سے میں ایک جستجو ایک بے چینی میں مبتلا ہوں، میں نے دیکھا وہ بڑا سنجیدہ، بڑا الجھا الجھا اور مجھے پیچیدہ پیچیدہ سا لگا اور اس کی آنکھوں میں زور زور تک میں نے افسردگی اور دکھ کی دھول اٹھتی دیکھی ہے کیا اسے کوئی دکھ ہے، اسے کوئی صدمہ ہے، مطلب کے علاوہ کوئی بات نہیں کرتا۔

فیہی مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ مسکراتے ہوئے فضل بن یعقوب بول پڑا۔

تمہاری بات درست ہے، ہمارا سالار اعلیٰ محمد بن عبد اللہ ایک ایسے طوفان سے گزر چکا ہے جس نے اس کے لبوں کی ہنسی اور آنکھوں کی شوخی اس سے چھین لی ہے، جیسا کہ قصر کے اس کمرے میں گفتگو کے دوران تم نے جان لیا تھا کہ افریقہ میں اٹھنے والی بغاوتوں کو محمد بن عبد اللہ تمیمی یعنی ابوفہر کے علاوہ آج تک کوئی دبا نہیں سکا، افریقہ میں جنوب کی سمت بہت سے غیر مسلم قبائل ہیں جو اپنے اپنے سرداروں کی رہنمائی میں آئے دن مسلمانوں کے خلاف بغاوتیں کھڑی کرتے رہتے ہیں۔۔۔۔۔ ہر بار ان بغاوتوں کو محمد بن عبد اللہ تمیمی ہی نے فروغ کیا اور بڑے بڑے سوراخوں کو اپنے سامنے زیر کر کے رکھ دیا۔

بغاوتوں کا یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے، اس لئے کہ ابھی تک بے شمار غیر مسلم قبائل مسلمانوں کو ان علاقوں سے نکال باہر کر۔ نہ کا تہیہ کئے ہوئے ہیں۔ جن قبائل کو محمد بن عبد اللہ تمیمی نے اپنے سامنے زیر کیا وہ قبائل اور ان کے سردار محمد بن عبد اللہ تمیمی کو اپنا بدترین دشمن

رہا، فیجی کے قیام کا اس نے بندوبست کیا، اس کی حفاظت کے لئے محافظ بھی مقرر کر دیئے، پھر وہ واپس قصر کی طرف ہولیا تھا۔

فضل بن یعقوب اور فیجی کے جانے کے بعد قصر کے اس کمرے میں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی، اس دوران سلطان عجیب سے جذبے میں چند لمحوں تک کبھی اپنے سپہ سالار اعلیٰ محمد بن عبداللہ تہمی اور کبھی قاضی اسد بن فرات کی طرف دیکھ لیتا تھا..... پھر اس نے اپنے سپہ سالار اعلیٰ محمد بن عبداللہ تہمی یعنی ابوفہر کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابوفہر میرے بیٹے اب جبکہ فیجی یہاں نہیں ہے، تمہارے اس کے متعلق کیا خیالات ہیں، میں جانتا ہوں جس لشکر کے تم سپہ سالار اعلیٰ ہو یا جس لشکر میں تم شامل ہو گے خداوند قدوس کے فضل و کرم سے شکست اور ہزیمت اس لشکر سے دور بھاگتی رہے گی۔ صقلیہ میں چونکہ فیجی کو تمہارے اور قاضی اسد بن فرات کے ساتھ کام کرنا ہے، لہذا میں فیجی سے متعلق تمہارے خیالات تمہارے اندازے جاننا پسند کروں گا۔

سلطان کے اس استفسار پر لمحہ بھر کے لئے ابوفہر کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر اس نے رازدارانہ سے انداز میں کچھ ایسی آواز میں سلطان کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا کہ اس آواز کو صرف سلطان اور قریب بیٹھا قاضی اسد بن فرات ہی سن سکتے تھے..... ابوفہر نے کہنا شروع کیا۔

سلطان محترم فیجی کبھی صقلیہ کا حاکم رہا ہے، اس کے کہنے پر اس کے امیر البحر سمندر میں مسلمانوں کے خلاف کام کرتے رہے ہیں..... اب یہ اپنی ضرورتوں کا اسیر ہو کر ہمارے پاس آیا ہے، یاد رکھئے گا ایسے لوگ منافق چھاؤں اور دوغلی ہواؤں کی طرح دھوکہ باز ہوتے ہیں..... خشک ببول کے سوکھے سایوں اور اندھے کنوؤں کی گونج کی طرح جب چاہتے ہیں اپنے ساتھیوں، اپنے رفیقوں کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لئے ابوفہر زکا، پھر دوبارہ اس نے کہنا شروع کیا۔ سلطان محترم جس طرح موت زیت کے زخموں پر مرہم نہیں رکھتی، جس طرح تیرگی کے طوفانوں میں آنکھوں کے آئینے کام نہیں کرتے، اس طرح ایسے لوگ ضرورتوں کی ہولناک کہر میں بگولوں جیسی بے گل ردحوں، سراپوں جیسے بے جان جسموں اور رات کی کوکھ سے اٹھتے ان گنت جھوٹے حروف کو بھی اپنا ساتھی بنا لیتے ہیں اور پھر اپنا مفاد اپنی ضرورت پوری ہونے

کے بعد پیٹھ دکھا کر چل بنے ہیں۔

سلطان محترم ایسے لوگ بجز باتوں، کڑوے بولوں کی طرح ناپسندیدہ زور فراموش انسانی ضمیر اور سایہ ابلیس جیسے سیاہ اور ہلاکت خیز تلخیوں اور قربان گاہوں کے کھنڈروں جیسے داغدار ہوتے ہیں جن پر کسی بھی صورت اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔

اپنے لشکر کے ساتھ صقلیہ کی طرف روانہ ہونے سے پہلے میں آپ پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ صقلیہ کی سرزمین میں کسی بھی موقع پر میں فیجی پر اعتماد اور بھروسہ کرنے کی کوشش نہیں کروں، اس کا چہرہ دیکھتے ہی میں نے اس کے چہرے پر لکھی نا آشنا سی تحریروں کو جان لیا تھا کہ یہ شخص صرف اپنی ضرورتوں کا اسیر ہے اور وقت پڑنے پر ضرور دھوکہ دہی سے کام لے گا، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر صقلیہ کے اندر اس کے مفاد ہم سے ٹکرائے تو ہمیں چھوڑ کر یہ صقلیہ کے موجودہ حکمران بلاطہ سے بھی اتحاد کرنے کی کوشش کرے گا، جسے ان دنوں یہ اپنا بدترین دشمن خیال کئے ہوئے ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد ابوفہر لمحہ بھر کے لئے زکا، کچھ سوچا، اس کے بعد دوبارہ اس نے سلطان کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

سلطان محترم صقلیہ کی طرف کوچ کرنے سے پہلے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان سرزمینوں میں اور قاضی اسد بن فرات آپ کو واپس نہیں کریں گے..... میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس سے پہلے افریقہ کی سرزمینوں کی طرف سے صقلیہ پر تیرہ حملے ہو چکے ہیں جن میں سے کوئی بھی حملہ کامیاب نہیں ہوا..... یہ صقلیہ پر مسلمانوں کا چودہواں حملہ ہوگا، اس حملے کے دو ہی نتیجے ظاہر ہوں گے، تیسرا کوئی نتیجہ میں سامنے نہیں آنے دوں گا..... اول یہ کہ صقلیہ ہمارے ہاتھوں فتح ہوگا، دوم یہ کہ میں اور قاضی اسد بن فرات دونوں صقلیہ کے ساحل اور اس کی سرزمینوں پر ہی مصاف زندگی ہار بیٹھیں گے، شکست کے داغ اٹھا کر واپس ان سرزمینوں کا رخ کرنا پسند نہیں کریں گے..... ابوفہر خاموش ہوا تو کچھ دیر تک سلطان بڑے پیار، بڑے شفقت میں اس کی پیٹھ تھپتھاتا رہا، پھر کہنے لگا..... ابوفہر تمہارا ماضی تمہارا حال میرے سامنے ہے، صقلیہ پر حملہ افریقہ کے صحراؤں میں اٹھنے والی ان بے ادبوں سے کڑا نہیں ہے جنہیں تم کئی بار فروغ کر چکے ہو..... صقلیہ کے رہنے والے افریقہ کے خانہ بدوش قبائلیوں سے زیادہ خونخوار نہیں جنہیں تم کئی بار اپنے پاؤں تلے مسل اور رگید چکے ہو، مجھے اُمید ہے کہ میرا خداوند صقلیہ

میں بھی تمہیں شاندار کامیابیاں عطاء فرمائے گا، جہاں صقلیہ میں لشکر کے اندر تمہاری تیغ زنی کام آئے گی وہاں قاضی اسد بن فرات کی دعائیں بھی رنگ لائیں گی اور فتح کا باعث بنے گی..... میرے خیال میں اب ہمیں اس مجلس کو تمام کرنا چاہئے، اس لئے کہ میں پسند کروں گا پرسوں لشکر یہاں سے کوچ کرے۔

ابوہر اور قاضی اسد بن فرات نے سلطان کی اس تجویز سے اتفاق کیا، پھر مجلس برخاست کردی گئی اور سب لوگ اُنھ کر قصر کے اس کمرے سے نکل گئے۔



**سلطان** زیادۃ اللہ بن ابراہیم نے صقلیہ پر حملہ آور ہونے کے لئے جو لشکر تیار کیا اس میں سات سو سوار اور دس ہزار پیدل تھے اور اس لشکر کو افریقہ کے ساحل سے صقلیہ پہنچانے کے لئے ایک سو بحری جہازوں کا اہتمام کیا گیا۔

جب یہ سارے انتظامات مکمل ہو گئے تب سلطان نے لشکر کو صقلیہ کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا، اس حکم کے ملنے کے بعد یہ لشکر قیروان سے روانہ ہوا اور ساحلی شہر سوسہ کا رخ کیا، عمائدین شہر کے علاوہ بے شمار لوگوں کا ایک جم غفیر تھا، جو لشکر کے ساتھ روانہ ہوا تاکہ سوسہ کی بندرگاہ پر اس لشکر کو الوداع کیا جاسکے۔

قیروان سے سوسہ تک کا سفر بھی ایک یادگار سفر تھا..... لشکر کے ساتھ جو عام شہری اور عمائدین تھے، وہ برابر اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرتے ہوئے ساتھ دے رہے تھے، تاکہ لشکریوں کے حوصلے بلند رہیں۔

یہاں تک کہ لشکر قیروان سے سوسہ پہنچا اور بحری جہازوں میں سوار ہوا۔ جب جہازوں کے لشکر اٹھانے کا وقت آیا تو جوش و خروش کا ایک عجیب عالم پیدا ہو گیا۔ ساحل پر بڑے بڑے طبل نصیریاں اور جنگی باجے بجنے لگے تھے، پھر دیکھتے ہی دیکھتے جہازوں کے بادبان کھول دیئے گئے جو ہوا میں لہرانے لگے، یوں دس ہزار سات سو سفر فروش مجاہدین سو بڑے بڑے بحری جہازوں پر صقلیہ پر حملہ آور ہونے کے لئے سوسہ کی بندرگاہ سے روانہ ہوئے تھے۔

شمالی افریقہ کے ساحل سے صقلیہ تک ان دنوں تین دن کا بحری سفر تھا۔۔۔۔۔ یہ سفر بڑی خاموشی سے جاری رہا، تیسرے روز صبح کے وقت جبکہ قاضی اسد بن فرات اور سلطنت کے سالار اعلیٰ ابوفہر ایک بحری جہاز میں اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے، تب اسد بن فرات نے ابوفہر کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابوفہر میرے بیٹے تم جانتے ہو اس سے پہلے مجھے جنگ کا کوئی تجربہ نہیں ہے، جہاں تک تمہاری ذات کا تعلق ہے تو میں جانتا ہوں تم جنگ کا وسیع تجربہ رکھتے ہو اور بڑے سے بڑے لشکر کو بھی اپنے سامنے زیر کرنے کا فن اور صنایع جانتے ہوں، میں سمجھتا ہوں سلطان نے مجھے خیر اور برکت کے لئے لشکر کا امیر مقرر کیا ہے، ورنہ لشکر کے سپہ سالار اعلیٰ تو تم ہی ہو، مجھے شاید اس لئے لشکر میں شامل کیا گیا ہے تاکہ جب تم صقلیہ کو فتح کرو تو تم واپس افریقہ پہنچ کر سپہ سالار اعلیٰ کی حیثیت سے کام کرو اور میں صقلیہ میں والی مقرر کیا جاؤں۔

بیٹے صقلیہ کے ساحل پر پہنچنے کے بعد دشمن سے جو جنگ کی ابتداء کرنی ہے اس جنگ کا سارا لائحہ عمل میرے بیٹے تم ہی تیار کرو گے، لشکر کے جواہکامات جاری کئے جائیں گے، ان کے لئے زبان ضرور میری استعمال ہوگی، لیکن ہدایات تم ہی جاری کرو گے۔

اب بتاؤ ہمیں اپنے کام کی ابتداء کہاں سے شروع کرنی چاہئے۔۔۔۔۔ آج شام تک ہم صقلیہ کے ساحل پر پہنچیں گے، تم صقلیہ کے ساحل میں سے اپنے کام کی ابتداء کرنے کے لئے کسی شہر کا چناؤ کرنا پسند کروں گے، بیٹے یہ سارا معاملہ میں تم پر چھوڑتا ہوں، اس لئے کہ میں تمہارے جنگی تجربے اور تمہاری عسکری کارست سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔

جب تک قاضی اسد بن فرات بولتا رہا، ابوفہر گردن جھکائے غور سے سنتا رہا، ساتھ ہی ساتھ کچھ سوچتا رہا۔۔۔۔۔ قاضی اسد بن فرات کے خاموش ہونے پر اس نے کہنا شروع کیا۔

ابن فرات آپ نے جو کچھ کہا اسے میں نے غور سے سنا، میرے لئے یہ بڑی سعادت کا مقام ہے کہ صقلیہ پر حملہ آور ہونے والے لشکر میں آپ جیسے بزرگ شامل ہیں۔۔۔۔۔ آپ کی شمولیت یقیناً لشکر میں سعادت اور برکت کا باعث بنے گی۔

جہاں تک صقلیہ پر حملہ آور ہونے کا تعلق ہے تو آپ جانتے ہیں اس سے پہلے مسلمانوں نے جو صقلیہ پر تیرہ حملے کئے اور تیرہ حملوں کی ابتداء صقلیہ کے دارالحکومت سرتوسہ پر حملہ آور ہونے سے کی گئی تھی اور وہ سارے حملے ناکامی کی دلدل میں ڈوب گئے تھے۔

میں ماضی کی روایات کو دہرانا پسند نہیں کروں گا، میں صقلیہ کے ساحل سے بھی واقف ہوں اور ساحلی شہروں کو بھی اچھی طرح جانتا اور پہچانتا ہوں، میں ماضی کے پامال راستے کو اختیار نہیں کروں گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد ابوفہر زکا اور اس کے بعد اس نے کہنا شروع کیا۔  
ابن فرات میں آپ سے یہ بھی انکشاف کروں کہ افریقہ کے ساحل پر جہاز پر بیٹھے سے پہلے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے میں نے اپنے رب سے عہد کیا تھا کہ اے خداوند قدوس میں ایک نیت لے کر جہاز میں سوار ہو رہا ہوں اور میری نیت یہ ہے کہ اول تو میں صقلیہ کو فتح کر کے رہوں گا اور اگر میں پہلے تیرہ حملہ آوروں کی طرح اسے فتح نہ کر سکا نا کام رہا، تب ابن فرات میں شکست کا داغ لے کر واپس جانا پسند نہیں کروں گا، بلکہ صقلیہ کی سرزمین پر جام شہادت نوش کرنا زیادہ پسند کروں گا۔

ابوفہر زکا، اس کے بعد دوبارہ اس نے کہنا شروع کیا۔  
ابن فرات میں اپنے حملے کی ابتداء سرتوسہ شہر سے نہیں کروں گا، میں اپنے کام کی ابتداء صقلیہ کے شہر مازر سے کروں گا۔

ابوفہر جب خاموش ہوا تب اسد بن فرات نے مسکراتے ہوئے کہنا شروع کیا۔  
ابوفہر میرے بیٹے تمہاری سوچ تمہارے ارادے میرے لئے حرف آخر کی حیثیت رکھتے ہیں۔۔۔۔۔ اگر تم سرتوسہ کے بجائے اپنے کام کی ابتداء صقلیہ کے شہر مازر سے کرنا چاہتے ہو تو تمہارا یہ فیصلہ سارے لشکر کے لئے آخری فیصلہ ہے، اسی پر عمل کیا جائے گا۔۔۔۔۔ بیٹے میرا دل کہتا ہے کہ جب تک تم میرے ساتھ ہو ہم صقلیہ کی سرزمینوں میں سرفراز اور رموز مند ہو کر رہیں گے۔

یہ فیصلہ ہونے کے بعد ابوفہر اور اسد بن فرات ایک طرح سے مطمئن ہو گئے تھے، پھر اپنے جہاز پر بیٹھ کر دوسرے موضوعات پر گفتگو کرنے لگے تھے۔

شام سے تھوڑی دیر پہلے ابوفہر اور اسد بن فرات اپنے لشکر کو لے کر مازر کے ساحل پر لشکر انداز ہوئے۔۔۔۔۔ مازر شہر کی حفاظت کے لئے جو لشکر مقرر تھا اسے مسلمانوں کے حملہ آور ہونے کی خبر ہو چکی تھی، لہذا وہ لشکر شہر کے اندر محصور ہو گیا تھا۔

ساحل پر لشکر انداز ہونے کے بعد ابوفہر نے لشکر کو ترتیب دیا، مازر پر وہ حملہ آور ہوا، مازر

میں کوئی اتنی بڑی قوت نہ تھی..... رات کی گہری تاریکی میں رسوں کی سڑھیوں کی مدد سے ابوفہر اور اس کے لشکری فصیل پر چڑھ گئے، تھوڑی دیر کے لئے شہر میں گھمسان کارن پڑا، پھر خاموشی طاری ہو گئی، اس لئے کہ شہر کے اندر جو محافظ لشکر تھا، ابوفہر نے اس کا خاتمہ کر دیا..... یوں صقلیہ کے ساحلی شہر پر مسلمانوں کا قبضہ با آسانی ہو گیا تھا، یہ مسلمانوں کی خوش قسمتی تھی کہ کسی مزاحمت کے بغیر مازر پر انہوں نے قبضہ کر لیا، اپنی قوت کو مازر میں منتقل کیا، جہازوں میں جس قدر رسد اور بار برداری کے جانور تھے، وہ مازر میں منتقل کر دیئے گئے..... مازر کے ساحل سے ایک طرف ہٹ کر جہاز کھڑے کر دیئے گئے تھے، اس طرح ابوفہر نے مازر کو اپنی طاقت اور قوت کا مرکز بنالیا تھا۔



**صقلیہ** کا حاکم ان دنوں بلاطہ نام کا ایک شخص تھا..... بلاطہ کو اس کے ناظروں نے مسلمانوں کے حملے کی اس وقت ہی اطلاع کر دی تھی جس وقت مسلمانوں کا لشکر ابھی صقلیہ کے ساحل پر لنگر انداز نہیں ہوا تھا۔

تاہم بلاطہ کو امید تھی کہ شاید مسلمانوں کا وہ لشکر ساحل پر لوٹ مار کر کے لوٹ جائے گا، لیکن جب ایسا نہ ہوا اور مسلمانوں نے مازر شہر پر قبضہ کر لیا، تب بلاطہ نے تیز رفتار قاصد مدد طلب کرنے کے لئے قسطنطنیہ کے شہنشاہ مائیکل اور ونیس کی سلطنت کی طرف روانہ کئے تھے۔ جس وقت صقلیہ کی طرف سے جانے والے دو قاصدوں کو قسطنطنیہ کے شہنشاہ مائیکل کے سامنے پیش کیا گیا..... اس وقت مائیکل اپنے قصر کے کمرے میں شہر نشین پر بیٹھا ہوا تھا، اس کے سامنے نمایاں جگہوں پر اس کے جرنیل میکائل، تھیوفلس، تھیوڈوٹس، یادری اور بطحارتہ بیٹھے ہوئے تھے، اس کے بعد ان گنت نشستوں پر سلطنت کے عمائدین اپنے اپنے منصب کے مطابق اپنی اپنی جگہیں سنبھالے ہوئے تھے۔

شہنشاہ مائیکل کے دائیں جانب اس کی بیوی بلاوس بیٹھی ہوئی تھی، جبکہ اس کے بائیں جانب اس کی حسین اور پر جمال بیٹی کیتھرینا اپنی نشست سنبھالے ہوئے تھی۔

کیتھرینا کا احاطہ کرنے والی نگاہ دیکھ سکتی تھی کہ کیتھرینا گلابوں کے تازہ بدن اور خوش رنگ خوابوں جیسی حسین، سنہرے عکس اور رقص کرتی خوشبو کی لہر جیسی خوبصورت اور تبسم کے اجالوں کے شر آور خوابوں جیسی پر جمال تھی۔

وہ منزلوں کی بشارت اور حسن لازم وال کی حرمت جیسی پرکشش مسرت کے نعمات طرب



کے لمحات جیسی جاذب نظر محبت کے زریں جذبات اور پھیلیوں کے رازوں کی طرح موہ لینے والی ایک نایاب لڑکی تھی۔

اس کے ہونٹوں کے گلاب محبت کے راگ الاپتی روحانی تشنگی کا سماں پیش کر رہے تھے، اس کے چہرے کی کتاب پر محبت کی گرمی اور فطرت کے نور کے لباس کے الفاظ نمایاں طور پر پڑھے جاسکتے تھے۔

چنگیزیوں میں نہاں چنگاریوں اور راگوں کی آہٹ بھرے رنگین جمال جیسا اس کا بدن کرنوں کی لپٹا ہٹ اور زیر لب مسکراہٹوں کی سرسراہٹ جیسا سماں باندھ رہا تھا..... رس چمکاتا اس کا حسن اسے غمزدہ موجوں سے بھرا رنگین جمال کا طوفان بنائے ہوئے تھا..... شعلہ سامان اس کا شباب دیکھنے والوں کے سینوں میں انگارے دل میں ایک انوکھی اور پرکشش تڑپ پیدا کر رہا تھا..... وہ لڑکی اپنے حسن میں چمکتی قوس قزح، ستاروں کے گیت کی لے اپنے شباب میں حسن کی انگڑائی میں ناشیدہ نغمہ حیات اپنے جمال میں برق حسن کا مہکتا شعلہ اور مسکراہٹوں کا ایک انوکھا کاروان تھی۔

صقلیہ سے آنے والے دو قاصد بھی شہنشاہ مائیکل کی بیٹی کیتھرینا کے حسن میں کھوسے گئے تھے، لیکن ماحول کو دیکھتے ہوئے وہ چونکے کچھ کہنا چاہتے تھے کہ شہنشاہ مائیکل نے انہیں مخاطب کرنے میں پہل کی۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ صقلیہ کے حکمران بلاط نے تمہیں مسلمانوں کے خلاف مدد طلب کرنے کے لئے ہماری طرف روانہ کیا ہے، یہ کہو کہ کیا بلاط کے پاس اتنی قوت نہیں کہ وہ سمندر پار سے آنے والے مسلمانوں کا مقابلہ کر سکے، کیا تم بتا سکو گے کہ مسلمانوں کا جو لشکر افریقہ سے نکل کر صقلیہ پر حملہ آور ہوا اس کی تعداد کس قدر ہے۔

شہنشاہ مائیکل اس سوال پر ایک قاصد اس کے سوالوں کا جواب دیتے ہوئے بول پڑا۔  
قسطظنیہ کے عظیم شہنشاہ! مسلمانوں کا جو لشکر صقلیہ پر حملہ آور ہوا ہے وہ تعداد کے لحاظ سے تو کوئی اہمیت نہیں رکھتا، آپ جانتے ہیں اس سے پہلے افریقہ کے مسلمان تقریباً تیرہ مرتبہ صقلیہ پر حملہ آور ہوئے ان کا ہدف ایک ہی شہر سرقوسہ تھا لیکن ہر بار انہیں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

اس بار مسلمانوں نے اپنے ہدف کو تبدیل کیا، سرقوسہ کے بجائے وہ مازر پر حملہ آور

ہوئے اور بغیر کسی مزاحمت کے مازر پر انہوں نے قبضہ کر لیا..... مازر میں جو ہمارا حفاظتی لشکر تھا اسے تہہ و تیغ کر دیا گیا ہے اور مسلمانوں نے صقلیہ کے ساحلی شہر مازر میں اپنی طاقت اور قوت کو مستحکم کر لیا ہے۔

صقلیہ کے لوگوں نے یہ بھی سنا ہے کہ مسلمانوں کے حملہ آور ہونے والے لشکر میں دو اہم شخصیتیں ہیں، ایک افریقی سلطنت کا قاضی اسد بن فرات جنگ کا کوئی تجربہ تو نہیں رکھتا لیکن مسلمانوں کے سلطان نے اسے لشکر میں خیر و برکت کے لئے رکھا ہے۔

دوسرا افریقہ کے سلطان کا سپہ سالار اعلیٰ محمد بن عبداللہ تسمی ہے جسے زیادہ تر ابو فہر کے نام سے پکارا جاتا ہے..... صقلیہ میں ابھی سے ہی اس شخص کے متعلق عجیب و غریب افواہیں پھیل چکی ہیں، کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ جب وہ اپنے دشمنوں پر حملہ آور ہوتا ہے تو اندھے ظلم کی آگ، خوچکان داستانوں کی طرح اٹھتے ہوئے وہ خون کے بے کراں سمندر، سرد آہوں کے گرم گولوں کی طرح حملہ آور ہو کر اپنے پیچھے ان گنت لاشیں جھوڑتا چلا جاتا ہے..... کچھ لوگ اس کے متعلق یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کے حملہ آور ہونے کا انداز ایسا ہے جیسے بھوکے زہریلی تارکیاں یا وحشی پاگل ہوائیں جس سمت سے بھی گزریں اپنے پیچھے کانٹوں کی کہانیاں، چھین کے افسانے کھڑی کرتی چلی جائیں۔

کچھ دگ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ دشمن کے خلاف بے مرہم زخموں کی ٹیس کی طرح اٹھتا ہے، خون کا دھارا بن کر گزر جاتا ہے..... گھٹاؤں میں رقص کرتی برق، اُداس شام میں مسلط ہوتی تارکیوں کی طرح اپنے سامنے آنے والی ہر شے کو فنا کرتا چلا جاتا ہے۔

کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ صحرائی جنگ کا بڑا ماہر اور شناسا ہے..... افریقہ میں مسلمانوں کے دشمن اسے دشت کا دیوتا جبکہ مسلمان اسے صحرائی عقاب کہہ کے پکارتے ہیں..... یہ بھی کہا گیا ہے کہ زندگی میں کبھی اور کسی بھی موقع پر اسے شکست اور ہزیمت کا سامنا کرنا نہیں پڑتا۔

اس کے متعلق یہ بھی کہاوتیں مشہور ہو چکی ہیں کہ دشمن پر حملہ آور ہوتے وقت وہ سب سے آگے ہوتا ہے اور دشمن کے پڑاؤ پر قبضہ کرنے کے لئے اور مال غنیمت اکٹھا کرنے میں وہ سب سے پیچھے رہتا ہے، اس کے متعلق صقلیہ میں یہ افواہ بھی پھیل گئی ہے کہ وہ قضا بن کر موت کے پیچھے بھاگتا ہے، جبکہ زندگی اپنا آپ سجائے اس کا تعاقب کرتی ہے۔

اس قاصد کے ان الفاظ پر قصر کے اندر ایک سناٹا سا چھا گیا تھا..... ہر کوئی چپ خاموش اور حیرت زدہ تھا..... قسطنطنیہ کے شہنشاہ مائیکل کی بیوی بلارس اور حسین اور پر جمال بیٹی کیتھرینا ان الفاظ سے پریشان دکھائی دے رہی تھیں، اس قاصد کے الفاظ کا مائیکل جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ اس کا سالار میکائیل بول پڑا۔

صقلیہ سے آنے والے قاصد ہم تمہاری اس گفتگو اور تمہارے ان الفاظ کو ناپسند کرتے ہیں..... تمہارے ان الفاظ سے ہم کیا اندازہ لگائیں کہ تم نے حقیقت بیان کی ہے یا مسلمانوں کے اس سپہ سالار کی تعریف کی ہے۔

قسطنطنیہ کے سالار میکائیل کے اس احتجاج پر آنے والے قاصد نے اپنے دونوں ہاتھ ادب کے انداز میں اپنے سامنے باندھے، گردن کو اس نے خوب خم کیا، پھر شہنشاہ مائیکل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

قسطنطنیہ کے عظیم شہنشاہ میں نے آپ کے سامنے صرف ان افواہوں کا ذکر کیا ہے جو مسلمانوں کے سپہ سالار ابوفہر کے متعلق ان دنوں صقلیہ میں پھیل چکی ہیں..... میں اپنے دشمن کی تعریف کیسے کر سکتا ہوں، بہر حال حقیقت بیانی کے ساتھ سارے حالات آپ کے سامنے بیان کرنا میرے فرائض میں شامل تھا۔

شہنشاہ مائیکل کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا۔  
ایسا کر کے تم نے کوئی جرم نہیں کیا..... اچھا کیا تم نے اس شخص کے حالات کہتے ہوئے اس شخص کے متعلق پھیلنے والی افواہوں سے بھی ہمیں آگاہ کر دیا، یہ کہو کہ مسلمانوں کا جو لشکر صقلیہ پر حملہ آور ہوا ہے تعداد کے لحاظ سے وہ کس قدر ہے۔  
صرف دس ہزار قاصد نے کسی توقف کے کہہ دیا تھا۔

قصر میں کچھ دیر تک پھر خاموشی اور سناٹا رہا، اس کے بعد شہنشاہ مائیکل کی آواز پھر سنائی دی۔

حیرت ہے مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا لشکر جس کی تعداد صرف دس ہزار ہے، وہ صقلیہ پر حملہ آور ہوا اور صقلیہ کا حکمران بلاط دس ہزار مسلمانوں سے خوفزدہ ہو کر مقابلے پر نہیں آ رہا۔ بہر حال ہم بلاط کو مایوس نہیں کریں گے..... ایک خاصا بڑا لشکر تم دونوں کے ہمراہ بلاط کی مدد کے لئے قسطنطنیہ سے صقلیہ کا رخ کرے گا، اب تم جاؤ میرا نقیب تمہیں مہمان خانے میں

پہنچا دے گا۔  
اس کے ساتھ ہی قسطنطنیہ کے شہنشاہ مائیکل کا نقیب حرکت میں آیا اور ان دونوں قاصدوں کو باہر لے گیا۔



مازر سے نکل کر ابوہر اور اسد بن فرات اپنے لشکر کے ساتھ جب مرنج کے مقام پر پہنچے تو انہیں زک جانا پڑا، اس لئے کہ ان کے سامنے قسطنطنیہ اور وینس کا متحدہ لشکر پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ مورخین کا اندازہ ہے کہ صقلیہ، قسطنطنیہ اور وینس کے اس متحدہ اور مشترکہ لشکر کی تعداد ایک لاکھ پچاس ہزار کے لگ بھگ تھی۔

ابوہر اور قاضی اسد بن فرات دشمن کی تعداد سے متاثر نہیں ہوئے، بلکہ دشمن کے سامنے انہوں نے پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ دوسری جانب مسلمانوں کے ماز فتح کرنے کے بعد فیہی اپنے حمایتیوں کو جو ادھر ادھر منتشر تھے انہیں اکٹھا کرنے میں مصروف تھا۔

ابوہر اور اسد بن فرات نے جب دشمن کے ڈیڑھ لاکھ لشکر کے ساتھ اپنے دس ہزار کے معمولی لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تو پڑاؤ کرنے کے تھوڑی ہی دیر بعد فیہی بھی اپنے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کی مدد کرنے کے لئے پہنچ گیا، اس کے پاس صرف پانچ ہزار کا مختصر سا لشکر تھا۔

مسلمانوں کے قریب آکر اس نے پڑاؤ کیا، جب اس نے جائزہ لیا کہ مسلمان صرف تعداد میں دس ہزار ہیں ان کے مقابلے میں بلاطہ ڈیڑھ لاکھ کے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر چکا ہے تو فیہی کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔

وہ تو یہ خواب دیکھ رہا تھا کہ مسلمان بلاطہ کی قوت سے ٹکرائیں گے، اس کی طاقت کو پاش پاش کر دیں گے اور صقلیہ سے چلے جائیں گے، ان کے جانے کے بعد وہ صقلیہ میں اپنی حکومت بحال کر دے گا، لیکن یہاں تو حالات ہی پریشان کن دکھائی دے رہے ہیں۔

اپنے لشکر کا پڑاؤ کرنے کے بعد وہ اس جگہ آیا جہاں اپنے لشکر کے سامنے ابوہر اور قاضی اسد بن فرات بیٹھے ہوئے تھے دونوں نے اٹھ کر فیہی کا بہترین استقبال کیا، تینوں بیٹھ گئے، گفتگو کا آغاز فیہی نے کیا تھا۔

ابوہر کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہنا شروع کیا۔

ابوہر کیا تم نے اندازہ لگایا کہ دشمن کا لشکر جو تمہارے سامنے پڑاؤ کئے ہوئے ہے اس کی تعداد کس قدر ہے۔

ابوہر کے لبوں پر گہری استفہامیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، کچھ دیر تک عجیب سے شک بھرے انداز میں فیہی کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

**صقلیہ** کی حکومت فیہی سے موجودہ حکمران بلاطہ نے چھین کر خود وہاں اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔ بلاطہ نے فیہی کے خلاف فوج کشی اپنے زور بازو سے نہ کی تھی، بلکہ اس نے ایسا کرنے کے لئے قسطنطنیہ کے شہنشاہ مائیکل سے مدد حاصل کی تھی، اس لئے کہ مائیکل فیہی کا مخالف تھا۔ شہنشاہ مائیکل ہی کے کہنے پر بلاطہ نے فیہی کے خلاف خروج کیا اور جزیرے پر قبضہ کر لیا اور پھر مائیکل ہی کے کہنے پر بلاطہ نے قسطنطنیہ کا علم جزیرے میں بلند کر دیا، اب بلاطہ کی حیثیت صقلیہ میں قسطنطنیہ کے ایک گورنر کی سی تھی۔

اسی بنا پر جب بلاطہ کے قاصد امداد طلب کرنے کے لئے مائیکل کے پاس پہنچے تو مائیکل نے مسلمانوں کے خلاف دل کھول کر بلاطہ کی مدد کی، ادھر وینس کی حکومت نے بھی جب صقلیہ کے قاصد اس کے پاس پہنچے تو ایک خاصا بڑا لشکر ایک بحری بیڑے میں تیار کر کے صقلیہ کی طرف روانہ کیا۔

یوں دو بحری بیڑوں نے صقلیہ کا رخ کیا تھا، ایک قسطنطنیہ سے دوسرا وینس سے۔

مازر کو فتح کرنے کے بعد مسلمانوں نے چند روز تک مازر ہی میں قیام کئے رکھا، ابوہر اور اسد بن فرات حالات کا جائزہ لیتے رہے۔ اپنے نقیبوں اور اپنے ناظروں کے ذریعے انہوں نے مازر کے اطراف کے سارے علاقوں کے حالات سے آگاہی حاصل کر لی تھی، پھر اطراف و اکناف کا جائزہ لینے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ ابوہر اور اسد بن فرات نکلے۔ مازر شہر کو فتح کرنے کے بعد ان کا ارادہ تھا کہ صقلیہ کے اندر پیش قدمی کی جائے اور ایک شہر کے بعد دوسرا شہر ایک قصبے کے بعد دوسرا قصبہ فتح کرتے ہوئے صقلیہ پر قبضہ کیا جائے۔

فنی میرے نقیب اور ناظم بتا چکے ہیں کہ ہمارے سامنے پڑاؤ کرنے والے دشمن کے لشکر کی تعداد ڈیڑھ لاکھ کے لگ بھگ ہے۔

اب تم یہ کہنا بھی پسند کرو گے کہ ڈیڑھ لاکھ کے لشکر کا ہم اپنے صرف دس ہزار کے لشکریوں کے ساتھ کیسے مقابلہ کریں گے..... فنی مجھ سے کیسے کا سوال مت کرنا۔

خدا کی قسم دس ہزار تو بہت دور کی بات، اگر میرے ساتھ پانچ ہزار کا بھی لشکر ہو تب بھی میں اس کے ساتھ اس دشمن سے ضرور ٹکراتا، دس ہزار تو بہت بڑی بات ہے..... میں یہ بھی کہوں گا کہ شاید تم اس شش و پنج میں ہو گے کہ تم ہمارا ساتھ دو یا نہ دو۔

دیکھو میں چہرے پڑھ کر بھی اندازہ لگانے کا ماہر ہوں، تمہارا چہرہ دیکھ کر بتا سکتا ہوں کہ تم شش و پنج میں پڑے ہوئے ہو کہ دشمن کے ڈیڑھ لاکھ کے لشکر کے مقابلے میں تم ہمارا ساتھ دو یا نہ دو۔



دیکھو افریقہ کی طرف روانہ ہوتے وقت ہم نے تم سے کوئی معاہدہ نہ کیا تھا کہ صقلیہ میں تم ہر صورت میں ہمارا ساتھ دو گے، اگر افریقہ جا کر تم ہمیں صقلیہ پر حملہ آور ہونے کی دعوت نہ دیتے تب بھی ہم لوگ صقلیہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کئے ہوئے تھے، اس لئے کہ صقلیہ کی بحری قوت سمندر کے اندر مسلمانوں کے جہازوں کو روکتی رہی ہے۔ صقلیہ کا امیر بحر سمندر میں سفر کرنے والے مسلمانوں کے جہازوں کو لوٹتا رہا ہے اور اکثر و بیشتر ان گنت مسلمانوں کو غلام بنا کر صقلیہ میں لاتا رہا ہے..... فنی اگر تم ڈیڑھ لاکھ لشکر کے ساتھ ہمارا ساتھ دینا پسند نہ کرو تو ہمیں کوئی گلہ و شکوہ نہیں ہوگا..... ہم تمہیں اپنا ساتھ دینے کا پابند نہیں بنانا چاہتے..... اگر تم یہ محسوس کرتے ہو کہ ڈیڑھ لاکھ کے لشکر کے مقابلے میں اگر تم ہمارا ساتھ دو تو تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی جانیں خطرے میں پڑ جائیں گی تو میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ تم علیحدہ ہو جاؤ نہ ہمارا ساتھ دو نہ دشمن کا، بس اپنے لشکر کو لے کر ایک طرف ہو جاؤ..... ہم جانیں اور ڈیڑھ لاکھ کا یہ لشکر، عنقریب تم دیکھو گے کہ خداوند قدوس نے چاہا تو یہ ڈیڑھ لاکھ کا لشکر ہمارے آگے آگے اس طرح بھاگے گا جس طرح بھیڑیوں کے سامنے لومڑیاں بھاگتی ہیں۔

فنی نے مشکوک سے انداز میں ابوفہر کی طرف دیکھا، کچھ دیر تک اس کے سر آپے کا جائزہ لیتا رہا..... مشکوک و شبہات بھرے انداز میں کہنے لگا۔

ابوفہر میں سمجھتا ہوں، دس پندرہ ہزار کے لشکر کا ڈیڑھ لاکھ کے لشکر کے ساتھ ٹکرائنا خودکشی ہے، جہاں تک میں نے سن رکھا ہے تمہارے مذہب میں خودکشی حرام ہے۔

فنی تھوڑی دیر کے لئے زکا، پھر دوبارہ کہتا چلا گیا۔

ابوفہر تمہارے پاس دس ہزار کالشکر ہے، اگر میرا پانچ ہزار کالشکر بھی تمہارے ساتھ ملا لیا جائے تو کل پندرہ ہزار کالشکر بنتا ہے..... اس کے مقابلے میں جو ڈیڑھ لاکھ کالشکر ہے اس کو دیکھا جائے تو ہم دونوں کے مشترکہ لشکریوں میں ہر ایک کے حصے دشمن کے دس سپاہی آتے ہیں اب بولو کیا ہمارا ایک تیغ زن دشمن کے دس تیغ زنوں کا مقابلہ کر سکے گا۔

ابوفہر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، اس نے بھی کچھ دیر تک بڑے غور سے فیہی کی طرف دیکھا، پھر اس کی چھاتی تن گئی..... چہرے پر سرخی میں ڈوبے ہوئے عجیب سے جذبات ظاہر ہوئے، اس کے بعد وہ ایک انوکھے سے ولولے ایک طرفہ استقلال میں فیہی کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

فیہی تمہارا اور ہمارا جنگ کرنے اور لڑنے کا انداز بڑا مختلف ہے، ہم اپنے ذہن کے ریزے ریزے سے شکوک و شبہات کے اوبام نکال کر اوپر اپنی یادوں کے آئینوں سے موسموں کی گرد اتار کر میدان جنگ میں اُترتے ہیں..... یہ جو دس ہزار کالشکر ہے یہ ایسے جوان ہیں جو گزشتہ کئی سالوں سے میرے ساتھ کام کر رہے ہیں، ان کی مرضی ان کی فشاء ہی سے مجھے ان کا کماندار اور سپہ سالار اعلیٰ مقرر کیا گیا تھا..... یہ شعلہ جیہیں ستارہ آستین انجم نگاہ اور خورشید بکف جوان ہیں۔

میری پکار کو یہ راحت قلب جگر جان کر سینہ آفاق پر گرمی نبض حیات اور خواب کی ظلمت میں اُجالوں کا سرور اور مدہ و انجم کا نور بن کر بھی دوڑ جائیں گے۔

فیہی میرا ان کے ساتھ محبتوں کا ایک سلسلہ، بعد و فاصلوں سے ماورا دلوں کا ایک رابطہ ہے، جب میں انہیں پکاروں گا تو یاد رکھنا یہ انسانیت کا شرف آدمیت کا وقار بن کر سامنے آئیں گے اور پھر تم دیکھو گے کہ جنگ کے دوران یہ ایسا سماں باندھیں گے جیسے نمرود کے شعلوں میں عزم ابراہیمی جیسے جہل فرعون میں ضربت کلیسی، جنگ کے دوران تو اگر یہاں ہوا تو دیکھنا اپنے سامنے آنے والی ہر شے کو یہ بے حصار بے سان کرتے چلے جائیں گے..... تکبیر کے صحراؤں میں جب یہ اپنے اللہ کو اپنی مدد اپنی اعانت اپنی حمایت کے لئے پکاریں گے تو ان کے سامنے آنے والا بے وفاع اور بے سپر ہو کر رہ جائے گا۔

بس دشمن سے جنگ کی ابتداء ہونے کی دیر ہے، پھر اس جہان حرف و صوت اور کاروان وقت کی ہر شے دیکھے گی کہ میری یہ موت سے بغلگیر ہونے والے مجاہد روح و جسم کا قرار غیب و

شہود کا ایک عالم بن کر موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس طرح اس کا تعاقب کریں گے جیسے بھیڑیے غول کو سفند کا تعاقب کرتے ہیں۔

ابوفہر جب خاموش ہوا تو فیہی نے کہنا شروع کیا۔

ابوفہر تمہارے عزائم تمہاری باتیں میرے ذہن کی سمجھ اور میرے شعور سے ماورا ہیں، میں خیال کرتا ہوں کہ اس میدان میں ڈیڑھ لاکھ کے لشکر سے ٹکرانا بدترین خودکشی کے مترادف ہے۔

ابوفہر کے چہرے پر پھر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، اپنی آنکھیں اس نے فیہی کے چہرے پر گاڑھ دیں، پھر کہنے لگا۔

فیہی میں تمہیں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ ہم تمہیں اپنا ساتھ دینے پر مجبور نہیں کریں گے، دیکھو جس قسم کی تم گفتگو کر رہے ہو یہ صرف میرے لئے ہی نہیں میرے ساتھیوں، میرے لشکریوں کے لئے بھی سخت ناپسندیدہ ہے..... اگر تم اس جنگ کو خودکشی سمجھتے ہو تو پھر اپنے پانچ ہزار کے لشکر کو لے کر یہاں سے چلے جاؤ، کوئی طلایہ گر کوئی مخبر، کوئی راہ گیر ایک نہ ایک روز تمہیں بتائے گا کہ ابوفہر نے جنگ کے اس میدان میں ڈیڑھ لاکھ کے لشکر کو بے وقعت گاجر مولیٰ کی طرح کاٹ کر رکھ دیا..... ابھی جنگ کی ابتداء نہیں ہوئی، لیکن فیہی میں تمہیں یقین دلاتا ہوں، اگر میرے خداوند قدوس کی اعانت میرے ساتھ رہی تو خدا کی قسم اس ڈیڑھ لاکھ کے لشکر کی کوئی حیثیت نہیں، دشمن اگر اتنا بڑا اور لشکر بھی لے کر آجائے تب بھی میں اپنے ان دس ہزار جوانوں کے ساتھ ان کے ساتھ ایسے ٹکراؤں گا جیسے سمندر کی لہریں کچی مٹی کے ساتھ ٹکراتی ہیں۔

ابوفہر کی اس گفتگو کا جواب فیہی دینا ہی چاہتا تھا کہ خاموش رہا، اس لئے کہ ایک طرف سے محمد بن الجوارى زیر بن غوث آتے دکھائی دیئے، ان کے ساتھ ایک اور جوان بھی تھا جو فیہی کے لئے نا آشنا تھا، ان کے آنے کی وجہ سے فیہی نے ابوفہر کی گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا، خاموش رہا۔

۱۰۰ تینوں جب قریب آئے تب فیہی کی طرف دیکھتے ہوئے ابوفہر نے کہنا شروع کیا۔

فیہی ان تینوں میں سے دو کو تم پہلے ہی جانتے ہو، ان میں سے ایک محمد بن الجوارى، دوسرا زیر بن غوث ہے، تیسرا یقیناً تمہارے لئے انجان اور نا آشنا ہوگا، اس لئے کہ وہ میرا دست

راست ہے، اس کا نام ابورافع ہے، جنگوں میں یہ ہمیشہ میرے پہلو بہ پہلو رہا ہے اور بد سے بدترین حالات میں بھی میں اس پر بھروسہ کرتا رہا ہوں۔

فیہی نے ابوفہر اور اسد بن فرات کی طرح ان تینوں سے بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا، ابوفہر اٹھ کر ابورافع کے قریب گیا، منہ اس کے کان کے قریب لے گیا، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابورافع میرے عزیز بھائی اپنے لشکر کے پشتی حصے کی طرف جاؤ، پڑاؤ سے تھوڑا آگے جس قدر لشکری تم چاہو لے کر دمدمہ سا بنادو اور ایک ہزار بہترین تیر انداز اس دمدمے کے پیچھے مقرر کر دو، اس کام کی تکمیل کے بعد پھر میں تمہیں بتاؤں گا آگے تم نے کیا کرنا ہے۔

ابورافع کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، وہ بھی بڑی رازداری میں کہنے لگا..... ابوفہر میرے عزیز بھائی کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ مجھے ساری تفصیل بتا دیں تاکہ جو کام آپ مجھے سوچ رہے ہیں اسے ادا کرتے ہوئے مجھے اطمینان اور تسلی رہے۔

ابوفہر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا۔

ابورافع میرے بھائی میں جانتا ہوں دشمن تھوڑی دیر تک جنگ کی ابتداء کرے گا، اس لئے کہ اپنے ڈیڑھ لاکھ کے لشکر کے سامنے ہمارے دس ہزار کے لشکر کو دیکھ کر وہ ہمارا مذاق اڑا رہے ہوں گے، میں تم پر یہ بھی انکشاف کروں کہ فیہی جو اپنے پانچ ہزار کے لشکر کے ساتھ آیا ہے ہمارے ساتھ مل کر دشمن سے جنگ نہیں کرے گا..... یہاں سے چلا جائے گا، میں نے قیروان میں ہی سلطان سے کہہ دیا تھا کہ فیہی جیسے لوگوں پر کسی بھی صورت اعتماد اور بھروسہ نہیں کیا جاسکتا..... یہ لوگ حرص و ہوس کے بندے ہوتے ہیں۔ میں نے اسے اجازت دے دی ہے کہ یہ اپنی اور اپنے لشکر کی جانیں بچانے کے لئے جہاں چاہے جاسکتا ہے۔ ہم اسے زبردستی ساتھ نہیں رکھنا چاہتے، اس لئے کہ یہ اٹنا ہمارے لئے نقصان کا باعث بھی بن سکتا ہے۔

ابورافع تو دیکھتا ہے دشمن کے ڈیڑھ لاکھ کے لشکر کے سامنے ہم صرف دس ہزار ہیں اور ہم نے اس ڈیڑھ لاکھ کے لشکر کے ساتھ نہ بننا ضرور ہے۔ میرے لئے میرے مالک کو منظور ہوا تو میں اس ڈیڑھ لاکھ کے لشکر کو خوب کھگالوں گا۔

لشکر کی پشت پر اپنے پڑاؤ کے سامنے تم جو دمدمہ بناؤ گے اس کی آڑ میں اپنے لشکر میں

سے ایک ہزار بہترین تیر انداز بٹھادیئے جائیں گے، ان تیر اندازوں کی کمانداری ابورافع تم خود کرو گے۔

جنگ کی جب ابتداء ہوگی دونوں لشکر جب صفیں درست کریں گے، میں چاہوں گا کہ ہمارے لشکر کے صرف دو ہی حصے ہوں، ایک میری کمانداری میں ہو، میرے ساتھ زبیر بن غوث ہوگا، دوسرا حصہ اسد بن فرات کی سرکردگی میں کام کرے گا۔ ابن فرات کی نیابت محمد بن الجواری کرے گا۔

جنگ کی ابتداء ہوتے ہی دشمن کے پہلے حملے کو روکا جائے گا، اس کے بعد ایک دم میں اپنے لشکر کے ساتھ دائیں جانب اسد بن فرات اپنے لشکر کے بائیں جانب ہٹ جائے گا اور درمیانی حصہ دشمن کے لشکر کے لئے خالی کر دیا جائے گا۔

یہ ساری کارروائی بڑی تیزی سے کی جائے گی اور اس کام کی ابتداء اس وقت کی جائے گی جب دشمن کا لشکر دمدموں کے اس قدر قریب پہنچ جائے گا کہ وہ ہمارے تیروں کی زد میں آجائے۔

جب ہمارے لشکروں کے دونوں حصے دائیں بائیں جانب ہٹ جائیں گے تو سامنے کی طرف سے تیر انداز زہر میں بچے ہوئے تیروں کی بارش کر دیں گے..... ایسا ہونے کے ساتھ ہی میں اور اسد بن فرات بھی اپنے اپنے حصے کے لشکروں کے ساتھ دائیں بائیں سے دشمن پر ضرب لگائیں گے..... مجھے امید ہے کہ اس تدبیر کے مطابق ہم کام کریں گے تو مرج کے اس میدان میں ہم دشمن کو پھنے پرانے اوٹی کپڑے کی طرح اڈھیر کر رکھ دیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد ابوفہر خاموش ہو گیا، جب تک وہ بولتا رہا ابورافع بڑے توصیفی انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا، پھر بول پڑا۔

امیر خداوند قدوس کی قسم جنگ کا جو طریقہ کار آپ نے اختیار کیا ہے اس کو استعمال کرتے ہوئے یقیناً ہم ڈیڑھ لاکھ کے اس لشکر پر بھی بھاری ہوں گے، اس کے ساتھ ہی ابورافع مڑا اور وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

ابوفہر فیہی کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

فیہی تم اپنے لشکر کو لے کر چلے جاؤ، اس لئے کہ عین جنگ کے وقت تم ہم سے علیحدہ ہوئے تو یہ میرے لشکریوں کے لئے حوصلہ شکنی کی ایک وجہ بن جائے گی۔ تمہارے جانے کے

بعد مجھے اپنے لشکر پر بھروسہ کرتے ہوئے دشمن پر ضرب لگانا ہوگی۔

ابوفہر کے ان الفاظ سے فیسی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے پانچ ہزار کے لشکر کو لے کر وہ علیحدہ ہو کر وہاں سے چلا گیا تھا۔

فیسی کے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد دشمن کے لشکر میں جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے بڑے بڑے پھل پیٹے جانے لگے تھے۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے اپنے سامنے بیٹھے قاضی اسد بن فرات محمد بن الجواری اور زبیر بن غوث کو مخاطب کرتے ہوئے ابوفہر کہنے لگا۔

عزیزان محترم دشمن جنگ کی ابتداء کرنا چاہتا ہے، وہ اس فہم میں ہے کہ وہ ہم پر عددی فوقیت رکھتا ہے، لہذا جنگ کی ابتداء کرنے کیلئے بے تاب ہے وہ جنگ کا کوئی نتیجہ دیکھنے کا خواہاں ہے، نتیجہ بھی اپنے حق میں لیکن ہم نے اس نتیجے کے اندر ایک خونی انقلاب برپا کرنا ہے۔

ابن فرات میرے محترم لشکر و حصوں میں تقسیم ہوگا۔ آدھا آپ کے پاس آدھا میری سرکردگی میں میرے ساتھ محمد بن الجواری ہوگا، آپ کی نیابت زبیر بن غوث کرے گا، جبکہ ابو رافع کو میں ایک انتہائی اہم مہم سونپ چکا ہوں، جب اس مہم کی ابتداء ہوگی تو آپ تینوں خود جان جائیں گے کہ وہ مہم کیسی اہم اور سودمند ہے۔

محبب انھیں میرے خیال میں اپنے لشکر کی ترتیب درست کریں۔

اس کے ساتھ ہی ابوفہر کے ساتھ اسد بن فرات محمد بن الجواری زبیر بن غوث اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا، پھر تینوں لشکر کے سامنے آئے۔ قاضی اسد بن فرات تھوڑی دیر تک اپنے سامنے دشمن کے لشکر کا جائزہ لیتا رہا، ایک سرسری سی نگاہ اس نے اپنے لشکریوں کی طرف ڈالی، پھر آسمان کی طرف دیکھا۔ گھنٹوں کے بل زمین پر بیٹھا جدے میں گیا، پھر گڑگڑاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

اے خداوندِ یز، اے مالک کون و مکان تو سمندر کی تہوں میں رزق فراہم کرتا ہے تو ہی نیند کے سیال میں ڈوبی بے گلی تاریکیوں کو نمودار کرتا ہے، تو ہی بنجر حروف و نور ایمان کی داستانیں بنادیتا ہے۔ میرے اللہ تو ہی بے بس اور بے کس دے کچلے انسانوں کو معصوم تمنائوں کے گھروندے عطا کرتا ہے۔ میرے اللہ تو ہی نخست میں ڈوبی ہوئی شاموں، دستی ویرانیوں کو نور کی کرنوں کی جھلماہٹ بہاروں کی کروٹیں عطا کرنے والا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد قاضی اسد بن فرات رُک گیا، اس کے پیچھے ابوفہر اس طرح ہاتھ

باندھے گردن جھکائے کھڑا تھا جیسے کوئی معصوم بچہ اپنے باپ کا آخری حکم یا اس کی وصیت سننے کے لئے گردن کو خم کر کے انتہائی فرمانبرداری کا اظہار کرتے ہوئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ یا جیسے کوئی عاجز اور انکسار بندہ اپنے آقائے حکم کی تعمیل کے لئے مستعد کھڑا ہوتا ہے۔

قاضی اسد بن فرات تھوڑی دیر رُک کر پھر کہہ رہا تھا۔

اے خداوند مجبور تو چاہے تو نفرتوں کے خلیج کو چاہتوں کی صداقت جیسا کر دے، تو چاہے تو آجینے چٹانوں سے ٹکرا جائیں۔ میرے اللہ تو ہی عذاب رتوں کی گرم ہواؤں اور ہجر کی اندھی راتوں کو ستارہ فردز نصیب اور وصال کا رقص کرتے الفاظ اور نور کی برسات میں تبدیل کر دینے والا ہے۔

اے اللہ دشمن کدورت کے طوفانوں کے زور گردش دوراں کے تیور کی طرح ہمارے سامنے کھڑا ہے، کفر کی یہ آندھی ہم پر کرب کی تشنگی تقدیر کا عذاب طاری کرنے کے ورپے ہے، میرے اللہ یہ جلیسیاں ابلیس ہمارے لئے درد کے فاصلے دکھ و الم کے حروف کھڑا کرنا چاہتے ہیں۔ اے خداوند کبیر و جلیل غار حرا سے نکلنے والی روشنی کے صدقے میں اس دشمن پر ہمیں فتح و کامیابی اور کامرانی عطا فرماتا۔

اپنی دعا ختم کرنے کے بعد قاضی اسد بن فرات اٹھ کھڑا ہوا، ابوفہر کے پاس آیا، اسے دیکھتے ہی ابوفہر کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر دبی دبی سی آواز میں کہنے لگا۔ ابن فرات خداوند قدوس نے چاہا تو ڈیڑھ لاکھ کے اس لشکر کے سامنے خداوند قدوس ہمیں فتح مندر رکھے گا۔

پھر چاروں مل کر لشکر کی صفیں درست کرنے لگے تھے، صفیں درست کرنے کے بعد ابوفہر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا، لشکر کے سامنے آیا اور سارے لشکر کو مخاطب کرتے ہوئے وہ بلند آواز میں کہہ رہا تھا۔

”اے جوانان جنود! تم لوگ ہی رموز معیشت کے محافظ اور نور و عرفان کی قدیلوں کے پاسبان ہو، یہ دشمن اپنی عددی فوقیت کو سامنے رکھتے ہوئے کمال بہوط، زندگی کا غوس اور وقت کا صعود بن کر ہمارے سامنے آیا ہے۔ آفاق پر سنسناتی آندھیوں اور خون کے اوراق پر ٹوٹتی بجلیوں کی طرح ان پر وارد ہونا ان کی ساری سر بلندی اور سرفرازی ان کی ساری نایافتہ جنت کے سپنوں کو پستی کے کمال میں تبدیل کر کے رکھ دینا۔

عظیم تیغ زنو، تم لوگ ہی لشکر آفاق گیر اور کاروان انقلاب ہو تم ہی اپنی ملت کا اُجالا اور حوالہ ہو، تم لوگ ہی اپنی قوم کی حرمت کی تویر دعاؤں کی تاثیر اور آیات ہمہ نور ہو..... غار حرا سے نکلنے والے اُجالے اور روشنی کے سفیر کی طرح دشمن کے سامنے آنا بھڑکتی آگ کے عذاب، برق کے سائبان اور کسبہ بآبی بصیرت بن کر انہیں اپنے سامنے شکن شکن خیالات اور اکیلے پن کی کتھا اور اندھی کالی رات کی طرح بھگاتے چلے جانا۔

یہاں تک کہنے کے بعد ابوفہر زکا اور پہلے سے بھی زیادہ بلند آواز میں اپنے لشکریوں کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

حصار لا الہہ کے چوپانو! ساری سر بلندی اور سرفرازی تمہاری غلام ہے اور آسمان تک تمہارا اسیر ہے..... دشمن کو اس طرح اپنے سامنے ہانک کے رکھنا جس طرح بھوکے پیاسے قلم میں فطرت کی بدترین قہر مانیت داخل ہوتی ہے..... اگر تم دشمن پر حملہ آور ہوتے ہوئے اپنے خداوند قدوس کو اپنی مدد اور اعانت کے لئے پکارتے ہوئے حملہ آور ہوتے ہو تو میں یقین دلاتا ہوں مرج کے ان میدانوں میں میرا خدا جو رؤف و رحیم، سمیع اور بصیر ہے، تمہیں شاندار فتح اور نفرت سے ہمکنار کرے گا۔“

ابوفہر کی اس تقریر سے لگتا تھا اس کے لشکر میں جوش و خروش کی آگ ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل گئی ہو، اس لئے کہ پورا لشکر یک زبان ہو کر پر جوش انداز میں خداوند قدوس کی کبریائی کی تکبیریں بلند کرنے لگا تھا، اپنے گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے مسکراتے ہوئے ابوفہر اپنے لشکر کی طرف دیکھتا رہا، یہ سماں دیکھتے ہوئے اسد بن فرات محمد بن الجواری اور زبیر بن غوث بھی خوشی کا اظہار کر رہے تھے..... پھر چاروں اپنے اپنے حصے کے لشکروں کی طرف چلے گئے تھے۔

ابوفہر اپنے حصے کے لشکر کے سامنے آیا..... گھوڑے کا رخ دشمن کی طرف کیا، تھوڑی دیر تک دشمن کے لشکر کا جائزہ لیتا رہا، پھر اپنے گھوڑے کی پیٹھ تھپتھپائی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میدان کارزار کے میرے رفیق! تیرے میرے امتحان کا وقت سروں پر آن پہنچا ہے۔ دیکھ خداوند قدوس کی رضامندی ہی اصل حیات اور مرکز جان ہے اور میں اس خداوند قدوس کی خوشنودی کے لئے اس میدان میں اُترا ہوں، اگر تو میرے سدھائے ہوئے طریقے کے

مطابق میرا ساتھ دے تو پھر میں دشمن کے خلاف اس طرح حرکت میں آؤں گا کہ پستی میں بھی بلندی کا دھوکہ ہو اور میرا آدرش میری معراج نظر بن کر رہ جائے گا۔

تو جانتا ہے میں اس قوم کا فرد ہوں جس نے خطا کی دیوار عظیم سے لے کر مغرب میں وسط ایشیاء کے دور دراز اور کوساوں تک کو اپنے پاؤں تلے رہنڈھا..... میں اس ملت کا جوان ہوں جس کے افراد باؤتند کاشت کر کے تیز طوفان کانٹنے کے عادی ہیں، اگر تو پوری طرح میرا ساتھ دے تو میں موت کے ڈھلتے اندھیروں کے اندر تجلی کا نور بن کر نکھروں گا..... اپنے رب کے نام کی کبریائی بلند کرتے ہوئے دشمن کے لشکر کے اندر یادوں کی اجڑی دو پہر اور بگولوں سے بے کل سراپوں جیسا سماں باندھ کر رکھ دوں گا۔

ابوفہر کہتے کہتے رک گیا، اس لئے کہ دشمن کا لشکر آگے بڑھنے لگا تھا، چند بار ابوفہر نے اپنے گھوڑے کی پیٹھ تھپتھپائی، پھر مڑ کر اپنے لشکر کی طرف دیکھا..... اپنی تلوار والا ہاتھ بلند کرتے ہوئے اپنے لشکریوں کو مخصوص اشارہ کیا، شاید وہ لشکر کو تیار رہنے کا حکم تھا، پھر گردن گھماتے ہوئے اس نے سامنے دیکھا، اپنی نگاہیں اس نے دشمن کے لشکر پر گاڑ دی تھیں۔

دشمن کا ڈیڑھ لاکھ کا لشکر حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھا، وسطی حصے میں صقلیہ کا حکمران بلاط بذات خود سیاہ رنگ کے ایک وحشی گھوڑے پر سوار تھا..... دائیں بائیں اس کے سالار میمنہ اور میسرہ لشکر کی کمانداری کرتے ہوئے بڑے پر جوش انداز میں آگے بڑھ رہے تھے، ان کے پیچھے ان کا پڑاؤ تھا جس میں وہ اپنی عورتوں اور اہل خانہ کو بھی ساتھ لے کر آئے تھے تاکہ وہ بھی ڈیڑھ لاکھ کے لشکر کے ہاتھوں تباہ ہونے والے مسلمانوں کے لشکر کا تماشا دیکھ سکیں، پردہ نہیں جانتے تھے کہ مرج کے میدانوں میں قدرت کچھ اور ہی فیصلے کر چکی تھی۔

اپنے ڈیڑھ لاکھ کے لشکر کے ساتھ بلاط کچھ اس طرح آگے بڑھا جیسے آداب سے بے گانہ وحشی اور بربریت کے گناہ گاروں کی طرح چنگاڑتے طوفان آگے بڑھتے ہیں۔

ابوفہر ابھی تک ان پر نظریں جماتے ہوئے تھا، اس کی نگاہوں میں ایسا سماں ایسا عذاب اپنا رنگ دکھانے لگا تھا جیسے لمحوں کے اندر وہ گردوں کو تانبہ اور زمین کو انگارہ بنا کر رکھ دے گا..... اس کی آنکھوں کے اندر ایسے جذبے، جوش مارنے لگے تھے جیسے تہہ خانوں کی تاریکی کے اندر قدم قدم پر ہیروں کی مستیاں اپنا رنگ دکھانا شروع ہو گئی، وہں یا یہ کہ اندھیروں کی کوکھ کے اندر سے ان گنت بغاوتوں کے گیت اُٹھ کھڑے ہوئے ہوں۔



دُشمن جب بالکل قریب آگیا تب اپنا منہ آگے رکھتے ہوئے اور اپنی تلوار فضا میں بلند کرتے ہوئے ابوفہر نے پانیوں میں گھنٹیوں کی آوازیں کی طرح چند بار تکبیر بلند کیں، ان تکبیروں کو سنتے ہی اس کے لشکر کی پیچھے ہٹنا شروع ہو گئے تھے..... خود ابوفہر اور قاضی اسد بن فرات کے گھوڑے بھی اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹنا شروع ہوئے تھے۔

ابوفہر اور قاضی اسد بن فرات اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ گھات میں بیٹھے اپنے تیر اندازوں کے قریب چلے گئے اور ابوفہر نے جب اندازہ لگالیا کہ دُشمن اب اس کے تیر اندازوں کی زد میں آچکا ہے تب ایک بار پھر اس نے تکبیریں بلند کیں، جس کے جواب میں ایک اور انقلاب رونما ہوا..... اسد بن فرات اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ایک دم بائیں جانب ہٹ گیا..... ابوفہر دائیں طرف ہو گیا تھا۔

پھر سامنے کی طرف سے اس قدر تیزی اور سرعت کے ساتھ تیروں کی بارش شروع ہوئی تھی کہ بلاط کے لشکر کی اگلی صفیں ادھر کر رہ گئی تھیں..... عین اسی وقت اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ابوفہر دُشمن کے لشکر کے بائیں پہلو کی طرف آیا، پھر وہ بلاط کے لشکر پر اس طرح حملہ آور ہوا جیسے آسمان کے جلاوطن فرشتوں پر نیکی کے فرشتے سمندر کا جلال اور بہتوں کا نزول بن کر حملہ آور ہوئے ہیں..... ابوفہر اپنے لشکر کے ساتھ کچھ اس طرح بے باکی کے ساتھ حملہ آور ہوا تھا، جیسے طلسمی جزیروں میں آندھیوں کے دوش پر قوس شرر شروع ہو گیا ہو، اپنے تیز حملوں میں اپنے سامنے آنے والی ہر شے کو اس نے اندھے، گونگے لٹخوں اور پتھر کے سناٹوں جیسا کرنا شروع کر دیا تھا۔

دوسری جانب زندگی اور موت کی پرواہ کئے بغیر اسد بن فرات بھی ابوفہر ہی کے انداز میں دُشمن کے دائیں پہلو پر حملہ آور ہوا تھا۔

ابوفہر کے لشکر نے جب دیکھا کہ ان کا سپہ سالار اعلیٰ اپنے لشکر کے آگے رہتے ہوئے دُشمن کے اندر گھستے ہوئے کالی آندھی سے جنگل میں جذبوں کی وحشی آوازیں کی طرح حملہ آور ہو رہا ہے اور یہ کہ اس نے ہر صورت میں دُشمن کی حالت دُکھ کے صحرا میں سراپوں کے سمندر جیسی بنانے کا عزم کر رکھا ہے، تب وہ بھی بھڑکتی آگ کے غضب اور برستے بادلوں کے سحر کی طرح دُشمن پر ٹوٹ پڑے تھے۔

سامنے کی طرف سے تیر اندازی دائیں بائیں سے ابوفہر اور اسد بن فرات کے حملوں

نے ڈیڑھ لاکھ کے لشکر کی حالت ابتر کر کے رکھ دی تھی، لگتا تھا کون و مکاں کی تنہائیوں میں مسلمان لشکر ہر نظر و قلب کو بے بس و بے حس اور ہر جہت کو بے جہت کرنے کا تہیہ کر چکے ہوں۔

ڈیڑھ لاکھ کا وہ لشکر جو بڑے گھمنڈ اور بڑے فخر سے نعرے مارتا ہوا بطل بجاتا ہوا آگے بڑھا تھا، اب ابوفہر اور اسد بن فرات نے ان کے ہر بغض اور عداوت ان کی ہر شرانگیزی ان کے حقارت آمیز ارادوں، ان کی قوت کے سارے ضبط کو خون اور مٹی میں ملا کر رکھ دیا تھا۔ مرج کے میدانوں میں کچھ دیر گھسان کارن پڑا، اگلی صفیں پہلے ہی تیر اندازوں نے چھید کے رکھ دیں تھیں..... جب دائیں بائیں سے ابوفہر اور اسد بن فرات حملہ آور ہوئے تب حالت اور ابتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔ مار دھاڑ کرتے ہوئے ابوفہر اور اسد بن فرات دُشمن کے وسطی حصے تک جا پہنچے تھے، جبکہ اگلے حصے کو ان کے تیر اندازوں نے تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا..... دُشمن کے لشکر کے پچھلے حصے نے دیکھا کہ ان کی اگلی صفیں بالکل ختم ہو چکی ہیں اور یہ کہ حملہ آور اب ان کے وسطی حصے میں گھس کر آگ اور خون کی ہولی کھیلنا شروع ہو گئے ہیں، تب ان کے حوصلے بالکل پست ہو گئے..... انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ حملہ آوروں کے سالار تو اپنے لشکر کے آگے آگے رہتے ہوئے ان کا قتل عام کئے ہوئے ہیں، جبکہ بلاط اور دوسرے سالار لشکر کے پشتی حصے کی طرف چلے گئے ہیں، تب ان کی اور زیادہ حوصلہ شکنی ہوئی اور آگے بڑھنے کے بجائے انہوں نے پسپا ہونا شروع کیا، اسی پسپائی کے اندر زور دار تکبیریں بلند کرتے ہوئے ابوفہر اور اسد بن فرات نے اپنے حملوں میں تیزی پیدا کی جس کے نتیجے میں بلاط کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

بلاط اپنے سالاروں کے ساتھ شکست خوردہ لشکر کو لے کر بھاگا، ابوفہر اور اسد بن فرات نے اپنے تیر اندازوں کی طرف پیغام بھجوایا کہ وہ دُشمن کے پڑاؤ پر قبضہ کر لیں، جبکہ ان دونوں نے بھاگتے ہوئے دُشمن کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔

کچھ دور تک یہ تعاقب جاری رہا، دُشمن کا خوب قتل عام ہوا، ابوفہر اور اسد بن فرات نے جب دیکھا کہ اب بھاگتے دُشمن کی تعداد کافی کم ہو گئی ہے، تب انہوں نے تعاقب ترک کر دیا اور میدان جنگ کی طرف ہو لئے۔

ابوفہر اور قاضی اسد بن فرات پھر واپس اس جگہ آئے جہاں جنگ ہوئی تھی تو ابوفہر کے

دست راست ابورافع نے اس وقت دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا تھا، اس کے ساتھ ہر تیر انداز تھے وہ ابورافع اور سامان کے اطراف میں پھیلے ہوئے تھے جو دشمن کے پڑاؤ سے ملا تھا اور جسے ایک جگہ ڈھیر کر دیا گیا تھا۔

اس سامان کے پاس آکر جب ابوفہر اور اسد بن فرات اپنے گھوڑوں سے اترے تب ابورافع ان دونوں کے قریب آیا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا، دشمن کے پڑاؤ سے ملنے والی ہر چیز میں نے ایک جگہ ڈھیر کر دی ہے جس میں خوراک کے وسیع ذخائر بھی ہیں..... ہتھیاروں کے علاوہ ضروریات کا دوسرا سامان بھی ہے اور پڑاؤ سے بے شمار لڑکیاں اور عورتیں بھی قیدی بنائی گئی ہیں، ان عورتوں میں صقلیہ کے حکمران بلاطہ کی بیوی اور اس کی ایک لڑکی بھی شامل ہے۔

ابورافع جب خاموش ہوا تب قاضی اسد بن فرات نے ابوفہر کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔ ابوفہر معاملہ کچھ پیچیدہ ہے..... ابورافع کا کہنا ہے کہ پڑاؤ سے دشمن کی عورتیں بھی ہاتھ لگی ہیں، ان کا کیا کریں۔

ابوفہر کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی، باری باری اس نے ابورافع اور اسد بن فرات کی طرف دیکھا، اس کے بعد کہنے لگا۔

دشمن نے بڑی حماقت کا ثبوت دیا کہ اپنے ساتھ اپنی عورتیں بھی لے آئے۔ دراصل بلاطہ دھوکے اور غلط فہمی میں پڑ گیا تھا کہ اس کے پاس ڈیڑھ لاکھ کا لشکر ہے، جس سے وہ مسلمانوں کو صقلیہ سے نکال باہر کرے گا، اگر وہ یہ جانتا ہوتا کہ دس ہزار کے یہ جانناز ڈیڑھ لاکھ کے لشکر پر بھاری ہوں گے تو وہ کبھی بھی عورتوں کو اپنے ساتھ لے کر نہ آتا۔

یہاں تک کہنے کے بعد ابوفہر رکا، اس کے بعد اپنے دست راست ابورافع کی طرف دیکھا۔

ابورافع مجھے ذرا ان عورتوں کے پاس لے کر چلو۔

ابورافع چپ چاپ آگے آگے چل دیا، اس کے پیچھے ابوفہر اور قاضی اسد بن فرات ہوئے تھے۔

گرفتار کی جانے والی عورتوں کے پاس جا کے ابورافع رک گیا، پھر ان سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یہ ان علاقوں میں ہمارے امیر اسد بن فرات اور ہمارے لشکریوں کے سپہ سالار اعلیٰ محمد بن عبداللہ تھیں ہیں..... یہی دونوں تم سب کی قسمت کا فیصلہ کریں گے، یہ الفاظ کہنے کے بعد ابورافع پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا تھا، اس موقع پر سوالیہ سے انداز میں اسد بن فرات نے محمد بن عبداللہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

ابوفہر ان عورتوں کے متعلق تمہارا فیصلہ ہمارے لئے آخری ہوگا۔

ابوفہر نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر عورتوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرا نام محمد بن عبداللہ تھیں ہے، میں مسلمانوں کے لشکر کا سالار اعلیٰ ہوں، تم میں سے جو بلاطہ کی بیوی اور بیٹی ہیں وہ چند قدم آگے آجائیں، اس پر ڈھلی ہوئی عمر کی ایک عورت اور چڑھتی جوانی کو ہاتھ لگاتی ہوئی ایک لڑکی چند قدم آگے بڑھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

محمد بن عبداللہ تھیں بھی چند قدم آگے بڑھا، ان کے قریب گیا، پھر دھیسے سے لہجے میں انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم دونوں کے نام کیا ہیں؟

ڈھلتی ہوئی عمر کی عورت نے ایک نگاہ محمد بن عبداللہ تھیں پر ڈالی پھر کہنے لگی۔

مسلمان لشکریوں کے سالار میں بلاطہ کی بیوی ہوں، میرا نام لیونا ہے۔ یہ میری بیٹی ہے۔ اس کا نام تھیورہ ہے، میں جانتی ہوں میرا شوہر شکست کھانے کے بعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ شمال کی طرف بھاگ گیا ہے..... اس کی منزل کیا ہے، میں نہیں جانتی، اب ہم دونوں ماں بیٹی کے علاوہ جس قدر عورتیں ہمارے پیچھے کھڑی ہیں ان کی قسمت کا فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے..... آپ جو چاہیں ہمارے ساتھ سلوک کریں۔

محمد عبداللہ تھیں نے تھوڑی دیر کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

خاتون محترم آپ میری ماں کی جگہ ہیں اور جو آپ کے ساتھ آپ کی بیٹی ہے جس کا نام آپ نے تھیورہ بتایا ہے، میں اسے اپنی بہن کی حیثیت دیتا ہوں..... آپ دونوں کے علاوہ جس قدر عورتیں آپ کے پیچھے کھڑی ہیں، ان میں کسی کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا، پہلے تم دونوں ماں بیٹی مزد اور ان عورتوں سے پوچھو یہ کہاں جانا چاہتی ہیں۔

ابوفہر کی اس گفتگو سے لیونا اور تھیورہ دونوں ماں بیٹی چونک سی پڑی تھیں، دونوں تھوڑی دیر تک بڑی حیرت اور تعجب سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتی رہیں، پھر تھیورہ چند قدم ابوفہر

کی طرف بڑھی اور کہنے لگی۔

مسلمانوں کے سالار اعلیٰ آپ ہم دونوں ماں بیٹی سے مذاق کر رہے ہیں یا آپ نے جو کہا ہے یہ سنجیدگی پر مبنی ہے۔

محمد بن عبد اللہ کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔

تھیورہ میری بہن میں ایک سنجیدہ انسان ہوں، مذاق کرنے کا عادی نہیں ہوں اور مذاق بھی عورتوں کیساتھ، یہ میری عادت میں شامل نہیں ہے، ہم مسلمان ہیں، عورت کی قدر کرنے والے ہیں، میں تمہیں اپنی بہن اور تمہاری ماں کو اپنی ماں کہہ چکا ہوں..... میرے خیال میں جو ماں اور بہن کو دھوکہ دے اس سے بڑھ کر بے غیرت اور ذلیل انسان دنیا میں کہیں نہ ہوگا۔

محمد بن عبد اللہ تہیسی کے الفاظ پر تھیورہ اور اس کی ماں لیونا دونوں کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ تھی، جذبات سے مغلوب ہو کر تھیورہ آگے بڑھی، محمد بن عبد اللہ تہیسی کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے، انہیں بوسا دیا، پھر کہنے لگی۔

میں آپ جیسے نیک و بھائی کو سلام کرتی ہوں..... قسم خداوند کی جو سارے جہاں کا پیدا کرنے والا ہے، اس موقع پر اگر میرا کوئی عزیز بھی ہوتا تو ہم ماں بیٹی کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتا، آپ دیکھیں ہمارا باپ ہم دونوں ماں بیٹی کو چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔

تھیورہ رُکی آنکھوں میں اُمڈ آنے والے آنسو اس نے پونچھے، پھر وہ دوبارہ کہہ رہی تھی۔  
میرے بھائی جس قسم کا سلوک آپ ہمارے ساتھ روا رکھ رہے ہیں اس کے لئے میں اور میری ماں دونوں زندگی بھر آپ کی شکر گزار رہیں گی۔

ابو فہر مسکرا دیا، کہنے لگا۔

تھیورہ میری بہن میں نے تم ماں بیٹی کے لئے کچھ بھی نہیں کیا، تمہیں شکریہ ادا کرنے کی کیا ضرورت پیش آگئی۔ پہلے وہ کرو جو میں نے کہا ہے، اس کے بعد میں تم دونوں کی قسمت کا بھی فیصلہ کروں گا۔

لیونا تھیورہ دونوں مڑیں، کچھ دیر تک وہ اپنے پیچھے کھڑی عورتوں کے ساتھ صلاح مشورہ کرتی رہیں، پھر لوٹ کے محمد بن عبد اللہ تہیسی کے پاس آئیں اور اسے مخاطب کر کے تھیورہ کہنے لگی۔

میرے بھائی سب عورتیں اپنے اپنے گھروں کو واپس جانا چاہتی ہیں، ان کو ابھی تک

یقین نہیں کہ انہیں رہا کیا جا رہا ہے..... کچھ عورتوں نے یہ بھی خدشہ ظاہر کیا ہے کہ جب انہیں واپس اپنے اپنے گھروں کی طرف جانے کی اجازت دی جائے گی تو پیچھے سے ان پر تیر اندازی کر کے ان کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ میرے بھائی ایسا مت کرنا، اگر آپ لوگ ہمیں ہلاک ہی کرنا چاہتے ہیں تو پھر یہیں کھڑے کھڑے ہماری گردنیں کاٹ دیں، پر پیچھے سے ہم پر تیر اندازی مت کرنا۔

لحہ بھر کے لئے محمد بن عبد اللہ تہیسی کے چہرے پر ناگواری سی آئی تھی، پھر کہنے لگا۔

تھیورہ میری بہن کیا کوئی بھائی اپنی ماں اور بہن کے ساتھ ایسا سلوک کر سکتا ہے، اگر کچھ عورتوں نے یہ خدشات ظاہر کئے ہیں تو ان عورتوں کے یہ خدشات بے بنیاد ہیں، فکر مت کرو پہلے جا کے ان عورتوں سے کہو کہ وہ واپس اپنے اپنے گھروں کو جاسکتی ہیں، ان کے لئے سواریوں کا بہترین اہتمام کیا جائے گا، رہا سوال تم دونوں ماں بیٹی کا تو اب تم بتاؤ تم کہاں جانا چاہتی ہو۔

اس بار تھیورہ کے بجائے اس کی ماں لیونا بول پڑی۔

بیٹے جب تم مجھے ماں بہن ہی چکے ہو تو میں تم سے کوئی بات چھپاؤں گی نہیں، سرتو سہ شہر کے نواح میں ایک سرائے ہے، وہ سرائے میرے بھائی کی ہے، میرے بھائی کا نام اور لیوس ہے میں اور میری بیٹی دونوں اسی سرائے میں جا کے رہیں گی، میرا بھائی مجھے اور میری بیٹی کو بہت زیادہ چاہتا ہے، اس کی اپنی کوئی اولاد نہیں ہے..... مجھ سے بڑا ہے، بوڑھا ہو چکا ہے، بیوی اس کی نانجھ تھی جو مر چکی ہے، اب وہ میری بیٹی تھیورہ ہی کو اپنی بیٹی سمجھتا ہے، اس سے پہلے بھی اکثر و بیشتر میں اور تھیورہ اس کے پاس رہا کرتی تھیں۔

لیونا جب خاموش ہوئی تب محمد بن عبد اللہ تہیسی نے اپنے دست راست ابو رافع کی طرف دیکھا۔

ابو رافع تم جانتے ہو میں لیونا کو اپنی ماں اور تھیورہ کو اپنی بہن کہہ چکا ہوں، ان دونوں کے لئے بہترین سواریوں کا اہتمام کرو، آگے بڑھو ان کے پیچھے جس قدر عورتیں کھڑی ہیں، انہیں گنوں اور جس قدر یہ عورتیں ہیں ان کے مطابق کچھ اس انداز سے انہیں سواری کے جانور مہیا کرو کہ ایک ایک سواری پر دو دو عورتیں بیٹھ جائیں۔

ابو رافع کچھ ساتھیوں کے ساتھ فوراً حرکت میں آیا، عورتوں کے لئے سواریوں کا اہتمام

کیا گیا، پھر ابو فہر خود چل کر ان عورتوں کے پاس آیا اور ان سے کہنے لگا۔

آپ سب لوگ آزاد ہیں، سواریاں آپ کو مہیا کر دی گئی ہیں۔ اپنی اپنی سواریوں پر بیٹھیں اور اپنے اپنے گھروں کی طرف چلی جائیں۔

عورتیں بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے سواریوں پر بیٹھیں اور وہاں سے روانہ ہو گئیں، لیونا اور تھیورہ ابھی تک وہیں کھڑی ہوئی تھیں۔

ان عورتوں کے جانے کے بعد ابو فہر پھر لیونا اور تھیورہ کے پاس آیا، اتنی دیر تک ابو فہر نے دو عمدہ قسم کے گھوڑے وہاں لا کر کھڑے کر دیئے تھے..... اس موقع پر محمد بن عبداللہ تمیم نے ابو فہر کو مخاطب کیا۔

ابو فہر میرے بھائی کچھ مسلح جوانوں کو لے کر آؤ جو تھیورہ اور اس کی ماں دونوں اس سر قوسہ کی اس سرائے میں چھوڑ کر آئیں گے، جہاں یہ جانا چاہتی ہیں۔

محمد بن عبداللہ کا یہ حکم سن کر ابو فہر پیچھے ہٹ گیا تھا، اس کے جانے کے بعد تھیورہ نے ابو فہر کو مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہا، لیکن اس سے پہلے ہی اس کی ماں لیونا بول پڑی، ابو فہر کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی..... تمہارا فیصلہ یقیناً ہمارے گمان اور قیاس سے ماورا ہے میں تو یہ سمجھ رہی تھی کہ تم سب لوگ ہمیں ریت پر اُونٹوں کے نقش پا کی طرح مٹا کر رکھ دو گے اور کسی غریب الوطن اجنبیوں کی طرح یہاں ہمیں لاوارث اور بے گور و کفن چھوڑ دیا جائے گا..... تمہارے یہاں واپس آنے سے پہلے ہم لوگ ناقابل برداشت تنہائی اور اضطراب و شکار تھیں، ہمارے ہونٹوں پر موت کی چڑیاں اور آنکھوں میں قضا کا رنگ تھا، ہم سب بے سوچ رہی تھیں کہ تم واپس آتے ہی ہم سب کی موت کا اعلان کر دو گے، ہم سب کو موت کے گھاٹ اتار دینے کا حکم دے دو گے، اس لئے کہ تمہارے آنے سے پہلے ہمیں یہ بتا دیا گیا کہ افریقہ کے دشت میں تمہیں لوگ دشت کا دیوتا اور صحرائی عقاب کہہ کر پکارتے ہیں۔

میں اور میری بیٹی یہی خیال کر رہی تھیں کہ اگر تم بہادر اور جرات مند ہو تو تمہاری دل کشی کے ساتھ کراہت بھی ہوگی، نرمی کے ساتھ خباثت بھی ہوگی، لیکن بیٹے تم ہمارے خیالوں کا بالکل الٹ ثابت ہوئے، تم روشنی، امن اور بصیرت کا پیغامبر اور اپنائیت کے رازوں کا امین ثابت ہوئے ہو، تم نے مجھے ماں کہا ہے..... ماں کی حیثیت سے میں دعا دیتی ہوں کہ خداوند تعالیٰ ہمیشہ حلاوتوں کی گفتگو کی طرح پرسکون ملاہتوں کی صداؤں جیسا آسودہ اور مدھ میں ڈوبا

بازگشت جیسا پرسکون رکھے، میری دعا ہے کہ خدا تمہیں ہمیشہ ملاہتوں کی علامتوں سے بچائے رکھے، جب تک لیونا بولتی رہی محمد بن عبداللہ مسکراتا رہا، اس کے خاموش ہونے پر وہ کہہ اٹھا آپ مجھے دعائیں دیں..... یقیناً یہ میرے لئے سودمند ہوں گی، لیکن آپ میرا شکر یہ مت ادا کرنا، اس لئے کہ میں نے آپ سب کے لئے کچھ نہیں کیا..... آپ لوگوں کو اپنے گھروں کی طرف جانے کی اجازت دی ہے، یہ آپ لوگوں کا حق ہے، اگر مجھے پتا ہوتا کہ آپ کا شوہر بلاط بھاگ کر کہاں گیا ہے تو میں آپ کو آپ کے شوہر کے پاس بھی پہنچا دینے کا اہتمام کر سکتا تھا۔

ابو فہر کی گفتگو سے لیونا کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر وہ بڑے پرسکون انداز میں کہہ رہی تھی۔

میں جانتی ہوں، میرا شوہر بلاط بھاگ کے کہاں گیا ہے..... آپ کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد یقیناً اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ قسطنطنیہ کا رخ کیا ہوگا، اس لئے کہ قسطنطنیہ کا شہنشاہ مائیکل میرے دور کے عزیزوں میں سے ہے، میں میری بیٹی اور میرا بھائی اور لیوس اور شوہر بلاط اکثر و بیشتر وہاں آتے جاتے رہے ہیں، جس وقت بلاط یہاں کا حکمران نہیں تھا..... اس وقت بھی ہماری رہائش مستقل طور پر قسطنطنیہ ہی میں تھی، وہیں سے نکل کر ہم یہاں آئے، اس لئے کہ میرے شوہر بلاط کو شہنشاہ مائیکل ہی نے صقلیہ کا حکمران بنوایا تھا۔

لیونا جب خاموش ہوئی تو ابو فہر نے اسے مخاطب کیا۔

خاتون محترم کیا صقلیہ میں تمہارے شوہر بلاط کا کوئی نائب بھی تھا، لیونا نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

میرا شوہر صقلیہ کا تنہا حکمران تھا، اس کا کوئی نائب نہیں تھا..... تاہم تمہارے ساتھ جنگ سے پہلے کراس کے ایک شخص بطارقہ کو اپنا نائب مقرر کیا تھا اور اسے یہ وصیت کی تھی کہ اگر وہ جنگ میں مارا جائے تو بطارقہ صقلیہ میں اس کے نائب کی حیثیت سے کام کرے گا۔

ابو فہر تھوڑی دیر خاموش رہا، اس کے بعد اس نے ایک بار پھر لیونا کو مخاطب کیا۔

میرے خیال میں آپ دونوں اپنی سواریوں پر بیٹھیں، یہ جو مسلح جوان میرے قریب کھڑے ہیں یہ آپ دونوں کے ساتھ جائیں گے اور آپ کے بھائی اور لیوس کی سرائے میں

آپ کو چھوڑ کر لوٹیں گے۔

اس بار لیونا کے بجائے اس کی بیٹی تھیورہ بول پڑی۔

ابو فہر میرے بھائی جانے سے پہلے میں تہہ دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں، جو آپ نے گرفتار کی جانے والی عورتوں کو رہا کیا، بلکہ ہماری عزت ہمارے احترام کا خیال کیا۔ آپ کی جگہ مسلمانوں کا سالار بوڑھا ہوتا تو وہ ہمارے ساتھ ایسا سلوک کرتا تو کوئی تعجب نہیں تھا، لیکن آپ جیسے جوان ساز سپہ سالار سے اس قسم کے سلوک، اس قدر نرمی کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی..... بہر حال میں اپنی اور اپنی ماں دونوں کی طرف سے تہہ دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے ہمیں عزت اور احترام دیا اور مسلح جوان مقرر کئے جو میرے ماموں کی سرائے تک چھوڑ کر آئیں گے۔

اس کے ساتھ ہی لیونا اور تھیورہ دونوں ماں بیٹی اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئیں، پھر مسلح جوان انہیں لے کر سرقوسہ شہر کی طرف لے جا رہے تھے۔



**قسطنظیہ** کا شہنشاہ مائیکل اپنے قہر کے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا، اس کے دائیں جانب اس کی بیوی اور سلطنت کی ملکہ بلارس اس کے بائیں جانب اس کی خوبصورت اور حسین بیٹی کیتھرینا اگلوٹا بیٹا انتونیو بیٹھے ہوئے تھے، سامنے دائیں جانب پہلی نشست پر سلطنت کا بڑا پادری افونش چپ چاپ بیٹھا ہوا تھا، اس کے آگے دیگر مذہبی اور سلطنت کے عمائدین اپنی نشستوں پر بیٹھ چکے تھے، بائیں طرف پہلی نشست پر قسطنظیہ کا سپہ سالار اعلیٰ میکائیل بیٹھا ہوا تھا، اس کے آگے دوسرے درجے کے جرنیل تھیوفلس اور تھیوڈولس اپنی نشستیں سنبھالے ہوئے تھے..... ان دونوں جرنیلوں کے بعد اگلی نشستوں پر دیگر سالار اپنے اپنے منصبوں کے مطابق بیٹھے ہوئے تھے کہ مائیکل کا چوہدار دو اشخاص کو لے کر اس کمرے میں داخل ہوا، مائیکل کے سامنے آگے دونوں اشخاص زمین کی طرف خوب جھکے، تعظیم دی جب وہ سیدھے کھڑے ہوئے تب قسطنظیہ کے بادشاہ مائیکل نے ان دونوں کو مخاطب کیا۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ تمہیں صقلیہ کے حکمران بلاط نے میری طرف روانہ کیا ہے، یہی بات میرے چوہدار نے بتائی ہے..... اس سے آگے تفصیل نہ تم نے اس سے کہی ہے، نہ ہی اس نے مجھ کو کوئی انکشاف کیا ہے، کہو تم کس سلسلے میں آئے ہو۔

دونوں قاصدوں نے ایک بار غور سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر ان دو میں سے ایک مائیکل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

عظیم شہنشاہ ہم صقلیہ کے حکمران بلاط کی طرف سے انتہائی بری خبر لے کر آئے ہیں۔  
بلاط اب صقلیہ کا حکمران نہیں رہا، آپ تک یہ خبریں پہنچ چکی تھیں کہ مسلمان جزیرے پر

حملہ آور ہوئے سب سے پہلے انہوں نے ماز شہر پر قبضہ کیا، اس کے بعد مرج کے مقام پر بلاطہ کے ساتھ فیصلہ کن جنگ ہوئی۔

میں افسوس کے ساتھ انکشاف کر رہا ہوں کہ اس جنگ میں بلاطہ کو بدترین شکست ہوئی..... صقلیہ سے بھاگ کر وہ اٹلی کے شہر کلوریہ آیا اور وہاں اس نے قیام کر لیا ہے اور ہم دونوں کو یہ خبر سنانے اور مسلمانوں کے خلاف مدد حاصل کرنے کے لئے آپ کی طرف روانہ کیا ہے۔

صقلیہ میں بلاطہ کی شکست کی خبر سن کر قصر میں بیٹھے ہوئے سب لوگوں کے ایک طرح سے حواس جاتے رہے تھے..... مائیکل کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں، اس کا سپہ سالار اعلیٰ میکائیل سر جھکائے گہری سوچوں میں کھو گیا تھا..... دیگر جرنیل جن میں، تھیوفلس، تھیوڈوس، میگور اور ملاسین شامل تھے، وہ بھی کچے کچے رہ گئے تھے..... بڑا پادری انفولش عجیب سے انداز میں کبھی اپنے چھوٹے پادریوں اور کبھی اپنے بادشاہ مائیکل کی طرف دیکھ لیتا تھا، تھوڑی دیر تک گہری چپ رہی، اس دوران مائیکل کی بیوی بلارس اور اس کی بیٹی کیستھرینا اور بیٹے انتونیو کے جذبات بھی دوسروں سے مختلف نہ تھے، تینوں بڑی حیرانی اور پریشانی سے مائیکل کی طرف دیکھے جا رہے تھے، یہاں تک کہ مائیکل نے آنے والے قاصدوں کو مخاطب کیا۔

پہلے یہ کہو مرج کے مقام پر جو جنگ ہی ہوئی اس میں لشکریوں کا تناسب کیا تھا۔  
اس بار دوسرا قاصد بول پڑا۔

عظیم شہنشاہ بلاطہ کے پاس ڈیڑھ لاکھ کا لشکر تھا، جسے بدترین شکست ہوئی جس کی اکثریت کو مسلمانوں نے تہہ و تیغ کر دیا۔

مائیکل نے اس بار کسی قدر خفگی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھ لیا اور مسلمانوں کے لشکر کی تعداد کیا تھی۔

ان کی تعداد صرف دس ہزار تھی، اس قاصد نے پھر بولتے ہوئے جواب دیا تھا۔

مائیکل نے اس بار بڑے مشکوک انداز میں قاصد کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ دس ہزار کا معمولی لشکر ڈیڑھ لاکھ کے عظیم لشکر کو شکست دے دے اور اس کا سپہ سالار بلاطہ صقلیہ سے بھاگ کر اٹلی کے شہر کلوریہ میں آکر پناہ گزین ہو جائے، ذہن

اس بات کو نہیں مانتا، یہ بھی کہو کہ مسلمانوں کے لشکر کا سالار کون تھا جس نے حیرت انگیز جرات مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے صرف دس ہزار کے لشکر کے ساتھ ڈیڑھ لاکھ کے لشکر کو بدترین شکست دی۔

پہلے والا قاصد پھر بول پڑا۔

مسلمانوں کے لشکر میں دو انتہائی اہم اشخاص ہیں، ایک قاضی ہے جس کا نام اسد بن فرات ہے، کہنے والوں کا کہنا ہے کہ اسے لشکر میں خیر و برکت اور سعادت کے لئے رکھا گیا ہے، ورنہ وہ پیشہ ورسا ہی نہیں ہے۔

دوسرا شخص جس پر مسلمانوں کی ساری فتح کا دار و مدار ہے، وہ افریقہ میں مسلمانوں کے سلطان زیادۃ اللہ بن ابراہیم کے لشکریوں کا سپہ سالار اعلیٰ ہے، نام اس کا محمد بن عبداللہ تھمی ہے، لیکن زیادہ تر لوگ اسے ابوفہر کے نام سے مخاطب کرتے ہیں۔ یہ انتہا درجہ کا جنگجو، نڈر اور جرات مند شخص ہے، کہنے والوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ افریقہ میں اٹھنے والی بغاوتوں کو اس کے علاوہ کوئی فزوع نہیں کر سکتا..... افریقہ کے غیر مسلم، باطنی اسے دشت کا دیوتا کہہ کر پکارتے ہیں..... اس لئے کہ کبھی بھی اسے غیر مسلموں کے ہاتھوں شکست کا سامنا نہیں کرنا پڑا، جب بھی افریقہ کے باغیوں، وحشیوں اور غیر مسلموں کے خلاف وہ حرکت میں آیا ہر بار اس نے مخالف قوتوں کو شکست دے کر اپنے سامنے زیر کیا۔

افریقہ کے مسلمان اسے صحرائی عقاب کہہ کر مخاطب کرتے ہیں..... ہم نے یہ بھی سن رکھا ہے کہ اپنے ذہن میں اس نے شکست اور ہزیمت کا لفظ مٹا کر رکھا ہوا ہے۔

قاصد یہاں تک کہنے کے بعد رکا، پھر دوبارہ اس نے کہنا شروع کیا۔

شہنشاہ محترم قسطنطنیہ سے جو لشکر آپ نے جنگجو رومنوں پر مشتمل بلاطہ کی مدد کے لئے صقلیہ روانہ کیا تھا، اس میں جس قدر افراد تھے ان سب کو مسلمانوں کے سپہ سالار ابوفہر نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے، کسی رومن کو بھاگ کر جان بچانے کا موقع نہیں ملا، اس لئے کہ اس جنگ میں قسطنطنیہ سے جانے والا جو رومنوں کا لشکر تھا اسے بلاطہ نے اپنے لشکر کے آگے رکھا تھا اور وہ جنگ میں سارے کام آگئے۔

مائیکل تھوڑی دیر تک خاموش رہا، اس کے بعد اس نے قاصد کو مخاطب کیا۔

اب بلاطہ مسلمانوں کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد مجھ سے کیا چاہتا ہے۔

قاصد پھر بول پڑا۔

اس نے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ کلور یہ شہر میں قیام کر رکھا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ کوئی ایسا لشکر ترتیب دیا جائے جو مسلمانوں کو صقلیہ سے نکال باہر کرے۔

مائیکل کچھ دیر سوچتا رہا، پھر کہنے لگا۔

اگر بلاطہ کی بیوی میری دُور کی رشتہ دار نہ ہوتی تو جس طرح اس نے مسلمانوں کے ہاتھوں شکستہ اٹھائی ہے، میں ان کی گردن مار دینے کا حکم دے دیتا، لیکن میں اسے معاف کر تا ہوں..... بہر حال مسلمانوں کو صقلیہ سے باہر نکالنے کا اہتمام کیا جائے گا۔

مائیکل تھوڑی دیر کے لئے زکا، پھر اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

تم دونوں واپس بلاطہ کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ اپنی زندگی کے باقی ماندہ دن وہ کلوریا ہی میں رہ کر گزارے، نہ اسے واپس صقلیہ جانے کی ضرورت ہے نہ ہی وہ یہاں آئے، میں اسے صقلیہ کی حکمرانی سے معزول کرتا ہوں۔

مائیکل تھوڑی دیر خاموش رہا، سوچتا رہا اس کے بعد دوبارہ اس نے قاصدوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میں ایک خاصے بڑے لشکر کے ساتھ اپنے تین جرنیلوں تھیوڈولس، میگور اور ملاسین کو چند یوم تک صقلیہ روانہ کروں گا، مجھے امید ہے کہ میرے یہ تینوں جرنیل مسلمانوں کو صقلیہ سے نکال باہر کریں گے۔

یہاں تک کہتے کہتے رومنوں کے بادشاہ مائیکل کو زک جانا پڑا، اس لئے کہ اس کی بیٹی کیتھرینا اپنا منہ اپنے باپ مائیکل کے قریب لے گئی، تھوڑی دیر تک کھسر پھسر کرتی رہی، پھر مسکراتے ہوئے مائیکل بول پڑا۔

صقلیہ میں جو حالات رونما ہوئے ہیں اس سلسلے میں میری بیٹی کیتھرینا نے ایک عجیب و غریب تجویز پیش کی ہے جو تجویز میری بیٹی نے پیش کی ہے اس کا اعلان میں خود یہاں اپنی سلطنت میں کراؤں گا اور تم دونوں کلوریا میں بلاطہ سے مل کر صقلیہ کا رخ کرنا اور جو فیصلہ میری بیٹی نے کیا ہے اس سے جا کے اہل صقلیہ کو بھی آگاہ کرنا تاکہ میری بیٹی کے اس فیصلے کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ ہمارے سامنے آئے۔

مائیکل تھوڑی دیر کے لئے زکا، کچھ سوچا اس کے بعد اپنے سامنے بیٹھے ہوئے سارے

لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

میری بیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہماری سلطنت یا صقلیہ کا جو بھی شخص جو بھی جنگجو جو بھی سور یا مسلمانوں کے سپہ سالار محمد بن عبداللہ تہمی جسے ابو فہر کہہ کر پکارا جاتا ہے اسے قتل کرے گا، اس کا سر کاٹ کر لائے گا جو اسے زندہ گرفتار کرے گا، میری بیٹی کیتھرینا اس سے شادی کرے گی۔

یہ اعلان سن کر مائیکل کی سلطنت کے جرنیل میکائل کے سوا سب نے خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا تھا، لیکن میکائل کا رنگ فق اور چہرہ پیلا ہو گیا تھا، پھر بڑے رازدارانہ سے انداز میں اپنا سر آگے بڑھاتے ہوئے اس نے اپنے جرنیل تھیوڈولس، تھیوڈولس، میگور اور ملاسین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میرے عزیزو جہاں میں اس سلطنت کا سپہ سالار اعلیٰ ہوں وہاں میرے ماتحت سالار کی حیثیت سے تم میرے دست راست بھی ہو، یہ کہو جو اعلان کیتھرینا نے کیا ہے، کیا یہ درست ہے۔

مائیکل کی اس گفتگو کے جواب میں دوسرے سالاروں میں سے کوئی کچھ نہ بولا، بس وہ عجیب سے جذبے میں اسے گھورتے رہے تھے، یہاں تک کہ میکائل پھر بول پڑا۔

تم میری خواہشات میرے جذبات سے آگاہ ہو، تم تینوں یہ بھی جانتے ہو کہ میں کیتھرینا کو دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہوں اور اس سے شادی کا خواہش مند ہوں، میں گزشتہ کئی سال سے کیتھرینا کے ساتھ محبت جیسے مرض میں مبتلا ہوں..... میری اس کیفیت سے تم تینوں آگاہ ہو، اب جبکہ کیتھرینا اس شخص سے شادی کرنے کا اعلان کر رہی ہے جو مسلمانوں کے سالار ابو فہر کا سر کاٹ کر لائے گا یا اسے زندہ گرفتار کرے گا تو تم جانتے ہو کیتھرینا سے میری شادی کے سارے ہی راستے منقطع ہو کر رہ جائیں گے۔

مائیکل جب خاموش ہوا تو تھیوڈولس نے اسے مخاطب کیا۔  
کیتھرینا نے جو اعلان کیا ہے تم جانتے ہو، اس اعلان کو ہر کوئی پسند کرے گا..... دیکھو اس کی ماں اس کا باپ اور اس کا بھائی تک بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے ہیں..... آپ کے جذبات سے کوئی آگاہ نہیں اور نہ ہی ہم تینوں کے علاوہ کوئی جانتا ہے کہ آپ کیتھرینا کو پسند کرتے ہیں، آپ کو اپنے جذبات کا اظہار بہت پہلے کیتھرینا کے باپ اور اپنے شہنشاہ مائیکل یا

کیتھرینا کی ماں بلارس سے کر دینا چاہتے تھے، اگر تم ایسا نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنے جذبات کی تھوڑی سی بھٹک کیتھرینا کے بھائی انتونیو ہی کے کان میں ڈال دیتے تو آج معاملہ مختلف ہوتا، مجھے امید ہے اگر تم کیتھرینا سے اپنی محبت کا اظہار کر دیتے تو شہنشاہ مائیکل ضرور کیتھرینا کو تم سے منسوب کر دیتا، اس لئے کہ سلطنت میں آپ کی بڑی عزت، بڑا وقار ہے لیکن اب معاملہ الٹ ہو چکا ہے..... اب اگر آپ شہنشاہ مائیکل سے اس کی بیٹی کیتھرینا سے محبت کا اظہار کریں گے یا اپنی محبت کا انکشاف دوسروں پر کریں گے تو کوئی اسے اہمیت نہیں دے گا، اس لئے کہ کیتھرینا جو اعلان کر چکی ہے اس اعلان کے بعد آپ کے جذبات آپ کی خواہشات کا کوئی احترام نہیں کرے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد تھیوفلس رکا، کچھ سوچا اس کے بعد وہ پھر کہہ رہا تھا۔ مائیکل اپنے دل میں یہ بھی لکھ کر رکھو کہ کیتھرینا نے ایک انتہائی نیک کام کے سلسلے میں اپنی ذات اپنی شخصیت کو پیش کیا ہے اور دیکھو پادری تک اس کے اس اعلان کو سراہے ہیں، یہ کہ عقلیہ میں مسلمانوں کے جرنیل محمد بن عبداللہ تمیمی کے ہاتھوں رومنوں کا بے پناہ نقصان ہو چکا ہے، اس شخص نے ہزاروں رومنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور عقلیہ کے خاصے بڑے حصے پر اس نے قبضہ بھی کر لیا ہے، اسی بنا پر سلطنت کا ہر فرد ہی نہیں سارے پادری بھی کیتھرینا کے اس اعلان کو سراہے ہیں..... میں آپ کو یہ مشورہ دوں گا کہ فی الوقت خاموش رہیں، دیکھیں حالات کس کروٹ بیٹھتے ہیں۔

تھیوفلس جب خاموش ہوا تب دوسرا جرنیل میگور بول پڑا۔

کیتھرینا نے جو اعلان کیا ہے وہ بڑا اچھا اعلان ہے، سارے عمائدین سلطنت کے علاوہ مذہبی لوگ بھی جو یہاں ہیں وہ اس فیصلے کو پسند کر چکے ہیں اور جو یہاں نہیں ہیں وہ بھی اس فیصلے کی تعریف کریں گے، اگر تم کیتھرینا کو چاہتے ہو، اس سے محبت کرتے ہو اور اسے حاصل کرنا چاہتے ہو تو پھر جو لشکر چند دن تک مسلمانوں کے سالار کی سرکوبی کے لئے روانہ ہونے والا ہے اس لشکر کی کمانداری تم خود اپنے ہاتھ میں لے لو، اپنے کچھ خاص آدمی مقرر کر دو کہ وہ محمد بن عبداللہ کا سر کاٹ کر لائیں یا اسے زندہ گرفتار کر لیں، جب ایسا ہو جائیگا تو اس کی گرفتاری اور اس کے قتل کا سہرا اپنے گلے میں ڈال لینا اور اس طرح تم میرے خیال میں اپنے ساتھیوں، اپنے مسلح جنگجوؤں کے ذریعے کیتھرینا کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہو۔ مائیکل اپنے

جرنیلوں کے ساتھ جو گفتگو تھا، لہذا رومنوں کا شہنشاہ مائیکل بغور ان کو دیکھتا رہا اور خاموش رہا، جب گفتگو کا یہ سلسلہ طویل پڑنے لگا تب مائیکل کو مخاطب کرتے ہوئے مائیکل بول پڑا۔  
مائیکل! تم سب آپس میں گفتگو کر رہے ہو، یہ یقیناً سلطنت کی بہتری ہی کا باعث ہوگی، میں اس مجلس کو برخاست کرنے لگا ہوں، تم ایک خاصا بڑا لشکر تھیوڈولس میگور اور ملاسین کے حوالے کرو اور یہ تینوں جرنیل ایک شاندار بحری بیڑے کے ذریعے عقلیہ کا رخ کریں گے اور ہر صورت میں مسلمانوں کے جرنیل محمد بن عبداللہ تمیمی کو اپنے سامنے زیر کرنے کی کوشش کریں گے۔

روانگی سے پہلے میں اپنے ان تینوں سالاروں سے کہنا پسند کروں گا کہ ان کے ذمے دو کام ہیں، پہلا یہ کہ مسلمانوں کو کھلی طور پر عقلیہ سے نکال باہر کریں، دوسرا یہ کہ وہاں پہنچتے ہی لوگوں کے اندر ایک جذبہ پیدا کریں کہ ہر صورت میں ان میں سے کوئی نہ کوئی محمد بن عبداللہ تمیمی کو یا تو زندہ گرفتار کریں یا اس کا سر کاٹ کر ہمارے پاس لائیں اور انہیں یقین دلائیں کہ جو بھی شخص ایسا کرے گا ہر صورت میں اس کی شادی میری بیٹی کیتھرینا سے کر دی جائے گی، اس کے ساتھ ہی مائیکل اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا، اس کے ساتھ اس کا بیٹا، بیوی بلارس اس کی بیٹی کیتھرینا بھی اٹھ کھڑے ہوئے، پھر وہ وہاں بے چلے گئے تھے..... اس کے جانے کے بعد مائیکل پھر اپنے ساتھی سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میگور جو تجویز تم نے پیش کی ہے اس کا صرف آدھا حصہ قابل عمل ہے، باقی آدھا حصہ ایسا ہے جس پر عمل نہیں کیا جاسکتا، تم تینوں جانتے ہو، میں سلطنت کا سپہ سالار اعلیٰ ہونے کے ساتھ ساتھ شہنشاہ مائیکل کا نائب بھی ہوں، اس کی طبعی یا حادثاتی موت کے بعد میں ہی سلطنت کا شہنشاہ ہوں گا..... نائب کی حیثیت سے تم جانتے ہو، اصولاً یہ سلطنت میں رہنا لازمی ہے، میں کسی جنگ میں حصہ بھی نہیں لے سکتا، اگر ایسا کروں گا تو یاد رکھنا پیچھے سے کوئی بغاوت کھڑی ہو سکتی ہے..... مائیکل کا کوئی خاتمہ کر سکتا ہے اور خود سلطنت کا حکمران بن سکتا ہے، ایسی صورت میں میرے سامنے اندھیروں کے سوا کچھ نہیں ہوگا..... لہذا میرا اور تھیوفلس کا میرے نائب کی حیثیت سے یہاں رہنا ضروری ہے۔

تھیوڈولس، ملاسین اور میگور تم تینوں میرے دست راس ہو، تم تینوں ایک لشکر کے ساتھ عقلیہ روانہ ہونے والے ہو، میں اپنے بھائی اور دست راست کی حیثیت سے تم تینوں سے



گزارش کروں گا کہ وہاں جا کے کچھ اعلیٰ پائے کے جنگجو مقرر کرنا جو محمد بن عبداللہ تمیمی کو زندہ گرفتار کریں، جب ایسا ہو چکے تو مجھے اس کی اطلاع کرنا، میں حالات کا جائزہ لینے کے بہانے صقلیہ جاؤں گا اور وہاں یہ مشہور کر دیا جائے گا کہ محمد بن عبداللہ نے مجھ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی، میرے ساتھ مقابلہ ہوا اور مقابلے کے دوران میں نے محمد بن عبداللہ تمیمی کا سر کاٹ کر رکھ دیا، اس طرح میں کیتھرینا کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہوں۔

اور اگر وہ زندہ گرفتار نہ ہو سکے، مقابلے کے دوران مارا جائے تب اس کی لاش کو جلا کے خاکستر کر دینا اور یہ مشہور کر دینا کہ محمد بن عبداللہ کسی کے ہاتھوں مارا نہیں گیا، بلکہ تم لوگوں کے حملوں کے باعث صقلیہ چھوڑ کر بھاگ گیا ہے، اس طرح نہ کوئی اعلان کر سکے گا کہ اس نے محمد بن عبداللہ تمیمی کو قتل کیا ہے اور نہ ہی کیتھرینا کو حاصل کر سکے گا، اس طرح مجھے وقت مل جائے گا اور میں کیتھرینا کو حاصل کرنے کی کوشش کروں گا، میرا اندازہ ہے تم تینوں میرا مقصد سمجھ گئے ہو گے۔

میکائیل خاموش ہوا، تب مسکراتے ہوئے تھیوڈوس کہنے لگا۔

مطمئن رہو، جیسا تم چاہتے ہو ایسا ہی ہوگا، ہم تمہاری محبت کو ناکام نہیں ہونے دیں گے۔  
جواب میں میکائیل مسکرا دیا، پھر اٹھ کھڑا ہوا، اس کے ساتھ ہی وہ اپنے تینوں جرنیل ساتھیوں کو لے کر وہاں سے نکل گیا تھا، چند دن بعد ایک بہت بڑا اور جرار لشکر تھیوڈوس میگور اور ملاسین کی سرکردگی میں صقلیہ کا رخ کر رہا تھا۔



**مرج** کے مقام پر صقلیہ اور رومنوں کے متحدہ لشکر کو بدترین شکست دینے کے بعد چند روز تک محمد بن عبداللہ تمیمی اور قاضی اسد بن فرات نے مرج کے میدانوں ہی میں پڑاؤ کئے رکھا، دشمن کے پڑاؤ سے جو مال و متاع ہاتھ لگا اس کا خاصا بڑا حصہ لشکریوں میں تقسیم کر دیا گیا، جس سے لشکریوں کے حوصلے صقلیہ کی اجنبی سرزمینوں میں رہتے ہوئے پہلے کی نسبت مزید بلند ہوئے، چند روز تک مرج میں قیام کرنے کے بعد قاضی اسد بن فرات اور محمد بن عبداللہ تمیمی نے اپنے لشکر کے ساتھ پیش قدمی کی۔

مرج سے صقلیہ کے مرکزی شہر سرقوسہ کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے اسلامی لشکر پہلے کیلہ کے مقام پر آیا، یہاں کسی بڑی قوت نے مزاحمت نہیں کی اور یہ علاقہ مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوا..... یہاں سے فتح کا دائرہ اور مزید وسیع کیا گیا اور آگے بڑھتے ہوئے صقلیہ کے کئی دیگر علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا گیا تھا۔

یہاں تک کہ اسلامی لشکر پیش قدمی کرتے ہوئے صقلیہ کے مرکزی شہر سرقوسہ کے قریب جا پہنچا، سرقوسہ شہر کی حفاظت کے لئے اس کے سامنے پتھروں سے بنا ہوا ایک مستحکم قلعہ تھا اور اس قلعے کا نام کراس تھا..... یہ کراس نام کا قلعہ ایک طرح سے صقلیہ کے مرکزی شہر سرقوسہ کی حفاظت کے لئے تعمیر کیا گیا تھا تا کہ شہر سے آگے رہتے ہوئے اور قلعہ میں محصور ہو کر حملہ آور شہروں کا دفاع کیا جاسکے۔

سرقوسہ شہر بھی اپنے استحکام کے لحاظ سے بڑا عجیب و غریب تھا..... جغرافیائی حیثیت سے یہ صقلیہ کا سب سے مستحکم قلعہ اور محصور شہر خیال کیا جاتا تھا، اس لئے کہ سرقوسہ نام کا شہر

اب صورت حال یہ پیدا ہوئی کہ صقلیہ کے جو علاقے مسلمانوں نے بزورِ شمشیر فتح کر لئے وہ انہی میں ٹھہر کر ان کا نظم و نسق درست کرنے لگ گئے، اب چونکہ بطارقہ کے ساتھ صلح ہو گئی تھی، لہذا اسلامی اصولی جنگ کے مطابق بطارقہ سے جزیہ کی وصولی کے بعد مسلمانوں کے حملوں کا کوئی جواز نہ پیدا ہوتا تھا جس کی بنا پر اسلامی لشکر نے بھی اپنے حملے موقوف کر دیئے تھے۔

دوسری جانب اہل سرقوسہ بھی اسلامی حکومتِ افریقہ کے قریب ہونے کی وجہ سے اسلامی اصول و احکام سے واقف تھے، اب وہ پوری طرح مطمئن تھے کہ مسلمانوں کے ساتھ صلح کی شرائط طے ہونے کے بعد اور جزیہ ادا کرنے کے بعد دنیا کی کوئی طاقت ان پر حملہ آور نہیں ہو سکتی تھی۔

پھر یہ صلح زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی اور اس کے قائم نہ رہنے کی دو وجوہات تھیں، پہلی یہ کہ فیسی جو کبھی یہاں کا حاکم تھا..... صقلیہ میں اسلامی حکومت کے قیام اور استحکام کے قطعی خلاف تھا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ مسلمان مستقل طور پر صقلیہ میں قیام کریں، اسے یہ دکھائی دے رہا تھا کہ صقلیہ کے ایک حصے پر مسلمان حکومت کرتے دکھائی دے رہے ہیں، دوسرے حصے پر بطارقہ جم گیا ہے اور اس کے حکومت کرنے کے کوئی آثار نہیں ہیں، لہذا اس نے اندرونِ خانہ سازشوں کا ایک وسیع جال پھیلا دیا۔

اس نے قلعہ کراس اور سرقوسہ شہر کے سرکردہ لوگوں اور دیگر عمائدین سے رابطہ قائم کیا، انہیں مسلمانوں کے خلاف غلط خبریں پھیلاتے ہوئے خوب براہِ بیعت کر کے آمادہ جنگ کرنے لگا تھا اور فیسی اس میں کسی قدر کامیاب بھی رہا، اس لئے کہ اس کے براہِ بیعت کرنے پر لوگ مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آ گئے، ان کے حرکت میں آنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ صقلیہ کا اصل حکمران بلاطہ شکست اٹھا کر اٹلی جا کے پناہ گزین ہو گیا..... بطارقہ جنگ کا کوئی تجربہ نہیں رکھتا تھا، اس لئے لوگ یہ محسوس کرنے لگے تھے کہ مسلمانوں کے سامنے وہ ان کی حفاظت نہیں کر سکے گا، اس بنا پر بطارقہ کی نسبت وہ فیسی کو زیادہ پسند کرنے لگے، اس لئے کہ فیسی ایک تو سابق امیر البحر تھا، جنگ کا تجربہ رکھتا تھا، اس لئے جب اس نے مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو بھڑکانا شروع کیا تو لوگوں نے اس کے مشوروں کو قبول کرنا شروع کر دیا اور جنگی تیاریوں میں مصروف ہو گئے..... سب سے پہلے سرقوسہ کے قلعے کو چاروں طرف سے مستحکم کیا گیا، پھر

تین طرف سے سمندر سے گھرا ہوا تھا، صرف شمالی حصہ خشکی سے ملا ہوا تھا اور قلعے اور شہر کا مہم دروازہ بھی شمال ہی کی جانب تھا۔

چونکہ مرجع کے میدانوں سے کوچ کرتے وقت ابوفہر کا مدعا یہی تھا کہ صقلیہ کے مرکز شہر کی طرف کوچ کیا جائے، لہذا افریقہ سے ان کے ساتھ جو بحری بیڑہ آیا تھا اسے بھی حکم دے دیا گیا تھا کہ وہ سمندر کے راستے سرقوسہ کی طرف بڑھے۔

صقلیہ کے حکمران بلاطہ کے اٹلی کے شہر کلوریا کی طرف بھاگ جانے کے بعد صقلیہ کا نظم و نسق بطارقہ کے پاس تھا، وہ جنگ کا کوئی خاص تجربہ نہیں رکھتا تھا اور پھر مزید یہ کہ مرجع مقام پر جو مسلمانوں نے رومنوں اور صقلیہ کے متحدہ لشکر کو شکست دی تو ایک طرح سے بطارقہ ہی نہیں یہاں کے لشکریوں پر بھی رعب بیٹھ گیا تھا۔

قاضی ابواسد بن فرات اور ابوفہر دونوں جب اپنے لشکر کے ساتھ سرقوسہ کے حفاظتی قلعے کراس کے پاس پہنچے تو بطارقہ نے اندازہ لگا لیا، اگر مسلمانوں نے کراس اور سرقوسہ کا محاصرہ کر لیا تو کوئی بھی قوت انہیں محاصرہ اٹھانے پر مجبور نہیں کر سکے گی، اس لئے کہ وہ جانتا تھا ان کے پاس اتنی قوت نہیں کہ وہ مسلمانوں کا مقابلہ کر سکے، اس لئے کراس کے قلعے کو بھیڑ کر کہ سرقوسہ شہر میں محصور ہو گیا تھا۔

تاہم اسے یہ بھی خبریں پہنچ چکی تھیں کہ قسطنطنیہ سے ایک بہت بڑا بحری بیڑہ رومنوں کے ایک جہاز لشکر کو لے کر ان کی مدد کے لئے پہنچنے والا ہے اور یہ خبریں بھی پہنچ رہی تھیں کہ رومنوں کا وہ لشکر صقلیہ کی بندرگاہ بلرم پر پہنچ چکا ہے اور عنقریب مسلمانوں سے جنگ کر کے لئے سرقوسہ کا رخ کرے گا۔

بہر حال صورت حال دیکھتے ہوئے بطارقہ نے یہ فیصلہ کیا کہ مسلمانوں سے جنگ نہیں کرنی چاہئے بلکہ عارضی صلح کر کے کچھ وقت گزارنا چاہئے تاکہ رومنوں کا لشکر ان کی مدد کے لئے پہنچ جائے۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد بطارقہ سرقوسہ کے سرکردہ لوگوں کے ساتھ شہر سے نکلا، قاضی ابواسد بن فرات اور ابوفہر کی خدمت میں حاضر ہوا اور صلح کی پیشکش کی اور امان طلب کی۔

ابوفہر اور قاضی ابواسد بن فرات نے آپس میں صلاح مشورہ کیا اور چند شرائط پر بطارقہ سے صلح ہو گئی اور انہیں امان دے دی گئی۔

قرب و جوار کے تمام گرجوں اور کلیساؤں کے جواہرات سمیٹ کر قلعے کے اندر محفوظ کر لئے گئے۔ سرقوسہ میں جو حفاظتی لشکر تھا وہ قلعہ بند ہو گیا۔ مضافات شہر سے رسد کا کافی سامان قلعہ اور شہر میں محفوظ کر لیا گیا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ سرقوسہ شہر میں رہ کر مسلمانوں کے خلاف ایک طویل دفاعی جنگ کی ابتداء کی جائے جس سے تنگ آ کر مسلمان واپس جانے پر مجبور ہو جائیں۔

معاہدہ کو توڑنے کی دوسری بڑی وجہ یہ تھی کہ اب انہیں واضح طور پر یہ خبریں ملنی شروع ہو گئی تھیں کہ رومنوں کا ایک بہت بڑا لشکر جو قسطنطنیہ سے روانہ ہوا تھا وہ بلرم کی بندرگاہ پر آ کر چکا ہے اور چند ہی یوم تک وہ بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ پیش قدمی کرتے ہوئے کراس اور سرقوسہ کے باہر نمودار ہوگا اور مسلمانوں پر حملہ آور ہوگا۔

اس بنا پر بھی اہل سرقوسہ نے مسلمانوں سے کئے گئے وعدے کی خلاف ورزی کی اور مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ ہو گئے تھے اور انہیں اُمید تھی کہ جب شہر کی طرف سے وہ خود اور باہر کی طرف سے قسطنطنیہ سے آنے والے رومنوں کا لشکر مسلمانوں پر حملہ آور ہوگا تو صرف دو صورتیں سامنے آئیں گی۔

اول یہ کہ مسلمانوں کو ان سرزمینوں میں تباہ و برباد اور نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ دوسری یہ کہ اگر ان میں سے کوئی فوج بھی گیا تو قسطنطنیہ میں ٹھہرنے کے بجائے وہ بھاگ کر افریقہ میں پناہ لینے کو ترجیح دیں گے۔

مسلمانوں کو یہ ساری خبریں مل رہی تھیں، لیکن جب تک اسلامی لشکر کے اندر ابوفہر موجود تھا ان کے حوصلے بلند تھے، وہ جانتے تھے کہ قاضی اسد بن فرات تو جنگ کا اتنا بڑا تجربہ نہیں رکھتا، لیکن ان کا سپہ سالار اعلیٰ ابوفہر بد سے بدترین حالات میں بھی دشمن کے سامنے جھنے اور ٹھہرنے کی طاقت رکھتا ہے اور وہ چھوٹے لشکر کے ساتھ بڑے سے بڑے دشمن کے لشکر کو تباہ و برباد کرنے کا ہنر جانتا ہے، لہذا جب یہ خبریں آنا شروع ہوئیں کہ اہل سرقوسہ نے بغاوت کردی ہے اور معاہدہ توڑ دیا ہے اور یہ کہ رومنوں کا ایک لشکر مسلمانوں کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے تو ان خبروں سے مسلمانوں کے لشکر میں کوئی حوصلہ شکنی اور ان کے ولولوں میں کوئی کمی نہ آئی، ابوفہر کی سرکردگی میں وہ دونوں قوتوں سے جنگ کرنے کے لئے آمادہ تھے۔

اسی دوران افریقہ سے ایک اور بری خبر آئی جسے لشکریوں تک نہ پہنچایا گیا۔ یہ خبر

صرف قاضی اسد بن فرات نے اپنے اور ابوفہر تک محدود رکھی تاکہ لشکریوں کے حوصلے پست نہ ہوں اور وہ خبر یہ تھی کہ افریقہ سے کچھ قاصد ابوفہر کی طرف آئے اور سلطان کا یہ پیغام پہنچایا گیا تھا کہ ابوفہر واپس افریقہ آجائے اس لئے کہ افریقہ کے غیر مسلم قبائل نے اس کی غیر موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے علم بغاوت بلند کر دیا ہے اور جب تک ابوفہر افریقہ نہیں پہنچتا ان بغاوتوں کو فروغ نہیں کیا جاسکتا۔

حالات کچھ ابتر سے ہوتے دکھائی دے رہے تھے، افریقہ کی طرف سے قاصدوں کے آنے کے بعد ابوفہر اور قاضی اسد بن فرات نے طویل صلاح مشورہ کیا اور یہ طے کیا گیا کہ سرقوسہ کی بغاوت کو فرو کرنے اور قسطنطنیہ سے آنے والے رومنوں کے لشکر سے بٹنے کے بعد ابوفہر واپس افریقہ چلا جائے گا تاکہ وہاں کی بغاوتوں کو ڈبانے کے بعد واپس صقلیہ آئے، لہذا افریقہ سے آنے والے قاصدوں کو واپس بھجوا دیا گیا اور انہیں یہ پیغام زیادۃ اللہ بن ابراہیم تک پہنچانے کے لئے کہا گیا کہ قسطنطنیہ سے آنے والے لشکر کے ساتھ بٹنے کے بعد ابوفہر افریقہ کا رخ کرے گا۔

☆

اُدھر قسطنطنیہ میں بھی ایک بہت بڑی تبدیلی رونما ہوئی، وہ یہ کہ قسطنطنیہ کا شہنشاہ مائیکل اچانک فوت ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا نائب مائیکل رومنوں کا شہنشاہ بنا۔ مائیکل نے تخت پر بیٹھے ہی جو سب سے پہلے کام کیا، وہ یہ کہ شہنشاہ مائیکل کی بیوہ بلارس اور بیٹی کیتھرینا کو یہ پیغام بھجوایا کہ کیتھرینا نے محمد بن عبداللہ تمیمی کے قاتل سے شادی کرنے کا جو اعلان کیا ہے اس اعلان کو فی الفور واپس لے اور مائیکل سے شادی کرے۔ تھیوفلس کے ذریعے اس نے یہ بھی دھمکی دے دی کہ اگر کیتھرینا نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تو مائیکل زبردستی کیتھرینا کو اپنے حرم میں داخل کرے گا۔

چند روز تک خاموشی رہی، بلارس اور کیتھرینا دونوں نے مائیکل کے اس رد عمل کا کوئی جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ مائیکل نے اپنے کچھ آدمیوں کے ذریعے ایک اور دھمکی دی اور وہ یہ تھی کہ اگر کیتھرینا ایک جفتے کے اندر اندر مائیکل کے ساتھ شادی کرنے پر آمادہ نہ ہوئی تو اس کی ماں بلارس اور اس کے بھائی انتونیو دونوں کو قتل کرنے کے بعد وہ زبردستی کیتھرینا کو اپنے حرم میں داخل کرے گا۔

یہ حالات کیتھرینا اس کی ماں بلارس اور بھائی انتونیو کے لئے ناقابل برداشت تھے۔ اپنے آپ کو اب قسطنطنیہ میں غیر محفوظ محسوس کرنے لگے تھے، جہاں میکائیل کے ہمنوا ان بدترین دشمن ہو چکے تھے، وہاں قسطنطنیہ میں ان کے ہمدرد بھی تھے..... انہوں نے میکائیل اس پیشکش کا تو کوئی جواب نہ دیا اپنے ہمدردوں سے مشورہ کیا ان کے ہمدردوں میں پادری بھی تھے جنہوں نے بلارس، کیتھرینا اور انتونیو کو یہی مشورہ دیا کہ وہ قسطنطنیہ سے نکل حقلیہ کلرک کریں، انہیں یہ بھی بتادیا گیا کہ حقلیہ کے سابق حکمران بلاطہ کی بیوی اور اس بیٹی تھیورہ سر قوسہ شہر کے نواح میں اور لیوس کی سرائے میں ٹھہرے ہوئے ہیں، لہذا وہ تینوں اور لیوس کے سرائے میں چلے جائیں، اس لئے کہ اور لیوس، بلارس، کیتھرینا اور انتونیو تینوں جاننے والا تھا اور ان کا قریبی رشتہ دار بھی تھا۔

بلارس کیتھرینا انتونیو کو یہ فیصلہ پسند آیا، لہذا اپنے ہمدردوں اور کچھ پادریوں کی مدد سے ایک رات ایک کشتی میں وہ قسطنطنیہ سے نکل کھڑے ہوئے، ان کے ساتھ چار محافظ تھے جو کچھ کو بھی حرکت میں لا رہے تھے اور رات کی تاریکی میں انہیں لے کر وہ قسطنطنیہ سے بہت دور نکل جانا چاہتے تھے..... یوں رومنوں کے شہنشاہ مائیکل کے مرنے اور میکائیل کے شہنشاہ کے بعد بلارس کیتھرینا اور انتونیو تینوں اپنے چار محافظوں کے ساتھ قسطنطنیہ سے حقلیہ کلرک گئے تھے۔



نہ ہو۔

**قاضی** اسد بن فرات محمد بن عبداللہ تمیمی اور اس کے دست راست ابورافع تینوں ایک خیمے میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے کہ خیمے کے دروازے پر ایک مسلح جوان نمودار ہوا اور محمد بن عبداللہ تمیمی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

امیر خیمے سے باہر دو عورتیں اور ایک مرد کھڑا ہے، وہ آپ سے ملنے کے خواہاں ہیں۔ ان الفاظ پر چونکنے کے انداز میں ابوفہر نے باری باری اسد بن فرات اور ابورافع کی طرف دیکھا، پھر خیمے کے دروازے پر کھڑے مسلح جوان کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بول اٹھا۔ مجھ سے ان اجنبی سرزمینوں میں ملنے والے کون ہو سکتے ہیں اور وہ بھی دو عورتیں اور ایک مرد، پھر قاضی اسد بن فرات کی طرف دیکھتے ہوئے ابوفہر بول پڑا۔

میں دیکھتا ہوں یہ لوگ کون ہیں، کہیں یہ ہمارے خلاف مقامی لوگوں کی کوئی سازش ہی

ابوفہر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، خیمے کی طرف بڑھا..... ابورافع بھی اس کے پیچھے پیچھے ہولیا تھا، ابورافع کا ہاتھ اپنی تلوار کے دستے پر چلا گیا تھا..... تاہم ابوفہر بالکل مطمئن تھا، جب وہ خیمے سے باہر نکلا تو اس نے دیکھا خیمے کے باہر بلاطہ کی بیوی لیونا اور اس کی بیٹی تھیورہ کھڑی تھیں، ان دونوں کو دیکھتے ہوئے ابوفہر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوا، دونوں ماں بیٹی آگے بڑھیں..... ابوفہر نے تھیورہ کو مخاطب کیا۔

میری بہن خیریت تو ہے کیا تجھے کوئی ضرورت میرے پاس لے آئی ہے یا یہ کہ یہاں کوئی تجھے تنگ کرتا ہے۔

تھیورہ کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگی۔

آپ جیسے بھائی کے ہوتے ہوئے بہن کو کون تنگ کر سکتا ہے..... پھر اس نے اپنے ساتھ جو اڈھڑ عمر کا شخص تھا اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا شروع کیا۔

ابوفہر میرے بھائی یہ میرے ماموں ہیں، ان کا نام اور یوس ہے، ان کا ذکر میں نے پہلے بھی آپ سے مرچ کے مقام پر کیا تھا۔

بڑے عقیدت کے انداز میں ابوفہر اور یوس کی طرف بڑھا اور یوس بھی بڑی عاجزی اور انکساری کا اظہار کرتے ہوئے آگے بڑھا..... دونوں نے پر جوش مصافحہ کیا، پھر ابوفہر بول اٹھا۔

میں آپ کو اپنے خیمے سے باہر خوش آمدید کہتا ہوں، آپ تینوں اندر آئیں..... تھیورہ! میں اپنی بہن لیونا کو اپنی ماں کہہ چکا ہوں، لہذا یہ دونوں تو میرے لئے اجنبی نہیں، آپ کیونکہ لیونا کے بھائی تھیورہ کے ماموں ہیں، لہذا ان کے حوالے سے اب آپ بھی میرے عزیز ہیں۔

پھر ابوفہر اور یوس لیونا اور تھیورہ کو لے کر اپنے خیمے میں داخل ہوا..... ابورافع ان کے پیچھے پیچھے تھا، ان کی آمد پر قاضی اسد بن فرات اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، ان کا استقبال ابوفہر اور یوس سے آگے بڑھ کر مصافحہ کیا، اس لئے کہ خیمے سے باہر ہونے والی گفتگو وہ سن چکا تھا جب سب نشستوں پر بیٹھ گئے تب ایک بار پھر ابوفہر بول اٹھا اور اس بار اس نے تھیورہ کی ماں لیونا کو مخاطب کیا تھا۔

مادر محترم اگر آپ صرف مجھ سے ملنے کے لئے آئی ہیں تو یہ میری خوش قسمتی ہے، اگر ان علاقوں میں آپ کو آپ کی بیٹی آپ کے بھائی کو کوئی تکلیف ہو تو بتائیں، اگر میرے بس ملے ہو تو اس تکلیف کو میں رفع کرنے کی کوشش کروں گا، اس لئے کہ آپ کو ماں اور تھیورہ کو باپ بہن کہہ چکا ہوں۔

لیونا کے بجائے اس کی بیٹی تھیورہ بول پڑی۔

ابوفہر میرے بھائی ہمیں یہاں کوئی تکلیف نہیں، میں نے آپ سے ذکر کیا تھا کہ کراہ شہر کے باہر میرے ماموں کی سرائے ہے یہی ماموں سرائے کے مالک ہیں، ان کی سرائے میں ہم نے قیام کر رکھا ہے..... پھر مجھے خبر ہوئی کہ آپ نے اپنے لشکر کے ساتھ سرقوسہ شہر کے نواح میں پڑاؤ کر لیا ہے تو میرے ماموں بڑے فکرمند ہوئے، اس لئے کہ یہاں کے سارے

لوگ ہی پریشان اور اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتے ہیں، اس بنا پر کہ آپ کے لشکر نے اس سے پہلے مقلیہ کے ڈیڑھ لاکھ لشکر کو بدترین شکست دی ہے..... لوگ خوفزدہ ہیں کہ سرقوسہ کے باہر بھی مقامی لشکر کو شکست کا سامنا کرنا پڑے گا اور مسلمان مقامی آبادی کا قتل عام کریں گے۔

میرے ماموں فکرمند تھے کہ انہیں بھی مسلمانوں کے ہاتھوں نقصان اٹھانا پڑے گا، ان سے میں نے آپ کا ذکر کیا، لہذا انہوں نے آپ سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔

تھیورہ کو یہاں تک کہتے کہتے رک جانا پڑا، اس لئے کہ اور یوس بول پڑا۔  
ابوفہر میری بہن آپ کو اپنا بیٹا میری بھانجی آپ کو اپنا بھائی خیال کرتی ہے، اس لحاظ سے میں بھی آپ کو اپنا بیٹا ہی خیال کروں گا، ایک بیٹے کی حیثیت سے آپ مجھے ماموں کہہ کر خطاب کر سکتے ہیں..... میں ان گنت خدشات لے کر آپ کے پاس آیا ہوں، مجھے یقین ہے کہ مقامی لشکر آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا..... مسلمانوں کا وہ جرنیل جس نے صرف دس ہزار مجاہدوں کے ساتھ مقامی لشکر کے ڈیڑھ لاکھ سپوتوں کو بدترین شکست دی یقیناً سرقوسہ شہر اس کے سامنے زیادہ دیر تک دفاع نہیں کر سکے گا۔

پھر میرے ذہن میں یہ بھی خدشات تھے، چونکہ سرقوسہ والوں نے بطارقہ کی سرکردگی میں آپ کے ساتھ معاہدہ کیا تھا..... آپ لوگ وعدے پر قائم تھے..... سرقوسہ پر آپ نے حملہ نہیں کیا، اب جبکہ خود بطارقہ اور اس کے مشیروں نے اس معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے تو میں ڈرتا تھا کہ مسلمان سرقوسہ والوں سے انتقامی کارروائی کریں گے اور معاہدے کی تشیخ کا بڑا ہولناک انتقام لیں گے۔

اور یوس جب خاموش ہوا تو مسکراتے ہوئے ابوفہر بول پڑا۔  
اور یوس میرے محترم آپ کو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے، ہم نے بطارقہ کے ساتھ امن کا معاہدہ کیا تھا اور امن کی جو شرائط ہوئی تھیں ہم ان شرائط پر بالکل کاربند تھے، اب یہ معاہدہ خود بطارقہ اور اس کے ساتھی منسوخ کر چکے ہیں، اس لئے ہمیں مجبوراً سرقوسہ پر حملہ آور ہونا پڑا ہے..... بہر حال میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس جنگ میں ہمارے لشکر کے ہاتھوں آپ کو کوئی نقصان اٹھانا نہیں پڑے گا، آپ تو ایک طرف رہے آپ کی سرائے کی عمارت اور اس میں کام کرنے والے سارے آپ کے ملازموں کے تحفظ کا اہتمام کیا جائے گا۔

اور لیوس کو مخاطب کیا۔

آپ لوگ بیٹھیں شام کا کھانا ہمارے ساتھ کھا کر جائیں۔

نہیں بھائی مہربانی ہم جس مقصد کے لئے آئے تھے وہ پورا ہو چکا، آپ نے ہمیں تحفظ اور حفاظت کی یقین دہانی کرادی، ہمارے لئے یہی سب سے بڑی نعمت ہے، ہم اب واپس جائیں گے، ایک بہن کی حیثیت سے بڑی بے چینی سے سرائے میں اپنے بھائی کا انتظار کروں گی۔ تھیورہ نے بڑے غور سے ابوفہر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

اس کے ساتھ ہی اور لیوس لیونا اور تھیورہ باہر نکلے، ابوفہر ابورافع دونوں ان کے ساتھ خیمے سے باہر تک آئے، پھر اور لیوس تھیورہ اور لیونا وہاں سے چلے گئے تھے۔



یہی نہیں بلکہ اگر ہم سر قوسہ شہر اور اس سے ملحقہ کراس نام کے قلعے کو فتح کرتے ہیں تو مقامی آبادی کو بالکل کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ باغات ویسے کے ویسے رہیں گے، فصلوں کو بھی ذرا بھر نقصان نہیں پہنچایا جائے گا..... آپ بالکل مطمئن رہیں، اگر آپ ان خدشات کے تحت ہماری طرف آئے ہیں کہ حملہ آور ہوتے ہوئے مسلمان آپ لوگوں کے مال و جان کو نقصان پہنچائیں گے تو یہ خدشات بالکل آپ اپنے دل سے نکال دیں، آپ کے مال و جان کے علاوہ ساری آبادی کے تحفظ کا اہتمام کیا جائے گا..... کسی کو بھی جانی و مالی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔

ابوفہر کی اس گفتگو سے اور لیوس خوش اور مطمئن ہو گیا تھا، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے

لگا۔

ابوفہر میرے بیٹے کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ کبھی ہماری سرائے میں آئیں، ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمائیں..... میں جانوں گا آپ کا وہاں آنا ہمارے لئے باعث سعادت اور خوش نصیبی ہوگا۔

اور لیوس جب خاموش ہوا تو تھیورہ مچھلنے کے انداز میں بول پڑی۔

بھائی میری آپ سے التماس اور گزارش ہے کہ ماموں کی اس دعوت کو ٹھکرائیے گا نہیں، آپ وعدہ کریں کہ آپ ہمارے سرائے میں ضرور آئیں گے، میں بڑی بے چینی سے آپ کا وہاں انتظار کروں گی..... میری دلی خواہش ہے کہ ہم وہاں آپ کی ایک شاندار دعوت کا اہتمام کریں۔

تھیورہ کے خاموش ہونے پر بڑی عاجزی اور انکساری کا اظہار کرتے ہوئے لیونا بول

پڑی۔

ابوفہر آنا ضرور انکار مت کرنا۔

جب تک وہ تینوں بولتے رہے ابوفہر مسکراتا رہا، ان کے خاموش ہونے پر ایک

استفہامی سی نگاہ اس نے باری باری قاضی اسد بن فرات اور ابورافع پر ڈالی، پھر کہنے لگا۔

میں یہ وعدہ تو نہیں کرتا کہ میں کب آؤں گا، بہر حال میں آپ کی سرائے میں آؤں گا

ضرور۔

اس کے ساتھ اور لیوس کھڑا ہو گیا..... تھیورہ اور لیونا بھی کھڑی ہو گئیں، ابوفہر نے

میرے ساتھ آؤ۔

اسے لے کر وہ سرائے کے بڑے کمرے میں داخل ہوا، اندر مشعلوں کی روشنی نے سرائے کے اس بڑے کمرے کو چکا چوند میں ڈبو رکھا تھا، اندر کچھ لوگ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے..... کچھ منچلے ایک طرف بیٹھے ہوئے شراب نوشی کرتے ہوئے ہلکے کر رہے تھے، اس کمرے کے وسط میں کھڑے ایک اُدھیڑ عمر شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آنے والے اجنبی کو اس نے مخاطب کیا۔

وہ جو سامنے شخص کھڑا ہے وہ شخص اور لیوس ہے اور سرائے کا مالک ہے۔

اجنبی نے اس کا شکریہ ادا کیا، جس پر وہ اس کمرے سے نکل گیا..... اجنبی آہستہ آہستہ آگے بڑھتے ہوئے جس شخص کی طرف اشارہ کیا گیا تھا اس کے قریب گیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اگر میں غلطی پر نہیں تو تم اور لیوس ہو۔

اس شخص نے چونکنے کے انداز میں آنے والے کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔ یقیناً میں ہی اور لیوس ہوں، صحرائے کا مالک ہوں، کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔  
آنے والے اجنبی نے لمحہ بھر کے لئے اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیری، پھر ہلکی سی آواز میں کہنے لگا۔

محترم اور لیوس اگر تم برانہ مانو تو تھوڑی دیر کے لئے علیحدگی میں میری بات سنو۔

اور لیوس جن لوگوں کے ساتھ جو گفتگو تھا ان سے اس نے معذرت کی، پھر اس اجنبی کے ساتھ ہولیا، کچھ دُور جا کے اجنبی رُک گیا، پھر اور لیوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میں آپ سے ایک انتہائی اہم راز کی گفتگو کرنا چاہتا ہوں، پہلے آپ وعدہ کریں کہ آپ اس راز کو راز ہی رکھیں گے، اس لئے کہ اس میں کچھ لوگوں کی زندگی کا سوال ہے اور لیوس پریشان ہو گیا، کچھ دیر سوالیہ سے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔

آنے والا اجنبی اپنا منہ اس کے کان کے قریب لے گیا، پھر کہنے لگا۔

کیا آپ بلا رس اور کیتھرینا کو جانتے ہیں؟

بلا رس اور کیتھرینا کا نام سن کر اور لیوس چونکا تھا، آنے والے نے چونکہ بڑی رازداری

روشنی کا سفیر سورج کو ہزاروں کی عظمت پر نور وادیوں، نیلے سمندر کے جاہ و جلال دشت و مگشن کے جادو و جمال ہواؤں، فضاؤں اور خلاؤں سے اپنے اُجالے شرارے اور شعاعیں سینٹا ہوا کسی تھکے ہارے جو یائے راز کی طرح بادلوں کے کھلے بادبانوں کے اس پار غروب ہو چکا تھا..... اندھیرے فضاؤں کے اندر ہونکتے آسیب کی طرح چاروں طرف پھیل گئے تھے، پھر گرم سم اُداس چاند نمودار ہوا اور گہری ہوتی رات کے اندر گویا خاک و افلاک کو زیر نگین رکھتے چاروں سمت چاندنی کے آبشار بہہ اُٹھے ہوں۔

کر اس نام کے قلعے اور سر قوسہ شہر کے نواح میں اور لیوس کی سرائے میں ایک شخص داخل ہوا، اپنی حرکات و سکنات اپنی چال اپنے انداز سے وہ اجنبی لگتا تھا..... سرائے میں داخل ہونے کے بعد اس نے دائیں بائیں دیکھا..... سرائے کا کھلا صحن تھا، دائیں طرف اصطبل تھا، کچھ دیر تک کھڑا ہو کر سوچتا رہا کہ اسے کیا کرنا چاہئے..... پھر ہچکچاتے ہوئے آگے بڑھا، آگے بڑھتے ہوئے پہا شخص جو اسے ملا اسے مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

میرے عزیز میں مسافر ہوں، اس سرائے کا مالک میرا جاننے والا ہے، نام اسکا اور لیوس ہے، میں شکل سے اسے نہیں پہچانتا، نہ ہی وہ مجھے میرے چہرے سے جانتا ہے..... بس میرا ایک عزیز اس کا جاننے والا ہے، اس نے مجھے اس کی طرف بھیجا ہے، اس کے لئے میرے پاس ایک اہم پیغام ہے۔

اس شخص نے آنے والے اس اجنبی کو لمحہ بھر کے لئے پاؤں سے سر تک دیکھا، اس کا جائزہ لیا، پھر کہنے لگا۔

کے ساتھ گفتگو کی تھی، لہذا اس نے بھی دھیمے لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

میں ان دونوں کو خوب جانتا ہوں..... یوں جانو بلارس میری بہن کیتھرینا میری بیٹی ہیں، کہو ان کا کیا حال ہے، وہ کیسی ہیں، اس لئے کہ شہنشاہ مائیکل تو مر چکا ہے اور اس کی جگہ میکائیل قسطنطنیہ کا شہنشاہ بن چکا ہے۔

اور لیوس مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ آنے والے اجنبی نے پھر اسے رازداری میں مخاطب کیا۔ اور لیوس تم نے میرے سارے ہی دوسرے، سارے اندیشے دور کر دیئے ہیں، دیکھو شہنشاہ مائیکل کے بعد میکائیل شہنشاہ بنا تو اس نے جو سب سے پہلے کام کیا وہ یہ کہ شہزادی کیتھرینا کو شادی کا پیغام بھجوایا، اجنبی کچھ دیر کا، کچھ سوچا اس کے بعد دوبارہ کہتا چلا گیا۔

محترم اور لیوس کیتھرینا میکائیل کو ناپسند کرتی ہے، بے شک وہ رومنوں کا شہنشاہ ہی سہی لیکن وہ کیتھرینا سے دوگنی سے بھی زیادہ عمر کا ہے اور پھر کیتھرینا ایک ایسی خوبصورت لڑکی ہے کہ بہت سے یورپی ممالک کے حکمرانوں جو نو جوان ہیں، خوبصورت ہیں، اسے اپنی ملکہ بنانے کے لئے تیار ہیں۔

لہذا میکائیل کے ساتھ کیتھرینا نے شادی سے انکار کر دیا..... اس کی ماں بلارس نے بھی کیتھرینا کا ساتھ دیا، کچھ دن تک میکائیل انہیں منانے کی کوشش کرتا رہا، پھر جب اس نے جبر کرنا چاہا تو بلارس کیتھرینا اور اپنے بیٹے انتونیو کو لے کر کچھ پادریوں کی مدد سے قسطنطنیہ سے نکل کھڑی ہوئی، ان کے ساتھ چار محافظ ہیں، ان چار محافظوں میں سے ایک میں بھی ہوں۔

محترم اور لیوس کیتھرینا اور اس کی ماں بلارس اور بھائی انتونیو کو لے کر ہم یہاں پہنچ چکے ہیں..... وہ تینوں میرے تین ساتھیوں کے ساتھ اس وقت آپ کی سرائے کے باہر کھڑے ہیں، میں احتیاطاً اندر آیا ہوں کہ پہلے دیکھوں، واقعی آپ سرائے کے مالک ہیں اور یہ کہ آپ ان تینوں کو جانتے ہیں۔

اس اجنبی کے اس انکشاف پر اور لیوس پریشان ہو گیا، پھر دھیمی سی آواز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم نے یہ خبر سنا کر مجھے اور زیادہ پریشان کر دیا ہے..... تم نے بڑا ظلم کیا ہے، ان تینوں کو تم نے باہر کیوں کھڑا کر دیا..... میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ بلارس میری بہن کی جگہ ہے..... کیتھرینا میری بیٹی اور انتونیو میرا بیٹا ہے، چلو میرے ساتھ میں انہیں اندر لے کر آتا ہوں، اس

پر آنے والا اجنبی پھر بول پڑا۔

محترم اور لیوس ان تینوں کو یہاں لاتے ہوئے بڑی احتیاط برتی گئی ہے، اس لئے کہ میکائیل اور اس کے کارکن بڑی سرگرمی سے کیتھرینا کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں، انہیں ابھی تک یہی اندیشہ ہے کہ کیتھرینا کی ماں اور بھائی قسطنطنیہ میں کہیں روپوش ہو چکے ہیں، انہیں یہ خبر نہیں ہوئی کہ کیتھرینا اپنے ماں اور بھائی کے ساتھ قسطنطنیہ سے نکل چکی ہے..... آپ انہیں اندر لے کر آئیں اور اپنے سکونتی مکان کی طرف لے جائیں، میں اور میرے ساتھی یہاں رکیں گے نہیں اس لئے کہ ہمارا یہاں رکننا سارے کام کو مشکوک کر دے گا۔

اور لیوس نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا، پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

فکر مند مت ہو تم میرے ساتھ آؤ، خداوند نے چاہا تو بلارس کیتھرینا اور انتونیو میرے ہاں بالکل محفوظ رہیں گے، پھر اس اجنبی کو لے کر اور لیوس باہر نکلا۔

سرائے سے ذرا ہٹ کر ایک ویران جگہ تین مسلح جوانوں کے پیچھے تین مزید گھوڑ سوار کھڑے ہوئے تھے اور لیوس جب ان کے پاس گیا تو سب سے پہلے بلارس جو اپنا چہرہ ڈھانپے ہوئے تھی، نیچے اُتری اور لیوس نے بڑا شفقت بھرا ہاتھ اس کے سر پر رکھا، پھر کیتھرینا اور انتونیو اس کے قریب گئے، انہیں بھی جی بھر کے اور لیوس نے پیار کیا، پھر انہیں لے کر اپنے سرائے کی طرف لے گیا۔

سرائے کے احاطے میں بائیں جانب اور لیوس کی سکونت تھی، وہ اپنے سکونتی حصے کی طرف سب کو لے کر بڑھا، پھر چاروں محافظوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم تھوڑی دیر کو میں ابھی آتا ہوں..... اس کے ساتھ ہی وہ بلارس کیتھرینا اور انتونیو کو لے کر اپنے مکان میں داخل ہوا، تھوڑا آگے جا کر وہ زور زور سے پکارنے لگا۔

تھیوہ میری بیٹی لیونا میری بہن تم دونوں کہاں ہو، دیکھو کون آیا ہے۔

اس کی اس پکار سے ایک طرف سے لیونا اور تھیوہ دونوں ماں بیٹی تقریباً بھاگتی ہوئی نکلیں، ان دونوں نے جب مکان کی جلتی مشعلوں میں اور لیوس کے ساتھ بلارس کیتھرینا اور انتونیو کو دیکھا تو دنگ رہ گئیں..... تھیوہ بھاگ کر سب سے پہلے کیتھرینا سے ملی، لیونا بلارس سے بغلیں ہوئی، سب آپس میں خوش کن انداز میں ملے تھے، سب کو لے کر اور لیوس اپنے دیوان خانے میں داخل ہوا، ان سب کونشستوں پر بٹھایا، پھر اپنی بہن لیونا کو مخاطب کر کے کہنے



لیونا میری بہن تم ان کے کھانے کا بہترین اہتمام کرو، میں ان کے ساتھ جو چار محافظ آئے ہیں ان کی رہائش کا اہتمام کرتا ہوں۔

اور لیوس مڑنے ہی لگا تھا کہ کیتھرینا کی ماں بلارس بول پڑی اور لیوس میرے بھائی اور چار محافظ رکس گئے نہیں، وہ ابھی دور اسی وقت جانا پسند کریں گے، اس لئے کہ ان کا واپس جانا انتہائی اہم اور ضروری ہے۔

اور لیوس باہر نکلتے ہوئے کہنے لگا، اچھا میں دیکھتا ہوں وہ کیا کہتے ہیں، اس کے ساتھ ہی اور لیوس چلا گیا تھا۔

اور لیوس جب اپنے سکونتی مکان سے باہر نکلا تو چاروں محافظ اپنے گھوڑوں سے اتر کر کھڑے ہوئے تھے، انہیں مخاطب کرتے ہوئے اور لیوس نے کہنا شروع کیا۔

میرے عزیزو سب سے پہلے تو میں تم چاروں کا شکر گزار ہوں کہ تم نے میری بہن، میری بیٹی اور بیٹے کو بحفاظت یہاں پہنچایا، ان پر قسطنطنیہ اور راستے میں کیا بیتی، میں ان سے خود ہی سن لوں گا، پہلے میں تم چاروں کے قیام کا اہتمام کرتا ہوں..... اگر تم چاروں میری سرانے میں قیام کرو تو یہ میری خوش بختی ہوگی۔

ان چاروں نے پہلے ایک دوسرے کی طرف دیکھا..... پھر ایک ان سب کی نمائندگی کرتے ہوئے اور لیوس سے کہہ رہا تھا۔

ہمارا یہاں سے فوراً چلے جانا ہم سب کے حق میں بہتر ہوگا..... اس لئے کہ صقلیہ میں ہمارے جاننے والے کافی ہیں ہمیں یہاں دیکھ کر ہماری طرف سے وہ مشکوک ہو جائیں، اس طرح جس نیک کام کی ہم نے تکمیل کی ہے، وہ خطرے میں پڑ جائے گا۔

وہ لمحہ بھر کے لئے رکا، پھر دوبارہ کہہ رہا تھا۔ جن دقتوں سے ہم ان تینوں کو لے کر آئے ہیں وہ ہم ہی جانتے ہیں..... چھوٹی سی ایک کشتی تھی جس کے ذریعے ہم قسطنطنیہ سے بلرم پہنچے وہاں سے ہم نے گھوڑے خریدے اور ادھر کا رخ کیا..... ہم چاروں اب واپس جائیں گے قیام نہیں کریں گے۔

اور لیوس نے کچھ دیر انہیں دیکھا، پھر کہنے لگا۔

تھوڑی دیر زکس میں آتا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی اور لیوس سرانے کی طرف گیا، تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا، اس کے ایک ہاتھ میں بڑی سی گٹھڑی تھی، ان چاروں کے پاس آ کر کہنے لگا۔

میں سمجھتا ہوں تم کسی احتیاط کے تحت یہاں قیام کرنا پسند نہیں کر رہے..... یہ گٹھڑی پکڑو اس میں تمہارے لئے زاد راہ ہے، میں نے اس میں کھانے کی اتنی اشیاء ڈال دی ہیں جو دو روز تک تمہارے کام آ سکتی ہیں، ساتھ ہی اس نے کپڑے کی ایک تھیلی کھولی اور اس میں سے نقدی نکالی اور ان میں سے ایک کی طرف بڑھاتے ہوئے کہنے لگا..... یہ نقدی بھی رکھو، یہ تمہارے کام آئے گی، یوں جانو تمہارے لئے تمہاری خدمت کا اعتراف ہے۔

انہوں نے کھانے کی گٹھڑی تو لے لی، پھر ان میں سے ایک کہنے لگا۔ ہم نقدی نہیں لیں گے، نقدی ہمارے پاس کافی ہے، آپ بالکل بے فکر رہیں، اب آپ ہمیں اجازت دیں ہم جائیں گے، اس کے ساتھ ہی انہوں نے اور لیوس سے مصافحہ کیا اور وہاں سے چلے گئے تھے..... اور لیوس نے باقی تینوں گھوڑوں کو اپنے ذاتی اصطل میں باندھا، پھر وہ واپس دیوان خانے میں آیا..... دیوان خانے میں سب بیٹھے اس کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔

ایک نشست پر اور لیوس بیٹھ گیا..... پھر اس نے بلارس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔ بلارس میری بہن مجھے ایک محافظ نے مختصر سے حالات تو سنائے ہیں کہ مائیکل کی وفات کے بعد مائیکل نے تم لوگوں کے ساتھ بدسلوکی کی، زبردستی کیتھرینا سے شادی کرنا چاہی، بہر حال خداوند کا شکر ہے تم لوگ کسی نہ کسی طرح قسطنطنیہ سے یہاں پہنچ گئے ہو، اب فکر کرنے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔

اور لیوس کو کہتے کہتے ٹک جانا پڑا، اس لئے کہ بلارس بول پڑی، وہ کہہ رہی تھی۔ اور لیوس میرے بھائی فکر مندی کی بات تو ہے، ہمارے قسطنطنیہ سے روانہ ہونے سے بہت پہلے قسطنطنیہ سے رومنوں کا ایک لشکر مسلمانوں سے صقلیہ میں ٹکرانے کے لئے روانہ ہوا تھا۔

جب ہم صقلیہ کی بندرگاہ بلرم پہنچے تو بندرگاہ کے ایک طرف وہ لشکر پڑاؤ کئے ہوئے تھا، ہمارا محافظ جب ہمیں کشتی میں بٹھا کر گھوڑے لینے گیا تو اس نے واپس آ کر بتایا کہ قسطنطنیہ سے آنے والا لشکر ابھی تک بلرم میں قیام کئے ہوئے ہے، اس کے سالار یہ مشورہ کر رہے ہیں کہ

مسلمانوں پر کس انداز میں حملہ آور ہونا چاہئے..... ان میں سے کچھ سالاروں کا خیال ہے مسلمانوں نے جو علاقے فتح کئے ہیں وہیں سے انہیں ابتداء کرنی چاہئے..... وہ علاقے جن مسلمانوں نے قبضہ کیا ہوا ہے واپس لیتے ہوئے انہیں اس سمت جانا چاہئے جہاں اس وقت مسلمانوں کے لشکر نے پڑاؤ کر رکھا ہے..... میرے خیال میں بہت جلد کوئی فیصلہ کرتے ہو وہ پیش قدمی کریں گے، لیکن یہاں آکر ہماری تشویش میں اضافہ ہوا، اس لئے کہ یہاں آکر کے بعد پتا چلا کہ مسلمانوں کا لشکر تو سرقسہ کا محاصرہ کئے ہوئے ہے، ہم ایک چکر کاٹ کر آکر ورنہ سرقسہ کا محاصرہ کرتے ہوئے تو مسلمانوں کا لشکر اس سے بھی آگے آیا ہوا ہے، اب ہمارے لئے ایک نئی تشویش کا باعث ہے، کل کو اگر مسلمان کر اس اور سرقسہ پر بھی قابض ہو گئے تو پھر شہر کی آبادی کو وہ تہہ و تیغ کر کے رکھ دیں گے، راستے میں جب ہمیں پتا چلا مسلمان کر اس سے آگے سرقسہ کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں تو میری بیٹی کیتھرینا بڑی فکر مند ہوئی وہ کہہ رہی تھی کہ ایک مصیبت سے نکل کر ہم دوسری مصیبت میں پھنس گئے ہیں..... تھیوڈور تیز نگاہوں سے کیتھرینا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

کیتھرینا میری بہن تمہیں کیا پڑی ہوئی تھی کہ یہ اعلان کرتی پھر دو کہ جو ابوفہر کا سر کاٹا تم اس سے شادی کر لو گی..... ابوفہر بہت اچھا انسان ہے، انسانیت کی قدر کرنے والا ہے۔ عورتوں کو دیکھتے ہوئے نہ صرف وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہونے والا ہے بلکہ گردن جھکا کر گٹھ کرنے والا ہے۔

تھیوڈور کے ان الفاظ پر کیتھرینا بول پڑی۔

کیا تمہیں خبر نہیں کہ مسلمانوں کے اس سالار نے رومنوں کے ایک بہت بڑے لشکر خاتمہ کر دیا تھا، میں نے صرف رومنوں کو فتح مند کرنے کے لئے یہ اعلان کیا تھا کہ جو ابوفہر گردن کاٹے گا میں اس کے ساتھ شادی کروں گی، اس طرح میں رومن لشکر کے اندر ایک جذبہ اور ولولہ پیدا کرنا چاہتی تھی..... پر افسوس میرا باپ فوت ہو گیا اور میکائیل نے مجھے شادی کا پیغام دے کر مجھے نہ صرف یہ کہ مصیبتوں میں ڈال دیا بلکہ وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ کیتھرینا جب خاموش ہوئی تو تھیوڈور نے پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا۔

کیا اب بھی تم اپنے اس اعلان پر قائم ہو۔

کیتھرینا بڑی عاجزی اور انکساری میں کہنے لگی۔

اب میں اس اعلان پر کیسے قائم رہ سکتی ہوں، اگر کسی کو خبر بھی ہوگی کہ میں نے یہاں پناہ لے رکھی ہے تو مجھے پکڑ کر یہاں کے لوگ قسطنطنیہ بھیج دیں گے تاکہ میکائیل مجھ سے شادی کرے، اس طرح لوگ میکائیل سے انعام حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اور اگر میں اعلان بھی کرتی ہوں اور یہاں کے مسلمانوں کو یہ خبر ہو جاتی ہے کہ میں ہی کیتھرینا ہوں تو وہ ہر صورت میں مجھے گرفتار کر کے اپنے سالار ابوفہر کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کریں گے..... اگر ایسا ہوا تو کیا وہ مجھے میری گردن کاٹنے بغیر چھوڑ دے گا۔

جب تک کیتھرینا بولتی رہی تھیوڈور مسکراتی رہی، اس کے خاموش ہونے پر اس نے کہنا شروع کیا۔

کیتھرینا تمہیں تمہاری ماں اور بھائی کو مسلمانوں کے سپہ سالار اعلیٰ ابوفہر سے خوفزدہ اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے..... بس تم یوں جانو ابوفہر تمہارے لئے کسی خطرے، کسی نقصان کا باعث نہیں بنے گا..... وہ مجھے اپنی بہن، میری ماں کو اپنی ماں کہہ چکا ہے اور ہمارا بے حد احترام کرتا ہے..... اس کے ساتھ ہی اپنی اور اپنی ماں کے گرفتار ہونے اور ابوفہر کے حسن سلوک کی پوری تفصیل تھیوڈور نے کیتھرینا بلارس اور انتونیو سے کہہ دی تھی۔

تھیوڈور کے اس انکشاف پر کیتھرینا ہی نہیں اس کی ماں بلارس اور انتونیو بھی کچھ دیر کے لئے پریشان رہے، پھر کیتھرینا نے اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

تھیوڈور جو کچھ تم نے کہا ہے یہ ایک انہونا سا انکشاف لگتا ہے، یہ کیونکر ممکن ہے کہ مسلمان سپہ سالار صقلیہ کی عورتوں کو گرفتار کر لے اور پھر انہیں باعزت اپنے گھروں کی طرف جانے کی اجازت دے دے۔

کیتھرینا کے اس اعتراض پر تھیوڈور مسکرائی اور کہنے لگی۔

کیتھرینا میری بہن جس طرح یہ ممکن ہے کہ مسلمانوں کے سپہ سالار ابوفہر نے صرف دس ہزار کے اپنے لشکر کے ساتھ صقلیہ کے ڈیڑھ لاکھ کے لشکر کو بدترین شکست دی اس طرح یہ بھی ممکن ہے اس نے ہم سب کو معاف کر کے اپنے اپنے گھروں کی طرف جانے کی اجازت دے دی تھی۔

تھیوڈور کی اس کے بعد وہ کہتی چلی گئی۔

کیتھرینا بات یہیں ختم نہیں ہوتی جو یہاں کی صورت حال ہے وہ میں تم پر کچھ اس طرح

واضح کروں کہ اس وقت تم کراس نام کے قلعے کے نواح میں بیٹھی ہوئی ہو اور مسلمانوں کا لشکر ہمارے سرائے سے بھی آگے سر قوسہ شہر کی طرف جا چکا ہے، جس کے معنی یہ ہوئے کہ مسلمانوں کا لشکر ہمارے پاس سے گزر کر آگے بڑھ چکا ہے، میں تمہیں یہ بھی بتاتی چلوں کہ مسلمانوں کے لشکر نے یہاں سے گزرتے ہوئے ہمیں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا، ہم ہی نہیں یہاں کی پوری آبادی سے انہوں نے کوئی سروکار نہیں رکھا، سب لوگوں کو اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہنے دیا نہ کسی کی جان لی نہ کسی سے برا سلوک کیا، میں تمہیں یہاں تک بھی کہوں کہ چند دن پہلے میں اور میری ماں دونوں ابو فہر سے ملنے اس کے خیمے میں گئیں اور وہ ہمارے ساتھ ایسے ہی پیش آیا جیسے ایک بیٹا اپنی ماں کے ساتھ ایک سعادت مند بھائی اپنی بہن کے ساتھ اچھا سلوک اور برتاؤ کرتا ہے۔

کیسے تھیرنا کچھ دیر خاموش رہی، اس کے بعد اس نے کہنا شروع کیا۔

میرے لئے یہ بھی حیرت بھرا انکشاف ہے کہ اس نے تمہیں اپنی بہن، تمہاری ماں کو اپنی ماں کہہ رکھا ہے اور تمہارے ساتھ حسن سلوک کا بھی مظاہرہ کر چکا ہے..... یہ ایک عجیب اور انوکھی سی بات لگتی ہے، بہر حال کچھ بھی ہو میں سمجھتی ہوں تمہارے اس بھائی کی زندگی کے آخری دن اس کے سر پر منڈلانے لگے ہیں۔

کیسے تھیرنا کے ان الفاظ پر تھیورہ نے تقریباً چوتھے ہوئے پوچھ لیا۔  
وہ کیسے؟

وہ اس طرح کہ رومنوں کا جو بہت بڑا لشکر قسطنطنیہ سے روانہ ہوا تھا، وہ بلرم کے نواح میں پڑاؤ کئے ہوئے تھا، اسے بہت پہلے یہاں پہنچ جانا چاہئے تھا اور مسلمانوں کو نیست و نابود کر دینا چاہئے تھا، لیکن انہوں نے بلرم میں کچھ زیادہ قیام کر کے وقت ضائع کیا ہے، بہر حال اب جو خبریں ملی ہیں ان کے مطابق پہلے ان کا ارادہ یہ تھا کہ جو علاقے مسلمانوں نے فتح کئے ہیں ان پر حملہ آور ہوتے ہوئے وہ سب پر قبضہ کرتے ہوئے آگے بڑھیں اور مسلمانوں سے فیصلہ کن جنگ کریں..... میرا خیال ہے اب وہ ایسا نہیں کریں گے چونکہ ہمارا جو محافظ ہمیں کشی میں بٹھا کر ہمارے لئے گھوڑے لینے گیا تھا انہوں نے انکشاف کیا تھا کہ لشکر بہت جلد سر قوسہ کی طرف روانہ ہوگا۔

تھیورہ وہ اتنا بڑا لشکر ہے کہ جب وہ سر قوسہ کی طرف آئے گا تو مسلمانوں کو اپنا آپ

بچانے اور پناہ لینے کے لئے کوئی ٹھکانہ نہیں ملے گا۔

میں نے اس لئے یہ الفاظ کہے ہیں کہ ابو فہر کے آخری دن منڈلانے لگے ہیں، اس لئے کہ ایک بہت بڑا لشکر تو پہلے ہی سر قوسہ میں محصور ہے، جب قسطنطنیہ سے آنے والا رومنوں کا لشکر بھی یہاں پہنچ جائے گا تو پھر مسلمان دو طرفہ حملے میں گھر جائیں گے، ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے..... سر قوسہ میں جو اس وقت لشکر محصور ہے وہ بھی مسلمانوں کے لشکر سے کئی گنا بڑا ہے اور رومنوں کا جو لشکر قسطنطنیہ سے یہاں پہنچا ہے وہ بھی مسلمانوں کے لشکر سے کئی گنا بڑا ہے، پھر کئی گنا بڑے لشکروں کے ساتھ مسلمان کیسے مقابلہ کریں گے۔  
بے ساختہ طور پر تھیورہ کے منہ سے نکل گیا۔

ایسے ہی جیسے اس سے پہلے مسلمانوں نے دس ہزار کے ساتھ ڈیڑھ لاکھ کے حقلیہ کے لشکر سے مقابلہ کیا تھا۔

کیسے تھیرنا اور تھیورہ کی گفتگو شاید آگے بڑھتی کہ اور لیوس نے دخل اندازی کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میری بیوی اب اس بحث کو چھوڑ دے تھیورہ میری بیٹی تم اپنی ماں کے ساتھ اٹھو اور کھانے کا اہتمام کرو..... بلا رس کیسے تھیرنا اور انتونیو کو بھوک لگ رہی ہوگی، کھانے کے بعد انہیں آرام کرنا چاہئے۔

اس پر تھیورہ اور لیونا اٹھ کھڑی ہوئیں، اس موقع پر کیسے تھیرنا فوراً اٹھی، لیونا کا ہاتھ پکڑ کر اسے اس کی نشست پر بٹھا دیا اور کہنے لگی۔

آپ کو اٹھنے کی ضرورت نہیں ہے..... میں اور تھیورہ خود کھانا تیار کرتی ہیں، اس کے بعد سب یہیں بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں..... لیونا اپنی جگہ پر بیٹھ گئی، جبکہ کیسے تھیرنا اور تھیورہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر مطبخ کی طرف چلی گئی تھیں۔



طرح انتہائی خونخوار، تیغ زن ہیں..... ان میں یہ سامنے کلیمنٹ ہے، اس کے ساتھ ٹرانسلو اور اس کے آگے گنو کسی ہے، ابھی تو میں نے اکیلے تمہارا گریبان پکڑا ہے اگر تم نے شراب لانے سے انکار کر دیا تو یاد رکھنا تمہاری یہ تکابوئی کر دیں گے..... میں دیکھ چکا ہوں جو شراب ہم پی رہے ہیں، یہ تم سرائے سے نہیں نکال رہے بلکہ سرائے سے ملحقہ اپنے گھر سے منگوار ہے ہو۔ اور لیوس نے اپنا گریبان چھڑانے کی کوشش نہیں کی، اس لئے کہ اس نے اندازہ لگالیا تھا کہ اس کے گریبان پر زیمینس کی گرفت بڑی سخت تھی، اس بنا پر وہ منت محتاجی کے انداز میں کہنے لگا۔

آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے جو شراب آپ پی رہے ہیں، یقیناً میں نے گھر سے ہی منگوائی ہے، لیکن اس وقت یہ میرے گھر پر بھی نہیں ہے۔ زیمینس نے اور لیوس کا گریبان پکڑنے رکھا، اسے تھوڑا سا پیچھے کیا، پھر ایک جھٹکے کے ساتھ اسے اپنی چھاتی سے ٹکرایا اور کہنے لگا۔ دیکھ میں جھوٹ سننے کا عادی نہیں ہوں..... اگر تم نے ہمیں یہاں شراب پیش نہ کی تو یاد رکھنا ہم تمہارے گھر کی تلاشی لیں گے۔

اور لیوس منہ سے کچھ نہ بولا، بے چارہ ہکھلانے لگا تھا..... اس کی اس صورت حال کو زیمینس نے پسند نہ کیا، اس کا گریبان کھینچتا ہوا اس کے گھر کی طرف ہولیا۔ اس کے تینوں ساتھی اس کے پیچھے پیچھے تھے..... اور لیوس کا گریبان پکڑے زیمینس اپنے تینوں ساتھیوں کے ساتھ اور لیوس کے سکونتی حصے کے قریب ہی پہنچا تھا کہ اندر سے تھیورہ اور لیونا بھاگتی ہوئی نکلی تھیں..... شاید انہوں نے زیمینس کو اور لیوس کا گریبان پکڑے ہوئے دیکھ لیا تھا..... تھیورہ کو دیکھتے ہی زیمینس نے اور لیوس کا گریبان چھوڑ دیا اور تھیورہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

جو شراب ہم نے تم سے طلب کی ہے اس پر لعنت بھیجو، تمہارے گھر میں تو اس سے بھی اعلیٰ اور قیمتی شراب ہے، پھر آہستہ آہستہ وہ تھیورہ کی طرف بڑھا تھا، عین اسی لمحہ سکونتی حصے سے کیترینا اور اس کی ماں بلارس بھی بدحواسی کے عالم میں باہر نکلی تھیں..... زیمینس کا کیترینا کو دیکھنا تھا کہ وہ دنگ رہ گیا اور اور لیوس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یہ لڑکی تمہاری کیا لگتی ہے جو لڑکی پہلے نکلی تھی بعد میں آنے والی لڑکی تو اس سے بھی زیادہ

سورج غروب ہو گیا..... آفاق کی حالت ایسی ہو گئی جیسے اس پر کسی اندھے ہاتھوں نے آگ کے دریا لو کی ندیاں بہادی ہوں..... سورج کی چشم تنویر روپوش ہونے اور لیوس کے سرائے میں خوب رونق اور چہل پہل ہو گئی تھی..... کھانا کھانے والوں اور جام چڑھانے والوں کا جم غفیر تھا جو سرائے میں جمع ہو گیا تھا۔ بھدی اور بڑی سی میز کے ارد گرد چار مسلح جوان بیٹھے کافی دیر سے شراب نوشی کر رہے تھے، اپنے جلنے اپنے جنگی لباس سے وہ رومن لگتے تھے، ان کے سامنے پڑی ہوئی شراب صراحی خالی ہو گئی تو ان میں سے ایک نے اور لیوس کو ہاتھ کے اشارے سے اپنے پاس بلایا..... اور لیوس تیز تیز چلتا ہوا جب ان کی میز کے قریب کھڑا ہوا تو ان میں سے ایک نے ان کا سر کردہ تھا اور لیوس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ صراحی خالی ہے، شراب اور لے کر آؤ۔

اور لیوس نے ڈرے ڈرے اور سہمے سے انداز میں اس کی طرف دیکھا، پھر سکیپانی آواز میں کہنے لگا۔

میرے خیال میں آپ ضرورت سے زیادہ شراب پی چکے ہیں اور جو شراب آپ وقت پی رہے ہیں، وہ اب میرے پاس نہیں ہے۔

وہ رومن جو اور لیوس سے مخاطب ہوا تھا، غصے میں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، اور لیوس کا گریبان پکڑ لیا، پھر ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی طرف کھینچے ہوئے کہنے لگا۔ میرا نام زیمینس ہے، میں انکار سننے کا عادی نہیں ہوں..... میرے یہ ساتھی ہیں

کہنے لگا۔

اگر میں اس لڑکی کا بازو نہ چھوڑوں تب؟

ابوفہر آگے بڑھا، اپنا ہاتھ اٹھانا چاہتا تھا کہ زیمینس کے گھونٹہ مارے، لیکن زیمینس نے کیتھرینا کا بازو چھوڑ دیا اور فضا میں اٹھا ہوا ابوفہر کا ہاتھ اس نے پکڑ لیا۔ ابھی اس نے ابوفہر کا ہاتھ پکڑا ہی تھا کہ ابوفہر نے اپنی دوسری کارروائی کی ابتداء کردی، اس نے اس قوت سے اپنے پاؤں کی ٹھوک اس کے پاؤں پر ماری کہ وہ پلٹیاں کھاتا ہوا ایک قریبی دیوار سے جا ٹکرایا تھا۔

کیتھرینا اس کی ماں بلارس، تھیورہ اور لیوس اور لیونا انتہائی شکرگزاری کے سے انداز میں ابوفہر کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ دیوار کے ساتھ ٹکرانے کے بعد زیمینس زخمی سانپ کی طرح اٹھ کھڑا ہوا، اتنی دیر تک اس کے تینوں ساتھیوں نے اپنی تلواریں سونت لی تھیں، ہاتھ کے اشارے سے زیمینس نے انہیں روک دیا، دوسری جانب ابورافع بھی اپنی تلوار بے نیام کر چکا تھا۔ پھر زیمینس نے ابوفہر کو مخاطب کیا۔

لگتا ہے آج شب کی سیاہی تیرا مقدر بننے والی ہے۔ میں اس حویلی کے سامنے تیرے فکر و احساس کے قرطاس پر، جبر، جفا اور تشدد کے نقوش رقم کروں گا۔ بتاؤ کون ہے، کہاں سے آیا ہے اور ان لوگوں سے تیرا کیا رشتہ، کیا تعلق ہے۔

ابوفہر نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر کہنے لگا۔

تیرے جیسے بھونکنے والے کتے میں نے بہت دیکھ رکھے ہیں۔ اپنے ذہن میں یہ بات لکھ کر رکھنا کہ میں نقارہ نقیب کی صداقت، انقلاب خیر کی علامت، ضمیر انسانی کی بیداری ہوں۔

ابوفہر مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ زیمینس آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا اور کھا جانے والے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میں اس جگہ اڑی باتوں کو تیرا مقصوم دکھ کی گرم عذاب ناک رت کو تیری قسمت نہ بنادوں تو میرا نام زیمینس مت کہنا، جب میں تجھ پر وارد ہوں گا تو یاد رکھنا تیرے ہونٹ چیخ اٹھیں گے، تیرا جسم سلگ اٹھے گا۔

ابوفہر کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا۔

حسین اور پرکشش ہے، ہم تم سے شراب نہیں مانگتے یہ جولوڑکی بعد میں نکلی ہے اسے میرے حوالے کر دو اور جولوڑکی پہلے نکلی تھی یہ میرے ساتھیوں کے حصے میں آئے گی۔

اور لیوس اس کے سامنے آن کھڑا ہوا اور اس کی منت کرتے ہوئے کہنے لگا۔

خداوند کے لئے ان بچیوں کو غلط نگاہ سے مت دیکھو، یہ میری بیٹیاں ہیں۔

زیمینس نے گھٹنے سے ٹھوکر مار کر اور لیوس کو پیچھے ہٹا دیا، پھر وہ لپٹائی ہوئی نظروں سے کیتھرینا کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی طرف بڑھا تھا۔

اس موقع پر اور لیوس چلا چلا کر کہنے لگا، تھیورہ، کیتھرینا میری بیٹیو! بھاگ کر اندر چلا جاؤ۔

لیکن اور لیوس کی اس پکار کے جواب میں کیتھرینا اور تھیورہ بھاگنا ہی چاہتی تھیں کہ زیمینس نے آگے بڑھ کر کیتھرینا کا بازو پکڑ لیا، کیتھرینا بے چاری اپنا بازو چھڑانے کے لئے جدوجہد کرنے لگی تھی، لیکن زیمینس کی گرفت ایسی تھی کہ کیتھرینا بے بس ہو کر رہ گئی تھی۔

اپنی طرف کھینچتے ہوئے کیتھرینا کو زیمینس گلے سے لگنے لگا تھا کہ اسی لمحہ ایک دھاڑنی ہوئی آواز سنائی دی۔

اس لڑکی کو چھوڑ دو بھڑیے!

چھڑیوں نے اس سمت دیکھا جس سمت سے آواز آئی تھی۔ وہ دنگ رہ گیا، اس لئے کہ قریب ہی ابوفہر اور اس کا ساتھی ابورافع دونوں اپنے گھوڑوں سے اترے تھے۔ تھیورہ بھاگتی ہوئی ابوفہر کی طرف گئی، اتنی دیر تک ابوفہر اپنے گھوڑے سے اتر چکا تھا، اس کی طرف دیکھتے ہوئے ابورافع بھی گھوڑے سے نیچے اتر گیا تھا۔ ابوفہر کے قریب جا کے تھیورہ بے چاری منت سماجی کرنے کے انداز میں کہنے لگی۔

بھائی خدا کے لئے ان بھڑیوں سے میری اور میری بہن کی عزت بچاؤ۔

تھیورہ کی اس پکار پر ابوفہر کا رنگ غصے اور غضب ناکی میں آتش ہو گیا تھا۔ ایک استغماہمیہ سی نگاہ اس نے باری باری اور لیوس تھیورہ کی ماں لیونا اور دونوں کے قریب کھڑا بلارس پر ڈالی، پھر آگے بڑھا۔ زیمینس کو مخاطب کرتے ہوئے دھمکے سے لہجے میں کہنے لگا۔

اس لڑکی کا بازو چھوڑ دو۔ زیمینس نے طنزیہ سے انداز میں ابوفہر کی طرف دیکھا۔

کسی دھوکے کسی فریب میں مت رہنا، میں نہ تیرے سامنے خام کار ہوں نہ بچہ، میں تو تائیدہ حقیقت کی ایک آواز، خوابیدہ مشیعت کا ایک راز ہوں، تجھے میں اپنے لئے فلاکتوں کا مبوللا، ہلاکتوں کا بھور نہیں بننے دوں گا..... ایک بات یاد رکھنا ایک قطرے سے دریا ایک گھر سے بستی ایک رنگ سے قوس قزح نہیں بنتی، اس طرح یکطرفہ چاہت کا کوئی انجام نہیں ہوتا، جس لڑکی کا تو نے ہاتھ تھاما ہے، اگر یہ تجھے پسند کرتی ہے، تجھے چاہتی ہے تو اپنی زبان سے اس کا اقرار کر دے، میں پیچھے ہٹ جاؤں گا..... اگر تو چاہے کہ اس لڑکی کو زبردستی بے آبرو کرے تو پھر یاد رکھنا وقت کے لمحوں اور اخلاقی حدود کا تقاضا ہے کہ میں تجھے مار مار کے بلے کا انبار بنادوں۔

زمینس نے ایک جھٹکے کے ساتھ تلوار کھینچ لی..... پھر کہنے لگا، گلتا ہے مجھ سے ٹکرائے بغیر مزارا نہیں، پھر جونہی اس نے ایک قدم ابوفہر کی طرف بڑھایا، ابوفہر نے اپنی تلوار بے نیام کی پشت پر بندھی ہوئی ڈھال سنبھال لی..... زمینس بھی اپنی پشت سے اپنی ڈھال اتار چکا تھا..... پھر آگے بڑھ کر اس نے جب ابوفہر پر حملہ کیا تو بڑی آسانی کے ساتھ ابوفہر نے اس کا حملہ روک دیا تھا، پھر ابوفہر پر ان گنت انتقام کے بگولے سوار ہو گئے تھے..... آندھی اور طوفانوں کی طرح وہ زمینس پر حملہ آور ہونے لگا تھا۔

عین اسی لمحہ سرائے کے اندر کچھ گھوڑ سوار نمودار ہوئے، وہ سب مسلح تھے، اپنی تلواریں انہں نے بے نیام کر رکھی تھیں اور سب کو انہوں نے گھیرے میں لے لیا تھا..... وہ سب ابوفہر کے مسلح جوان تھے۔

اپنے تیز حملوں میں ابوفہر زمینس کو دھکیلتا ہوا بالکل دیوار کے قریب لے گیا..... زمینس حیران اور پریشان تھا کہ وہ اس اجنبی کے سامنے جم کے مقابلہ نہیں کر سکا، وہ گہری سوچوں میں کھویا ہوا تھا کہ اپنی تلوار ڈھال سے علیحدہ کرتے ہوئے ابوفہر تھوڑا سا پیچھے ہٹا، پھر پوری طاقت سے اس نے اپنا پاؤں زمینس کے پاؤں پر دے مارا تھا..... زمینس درد کی شدت سے جونہی تھوڑا سا نیچے جھکا ابوفہر نے اپنی تلوار کے دستے کی ضرب اس کے کندھے پر اپنی ڈھال کی ضرب اس کے سر پر دے ماری تھی..... زمینس دہرا ہوتا ہوا زمین پر گر گیا تھا، پھر ابوفہر کا نہیں، زمینس کو اس نے اپنے پاؤں کی ٹھوکروں پر رکھ لیا تھا۔

زمینس اپنی جان بچانے کے لئے آہ و زاری کرنے لگا تھا، اس موقع پر اس کے تین

تو بکتا ہے، تیرے جیسے لفظوں اور خوابوں میں بسنے والے دھونس دھمکی سے کام لینے والے دشتوں کا رقص کرنے والے میں شیطان کے گماشتے بے شمار دیکھ چکا ہوں..... اس حویلی کے سامنے اگر تو نے میرے یا ان لوگوں کے پاؤں کا آبلہ ڈھک کا فاصلہ یا زخم درد کا کوئی حرف سننے کی کوشش کی تو یاد رکھنا میں تیری ساری حیثیت کو فراموش کرتے ہوئے تیرے لئے آگ کا سمندر، خون کا دھارا بن جاؤں گا..... تیرے ان تین ساتھیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے میں تجھے غلط حروف کی طرح مٹاؤں گا، ریت کے گراؤں کی طرح اڑا کر رکھ دوں گا۔

ابوفہر کے ان الفاظ کے جواب میں زمینس نے ایک قہقہہ لگایا، پھر سود خوروں کے انداز میں کہنے لگا۔

تو کیا سمجھتا ہے کہ تیری ایسی دھمکی سے میں مرعوب ہو جاؤں گا اور پھر تو اپنی طرف دیکھ تیرے ساتھ صرف تیرا ایک ساتھی ہے..... میرے ساتھ میرے تین ساتھی ہیں، میرے ساتھیوں نے تلواریں سونت لی تھیں..... اگر میں انہیں نہ روکتا تو اب تک وہ تیرے جسم کو ٹکڑوں میں تقسیم کر چکے ہوتے۔

ابوفہر نے کھا جانے والے انداز میں زمینس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

کیا میں نے تمہیں کہا تھا کہ تم اپنے ساتھیوں کو مجھ پر حملہ آور ہونے سے روکو، اگر یہ مجھ پر حملہ آور ہوتے تو اپنے دل کے قرطاس پر لکھ رکھو، میں اب تک انہیں لاشوں میں تبدیل کر چکا ہوتا تو مجھے یہ دھمکی دیتا ہے کہ تیرے ساتھ تیرے تین ساتھی ہیں اور میرے ساتھ میرا ایک ہی ساتھی ہے..... میں اپنے ساتھی کو دُور ہٹا کر کھڑا کر دیتا ہوں، تم چاروں کو بیک وقت مقابلے کی دعوت دیتا ہوں، پھر دیکھنا میں تمہارا کیسا خونخوار انجام کرتا ہوں۔

زمینس نے کھا جانے والے انداز میں ابوفہر کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

تو بھول رہا ہے، میں جب کسی پر بے رحم بربریت کا گناہ گار بن کر نزول کرتا ہوں تو ٹوٹی ہوئی زنجیروں کی جھنکار کی طرح اسے بکھیر کے رکھ دیتا ہوں..... میرے مقابل آنے والا آنسو کے ریلے، آہوں کے میلے میں بہہ جاتا ہے..... تیرے جیسے بہت سے اُجلے چہروں، سنہرے خوابوں میں بسنے والے لوگ میں نے وقت کی آندھیوں کے آشوب اور بھول و بیکار سے اُلکھے چیتھروں کی طرح اڑا کے رکھ دیئے۔

عجیب سی مسکراہٹ میں ابوفہر نے زمینس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

ساتھیوں نے آگے بڑھ کر اس کی مدد کرنا چاہی، لیکن ابوفہر کے ساتھیوں نے جن کمانداری اور رافع کر رہا تھا، انہیں گھیر لیا۔۔۔۔۔ اس موقع پر ابو رافع نے کھوتی ہوئی آواز میں زمیمنس کے ساتھیوں کو مخاطب کیا تھا۔

تم میں سے اگر کسی نے اس کی مدد کرنے کے لئے ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو چھلی کر دیا جائے گا۔۔۔۔۔ یاد رکھنا زمیمنس کا جس شخص سے مقابلہ ہے یہ محمد بن عبداللہ تمیمی ابوفہر ہے۔۔۔۔۔ سلطنت افریقہ کا سالار اعلیٰ ہے۔۔۔۔۔ تم کیا خیال کرتے ہو کہ تم آگے بڑھ کر اس نقصان پہنچاؤ گے، خدا کی قسم تم میں سے اگر کسی نے بھی ایک قدم آگے بڑھایا تو میں اسے لے کر پاؤں تک چیر کے رکھ دوں گا۔

ابو رافع کے ان الفاظ سے زمیمنس کے تینوں ساتھی چونکے تھے۔۔۔۔۔ خوفزدہ ہو کر اپنی جگہوں پر کھڑے ہو گئے تھے، پھر ان میں سے ایک کہنے لگا۔

زمیمنس نے انتہائی برا کیا، یہ ابوفہر تو انتہائی خوفناک انسان ہے۔ یہ وہی ہے جسے افریقہ کے لوگ دشت کا دیوتا کہہ کر پکارتے ہیں۔

دوسری جانب کیتھرینا اور اس کی ماں بڑے خوفزدہ اور ہولناک سے انداز میں ابوفہر کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

کچھ دیر تک زمیمنس کی پٹائی کرنے کے بعد ابوفہر نے زمین پر گرے ہوئے زمیمنس کو بالوں سے پکڑ کر اٹھایا۔۔۔۔۔ اس کے منہ پر کٹی طمانچے دے مارے، اس کی تلوار ڈھال پہلے ہی چھوٹ چکی تھی۔۔۔۔۔ وہ نڈھال سا دکھائی دے رہا تھا۔

ابوفہر چند قدم پیچھے ہٹا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تیری تلوار اور ڈھال وہ پڑی ہوئی ہے۔۔۔۔۔ اگر اب بھی تو اپنے آپ میں دم خم محسوس کرتا ہے تو ایک بار پھر میرے مقابل آ تو میرے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے قسمت آزماسکتا ہے۔

لیکن زمیمنس پر ابوفہر کا ایسا خوف طاری ہو گیا تھا کہ اس نے اپنی تلوار اور ڈھال جواس کے قریب ہی پڑی ہوئی تھی، دیکھنا تک پسند نہ کیا تھا۔۔۔۔۔ وہ زمین کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ابوفہر نے پھر اسے مخاطب کیا۔

اگر تو مقابلہ نہیں کرنا چاہتا تو پھر آگے بڑھ جس لڑکی کا تو نے بازو پکڑ کر گلے لگانے کی

کوشش کی تھی، اس کے پاس جا اس کے پاؤں کو ہاتھ لگا اور جو حرکت تو نے کی اس کے لئے اس سے معافی مانگ۔

زمیمنس نے چونکنے کے انداز میں ابوفہر کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔ پھر کہنے لگا۔ ایک لڑکی سے معافی مانگنا میری توہین ہے۔۔۔۔۔ ابوفہر پہلے سے بھی زیادہ طیش میں آ گیا، ہاتھ لہر کے زوردار طمانچہ اس نے اس کے منہ پر مارا، پھر کہنے لگا۔

تو کیا تو سمجھتا ہے کہ ایک عورت کی عزت اور آبرو اتنی سستی ہے کہ تو جب چاہے اس سے کھینا پسند کر لے سن کم ظرف انسان، عورت تو انسانیت کا ذات کے آنگن میں رنگوں کا ایک بے خواب سمندر، آندھیوں کے اندھے سفر میں اُجالوں کا شرر اور سراپوں کے صحراؤں میں ایک طلسمی جزیرہ ہے۔

اخلاق سے عاری انسان جس طرح سورج کی کرنیں زمین پر گرنے سے ہر شے کے خدوخال عیاں ہو جاتے ہیں، ویسے ہی عورت بھی اپنے پگھلے معصوم جذبات سے انسانیت کے اوصاف کو ستاروں سا روشن اس کے رویئے کو شیر و شیریں بنا کے رکھ دیتی ہے۔ عورت خداوند قدوس کی وہ تخلیق ہے جو اپنے بدن کے نور اور اپنی ذات کے شعور سے زخموں کی خزاں تک کو گل نو بہار بنانے کا ہنر اور فن جانتی ہے۔

تم کسی قریب میں مت رہنا کہ میرے کہنے پر تو آگے بڑھ کر اس لڑکی سے معافی نہیں مانگے گا، ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔۔۔۔۔ میں دشت افریقہ کا رہنے والا ہوں، تیرے جیسے دشت اور بربریت کی ستم آرائیاں کھڑی کرنے والے تباہ کن آندھیاں فنا کی تحریریں رقم کرنے والے اور انسانیت کو آگ کا ایندھن بنانے والے میں نے اپنی زندگی اور زیست میں بہت دیکھ رکھے ہیں اور ایسے لوگوں کو میں اپنے پاؤں تلے روند کے چلا جاتا ہوں۔

میں تمہیں آخری بار تنبیہ کرتا ہوں کہ قبل اس کہ میں ایک تلخ حقیقت کی طرح تیرے سر پر موت بن کر کھیل جاؤں اور تیری شریانوں کی آخری بوند تک کو خشک کر دوں، آگے بڑھ انتہائی عاجزی اور انکساری سے اس لڑکی سے معافی مانگ۔

میں نہیں جانتا کہ یہ لڑکی کون ہے۔۔۔۔۔ تیری اس سے پہلے کوئی شناسائی ہے کہ نہیں۔ یہاں تک کہتے کہتے ابوفہر کوڑک جانا پڑا، اس لئے کہ اسی لمحہ تھیورہ کا ماموں اور لیوس مسکراتے ہوئے ابوفہر کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اس موقع پر جواب میں کیتھرینا کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ابوفہر تیز تیز قدموں سے آگے بڑھا، بالوں سے پکڑ کر اس نے زیمینس کو اٹھایا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔  
جو کچھ میں تجھ سے کہلوانا چاہتا تھا وہ تو کہہ چکا، اب تجھے مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

سن میری مجبوری یہ ہے کہ اور لیوس خدشات ظاہر کر چکا ہے کہ میرے جانے کے بعد تو ان کے درپے ہوگا، انہیں موت کے گھاٹ اتار دے گا، لہذا اور لیوس کے خدشات کو سامنے رکھتے ہوئے میں تجھے بے تحشے بیل اور بے ٹکیل گھومنے والے اونٹ کی طرح کھلا نہیں چھوڑ سکتا۔

پھر ابوفہر رافع کے قریب آیا..... اسے کچھ سمجھایا، اس کے رد عمل پر ابورافع نے اپنے کچھ جوانوں کو مخاطب کر کے انہیں تفصیل بتائی، پھر وہ مسلح جوان حرکت میں آئے اور زیمینس اور اس کے ساتھیوں کا خاتمہ کرنے کے لئے سرانے سے باہر لے گئے تھے۔

اور لیوس ابوفہر کو مخاطب کر کے کہنے لگا..... بیٹے میں تمہارا جس قدر بھی شکریہ ادا کروں کم ہے، تم نے آج مجھ پر ایسا احسان کیا کہ میں ساری عمر بھی تمہارا غلام بن کر اپنی زندگی کے باقی دن گزار دوں تو تلافی نہیں کر سکتا۔

اور لیوس مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ابوفہر آگے بڑھا..... اور لیوس کے شانے پر ہاتھ رکھا، دوسرے ہاتھ سے اس کا شانہ تھپتھپایا اور کہنے لگا۔

آپ بھی کمال کے انسان ہیں..... بیٹا بھی کہتے ہیں اور پھر تلافی نہ ہونے کی بھی باتیں کرتے ہیں، جو کچھ میں نے کیا کیا ایک بیٹے کی حیثیت سے یہ مجھ پر آپ کا حق نہیں بنتا تھا۔  
اس موقع پر تھپتھپور قریب آئی اور اپنے باپ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

اے میرے باپ بھائی کو کیا آپ یونہی باہر ہی کھڑا رکھیں گے اور گفتگو کرتے رہیں گے، انہیں ساتھ لے کر اندر نہیں جائیں گے۔

اور لیوس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، آگے بڑھ کر اس نے ابوفہر کا ہاتھ تھاما اور کہنے لگا۔

آپ نے اچھا کیا کہ یہ احتیاط برتی کہ اپنے ساتھ مسلح جوان بھی لے کر آئے، اس بار ابوفہر کے بجائے ابورافع بول پڑا۔

میرے محترم ایسا کرنا پڑتا ہے اس لئے کہ ابوفہر ایک سلطنت کا سپہ سالار اعلیٰ ہے، دشمن

اے انسانیت کے محسن، اگر تو بروقت نہ پہنچتا تو ابھی تک یہ بھیڑیا ہماری ٹکا بونی کر ہوتا..... اس کے بعد جو حالات پیش آئے تھے وہ تفصیل کے ساتھ اور لیوس نے ابوفہر سے کہ دیئے تھے۔

اور لیوس سے ساری تفصیل سن کر ابوفہر کے چہرے پر بے کراں، لامکاں اور لازوال کردینے والے بھڑکتی آگ کے عذاب رقص کرنے لگے تھے، اس کی آنکھیں ایسی کیفیہ اختیار کر گئی تھیں جیسے برق کے سائبانوں کے اندر عناصر کا توازن بگاڑتی نفرت کی خلیجیں اور بیزاری کی آندھیاں جوش مارنے لگی ہوں..... تھوڑی دیر تک اس نے عجیب سی شعلہ نفسی میں زیمینس کی طرف دیکھا، پھر کھولتے ہوئے لہجے میں کہنے لگا۔

خدا کے نانوے اسماء کی قسم! تو اس قابل ہے کہ تیری گردن کاٹ دی جائے۔  
تجھے معاف نہ کرنا میری مجبوری ہے، اس لئے کہ میں جب یہاں سے جاؤں گا تو ایک بار پھر ان کے لئے مصیبت کا باعث بنے گا اور لیوس اپنے خدشات کا اظہار کر چکا ہے کہ میری غیر موجودگی میں تم پھر انہیں اپنے ظلم کا ہدف بنا سکتے ہو، تمہارے متعلق میں نے کیا فیصلہ کرنا ہے، یہ تو میں تمہیں بعد میں کہوں گا..... پہلے جو کچھ میں نے کہا ہے وہ کرو، آگے بڑھو اس لڑکی سے اپنے رویے کی معافی مانگو۔

زیمینس جب آگے نہ بڑھا، اپنی جگہ پر کھڑا رہا تو ابوفہر کا ہاتھ اٹھا، لگا تار اس نے لڑکی طمانچے اس کے منہ کے دائیں بائیں حصے پر دے مارے، پھر اسے اس قوت سے لات مارا کہ وہ پلٹیاں کھاتا ہوا کیتھرینا کے قریب جاگرا، ساتھ ہی ابوفہر کی آواز سنائی دی۔

اس لڑکی سے معافی مانگو، اس کے پاؤں پڑو، ورنہ میں تیری گردن تاپنے میں دیر نہیں لگاؤں گا، ساتھ ہی ابوفہر نے اپنی تلوار فضا میں لہرائی شروع کر دی تھی۔

اس صورت حال نے زیمینس پر ایک انوکھا سا خوف طاری کر دیا تھا، اس کا جسم کپکپا اٹھا تھا..... آنکھوں کے اندر دُور دُور تک موت کے خدشات ناچ اُٹھے تھے..... چپ چاپ اپنی جگہ سے اٹھا، آگے بڑھا، اپنا سر اپنے دونوں ہاتھ اس نے کیتھرینا کے پاؤں کے قریب رکھے، پھر گڑ گڑاتی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

اے نیک دل لڑکی میں نہیں جانتا تو کون ہے..... دیکھ میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں، تیرے معاف کردینے ہی سے مجھے زندگی اور زیست کی بھیک مل سکتی ہے۔



یہاں تک کہنے کے بعد کیتھرینا لہجہ بھر کے لئے زُکی، اس کے بعد اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا تھا۔  
تھیورہ میں نہیں جانتی تھی کہ جو شخص اس دُنیا میں میرے لئے سب سے زیادہ قابلِ نفرت ہو، وہی میری رُوح کے دشت میں میرے لئے تحفظ کی امرتیل ثابت ہوگا۔ وہی شخص جس کے قاتل جس کے گرفتار کرنے والے سے میں نے شادی کا اعلان کیا تھا، وہی تیرگی کے صحرا اور آتارِ ظلمت میں میرے لئے اُجالوں کی گونج بن کر نمودار ہوگا۔ اس نے جو میری تمہاری جان اور عزت آبرو کی حفاظت کرنے کا کردار ادا کیا ہے تو اس کے اس عمل نے میرے سارے جسم کو اس کے احسان تلے شل اور عضو عضو کو بوجھل بنا کے رکھ دیا ہے۔

میں کیا جانتی تھی کہ جس شخص کو میں دُنیا میں بدترین دشمن خیال کر رہی ہوں، وہ ایک ایسا جوان ثابت ہوگا جو پہاڑ پیس کر سمندر میں گھول دے جو میرے لئے امن و آتشی کا زمزمہ اور ایک ستارہ شناس خضر راہ ثابت ہوگا۔ میں کیا جانتی تھی کہ جسے میں قتل کروانا چاہتی ہوں وہ اپنے وجدان اور اپنے عرفان کی حقیقی روشنی سے میرے لئے تحفظ کا ایک راحت بن کر میرے سامنے آن کھڑا ہوگا۔

یہاں تک کہنے کے بعد کیتھرینا خاموش ہوگئی تھی، کچھ دیر سوچتی رہی پھر اس نے اپنی ماں کو مخاطب کیا۔

میری ماں اب تو ہی بتا اس موقع پر میں کیسے ردِ عمل کا اظہار کروں، نہ میں اس کے سامنے جا کر اس کے کردار، اس کے عمل کا شکریہ ادا کر سکتی ہوں اور نہ ہی اب میں اسے اپنا دشمن خیال کر سکتی ہوں۔ اگر میں نے اس پر ظاہر کر دیا کہ میں قسطنطنیہ کے سابق شہنشاہ کی بیٹی کیتھرینا ہوں تو وہ جان جائے گا کہ میں وہی کیتھرینا ہوں جس نے اس کے سر کی قیمت لگا رکھی تھی۔ اگر اس پر یہ انکشاف ہو گیا تو کیا میری ماں وہ مجھے زندہ چھوڑے گا۔

کیتھرینا کی ماں بلارس کیتھرینا کے خیالات کا جواب دینا ہی چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی تھیورہ بول پڑی۔

کیتھرینا میری بہن تمہیں فکر مند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم کچھ زیادہ ہی خوف اور اندیشوں کا اظہار کرنے لگی ہو۔ میرے خیال میں اگر تم میرے ساتھ ابوفہر کے پاس چلو اور اس پر اپنی ذات کا انکشاف کرو تو میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ وہ تمہیں کچھ نہیں

کا کوئی بھی فرد اس پر حملہ آور ہو کر اسے نقصان پہنچا سکتا ہے، آپ بے فکر رہیں، اس وفدِ آپ کے سرائے کے ارد گرد ہمارے مسلح جوان پھیلے ہوئے ہیں جو مسلح جوان سرائے کے اندر داخل ہوئے یہ تو ان کا دسواں حصہ بھی نہیں ہیں۔ بس یہ تکرار سن کر اندر آ گئے۔ اور لیوس ابوفہر کا ہاتھ تھام کر اندر لے جانے لگا، ابورافع ان کے پیچھے پیچھے تھا اور لیوس ابوفہر اور ابورافع دیوان خانے میں جا کے بیٹھ گئے، جبکہ کیتھرینا کے اشارہ کرنے پر اس کی ماں بلارس خود کیتھرینا، تھیورہ اور اس کی ماں لیونا دیوان خانے سے ملحقہ کمرے میں داخل ہو گئیں۔ سب نشستوں پر بیٹھ گئے، پھر تھیورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کیتھرینا نے گفتگو کا آغاز کیا، وہ کہہ رہی تھی۔

تھیورہ جس شخص نے تیری اور میری عزت آبرو اور جان کی حفاظت کی ہے کیا یہی وہ بن عبداللہ تھمی ہے جسے ابوفہر کہہ کر پکارا جاتا ہے، جو افریقی سلطنت میں سالارِ اعلیٰ ہے اور جس کے قتل کرنے والے یا اسے زندہ گرفتار کرنے والے سے میں نے شادی کرنے کا اعلان کیا تھا۔

کیتھرینا کے ان الفاظ سے تھیورہ سنجیدہ ہوگئی تھی۔ لہجہ بھر کے لئے اس نے سوچا پھر کہنا شروع کیا۔

کیتھرینا میری بہن تیرا اندازہ درست ہے، یہ وہی محمد بن عبداللہ تھمی ہے جسے لوگ ابوفہر کہہ کر پکارتے ہیں۔ جسے دشتِ افریقہ کے غیر مسلم دشت کا دیوتا اور افریقہ کے لوگ صحرائی عقاب کہہ کر پکارتے ہیں، اس نے مجھے اپنی بہن بنا رکھا ہے اور آج اسی نے میرے ساتھ تمہاری بھی عزت اور آبرو کی حفاظت کی۔

کیتھرینا تھوڑی دیر کے لئے خاموش رہی، اس کے بعد دوبارہ اس نے کہنا شروع کیا۔ تھیورہ میری بہن میرے لئے یہ کتنی بد قسمتی اور بد شگون کی بات ہے کہ وہ شخص جسے میں

ازم ازم، امن امن میں اپنا بدترین پیری بد سگل جسے میں چمن چمن اور دمن دمن میں اپنا سب سے بڑا غنیم اور دشمن سحرِ اُفق اُفق میں سب سے کڑا حریف اور عدو سمجھتی رہی، آج وہی اس ویرانی بازارِ حیات اور اس بساطِ خاک میں سایہِ ایلینس کے سامنے میری جان اور عزت کا پاسبان اور آوارہ کتوں کے سامنے تحفظ کی برسات اور بھیڑیوں کے سامنے ایک مردِ جگر ثابت ہوا۔

ابوفہرہ نے سوالیہ سے انداز میں تھیورہ کی طرف دیکھا، پھر اس نے پوچھ لیا۔

لیکن اس سے پہلے تو میری بہن تم نے کبھی ذکر نہیں کیا کہ تمہاری کوئی بہن بھی ہے۔

تھیورہ جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی کہ عین اسی لمحہ کیتھرینا کا چھوٹا بھائی انتونیو اس سرے میں داخل ہوا۔۔۔۔۔ ابوفہرہ ابورافع کے علاوہ اس نے اور یوس سے بھی مصافحہ کیا۔ تھیورہ باپول پڑی اور یہ میرا بھائی انتونیو ہے، میرے خیال میں یہ کہیں باہر گیا ہوا تھا، اس کی غیر جودگی میں یہ حادثہ پیش آیا۔۔۔۔۔ اس کے بعد سرائے میں جو کچھ ہوا تھا وہ تفصیل کے ساتھ بورہ نے انتونیو کو بتا دیا تھا۔

انتونیو ابوفہرہ کے پاس بیٹھ گیا، کچھ دیر تک بڑے خوش کن انداز میں وہ اس کا شکریہ ادا رتا رہا۔۔۔۔۔ حتیٰ کہ ابوفہرہ نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور تسلی دی، اسے مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ تھیورہ بول پڑی۔

ابوفہرہ میرے بھائی آپ سچ کہتے ہیں اس سے پہلے میں نے اپنی بہن کیتھرینا اور بھائی ذنیو کا آپ سے ذکر نہیں کیا۔۔۔۔۔ میری ماں کے ساتھ جو خاتون بیٹھی ہوئی ہیں، ان کا نام رس ہے اور یہ کیتھرینا کی ماں ہیں۔۔۔۔۔ کیتھرینا اور انتونیو کیسے میرے بہن بھائی ہیں، اس کی تفصیل میں بعد میں آپ سے کہوں گی، پہلے آپ یہ بتائیں کہ آپ کے معاشرے اور آپ کے مذہب میں عورت کو کیا مقام حاصل ہے اور اگر عورت سے کوئی غلطی جو معمولی نوعیت کی ہو رزد ہو جائے تو اس کی کیا سزا ہے۔۔۔۔۔ آپ سے یہ تفصیل جاننے کے بعد میں کیتھرینا انتونیو ران دونوں کی ماں بلارس سے متعلق آپ کو تفصیل بتاؤں گی۔

ابوفہرہ نے ایک گہری نگاہ اپنے پہلو میں بیٹھے ابورافع پر ڈالی، کچھ سوچا اس کے بعد اس نے کہا شروع کیا۔

تھیورہ میری بہن کسی بھی نظریے کو جو نظریات وجود میں لاتے ہیں ان کو جانے بغیر اس لام کی تفصیل کو سمجھنا بڑا مشکل اور دشوار ہوتا ہے، کیونکہ انہی سے اس نظام کی ہیئت متعین ہوتی ہے، اس کا مزاج بنتا ہے، معاشرتی اور سماجی، تہذیبی اور تمدنی حقوق مقرر ہوتے ہیں اور ان ہی سے زندگی کا سارا ڈھانچہ تعمیر ہوتا ہے اور انہی کی روشنی میں افراد کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے۔

اس سارے کلمے کو سامنے رکھتے ہوئے اسلامی معاشرے میں عورت کی حیثیت اس کے حقوق اس کے اختیارات اور فرائض اور ذمہ داریوں کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے عورت

کہے گا۔۔۔۔۔ تم سے کسی قسم کا انتقام نہیں لے گا، وہ بڑا رحم دل انسان ہے۔۔۔۔۔ گزشتہ جنگ میں جب اس نے صرف دس ہزار کے لشکر کے ساتھ ڈیڑھ لاکھ کے لشکر کو بدترین شکست دی تھی اس شکست کے نتیجے میں صقلیہ کی جو عورتیں گرفتار کر کے اس کے سامنے پیش کی گئی تھیں، ان سب کو اس نے بڑی فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نا صرف معاف کر دیا بلکہ انہیں سوار یاں مہیا کیں اور انہیں اپنے اپنے گھروں کی طرف جانے کی اجازت دے دی تھی۔۔۔۔۔ میرا خیال میں ہم سب کو اٹھ کر دیوان خانے میں جانا چاہئے اور جو حقیقت ہے اس کا اظہار الہم پر کر دینا چاہئے، تم لوگ خاموش رہنا گفتگو کا آغاز میں خود ہی کروں گی اور میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ ابوفہرہ ساری تفصیل جاننے کے بعد کسی غصے اور انتقام کا اظہار نہیں کرے گا۔

تھیورہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اسے خاموش ہو جانا پڑا، اس لئے کہ اس کی ماں لیا بول پڑی تھی۔

تھیورہ میری بیٹی کیا ابوفہرہ سے اس موضوع پر گفتگو ہی ہوتی رہے گی، میری بیٹی وہ پہلا بار ہمارے ہاں آیا ہے، تو جانتی ہے جب میں اور تمہارا ماموں اس سے ملنے کے لئے اس کے خیمے میں گئے تھے تو اس نے نا صرف ہمارا بہترین استقبال کیا تھا بلکہ ہماری عمدہ ضیافت کا بھی اہتمام کیا تھا۔۔۔۔۔ میرے خیال میں پہلے کھانے کا اہتمام کرتے ہیں اس کے بعد جس موضوع پر تم گفتگو کرنا چاہتی ہو اس کی ابتداء کی جائے گی۔

تھیورہ سے پہلے کیتھرینا بول پڑی۔

تھیورہ کی اس تجویز سے کیتھرینا اور اس کی ماں بلارس اور لیونانتیوں نے اتفاق کیا، پھر چاروں اٹھ کھڑی ہوئیں۔۔۔۔۔ اس کمرے سے نکل کر دیوان خانے میں داخل ہوئیں، وہاں ابوفہرہ اور ابورافع دونوں خوش کن ماحول میں اور یوس سے گفتگو کر رہے تھے۔۔۔۔۔ جب چاروں اس کمرے میں داخل ہوئیں تو ابوفہرہ اور ابورافع دونوں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کا استقبال کیا۔

تھیورہ نے وقت ضائع نہیں کیا، بلکہ نشست پر بیٹھتے ہی اس نے ابوفہرہ کی طرف دیکھا، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

ابوفہرہ میری بہن ہے، نام اس کا کیتھرینا ہے۔۔۔۔۔ ساتھ ہی تھیورہ نے کیتھرینا کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔

کے بارے میں اسلام کے تصورات سے واقفیت حاصل کی جائے اور ان کی روشنی میں چیزوں کو سمجھا جاسکے۔

تھیورہ میری بہن اگر تم اسلام کی تعلیمات کا لب لباب سمجھنا چاہو تو اس کا جواب کچھ یوں دے سکتا ہوں کہ اسلام انسان کی عظمت اور سربلندی کی دعوت دیتا ہے اور انسان میں مرد اور عورت دونوں ہی شامل ہیں۔

اسلام انسان کو زوال اور ذلت کی پستیوں سے اٹھا کے رفعت اور بلندی کے ایک اعلیٰ مقام تک پہنچاتا ہے جو حد اور اک سے بھی بہت آگے ہے، وہ عزت نفس، عظمت آدمیت درس دیتا ہے..... وہ خدائے واحد کی بندگی کی طرف بھی اس لئے بلاتا ہے تاکہ انسان اپنی در پر اپنا سر جھکا کر کائنات کی تمام مخلوقات کے مقابلے میں سربلند ہو جائے۔

اسلام کی نگاہ میں انسان من حیث الانسان اپنی خفقت اور صناعات کے لحاظ سے فطرت کا ایک عظیم شاہکار ہے، وہ اپنی ظاہری صورت اور باطنی خصوصیت دونوں کے اعتبار سے کائنات کی ایک مکرم اور محترم ہستی ہے، جس کے شرف اور فضیلت بزرگی کا مقابلہ دنیا کی کوئی بھی اور مخلوق کوئی قوت نہیں کر سکتی۔

میں اپنی مقدس کتاب کے چند حوالہ جات تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں، اس کے بغیر تمہیں خود ہی پتا چل جائے گا کہ ہمارے ہاں ہمارے معاشرے میں عورت کا کیا مقام ہے۔ ایک مقام پر ہماری مقدس کتاب یوں بولتی ہے۔

ہم نے بنی آدم کو بزرگی بخشی اور انہیں خشکی اور تری میں سواریاں عطاء کیں اور صاف ستھری چیزوں کی روزی عطاء کی اور اپنی مخلوقات میں سے بہتوں پر انہیں فضیلت دی اور ایک مقام پر ہماری کتاب کہتی ہے۔

”ہم نے انسان کی بہتر طریقہ پر تخلیق کی۔“

ایک تیسرے مقام پر ہماری کتاب یوں حکم جاری کرتی ہے، جس عورت اور مرد نے بیکار اچھا کام کیا..... اگر وہ مومن ہے تو ہم اس کو ایک پاکیزہ زندگی عطاء کریں گے اور ان کے اعمال کا جنہیں وہ کرتے رہے ہیں اجر دیں گے۔“

میری بہن ان سارے تصورات کو تسلیم کرنے کے بعد انسان خواہ وہ مرد ہو یا عورت اس کی عظمت فرش خاک سے بلند ہو کر کائنات مد و انجم سے بھی کئی آگے نکل جاتی ہے۔

اسے قدرتی طور پر ایک ایسا اونچا مقام حاصل ہو جاتا ہے کہ فکر و نظر کے لئے جس سے بڑھ کر بلندی کا تصور ممکن نہیں ہے، ہاں اگر وہ اپنے فکر و عمل سے خود کو اس بلند مرتبے کا نا اہل ثابت کر دے تو یہ علیحدہ بات ہے، پھر دنیا کی کوئی قوت اسے عزت اور رفعت نہیں دے سکتی۔

اسلام کے نزدیک انسان کی فلاح و خیران، سلامتی فکر اور عمل کی درستگی کے ساتھ وابستہ ہے، وہ ان نظریات کو جاہلانہ نظریات سمجھتا ہے جو عورت کو محض عورت ہونے کی وجہ سے غلیظ تصور کر کے انسانیت کی بلند ترین سطح سے دور پھینک دیتے ہیں اور مرد کو محض اس لئے عرش بریں کا حقدار خیال کرتے ہیں کہ وہ مرد ہے۔

ہمارے دین نے صاف اور غیر مبہم الفاظ میں واضح کر دیا کہ عزت اور ذلت اور سربلندی اور رنج و سختی کا معیار صلح، تقویٰ اور سیرت اور اخلاق ہے جو اس کوئی پر جتنا کھرا ثابت ہوگا اتنا ہی خدا کی نگاہ میں قابل قدر اور محترم ہوگا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت دونوں ہی ایک جیسے ہیں۔

میری بہن اپنے دین کے چند نظریات تمہارے سامنے پیش کر دیئے ہیں..... اس سے تم نے اندازہ لگالیا ہوگا کہ ہمارے معاشرے ہمارے سماج میں عورت کا کس قدر بلند مقام ہے، وہ مرد کے پہلو بہ پہلو اپنے حقوق اور فرائض کے لحاظ سے کھڑی ہے، اب تم کہو کیا کہنا چاہتی ہو۔

تھیورہ نے کچھ سوچا، پھر اس کے بعد دوبارہ اس نے ابو فہر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابو فہر میرے بھائی آپ سے میرا ایک اور سوال بھی ہے..... مثلاً ایک عورت کسی مرد کی دشمن ہوتی ہے، اس سے دشمنی کا اظہار کرتی ہے یا اس سے دشمنی کا اعلان کرتی ہے اور جس سے اس نے دشمنی کا اظہار کیا ہوتا ہے اس کی کوئی عزیز یا جاننے والی عورت اگر دشمنی کرنے والی عورت کو پناہ دے دیتی ہے تو جس مرد کے خلاف اس نے دشمنی کا اظہار کیا ہوگا آپ کے مذہب کی رو سے کیسے رد عمل کا اظہار کرے گا۔ ابو فہر مسکرایا اور کہنے لگا۔

تھیورہ میری بہن تم عجیب و غریب سوال کر رہی ہو، کسی عورت نے کسی مسلمان مرد کے خلاف کسی بھی دشمنی کا اظہار کیوں نہ کیا ہو، اگر اس کی جاننے والی یا عزیز عورت اسے پناہ

کے علاوہ مجھے کچھ یاد نہیں ہے۔

تھوڑی دیر کے لئے قیصرہ کے چہرے پر سنجیدگی طاری ہو گئی، پھر دوبارہ بول پڑی۔

ابو فہر نے مجھے اپنی بہن کہا ہوا ہے، آپ کی بہن کی حیثیت سے میں اگر قسطنطنیہ کے شہنشاہ مائیکل کو اپنے ہاں پناہ دے دوں تو کیا اس پناہ، اس امان کو آپ برقرار رکھیں گے اور اس لڑکی سے انتقامی کارروائی کا مظاہرہ تو نہیں کریں گے۔

ابو فہر نے ہلکا سا ایک قبضہ لگایا اور کہنے لگا۔

تم بھی عجیب و غریب بہن ہو، جب اس لڑکی نے میرے خلاف کوئی عملی کام کیا ہی نہیں تو میں کیوں اسے اپنے تشدد، اپنے انتقام کا نشانہ بناؤں گا، اگر کیا بھی ہوتا تب بھی عورت جان کے میں اسے معاف کر دوں گا، دیکھو شہنشاہ مائیکل کی بیٹی نے جو میرے قاتل سے شادی کرنے کا اعلان کیا تھا اس سے اس کی قوم پرستی اور اپنی قوم اپنے وطن سے محبت چلتی ہے، اگر اس نے ایسا اعلان کیا تھا تو ایسا کرنے کا اسے حق تھا، جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے تو مجھے چاہئے تھا میں خود اپنی حفاظت کرتا، بچ کے رہتا ہو سکتا ہے اس کیتھرینا نے کوئی خاص آدمی مقرر کئے ہوں جو میرا کام تمام کرتے، لیکن ابھی تک چونکہ ایسا نہیں ہوا، لہذا اس لڑکی کے خلاف کیوں انتقامی کارروائی کی جائے گی، اب بولو تم کیا کہتی ہو۔

لہجہ میرے لئے قیصرہ کے چہرے پر مسکراہٹ کھیل گئی، پھر کہنے لگی۔

ابو فہر میرے بھائی آپ نے میرا دل خوش کر دیا ہے، کیتھرینا جو اس وقت آپ کے سامنے بیٹھی ہوئی ہے، یہی شہنشاہ مائیکل کی بیٹی ہے، بلارس اس کی ماں انتونیا اس کا بھائی ہے، شہنشاہ مائیکل فوت ہو چکا ہے اور اس وقت قسطنطنیہ کا شہنشاہ میکائل ہے، وہ زبردستی کیتھرینا کو اپنے حرم میں داخل کرنا چاہتا تھا..... لہذا یہ تینوں ماں بیٹی اور بیٹا بڑی مشکل سے بھاگ کر امارے ہاں آئے ہیں اور ہماری سرائے میں انہوں نے پناہ لی ہے، اس لئے کہ کیتھرینا کی ماں بلارس میرے ماموں اور میری ماں دونوں کی رشتہ دار ہے، اب بولیں آپ کیا کہتی ہیں۔

ابو فہر تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا، قیصرہ اس کی ماں لیونا کیتھرینا، بلارس، انتونیا سب عجیب و غریب اور استغہامیہ سے انداز میں اس کی طرف دیکھتے رہے، پھر کمرے میں ابو فہر کی آواز گونجی تھی۔

قیصرہ میری بہن تم کیتھرینا، اس کی ماں اور بھائی تینوں کو اپنے ہاں پناہ دے چکی ہو،

دے دیتی ہے تو وہ عورت امن میں رہتی ہے، کوئی اس کے خلاف انتقامی کارروائی کی ابتداء نہیں کرے گا..... اس سلسلے میں اپنے مذہب کی ایک بنیادی حقیقت تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں۔

قیصرہ ہمارے چوتھے خلیفہ راشد کا نام علی بن ابوطالب ہے، ان کی بہن کا نام ام حانی تھا..... ہمارے رسولؐ نے جب مکہ شہر کو فتح کیا تو حضرت علیؑ کے ایک دشمن ابن ہیرہ کو ان کی بہن ام حانی نے پناہ دے دی، لیکن حضرت علیؑ اس شخص کے قتل کے درپے تھے، اس پر ام حانی رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ ﷺ کو مخاطب کر کے کہنے لگیں۔

”یا رسول اللہ ﷺ میں نے ابن ہیرہ کو پناہ دی ہے لیکن علی کہتے ہیں وہ اس کو قتل کر کے رہیں گے۔“

اس پر آپؐ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔

ام حانی تم نے جسے پناہ دی اسے ہماری بھی پناہ ہے۔

قیصرہ ایک اور موقع پر ہماری امہات المؤمنین میں عائشہؓ فرماتی ہیں کہ عورت محاربین اہل ایمان کو پناہ دے سکتی ہے اور اس کی پناہ نافذ ہوگی۔

ابو فہر تھوڑی دیر کے لئے زکا پھر سوچا پھر دوبارہ قیصرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

میرے خیال میں میرے جواب سے تمہیں اپنے سوال کے سلسلے میں اطمینان ہو گیا ہوگا، اب کہو تم کیا کہنا چاہتی ہو۔

قیصرہ ہچکچائی ایک نگاہ باری باری اس نے کیتھرینا اور اس کی ماں بلارس اور اس کے بھائی انتونیا پر ڈالی، پھر ابو فہر کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

ابو فہر کیا آپ قسطنطنیہ کی کسی ایسی لڑکی کو جانتے ہیں جس نے آپ کے خلاف کوئی اعلان کیا ہو۔

ابو فہر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔

قیصرہ آج تم عجیب و غریب سوال کر رہی ہو..... قسطنطنیہ کے شہنشاہ مائیکل کی ایک بیٹی تھی، پتا نہیں تھی یا ہے..... میرے ذہن سے اس کا نام نکل گیا ہے، میں نے سنا ہے اس نے اعلان کیا تھا کہ جو شخص مجھے زندہ یا مردہ گرفتار کرے گا وہ اس سے شادی کرے گی..... بس اس

امان دے چکی ہو، اگر نہ بھی تم نے پناہ اور امان دی ہوتی تب بھی میں کیتھرینا، اس کی ماں اور بھائی کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہ کرتا، یہ تینوں معصوم ہیں، بے گناہ ہیں، جب کیتھرینا نے میرے خلاف کسی عملی جرم کا مظاہرہ ہی نہیں کیا تو میں اپنی نگاہ میں اسے مجرم کیل گردانوں، بہر حال ان کے خلاف مجھے نہ کوئی شکوہ ہے نہ کوئی شکایت، یہ تم لوگوں کی پناہ میں تمہارے سرائے میں رہ سکتے ہیں..... اس سلسلے میں مجھے کوئی گلہ نہیں ہوگا۔

ابوفہر کا جواب سن کر کیتھرینا، بلارس، انتونیو، لیونا اور تھیورہ کے علاوہ اور لیوس کی جو خوشی تھی اس کی کوئی انتہا نہ تھی اور لیوس اپنی جگہ سے اٹھا، آگے بڑھ کر اس نے ابوفہر کو اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر کہنے لگا۔

ابوفہر قسم خداوند کی تو نے ہماری امیدوں سے بڑھ کر اچھا جواب اور بہتر رد عمل ظاہر کیا ہے، اب میری ایک اور بات ماننا بیٹے اگر آج تو سرائے میں نہ آتا تو میرا کام تمام ہو چکا ہوتا اور میری دونوں بیٹیاں تھیورہ اور کیتھرینا بے آبرو ہو چکی ہوتیں، جس طرح آج تم نے ہماری حفاظت کی ہے وعدہ کرو آئندہ بھی بد قماش لوگوں سے ہمیں تحفظ فراہم کرتے رہو گے۔

ابوفہر مسکرا دیا اور کہنے لگا۔

اور لیوس فکر مند مت ہو، ہمارا لشکر اس وقت تمہاری سرائے سے آگے سر قوسہ شہر کے قریب پڑاؤ کئے ہوئے ہے، اس طرح تم لوگ اس علاقے میں آتے ہو جو ہماری عملداری میں ہے، تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے، میں ابوفہر اور میرے لشکر کی تم سب کی حفاظت کا سامان کریں گے۔

اور لیوس ابوفہر کو مخاطب کر کے مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس بار اس سے پہلے ہی کیتھرینا بول پڑی، اس نے ابوفہر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میرے مہربان محسن آپ نے جو آج ہم پر احسان کیا ہے اس کے متعلق آپ سے میں بہت کچھ کہنا چاہتی تھی، لیکن ابھی تک محترم اور لیوس نے مجھے بولنے کی مہلت ہی نہیں دی ناچار میں آپ کی گفتگو میں مغل ہو رہی ہوں۔

میرے متعلق میری بہن، تھیورہ نے جو تفصیل بتائی ہے وہ جاننے کے بعد آپ میری ذات سے متعارف ہو چکے ہوں گے، میں یقیناً آپ کے معاملے میں ایک بہت بڑے گناہ کی مجرم ہو چکی ہوں، مجھ سے ایک ایسا کام سرزد ہو چکا ہے جو یقیناً انسانیت کے تقاضوں کے خلاف

خلاف ہے۔ میں نے قسطنطنیہ میں رہتے ہوئے رومنوں کی کامیابی اور ان کی فتح مندی کی خاطر یہ اعلان کیا تھا کہ جو آپ کا سر کاٹے گا یا آپ کو زندہ گرفتار کرے گا میں اس سے شادی کر لوں گی، اب میں سمجھتی ہوں کہ یہ میری زندگی کا سب سے گھناؤنا اور سیاہ کارنامہ اور اعلان تھا۔

قسطنطنیہ میں رہتے ہوئے میں نہ جانتی تھی کہ زمین کی کالک پر اور برہم آسمان تلے جن لوگوں کو میں اجل کے ہم نفس اور مرگ کے راز دان سمجھتی رہی وہی میرے جگر کا گڈز، قلب کی رقت ثابت ہوں گے، میں کیا جانتی تھی کہ جن محترم ہستیوں کو میں حیات کے سوز و ساز سے خالی انسانیت کی چشم مہربان سے عاری اور آدمیت کی صنایعوں کو پامال کرنے والا سمجھتی رہی وہی زندگی کی آخری رقت روح کی آخری چمک ثابت ہوں گے، ہائے حیف جن لوگوں کو میں نے ہمیشہ موت کا تبسم سمجھا وہی میرے لئے شفق کو چیرتی مہربان صبح اور خفتہ نصیب کو جگانے والے مسکراہٹوں کے کاروان ثابت ہوئے۔

میں آپ کو آپ کے نام سے مخاطب کرنے کی جرات اور جسارت کر رہی ہوں، ابوفہر میں نہ جانتی تھی کہ جس ہستی کے خلاف اتنا گھناؤنا اعلان کر رہی ہوں وہی ہستی ایک روز میری زندگی کا سب سے بڑا محسن اور میری حیات کا سب سے قیمتی مربی بن کر سامنے آئے گی۔

کیتھرینا مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اسے خاموش ہو جانا پڑا، اس لئے کہ اس کی بات کاٹنے ہوئے ابوفہر بول پڑا تھا۔

خاتون یہ تم کس قسم کی گفتگو کر رہی ہو، عورت کی عصمت اور عزت کا کوئی بدل نہیں، عورت کی حرمت اس کی آبرو کے سامنے قدر قیمت میں ہر چیز پست اور نیچی ہے، عورت کی آبرو تو کائنات کی ساری حرمتوں کی تنویر سے سوا..... عورت کا ناموس تو حجابات قلب و نظر سے بھی ماورا ہے..... عورت اس دنیا میں خداوند قدوس کی سب سے بڑی نعمت ہے اور یہ وہ ہستی ہے جو اپنی ذات صفات کی تجلیوں سے ہر شے کو سرچشمہ طرب بنا سکتی ہے۔ عورت اس کائنات میں حجابات نور میں نہاں اور روح شہود میں گم خداوند قدوس کا سب سے بڑا تحفہ ہے۔ عورت خالق کائنات کی وہ نعمت ہے جس کا نطق لب مہکنے، برگ و گل سے بھی زیادہ ماحول کو مہکا سکتا ہے۔ یہ عورت ہی ہے جو اپنے رویے، اپنی ایک ہلکی سی مسکراہٹ سے انسانیت کو روح کی رخشندگی و ولولوں کو بے مول، دل نوازیت عطا کر جاتی ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد ابوفہر کا اس کے بعد اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔  
خاتون!

ابوفہر کوڑک جانا پڑا، اس لئے کچھ میں کیتھرینا بول پڑی۔

ابوفہر میرے محترم میرا نام خاتون نہیں ہے، میرا نام کیتھرینا ہے اور اگر آپ مجھے میرا نام لے کر مخاطب کریں تو میں اسے اپنے لئے دنیا کی سب سے بڑی نعمت اور سعادت خیال کروں گی۔

ابوفہر کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی..... اُچھتی ہوئی ایک نگاہ اس نے کیتھرینا پر ڈالی پھر دوبارہ اس نے کہنا شروع کیا۔

کیتھرینا مجھے تمہارا نام لے کر مخاطب کرنے سے کوئی حجاب نہیں ہے، بہر حال میں تمہیں تمہارے نام سے ہی مخاطب کر رہا ہوں..... تمہیں میرا احسان مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے، ابھی تک تو تم نے میرے خلاف کوئی عملی قدم اٹھایا ہی نہیں تھا، اگر اس واقع سے پہلے تم میرے خلاف کوئی عملی قدم اٹھا بھی چکی ہو تیں مجھے گزند پہنچانے والا کوئی قدم بھی اٹھا چکی ہو تیں تب بھی تمہارے خلاف حرکت میں نہ آتا، اگر اس دنیا میں تم اپنے آپ کو مجھے سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والا ثابت کرتیں، میرے ساتھ انتہا درجہ کی دشمنی اور رقابت رکھتیں، تب بھی اس موقع پر جبکہ تمہاری آبرو اور عزت خطرے میں تھی میں تمہاری مدد کرتا، اس لئے کہ یہی میرے دین کا تقاضا، یہی میرے اخلاق کی مانگ تھی اور میں نے کبھی آج تک اپنے دین کے تقاضوں سے چشم پوشی نہیں کی۔

کیتھرینا ابوفہر کی گفتگو کے جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی کہ تھیوہ اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئی اور لیوس کے پاس آئی اور اس کے کان میں تھوڑی دیر تک کھسر پھسر کی جسے سن کر اور لیوس اور انتونیو دونوں اس کمرے سے باہر نکل گئے تھے، دونوں تھوڑی دیر بعد لوٹے ان کے ساتھ سرائے کے کچھ ملازم تھے جو کھانے کے برتن اٹھائے ہوئے تھے..... کھانے کے برتن وہاں لگا دیئے گئے..... پھر سب خوشگوار ماحول میں کھانا کھانے لگے تھے۔

کھانا کھانے کے بعد ابوفہر نے باری باری اور لیوس اور انتونیو کی طرف دیکھا، دونوں کا شکریہ ادا کیا، پھر اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

میرے خیال میں ہمیں لشکر گاہ سے نکلے کافی دیر ہو چکی ہے، ہمیں واپس جانا چاہئے۔

ابوفہر کی طرف دیکھتے ہوئے ابورافع بھی اُٹھ کھڑا ہوا تھا، ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے اور لیوس انتونیو، کیتھرینا اس کی ماں بلارس، تھیوہ اس کی ماں لیونا سب اُٹھ کھڑے ہوئے تھے..... ان دونوں کے ساتھ سب مکان سے باہر نکلے، اس موقع پر کیتھرینا نے اپنا منہ تھیوہ کے کان کے قریب لے جاتے ہوئے اس سے سرگوشی کی جسے سن کر تھیوہ کے چہرے پر مسکراہٹ کھیل گئی تھی، پھر جب ابوفہر اپنے گھوڑے کے قریب گیا جبکہ ابورافع اپنے گھوڑے کے پاس جا کھڑا ہوا تب بڑی تیزی سے کیتھرینا اور تھیوہ ابوفہر کے قریب گئیں، پھر بڑی جلدی میں کیتھرینا نے ابوفہر کو مخاطب کیا۔

ابوفہر اگر آپ برانہ نامیں تو کیا پھر آپ سے ملاقات ہو سکتی ہے، میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم لوگ لشکر گاہ میں آپ سے ملیں تو آپ برا تو نہ مانیں گے۔  
اپنے گھوڑے کی گردن تھپتھپاتے ہوئے ابوفہر نے مڑ کر کیتھرینا کی طرف دیکھا، پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

نہیں ایسی کوئی بات نہیں، تم لوگ جس وقت چاہو میری لشکر گاہ میں داخل ہو سکتے ہو، مجھ سے مل سکتے ہو، اس سلسلے میں تم پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

جواب میں کیتھرینا نے مسکراتے ہوئے ابوفہر کا شکریہ ادا کیا..... ابوفہر نے ایک بار زوردار انداز میں اپنے گھوڑے کی پیٹھ تھپتھپائی، پھر پاؤں میں رکاب ڈالے بغیر جست لگاتے ہوئے اپنے گھوڑے پر بیٹھ گیا تھا، ہاتھ ہلاتے ہوئے اس نے سب کو الوداع کیا پھر ابورافع کے ساتھ وہاں سے چلا گیا تھا۔

جب وہ دونوں اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگاتے ہوئے باہر کھڑے اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے چلے گئے تب کیتھرینا کی ماں بلارس اور لیوس کے قریب آئی، بڑے ڈکھ اور بڑے الم بھرے لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

اور لیوس میرے بھائی مسلمانوں کا یہ سالار بھی عجیب انسان ہے، موت اس کے سر پر منزل لا رہی ہے اور یہ ایسا پرسکون ہے جیسے دنیا بھر کی خوشیاں اور راحتیں اس سے گلے مل رہی ہوں۔

بلارس کے ان الفاظ پر کیتھرینا چونکی تھی..... تھیوہ اُداس ہو گئی تھی، پھر اس نے بلارس کو مخاطب کیا۔

خالہ میں سمجھی نہیں، ابوہر کو میں اپنا بھائی خیال کرتی ہوں، آپ ذرا وضاحت کریں کیے اس کے سر پر موت کھیل رہی ہے۔

بلارس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

تھیورہ میری بیٹی تو جانتی ہے اس وقت سرتوسہ شہر میں ہمارا ایک بہت بڑا لشکر محصور ہے، اس سے بھی ایک بڑا لشکر قسطنطنیہ سے آیا ہے، مار دھاڑ کرتا ہوا بڑی تیزی سے ان علاقوں کا رخ کر رہا ہے، اب جہاں تک مجھے خبر ہوئی ہے اس کے مطابق اس ابوہر کے پاس صرف دس ہزار کا لشکر ہے، اس کے سامنے جو سرتوسہ میں ہمارا لشکر محصور ہے وہ اس سے کئی گنا بڑا ہے اور رومنوں کا جو لشکر قسطنطنیہ سے یہاں پہنچا ہے وہ سرتوسہ میں ہمارے محصور لشکر سے بھی بڑا ہے، جب یہ دونوں لشکر متحد ہو کر اس ابوہر کے مقابل آئیں گے تو میرا دل کہتا ہے کہ ان علاقوں میں ابوہر اور اس کے لشکریوں کی حالت جدائی کی روح فرسا گھڑیوں، تمنائوں کی جلتی یادوں سی بنا کے رکھ دیں گے اور ان دونوں لشکروں کے سامنے ابوہر اور اس کے ساتھیوں کی حالت کانٹے کی نوک پر رکھے شبنم کے قطرے سے بھی بدتر ہو کر رہ جائے گی، بس انہی خیالات کے تحت مجھے اس ابوہر پر بڑا ترس، بڑا حرم آیا تھا کہ یہ چند دن کا مہمان ہے..... موت اس کے سر پر کھیل رہی ہے، پھر بھی یہ کیسا مطمئن اور پرسکون ہے، اس نے تمہاری اور میری بیٹی کیتھرینا کی عزت اور آبرو بچائی ہے، اس لئے میری نگاہوں میں بڑا محترم اور بڑا عزیز ہے، لیکن۔

بلارس کو خاموش ہو جانا پڑا، اس لئے کہ اس کی بیٹی کیتھرینا تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بول پڑی تھی۔

سن میری ماں جو کچھ تم نے کہا یہ صرف تمہارے اندیشے ہیں..... اگر یہی ابوہر سرتوسہ میں محصور اور قسطنطنیہ سے آنے والے دونوں لشکروں کے لئے گزرے دنوں کا جبر اور آتی جاتی سانسوں میں تپتی پھانس ثابت ہو گیا، پھر بتاؤ کیا بنے گا، ماں میرا دل کہتا ہے یہ ابوہر دونوں لشکروں کے لئے ڈکھ کی سلگتی خزاں اور آنسوؤں میں بیگی ڈھند ثابت ہوگا۔

بلارس نے تیز نگاہوں سے اپنی بیٹی کیتھرینا کی طرف دیکھا..... میری بیٹی ایسا اندازہ تم کس بنا پر لگا سکتی ہو۔

اس بار کیتھرینا کے بجائے تھیورہ بول پڑی۔

خالہ اس کا جواب میں تمہیں دیتی ہوں، یہاں کے حالات کی آپ کو خبر نہیں نہ میری

میں کیتھرینا ان حالات سے واقف ہے..... شاید آپ کو یہ خبر پہنچ چکی ہوگی کہ ابوہر اپنے دس ہزار کے لشکر کے ساتھ صقلیہ کی سرزمینوں میں داخل ہوا تو اس کا دوسرا بڑا مقابلہ صقلیہ کے بڑے لاکھ لشکر کے ساتھ تھا اور اس لشکر میں رومنوں کا ایک حصہ بھی تھا اور اس لشکر کی کمانداری ہیراباپ کر رہا تھا..... خالہ اپنے دس ہزار تجربہ کار سپاہیوں کے ساتھ اس ابوہر نے ہمارے بڑے لاکھ کے لشکر کو بدترین شکست دی تھی، اگر وہ اپنے ان دس ہزار جوانوں کے ساتھ ڈیڑھ لاکھ کے لشکر کو شکست دے کر مار بھگا سکتا ہے تو یہ جو دو لشکر اب اس کے سامنے آنے والے بن گیا انہیں یہ مار بھگانے کی سکت و ہمت اور تجربہ نہیں رکھتا۔

بلارس کے چہرے پر مسکراہٹ کھیل گئی، پھر وہ تھیورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

تھیورہ مجھے حیرت تو اس بات کی ہے کہ تم اپنوں کو چھوڑ کر غیروں کی طرف داری کر رہی۔

تھیورہ کے بجائے کیتھرینا بول پڑی۔

ماں کون اپنے کون پر اے اپنے تو وہ ہیں جنہوں نے مجھے اور تمہیں قسطنطنیہ میں نہ رہنے با، یہاں جلاوطن ہونے پر مجبور کر دیا، اپنے تو وہ ہیں جو میری عزت، میری آبرو کے ذکیت بت ہوئے اور پر اے وہ ہیں جو میری آبرو، میری عزت، میری عصمت، میرے ناموس کی نافٹ کر گئے..... اب تم ہی بتاؤ کہ ہم لوگ اپنوں کی طرف داری کریں یا ان پر ایوں کی جونہ رف ہمارے لئے تحفظ کا سائبان بن گئے، بلکہ ہماری آبرو کی حفاظت کا بھی سامان کیا۔

بلارس نے مسکرا کے اپنی بیٹی کیتھرینا کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگی۔

بہر حال اس موضوع کو چھوڑو تم دونوں اپنی جگہ درست ہو آؤ اندر چلتے ہیں، اس کے اتھ ہی سب سکونتی حصے میں داخل ہوئے، کیتھرینا کا ہاتھ پکڑ کر تھیورہ ایک علیحدہ کمرے میں لے گئی، دروازہ اس نے بند کیا، پھر ایک نشست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کیتھرینا کو طلب کر کے تھیورہ کہنے لگی۔

کیتھرینا میری بہن یہاں بیٹھو، میں ایک انتہائی اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں، لیکن ساتھ میری تم سے ایک التجا بھی ہے کہ جو کچھ میں پوچھوں اس کا جواب سچائی سے بنا، مجھے ملنے یا جھوٹ بول کر اپنے باطن کی حقیقت اور اصلیت پر پردہ ڈالنے کی کوشش مت رتا۔

ری، اپنی دلیری، اپنی شجاعت کے باعث ترانہ سحر اور وظیفہ شب بن کر انسانیت کو بہاروں  
پر اپن اور سلیقہ تبسم سکھا جاتے ہیں۔

کیتھرینا کی یہ گفتگو سن کر تھیورہ خوش ہو گئی تھی، کچھ دیر اس نے پھر سوچا اس کے بعد کہنا  
دع کیا۔

کیتھرینا کیا میں یہ سمجھ لوں کہ قسطنطنیہ میں رہتے ہوئے ابوفہر کے خلاف جو تمہاری  
رہ تھی اس کا خاتمہ ہو چکا ہے، نفرت کی جگہ اب تمہارے دل میں۔

تھیورہ اپنی بات مکمل نہ کر سکی، اس لئے کہ کیتھرینا بیچ میں بول پڑی۔

تھیورہ جو کچھ تم کہنا چاہتی ہو، وہ میں سمجھ رہی ہوں..... بہر حال تمہارے اطمینان،  
باری تسلی کے لئے میں اس قدر کہہ سکتی ہوں کہ مجھے ابوفہر سے نفرت نہیں ہے۔

کیتھرینا کے ان الفاظ سے تھیورہ خوشی میں محسوس ہو گئی تھی، جھٹ سے بول پڑی۔

دیکھ کیتھرینا کسی سے تعلق کسی سے رابطہ کو ظاہر کرنے کے لئے صرف دو ہی جذبے  
امنے رہتے ہیں یا تو اس سے نفرت ہوتی ہے یا محبت، اب تم بتاؤ تم ان دو جذبوں میں سے  
نہر کے لئے کس جذبے کا اظہار کرتی ہو۔

جواب میں کیتھرینا نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا..... پھر ہاتھ آگے بڑھایا، ہلکی سی ایک چپٹ  
سائے تھیورہ کے گال پر لگائی، پھر کہنے لگی۔

تم بڑی ہوشیار اور چالاک ہو گئی ہو، جس بھنور کی طرف تم مجھے کھینچ رہی ہو وہ بھنور مجھے  
پنے سامنے دکھائی دیتا ہے..... بہر حال جو کچھ تم مجھ سے اگلوانا چاہتی ہو میں بھی جان چکی  
ہوں جب میں نے تمہیں کہہ دیا ہے کہ مجھے ابوفہر سے نفرت نہیں ہے تو پھر کیا بات ختم نہیں  
دجائی۔

اس کا مطلب ہے اگر تمہیں اس سے نفرت نہیں تو محبت ہے۔

کیتھرینا سنجیدہ ہو گئی۔

کچھ دیر ٹھنکی باندھے وہ تھیورہ کی طرف دیکھتی رہی، پھر سنجیدگی سے اسے مخاطب کر کے  
کہنے لگی۔

تھیورہ میری بہن ایسی کوئی بات نہیں ہے، پہلے مجھے اس سے نفرت تھی، نفرت بھی شدید  
تم کی لیکن اب مجھے اس سے نفرت نہیں ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ دو جذبوں میں سے کسی

کیتھرینا مسکرا دی، کہنے لگی..... پوچھو گئی پوچھتی ہو، میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ میرے  
سے کوئی بات چھپانے کی کوشش نہیں کروں گی۔

تھیورہ نے پھر ایک بار بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا، پھر اس نے اپنا مدعا بیان  
کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

کیتھرینا اس سے پہلے تم نے ابوفہر کے سر کی قیمت لگائی تھی، اب اس سے متعلق  
تمہارے کیا خیالات ہیں۔

کیتھرینا کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگی۔

اب میرے اس سے متعلق کیا خیالات ہو سکتے ہیں..... میں تو سمجھتی ہوں ایسے نوجوان  
انسانیت کے لئے تن کا آکاش چاہت کا بازبان اور تحفظ کا نقش ہوتے ہیں۔

تھیورہ نے پھر بیچ میں بولتے ہوئے دوسرا سوال داغ دیا، لیکن قسطنطنیہ میں بیٹھ کر تم نے  
اس سے نفرت کا اظہار کیا تھا، اس کا کیا ہوگا۔

کیتھرینا پھر مسکرا دی اور کہنے لگی۔

اس وقت میرے دل نے کسی کے لئے محبت کی سیپ نہ کھولی تھی، میرے لئے اُلفت  
کوئی پیغامبر، پیار کا نقیب پریت کا کوئی سفیر نہ تھا..... کوئی مجھے چاہ بھری منزلوں کی بشارت  
دینے والا تھا نہ ہی نور کے سانچوں میں ڈھلی اُنسیت کی تنویر سے روشناس کرانے والا تھا، نہ  
مجھے وہاں رہتے ہوئے کسی نے خوشبو بھرا تبسم عطاء کیا۔

اگر اب تم مجھ سے ابوفہر کے متعلق پوچھنا ہی چاہتی ہو تو سنو ایسے ہی نوجوان انقلاب  
کی علامت صداقت کی قدیل، نور صبح کی ہدایت، مسرت کی تنویر، آدمیت کی تقدیر اور کاروان  
بشر کے امیر ثابت ہوتے ہیں..... یہی لوگ ہیں جو مظلوم و مجروح انسانیت کے لئے قدرت  
انمول تحفظ ثابت ہوتے ہیں، ایسے جوان ظلمت اور جہل باطل کے سامنے راز مشیت کا جمال

بن کر سامنے آتے ہیں، جس وقت میں قسطنطنیہ میں تھی اس وقت میں ان لوگوں کو ظلمت گزرا  
اور تباہی و تخریب کی یلغار سمجھتی تھی، لیکن یہاں ابوفہر کو دیکھنے اس کے اخلاق اور کردار کا اندازہ

لگانے اس کی گفتگو سننے کے بعد میں یہ اندازہ لگانے میں کامیاب ہوئی ہوں کہ یہی وہ لوگ  
ہیں جو ابراہیم کے خوابوں کی صداقت داؤد کے نعموں کی حقیقت کے امین بن کر نگر نگر کوروشی

نفس نفس کو نفعی عطا کر جاتے ہیں، ایسے ہی جوان اپنے اخلاق اپنے کردار، اپنی جرات



کیٹھرینا کے ان الفاظ پر تھیورہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ اتنی دیر تک ساتھ والے کمرے  
ہے ان دونوں کو بارس نے آواز دی جس پر وہ دونوں اٹھ کھڑی ہوئیں..... پھر وہ دوسرے  
کمرے میں بارس اور لیونا کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگی تھیں۔



کے ساتھ ایک ہی جذبہ منسلک ہو..... اس سے محبت ہو یا اس سے نفرت ہو، درمیانی راستہ  
ہوتا ہے..... اگر تم تفصیل کے ساتھ ہی مجھ سے پوچھنا چاہتی ہو تو یوں سمجھو کہ میں اس سے نفرت  
ہمدردی میں لینے کچھ جذبات رکھتی ہوں، اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔  
کیٹھرینا تھوڑی دیر کے لئے رُکی، پھر اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

جہاں تک محبت کا سوال ہے وہ بڑا دور کا گہرا جذبہ ہے، محبت تو گناہوں میں سرگرداں  
اس مسافر کی طرح ہے جو آپ سے آپ وارد ہو جاتا ہے، جب کسی پر نزول کرتا ہے تو پھر اس  
کے احساس کی تنہائیوں کی حالت آبیاری کئے گئے گلستان جیسی بنا کے رکھ دیتا ہے، محبت  
زرفشاں بدر منیر کی طرح ہے جو نگاہوں کو گہر شناسی عطا کرتا ہے، جب کسی کو یہ گہر ملتا ہے تو  
وہ جستجو اور آرزوؤں کے گولوں، ذوق و شوق کے صہور تک کو عبور کرتا چلا جاتا ہے۔

تھیورہ محبت زندگی کے اندھیروں میں روشنی کا ستون ہے، اس سے منزل رواں، کاروان  
متحرک ہو جاتے ہیں..... محبت رنگوں کی ہنسی، بوباس کا تبسم ہے جو بوسیدہ حیرت کدوں تک  
نور کے سانچوں میں ڈھال دیتا ہے، جب کسی سے محبت ہو جاتی ہے تو یاد رکھنا اس کے لئے  
اس کے چاروں طرف چاند سورج، ستارے، فضاء، فضاء، روشنیاں رقص کرنے لگتی ہیں۔  
تو کیا میں سمجھوں کہ تمہیں اس سے محبت نہیں ہے؟

میں نے تمہیں بتا دیا ہے کہ جذبات صرف دو ہی چیزوں پر یعنی نفرت اور محبت پر منحصر  
نہیں ہوتے، کسی سے ہمدردی بھی ہو سکتی ہے، کسی سے درد مندگی بھی ہو سکتی ہے، کسی سے کوئی  
ایسا رابطہ کوئی ایسا تعلق بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے لئے دل میں ایک شناسائی سی، ایک جانبداری  
کی پیدا ہو جاتی ہے، بس اس وقت یہی جذبات میرے دل میں ابوفہر سے متعلق ہیں۔

تھیورہ نے کچھ سوچا، پھر دوبارہ اس نے کیٹھرینا کو مخاطب کیا۔  
کیٹھرینا اگر کسی موقع پر ہمدردی میں لپٹا ہوا تمہارا یہی جذبہ ابوفہر سے شدید محبت میں  
تبدیل ہو گیا تو پھر۔

کیٹھرینا نے ہلکا سا قہقہہ لگایا، پھر کہنے لگی۔  
جس وقت ایسا ہوا اس کا میں کھلا اور برملا تم سے اظہار کروں گی، جس وقت ایسا  
تھیورہ میں تم سے کچھ چھپاؤں گی نہیں، بلکہ جب مجھے موقع ملایا کوئی مناسب وقت آیا تو اس  
اظہار میں خود ابوفہر سے بھی کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کروں گی۔

نشان پہنچایا، اب سلطان نے مجھے یہاں بھجوایا ہے تاکہ یہاں لشکر کی کمانداری میں سنبھالوں اور آپ واپس افریقہ جا کر افریقہ میں اٹھنے والی غیر مسلموں کی بغاوت کو فرو کریں۔

سلطان نے مجھے صقلیہ کی طرف روانہ کرتے وقت بار بار یہ تاکید کی تھی کہ میں آپ سے کہوں کہ اب آپ صقلیہ میں مزید وقت ضائع نہ کریں..... فی الفور افریقہ پہنچنے والی بات لیں، امیر آپ جانتے ہیں دشت افریقہ میں دور دور تک پھیلی ہوئی بغاوتوں کو فروغ کرنا برے اور فضل بن یعقوب کے بس کی بات نہ تھی، اس لئے آپ کو واپس افریقہ جانے کی جت دی جا رہی ہے۔

مجھے تھوڑی ہی دیر ہوئی ہے یہاں پہنچے ہوئے مگر یہاں پہنچنے کے بعد مجھے چند انتہائی بی خبریں بھی ملی ہیں اور وہ یہ کہ سرقوسہ میں جو لشکر اس وقت محصور ہے، اس کی تعداد ہمارے لشکر سے زیادہ ہے اور قاضی اسد بن فرات مجھے یہ بھی بتا چکے ہیں کہ رومنوں کا ایک بہت بڑا لشکر آج یا کل یہاں پہنچنے والا ہے اور اس کے پہنچنے ہی دشمن ہمارے ساتھ جنگ کی طرح ڈال دے گا، لہذا میری آپ سے یہ اتنا سہ ہے کہ آپ اس وقت تک یہاں قیام کریں جب تک ہم سرقوسہ میں مقیم اور قسطنطنیہ سے آنے والے رومنوں کے لشکر سے نبٹ نہیں لیتے، آپ کے یہاں ہونے سے مجھے یقین ہے کہ دونوں لشکروں سے ہم نمٹ سکیں گے۔

محمد بن سالم کی اس گفتگو کے جواب میں ابوہریرہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ قاضی اسد بن فرات بول پڑا۔

ابن سالم قسم خداوند کی تو نے میرے دل کی بات کہی ہے، میں خود ابوہریرہ سے کہنے والا تھا کہ یہ متوقع جنگ کو نمٹنا کر ہی افریقہ کا رخ کرے، اس کی رہنمائی میں اگر ہم نے ایک بار سرقوسہ میں محصور رہنے والے لشکر اور قسطنطنیہ سے آنے والے لشکریوں کو شکست دے دی تو پھر مجھے امید ہے کہ ہم مقامی لشکر کے علاوہ قسطنطنیہ سے آنے والے رومنوں کے قدم بھی جنے نہیں دیں گے۔

جب تک قاضی اسد بن فرات اور محمد بن سالم بولتے رہے، ابوہریرہ دھیرے دھیرے مگراتا رہا..... ان کی اس ساری گفتگو کے جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ محمد بن سالم اس کی طرف دیکھتے ہوئے پھر بول پڑا۔

امیر میں آپ سے یہ بھی کہوں کہ میں اکیلا اور تنہا نہیں آیا اپنے ساتھ پانچ ہزار کا ایک

محمد بن عبد اللہ اور ابو رافع دونوں اپنے پڑاؤ میں داخل ہوئے..... محمد بن عبد اللہ اپنے خیمے کے قریب آ کر اپنے گھوڑے سے اتر..... ابو رافع بھی اپنے گھوڑے سے اتر چکا تھا، اتر دیر تک لشکر کا ایک جوان بھاگتا ہوا آیا، دونوں گھوڑوں کو پکڑ کر ایک طرف لے گیا تھا..... محمد بن عبد اللہ اپنے دست راست ابو رافع کے ساتھ خیمے میں داخل ہی ہونا چاہتا تھا کہ دنگ رہ گیا، اس لئے کہ اس لمحہ اس کے خیمے کے اندر سے قاضی اسد بن فرات، محمد بن الجوارہ اور زبیر بن غوث کے ساتھ افریقہ میں لشکریوں کا سالار دوم محمد بن سالم نکلا تھا۔

محمد بن سالم کو وہاں دیکھتے ہوئے ابوہریرہ چونکا تھا، آگے بڑھ کر بڑے پر جوش انداز میں اس کے ساتھ بغلگیر ہوا، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابن سالم تم کب آئے خیریت تو ہے؟

ابن سالم کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا۔

امیر آپ آ کر اپنے خیمے میں بیٹھیں تو میں تفصیل کے ساتھ آپ کے ساتھ گفتگو کرتا ہوں۔

سب خیمے میں داخل ہوئے..... جب نشستوں پر بیٹھ گئے تب ابن سالم نے کہنا شروع کیا۔

امیر افریقہ کے حالات انتہائی اتر ہو چکے ہیں، باغی اب اپنے علاقوں میں دندانے کے بجائے ہمارے علاقوں کے اندر بھی شب خون مارتے ہوئے لوٹ مار کا بازار گرم کرنے لگے ہیں..... گزشتہ چند دنوں میں انہوں نے تین بار یلغار کی اور مسلمانوں کو ناقابل تلافی

لشکر بھی مکہ کے طور پر لے کر آیا ہوں، اس طرح ان سرزمینوں میں ہمارے لشکر کی تعداد ہزار کے بجائے پندرہ ہزار ہو چکی ہے اور مجھے امید ہے کہ اس لشکر کے ساتھ آپ کی رہنمائی میں ہم دشمن سے خوب غنیمتیں گے۔

محمد بن سالم کے ان الفاظ سے ابوہریرہ کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی، کچھ دیر تک اس نے گھورنے کے انداز میں محمد بن سالم کی طرف دیکھا..... پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

ابن سالم تم بھی کمال کرتے ہو، یہ خبر تو نے مجھے آتے ہی کیوں نہ بتائی کہ تو اپنے ساتھ افریقہ سے پانچ ہزار کے لشکر کی مکہ بھی لے کر آیا ہے..... اگر ایسا ہے تو قسم خداوند قدوس کی جس قدر لشکر دشمن کا لشکر سرقوسہ میں محصور ہے اور جس قدر رومنوں کا لشکر قسطنطنیہ سے یہاں پہنچنے والا ہے، میں ان سے کہوں گا کہ اتنا اور لشکر بھی لے آؤ تب بھی میں تمہارے سامنے سید سپر ہو جاؤں گا۔

ابوہریرہ زکا، پھر اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

بہر حال میں تم لوگوں کی تجویز سے اتفاق کرتا ہوں..... متوقع جنگ کو نمٹانے کے بعد ہی میں افریقہ کی طرف روانہ ہوں گا، اب اٹھو، میں افریقہ سے آنے والے نئے لشکریوں سے ملنا پسند کروں گا اور انہیں اس سرزمینوں میں اپنے طریقہ جنگ سے بھی آگاہ کروں گا، جب تک دشمن ہمارے ساتھ جنگ کی طرح نہیں ڈالتا اس وقت تک میں نئے آنے والوں کو بھی یہاں کے ماحول کے مطابق تربیت یافتہ کر لوں گا۔

پھر ابوہریرہ اٹھ کھڑا ہوا، اس کی طرف دیکھتے ہوئے قاضی اسد بن فرات، محمد بن سالم، ابو رافع، محمد بن الجوزی، زبیر بن غوث بھی اٹھ کھڑے ہوئے..... پھر وہ سب اس خیمے سے نکل کر اس سمت کا رخ کر رہے تھے جہاں نئے آنے والے لشکریوں کے لئے خیمے نصب کئے گئے تھے۔

☆

دوسرے روز دوپہر سے تھوڑی دیر بعد رومنوں کا لشکر بھی وہاں پہنچ گیا..... مسلمانوں نے دیکھا وہ ایک کافی بڑا لشکر تھا، اس لشکر کی آمد پر صقلیہ کا وہ لشکر جو سرقوسہ شہر میں محصور تھا وہ بھی نکل آیا..... سرقوسہ میں جو لشکر تھا اس کی کمانداری خود صقلیہ کا حکمران بطارقہ کر رہا تھا۔

رومنوں کا لشکر جب وہاں پہنچا تو بطارقہ اپنے عمائدین کے ساتھ خود باہر نکلا اور رومنوں کے لشکر کا بہترین استقبال کیا..... تھیوڈوکس ملاسین اور میگور تینوں رومن جرنیلوں سے وہ بڑے پر جوش انداز میں بغلگیر ہوا۔

قسطنطنیہ کا محصور لشکر اب باہر نکل آیا تھا اور مسلمانوں کے خلاف نعرے بازی کرنے لگا تھا..... سرقوسہ شہر سے باہر ایک طوفان بدتمیزی تھا جو اٹھ کھڑا ہوا تھا..... پھر تھیوڈوکس، ملاسین اور میگور تینوں جرنیل بطارقہ کے ساتھ ایک جگہ جمع ہوئے..... اس موقع پر تھیوڈوکس نے بطارقہ کو مخاطب کیا۔

بطارقہ ہماری بد قسمتی ہے کہ اس سے پہلے بلاطہ کی سرکردگی میں صقلیہ میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ کے لشکر کو مسلمان شکست دے چکے ہیں، لیکن اب ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے، ہم اپنے طریقے سے مسلمانوں سے جنگ کریں گے، میں تم لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ جنگ مسلمانوں کے ساتھ آخری جنگ ہوگی یا تو میدان جنگ کو ہم ان سب کا قبرستان بنادیں گے یا انہیں اپنا یہاں سے بوریابسترا سمیٹ کے افریقہ کا رخ کرنا پڑے گا، ان دو کے علاوہ میں کوئی تیسرا راستہ ان کے سامنے نہیں رہنے دوں گا۔

تھیوڈوکس لمحہ بھر کے لئے زکا، اس کے بعد اپنا سلسلہ کام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ بطارقہ میں اپنے دونوں نائبین، ملاسین اور میگور کے ساتھ سرقوسہ کا رخ کرتے ہوئے جنگ کا لائحہ عمل طے کر چکا ہوں، اس لائحہ عمل سے میں تمہیں بھی آگاہ کرتا ہوں تاکہ مسلمانوں پر میری اپنی تجویز کے مطابق فیصلہ کن ضرب لگائی جائے اور انہیں یہاں سے مار بھگایا جائے۔

جنگ کا طریقہ کار کچھ اس طرح ہوگا کہ مسلمانوں کے سامنے اس شہر سے باہر تم اپنے لشکر کے ساتھ رہو گے، میں اپنے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے بائیں اور تمہارے دائیں جانب چھو جاؤں گا، مکمل صبح سویرے تم جنگ کی طرح ڈالو گے..... جنگ کی ابتداء تم خود کرنا، میں اور میرے جرنیل اپنے لشکر کے ساتھ بائیں جانب ہی رہیں گے..... جب جنگ شروع ہوگی تو سامنے سے تم ٹکراؤ گے، بائیں جانب سے ہم مسلمانوں پر حملہ آور ہوں گے، اس طرح مسلمان میرے خیال میں ہمارے سامنے چند لمحے بھی نہ نکال سکیں گے۔

اگر میرے اور تمہارے لشکر کی تعداد کو جمع کر لیا جائے تو میرے خیال میں ہمارے لشکر کی تعداد ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ بنتی ہے، مسلمانوں کے پاس صرف دس ہزار ہی کا لشکر ہے.....

اگر انہوں نے اس سے پہلے ہمارے ڈیڑھ لاکھ کے لشکر کو شکست دی تھی تو ایسا انہوں نے ہماری حماقت، ہماری نا تجربہ کاری کی بنا پر کیا ہوگا، لیکن اب ہم انہیں پہلے جیسی روش دھرانے کا موقع فراہم نہیں کریں گے..... تھیوڈولس جب خاموش ہوا تو بطارقہ بول پڑا۔

محترم تھیوڈولس مسلمانوں کے لشکر کی تعداد اب دس ہزار نہیں ہے، اس لئے کہ گزشتہ شب ہمارے مخبر یہ خبر دے چکے ہیں کہ مسلمانوں کا ایک اور جرنیل نام جس کا محمد بن سالم ہے، وہ پانچ ہزار کے لشکر کے ساتھ یہاں پہنچ چکا ہے، اس طرح مسلمانوں کے لشکر کی تعداد پندرہ ہزار کے لگ بھگ ہو چکی ہے اور ایک نیا جرنیل محمد بن سالم بھی ان میں شامل ہو چکا ہے۔

تھیوڈولس نے طنزیہ سے انداز میں کندھے اُچکائے بطارقہ کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔ بطارقہ اس سے کیا فرق پڑتا ہے..... اگر ہم اپنے لشکر کی تعداد ڈیڑھ لاکھ ہی تصور کر لیں حالانکہ آپ کے اور ہمارے لشکر کو جمع کیا جائے تو لشکر کی تعداد ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ بنتی ہے، لیکن اگر اس لشکر کی تعداد ڈیڑھ لاکھ ہی تصور کر لی جائے تب بھی مسلمانوں کے ایک سپاہی کے حصے میں ہمارے دس سپاہی آتے ہیں..... کیا ان کا ایک سپاہی ہمارے دس سپاہیوں سے بٹ لے گا، بطارقہ کے بولنے سے پہلے ہی تھیوڈولس پھر بول پڑا۔

بطارقہ میرے سوال کے جواب میں تم یہ کہو گے کہ اس سے پہلے مسلمان ایک اور پندرہ کی نسبت رکھتے ہوئے جنگ جیت چکے ہیں اور وہ ڈیڑھ لاکھ کے لشکر کو بدترین شکست دے چکے ہیں، لیکن ایک بات یاد رکھنا اس وقت میرے جیسا جرنیل مسلمانوں کے مقابل نہ تھا اور پھر میرے نائب میگور اور ملائین جیسے عمدہ اور نایاب جرنیل بھی اس لشکر میں شامل نہ تھے..... وہ لشکر زیادہ تر نا تجربہ کار سپاہیوں پر مشتمل تھا، جس کی بنا پر مسلمانوں نے انہیں شکست دی، لیکن یہاں ان میدانوں میں مسلمانوں کو لوہے کے ایسے چنے چبوائیں گے کہ دو راستوں کے علاوہ انہیں کچھ نظر نہ آئے گا..... بہر حال جنگ کا جو طریقہ طے ہوا ہے اس کے مطابق ہی عمل کیا جائے گا، بطارقہ جہاں اس وقت تم ہو اس کے تھوڑا آگے جا کر تم اپنے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے سامنے پڑاؤ کرنا، میں اپنے لشکر کو اسی وقت تمہارے دائیں جانب لے جا کے پڑاؤ کرنے لگا ہوں..... میں اپنے لشکر کی خیمہ گاہ کا اہتمام کر لوں، اس کے بعد رات سب بیٹھ کر جنگ کا آخری لائحہ عمل طے کریں گے، اس کے ساتھ ہی تھیوڈولس اپنے لشکر کو لے کر ذرا دائیں جانب آگے گیا اور وہاں اس نے اپنے لشکر کو خیمہ زن ہونے کا حکم دے دیا تھا۔



**اگلے روز** قاضی اسد بن فرات نے اپنے لشکر کے ساتھ فجر کی نماز کی امامت کی، نماز کے بعد آہستہ آہستہ بڑی رازداری کے ساتھ وہ گزر گزرتے ہوئے خداوند قدوس کے حضور دعا مانگتا رہا، اس کی امامت میں نماز پڑھنے والے لشکر کی بھی بلند آوازوں میں ایک ساتھ آمین کہتے جا رہے تھے کہ یہاں تک کہ دعا مانگتے ہوئے قاضی اسد بن فرات کی آواز بلند ہوئی، اپنے خداوند قدوس کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا..... یہ الفاظ لشکریوں نے بھی سنے، اسد بن فرات کہہ رہا تھا۔

”اے خدائے مہربان تو ہی پا بہ زنجیر شب کی جبین کو درخشاں بدر منیر عطا کرتا ہے، تو ہی گمراہی کے اندھیروں میں خیر کی سحر کو بیدار کر کے نجات نبی نوع انسان کا سامان کرتا ہے..... یا اللہ تیرے ہی کن سے آنکھوں کے آنسو، لبوں کی گہری مسکراہٹ میں تبدیل ہو جاتے ہیں..... تیرے ہی قانون فطرت کے تحت عمل اور تمناؤں کے درمیان راز ہائے بستہ پھیلے ہوئے ہیں، جنہیں نہ کوئی آنکھ، نہ کوئی آواز عبور کر سکتی ہے..... میرے اللہ اپنی ذات کے تقدس کے طفیل آج کے دن ہمارے بے کل نفس کو بے معنی اور فرسودہ الفاظ کے وسوسوں سے قرار عطا کر۔ اے اللہ دکھ کی جھیل کے خون کناروں اور شکن شکن کرتے دکھ کے خیالات کی طرح پھیلے ہمارے دشمن کے لئے ہمیں قضا کے لہراتے بھنور مرگ خیز ادہام کے بگولے بنا کر ان کے سامنے کھڑا کرنا..... اے اللہ ہمیں ایسی استقامت عطا کرنا کہ جنگ کے دوران دشمن کے لئے ہم فونی لحات کا فسانہ، کانٹوں کی کہانی جیھن کی داستان بن کر اپنی کامیابی، اپنی فوز مندی کو نگلے لگائیں۔

اے خدائے مہربان تاروں کے جھوم کی طرح آنسوؤں کی قدیلیں لئے ہم تیرے ہی سامنے دست طلب دراز کرتے ہیں..... تاریک وسوسوں کے سامنے تو ہمیں فوزمندی کی امرنیل، عناصر کی غضبناکی کی ہولناکی کے سامنے اے اللہ تو ہمیں لہجہ کی شرینی تبسم کی نرمی جیسی کامیابی عطا کرنا۔

اے مالک کون و مکاں! ہمیں ہمت اور استطاعت عطا کر کہ ہم نواچس فطرت کے پاسان اور خیر کی مربوط قوت بن کر دشمن کے بغض اس کی عداوت، اس کی شرانگیزی، اس کی اضطراب آفریں ہزیت میں بدل کر رکھ دیں..... اے اللہ ہم پر اپنی جگہ کرم رکھ کہ ہم حق کے دست راست بن کر اپنے سامنے آنے والے دشمن کی خوفناک اندھی قوت کو اس کی حقارت آمیز شکست میں تبدیل کر دیں..... اے اللہ آج کے دن ہم اپنے پورے خلوص کے ساتھ تجھ سے تیری مدد، تیری حمایت کی استدعا کرتے ہیں..... اے اللہ میں قاضی اسد بن فرات آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ میں نے اگر اپنی زندگی میں کوئی بھی نیکی کا کام کیا ہے تو اے میرے اللہ میری اس نیکی ہی کے طفیل آج کے روز دشمن کے مقابلے میں ہمیں سرخرو اور کامران رکھنا۔“

جب تک قاضی اسد بن فرات دعا مانگتا رہا، سارے لشکری پر غم آنکھوں کے ساتھ آئین کہتے رہے..... قاضی اسد بن فرات دعا ختم کر کے اٹھ کھڑا ہوا، لشکری بھی پیچھے ہٹ گئے..... پہلے لشکریوں کے کھانے کا اہتمام کیا گیا، پھر جنگ کے لئے لشکری صفیں آراستہ اور چاک و چوبند ہونے لگی تھیں۔

دوسری جانب سامنے کی طرف سر قوسہ کا لشکر صفیں درست کر رہا تھا..... سر قوسہ کے لشکر کے سالار اعلیٰ اور حقلیہ میں نصرانی حکمران بطارقہ کا خیال تھا کہ مسلمانوں پر جب دو طرفہ حملہ ہوگا تو مسلمان اسے برداشت نہیں کر سکیں گے..... یہی خیالات رومن جرنیل تھیوڈولس اور میگور کے بھی تھے..... جنگ کا طریقہ انہوں نے کچھ اس طرح اختیار کیا تھا کہ سامنے کی طرف سے بطارقہ اپنے لشکر کے ساتھ رہا..... دائیں جانب تھیوڈولس میگور اور ملاسین اپنے لشکر کے ساتھ رہے، ان کا ارادہ تھا کہ سامنے کی طرف سے بطارقہ حملہ آور ہوگا..... جنگ کی ابتداء ہوتے ہی دائیں جانب سے رومنوں کے تینوں جرنیل اپنے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے پہلو پر اس طرح حملہ آور ہوں گے کہ مسلمانوں کو خس و خاشاک کی طرح اڑا کر رکھ دیں گے۔

لیکن اپنی آمد کے دوسرے روز یعنی جس روز وہ جنگ کی ابتداء کرنا چاہتے تھے اس روز صبح ہی صبح جب اٹھے تو سب دنگ رہ گئے، اس لئے کہ مسلمانوں نے رات ہی رات اپنے اور دونوں کے درمیان ایک گہری خندق کھودی تھی جو ان کے لشکر کے اگلے سرے سے لے کر بچے تک چلی گئی تھی اور اپنی طرف خندق کھودنے کے بعد جو مٹی نکلی تھی اس کے اونچے دمے ہوں نے بنا کر رکھ دیئے تھے..... خندق اس طرز پر کھودی گئی تھی کہ کوئی بھی گھوڑ سوار خندق کو پور کر کے مسلمانوں پر حملہ آور نہ ہو سکتا تھا..... یہ کام راتوں رات ابوفہر، ابو محمد بن سالم اور مد بن فرات نے اپنے پندرہ ہزار لشکریوں کے ساتھ کیا تھا..... صبح سویرے اپنے اور مسلمانوں کے درمیان اس خندق کو دیکھ کر رومن ہی نہیں حقلیہ کا لشکر بھی حیرت زدہ رہ گیا..... وہ اس بات پر تعجب کا اظہار کر رہے تھے کہ رات ہی رات کو مسلمانوں نے اتنی بڑی خندق کھود ڈالی اور انہیں خبر تک نہ ہوئی۔

اب صورتحال کچھ اس طرح تھی کہ سامنے بطارقہ اپنے لشکر کے ساتھ تھا، اس کی دائیں جانب اور مسلمانوں کے بائیں جانب تینوں رومن جرنیل اپنے لشکر کے ساتھ تھے اور ان کے درمیان راتوں رات کھودی جانے والی گہری خندق اور اونچے دمے تھے..... یہ صورتحال دیکھتے ہوئے تھیوڈولس، میگور، ملاسین، بطارقہ اور دیگر سالار ایک جگہ جمع دئے، کافی دیر تک صلاح مشورہ کرتے رہے، اس کے نتیجے میں یہی طے پایا کہ سامنے کی طرف سے بطارقہ حملہ آور ہوگا اور خندق کو عبور کر کے مسلمانوں پر رومن حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے۔

ادھر کھانا کھانے کے بعد جب مسلمان لشکری بھی جنگ کے لئے تیار ہو گئے، تب لشکر کے سامنے ابوفہر اسد بن فرات، محمد بن سالم، محمد بن الجواری، زبیر بن غوث، ابورافع اور دیگر سالار جمع ہوئے..... اس موقع پر ابوفہر نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”عزیزان من! آج کا دن یقیناً ہمارے لئے بھاری اور انتہائی اہم ہے، اس میں شک نہیں اس سے پہلے مرج کے مقام پر ہم دشمن کی ڈیڑھ لاکھ کی سپاہ کی اینٹ سے اینٹ بجا چکے ہیں، لیکن یہاں جنگ کا طریقہ مختلف ہوگا..... یہاں دشمن کی سپاہ کی تعداد بھی زیادہ ہے اور جنگ کی صورت حال بھی مختلف ہے..... بطارقہ ہم پر سامنے کی طرف سے ضرب لگانا چاہتا ہے..... رومن ہمارے بائیں جانب سے ہمارے پہلو کو کاٹنا چاہتے ہیں لیکن میں انہیں ایسا

کرنے کی اجازت نہیں دوں گا..... راتوں رات جو ہم نے ان کے اور اپنے درمیان خندق کھودی ہے، یہ ہمارے لئے بہترین ڈھال اور سپر ثابت ہوگی۔

ابو فہر لمحہ بھر کے لئے رکا، کچھ سوچا پھر دوبارہ وہ بول رہا تھا۔

عزیز! آپ سب جانتے ہیں ہمارے پاس پندرہ ہزار کالشکر ہے اور اسی سے کام لیتے ہوئے ہم نے دشمن کو مار بھگانا ہے اور اسے شکست دینی ہے، اپنے آپ کو محفوظ کرنا ہے، کھانا کھانے کے بعد محمد بن سالم کے ساتھ ملکر میں نے لشکر کے اندر سے دو ہزار بہترین تیر انداز علیحدہ کر دیئے ہیں..... یہ تیر انداز خندق کے کنارے جو اونچے دھڑے بنائے گئے ہیں ان میں رہیں گے، دو ہزار کے اس لشکر کی کمانداری محمد بن الجواری اور زبیر بن غوث دوں کریں گے اور تیر اندازوں کا کام یہ ہوگا کہ جو نبی کوئی رومن سوار خندق کو عبور کرے ہم حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا یہ تیر انداز انہیں اپنے زہریلے تیروں سے چھلنی کر کے رک دیں گے اور انہیں خندق عبور کر کے ہم پر حملہ آور ہونے میں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔

یہ تو ہمارے جنگی نظریے کا ایک پہلو ہے، دو ہزار کو نکالنے کے بعد باقی ہمارے پاس تیرہ ہزار کالشکر بچتا ہے، اس کو میں تین حصوں میں تقسیم کر رہا ہوں..... ان تیرہ میں سے چار ہزار کالشکر میں اپنی کمانداری میں رکھوں گا اور میں اپنے لشکر کے بائیں حصے میں رہوں گا، میرا بائیں طرف رہنے کا مقصد یہ ہے کہ میں نہ صرف اپنے سامنے بطارتہ کے لشکر پر ضرب لگاؤں گا بلکہ جب میں دیکھوں گا کہ رومن خندق کو عبور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور وہ ہمارے پہلو پر حملہ آور ہونے کے قریب پہنچ چکے ہیں، تب میں بائیں جانب مڑتے ہوئے رومنوں پر بھی ضرب لگاؤں گا، ایسا کرنے کے لئے میں اپنے لشکر کو مزید دو حصوں میں تقسیم کر لوں گا..... ایک حصہ میرے دست راست ابو رافع کے پاس رہے گا، وہ بدستور اپنے سامنے بطارتہ کے لشکریوں سے جنگ میں مصروف ہوگا..... دو ہزار کے دوسرے حصے کے ساتھ میں بائیں جانب گھوم کر رومنوں پر ضرب لگانے کی کوشش کروں گا۔

لشکر کے دو باقی حصے جو تین تین ہزار پر مشتمل ہوں گے ان میں سے ایک اسد بن فرات کی کمانداری میں قلب کے طور پر کام کرے گا، دوسرے میرے عزیز معلم سالم کی کمانداری میں ہوگا اور محمد بن سالم لشکر کے دائیں جانب رہ کر دشمن پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا۔

یہ رہی ہماری جنگی ترتیب اب جو سب سے اہم بات میں کہنا چاہتا ہوں کہ دشمن کتنا بھی

فوراً شرابہ کریں، کیسے بھی نعرے ہمارے خلاف بلند کریں، ہمیں پسپا کرنے کے جیسے چاہیں رہے استعمال کریں، میدان جنگ سے مڑ مڑ کر پیچھے نہیں دیکھنا..... ہر لشکری اپنے ذہن میں یہ بات محفوظ رکھے کہ ہر صورت میں ہم نے دشمن کو بدترین شکست دے کر سرتوسہ شہر میں داخل ہونا ہے، مجھے امید ہے کہ جس طرح خداوند قدوس نے مرج کے میدانوں میں ہمیں سرخرو رکھا تھا..... آج سرتوسہ کے نواح میں بھی ہم دشمن پر غالب اور فتح مند ثابت ہوں گے۔

ابو فہر کہتے کہتے رکا گیا اس لئے کہ دشمن کے حملہ آور ہونے کی نقل و حرکت اپنے عروج پہ پہنچ گئی تھی..... یہ صورتحال دیکھتے ہوئے ابو فہر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا دوسرے سالار بھی اپنے گھوڑوں پر بیٹھ چکے تھے، پھر اپنے لشکر کو مخاطب کرتے ہوئے ابو فہر بلند آواز میں کہہ رہا تھا۔

”میری ملت کے فقید النظیر اور فرید الدہر پاسپانوا! اپنی قوم کے بے مثل، بے عدیل، مافظو! تم میرا شعور میرا بائکین، میرا جذبہ، میرا جوان عزم ہو، تمہارے بغیر میں بے صدا حرف، بے عکس خواب سے بھی بدتر ہوں..... اگر تم میرا ساتھ دو تو میں طوفانوں سے لڑ سکتا ہوں، بجلیوں سے کھیل سکتا ہوں، جہاں سوزی و تباہ کاری اور آتش زنی و خون ریزی کے سامنے سینہ پر ہو سکتا ہوں۔“

میرے لئے تم لوگ حیات بخش رجز اور خوں آشام تلوار ہو، اگر تم میرا ساتھ دو تو جبلت کو کھینچنا میرا عزم حمیم زمین کا کمر بند پکڑ کر دشمن کے دفاع کا آخری بند تک توڑ دے گا۔

میرے ساتھیو! تمہارے بنائیں پیاس کا صحرا اور وہ پتھر ہوں جو رو بھی نہ سکے..... اگر تم میرے ساتھ ہو تو میں شعبدوں کے آئینہ دار اور کسی کمال فن ساحر کی طرح وحشی اندھیروں کی کوکھ سے اٹھنے والے بغاوتوں کے گیتوں اور زندگی کی ہر کھٹائی، ہر غم و الم کو لات مار کر آگے نکل سکتا ہوں۔

یہاں تک کہنے کے بعد ابو فہر رکا، پھر اپنی تلوار اس نے فضا میں بلند کی اور اپنے لشکر کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

کیا تم میرا ساتھ دو گے۔

جواب میں سارے لشکر نے اپنے ہتھیار ہوا میں بلند کئے اور پھر وہ پر جوش انداز میں ابو فہر کا ساتھ دینے کا اعلان کر رہے تھے..... ان کی آوازیں سن کر ابو فہر کے چہرے پر گہری

شمن کی منہ زور اندھی قوت اور تشنہ ہلاکت خیزیوں کے سامنے میرے اللہ ہماری مدد ہماری صرت فرمانا۔“

اپنے رب سے دعا کرنے کے بعد ابوفہر کے حکم پر محمد بن الجباری اور زبیر بن غوث دو زار بہترین تیر اندازوں کے ساتھ خندق کے سامنے دمنوں کی اوٹ میں بیٹھ گئے تھے، لشکر پری طرح استوار ہو چکا تھا..... وسطی حصے میں اسد بن فرات رہا، دائیں جانب کے پہلو پر محمد بن سالم اور بائیں جانب کے چار ہزار کے لشکر کی کمانداری خود ابوفہر کر رہا تھا، اس کا دست راست ابورافع اس کے نائب کی حیثیت سے اس کے ساتھ تھا۔

سامنے کی طرف سے دشمن کا لشکر حملہ آور ہونے کے لئے جب آگے بڑھا تب اپنے گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے ایک بار پھر ابوفہر نے آسمان کی طرف دیکھا اور بڑی رقت آمیز آواز میں کہنے لگا۔

”اے خدائے رؤف و رحیم! اے مالک حلیم و کریم تو ہی ہماری مدد اور اعانت کرنے والا ہے۔ ہم تیرے پیروکار ہیں..... تیری مدد کے وعدے پر اعتماد رکھتے ہیں، اس لئے کہ میرے الٰہ تو سحر کی طرح صادق الوعد ہے..... میرے اللہ! آج کے اس کارزار میں ہماری مدد، ہماری اعانت فرمانا۔“

ان الفاظ کے بعد اپنے گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے ابوفہر کی چھاتی تن گئی تھی، آنکھیں انگارے درسا رہی ہیں..... چہرہ اس کا تانیہ ہو گیا تھا۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے سامنے کی طرف سے بطارقہ کا لشکر مسلمانوں پر تباہ کاری اور نمن کشی کرنے والے خانہ بدوش شکاریوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا، جبکہ دائیں جانب سے رومن بھی ان وحشیوں کی طرح آگے بڑھے تھے جنہوں نے آج تک کوئی شہر تک نہ دیکھا ہو۔

سامنے کی طرف سے بطارقہ کے حملہ آور ہونے کے بعد مسلمان لشکریوں نے اسد بن فرات ابوفہر اور محمد بن سالم کی سرکردگی میں مافوق الفطرت قوت کے ظہور کی طرح اپنا رنگ دکھایا..... قضا کے دشت سے خروج کرنے والے لہو رنگ بگولوں کی طرح وہ حرکت میں آئے..... لشکر آفاق لہر اور کاروان انقلاب کی طرح انہوں نے اپنے کام کی ابتداء کی، پھر قدیم اساطیری نزہت گاہوں تک کو تلپٹ کر دینے والے عذابوں اور بے پناہ سردی کی

مسکراہٹ نمودار ہوئی، اس کے بعد دوبارہ اس نے اپنے لشکر کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔

”میرے عزیز ساتھیو! اگر یہ بات ہے تو آؤ سارے مل کر اپنے خداوند قدوس کی تکبیر کا نعرہ بلند کریں اور دشمن پر یہ ثابت کریں کہ ہم تاریخ کی گھور گھٹاؤں میں جوہر کی علامت اور قطرہ خون کی تمنازت بن کر اپنے ہر دشمن پر چھا جانے کا عزم اور ہمت رکھتے ہیں۔

ابوفہر کے ان الفاظ کے جواب میں پورا لشکر زوردار انداز میں تکبیریں بلند کرنے لگا تھا، کچھ دیر ایسا ہی سماں رہا..... پھر ابوفہر نے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

عزیز ساتھیو! جنگ کی ابتداء اپنے خداوند قدوس کے مقدس نام سے کرنا جو لامکاں و لازوال ہے، جو بے کراں و بے نشان ہے، جس کا ادراک محال جو نور دائم ہے، حتیٰ قائم ہے جس کے سوا سب کا مقدر زوال ہے اور اسی پر ہم بے قیل و قال ایمان رکھتے ہیں، اسی خداوند قدوس کی تکبیریں بلند کرتے ہوئے دشمن پر ثابت کرنا کہ ہم کائنات کا ایک نہیں باز ہیں..... ہم مجرور کے زائر کی طرح بھیانک آندھیاں بن کر دشمن کے سامنے آنے کی ہمت اور جسارت رکھتے ہیں..... اپنے خداوند قدوس کا نام لیتے ہوئے دشمن پر ضرب لگاتے ہوئے ان پر آج ہم نے یہ ثابت کرنا ہے کہ ہماری برق نظر ہمارے دشمنوں کے نفس میں تھر تھراہٹ پیدا کر سکتی ہے..... بھڑکتی آگ کے غضب اور آندھیشوں بھرے عذاب سے بے پرواہ ہو کر دشمن کے صفوں کے وسطی حصے میں لڑنا اپنے لئے سعادت اور فخر کی علامت خیال کرتے ہیں۔

یہاں تک اپنے لشکریوں کو مخاطب کرنے کے بعد ابوفہر خاموش ہو گیا، پھر اپنے گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے اس نے آسمان کی طرف دیکھا، اس کے بعد وہ انتہائی رقت انتہائی عاجزی و انکساری سے اپنے خداوند قدوس کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

اے خداوند مہربان و لازوال اس کائنات میں ساری ہی تجلیاں تیری ذات و صفات سے ہیں، نیک و بد سے بالاتیری الوہیت ہے، تیری ہی ربوبیت دہر کی رزاق ہے، کون و مکاں کی تنہائیوں میں تو ہی مادرائے گمان و قیاس ہے۔

میرے اللہ ہمارے قلب میں صرف تیرا ہی جمال کارفرما ہے، تو ہر جہت و بے جہت پر محیط ہے..... میرے اللہ میں اور میرے ساتھی تیری حمایت و نصرت کے جو یا ہیں، میرے اللہ

سنگدلی طاری کر دینے والے برف کی جان لیوا تیراگنی کی طرح وہ دشمن پر ٹوٹ پڑے تھے۔

دوسری جانب سے رومن سوار مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھے اور انہوں نے اپنے اور مسلمانوں کے درمیان خندق کو عبور کرنا چاہا تو خندق کے کنارے ددموں کے پیچھے جو مسلمان تیر انداز بیٹھے ہوئے تھے..... انہوں نے کچھ اس طرح تیر اندازی کی کہ کسی بھی رومن کو خندق پار کر کے مسلمانوں پر حملہ آور ہونا نصیب نہ ہوا اور تیر اندازی سے مرنے والے ان کے لشکریوں اور گھوڑوں سے مسلمانوں نے اس خندق کو بھرنا شروع کر دیا تھا۔

جنگ زوروں پر آگئی تھی، ہر شے صداؤں کے تنگ کنویں اور خونی گونجوں کی بھنور میں ڈوب کے رہ گئی تھی..... خاک و افلاک کو زیر نگین کرنے والے 15 ہزار مجاہد ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ تعداد رکھنے والے دشمن کے سامنے کوہساروں کی عظمت بادلوں کے کھلے بادبانوں، نیلگوں، بے کراں آسمان کی طرح جم گئے تھے۔

جب جنگ اپنے زوروں پر تھی، اپنے گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے اپنے لشکریوں کو مخاطب کر کے ابوفہر نے کہنا شروع کیا..... شاید وہ اس طرح کا حربہ استعمال کر کے جنگ کو آخری لمحوں کی طرف دھکیلنا چاہتا تھا، اپنے لشکریوں کو مخاطب کر کے وہ کہہ رہا تھا۔

”مولائے سدرہ مقام پر ایمان رکھنے والو! مصدق و صادق رسول کے ماننے والو! جو خدایا کی پیروی کرنے والو، امام انام کے جاں نثارو! برق کی حدت کی طرح دشمن پر حملہ آور ہو اور ان کے عدم وجود کو ایک کر کے رکھ دو، میرے شعلہ نفس ساتھیو میرے ستارہ نظر دوستو! آگے بڑھ کر دشمن پر حملہ آور ہو اور ان کی نبض دوراں پر ہاتھ رکھ کے ان کے آغاز اور انتہا کو ایک کر کے رکھ دو۔“

ابوفہر کے ان الفاظ نے مسلمان لشکریوں کے لئے تازیانے اور برق کا کام کیا اور آندھی اور بارش سی شدت اور ڈھک کی عذاب خیز آندھیوں کی طرح دشمن پر کچھ اس طرح حملہ آور ہونے لگے تھے جیسے انہوں نے آب حیات پی کر اپنے آپ کو امر کر لیا ہو۔

دوسری جانب رومنوں نے جب دیکھا کہ وہ خندق کو عبور کر کے مسلمانوں کے پہلو پر حملہ آور نہیں ہو سکتے اور یہ کہ ان کے جن لشکریوں نے خندق کو پار کرنا چاہا تھا سامنے کی طرف

سے تیر اندازی نے انہیں ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے..... تب انہوں نے اپنا رخ پھیر کر بطارقہ کے لشکر میں شامل ہونا چاہا لیکن ان کی ایک ایک حرکت پر ابوفہر کی نگاہ تھی، جونہی انہوں نے ایسا کرنا چاہا اپنے حصے کے چار ہزار کے لشکر سے دو ہزار اس نے ابورافع کے ماتحت رہنے دیئے، دو ہزار کو اس نے اپنے ساتھ لیا..... پھر وہ بائیں جانب بڑھا، رومنوں کی راہ روکتے ہوئے وہ بے حصار و بے سان کر دینے والے ان گنت شعلوں کے رقص اور بیابانوں میں جھاڑو دینے والے بدترین کوڑے برساتے ریت کے گراؤز کی طرح ان پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

کچھ دیر تک ابوفہر اپنے صرف دو ہزار ساتھیوں کے ساتھ رومنوں کے اندر موت کا کھیل قضا کا رقص کھیلتا رہا اور رومنوں کو انہوں نے ایسا نقصان پہنچایا کہ رومن پسپا ہونے پر مجبور ہو گئے تھے..... دوسری جانب سے تیر اندازی نے ان کا ناطقہ بند کر دیا تھا..... رومنوں کا اس جنگ میں اس قدر نقصان ہوا کہ مسلمانوں نے اپنے اور رومنوں کے درمیان جو خندق کھودی تھی وہ خندق رومنوں کی لاشوں اور ان کے مرنے والے گھوڑوں سے اٹ کے رہ گئی تھی۔

بطارقہ نے جب دیکھا کہ رومنوں کو مسلمانوں نے پوری طرح مفلوج کر کے رکھ دیا ہے اور اب ان کی طاقت و قوت کا پورا زور اس کے خلاف ہے اور پھر اس نے یہ بھی دیکھا کہ اس کے لشکر کی اگلی صفیں مکمل طور پر چھج چکی تھیں اور مسلمان اب وسطی حصے سے ہوتے ہوئے اس کے لشکر کی پچھلی صفوں تک بھی تکبیریں بلند کرنے لگے تھے۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے اس نے رومن جرنیل تھیوڈوس کی طرف پیغام بھجوایا اور صلاح مشورہ کرنے کے بعد یہ طے پایا کہ سرقسہ شہر سے باہر اگر جنگ کو طول دیا گیا تو مسلمان ان کے ایک ایک سپاہی کو پکڑ کر ان کا قتل عام کر دیں گے، لہذا انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ پسپا ہو کر شہر میں محصور ہو جانا چاہئے۔

یہ فیصلہ ہونے کے بعد شہر کا دروازہ کھلا بطارقہ اپنے لشکر کو لے کر شہر میں داخل ہو گیا..... تھیوڈوس میگور اور ملاسین تینوں رومن جرنیل بھی اپنے بچے کچھے لشکر کے ساتھ بطارقہ کے ساتھ شہر میں محصور ہو گئے تھے..... سرقسہ شہر کے باہر مسلمانوں کے ہاتھوں رومنوں اور بطارقہ کے لشکر کی یہ انتہائی بدترین اور ذلت آمیز شکست تھی جسے آج تک تاریخ کے اوراق امانت کے طور پر اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں۔





رومنوں کا بھی اس قدر نقصان کر چکے ہیں کہ وہ دوبارہ کھلے میدانوں میں ہمارے سامنے اٹھانے کی کوشش نہیں کریں گے، جہاں تک بطارقہ کا تعلق ہے اس کی بھی کمر توڑ دی گئی۔ وہ بھی میرے اندازے کے مطابق شہر سے باہر نکل کر مسلمانوں سے ٹکرانے کی کوشش نہ کرے گا۔

ان حالات میں میں یہاں مزید قیام نہیں کروں گا، وہاں سے آنے کے بعد محمد سالم نے حالات بتائے ہیں ان کو سامنے رکھتے ہوئے مجھے فی الفور یہاں سے افریقہ کوچ کر جانا ہے، لہذا تھوڑی دیر تک میں یہاں سے مازر کی طرف کوچ کروں گا اور وہاں سے کشتی میں یقہ کے ساحل کی طرف کوچ کر جاؤں گا۔

آپ سب کو اپنے خیے میں بلائے سے قبل میں دو تیز رفتار قاصد مازر کی طرف روانہ کر چکا ہوں۔ مازر میں اپنے والی ابو ذی کنعانی کو میں نے پیغام بھجوایا ہے کہ ان قاصدوں پیچھے پیچھے میں بھی مازر کا رخ کر رہا ہوں۔ میں وہاں قیام نہیں کروں گا، میرے آنے۔ وہ ایک مناسب اور اچھی حالت کی کشتی تیار رکھے جس میں میں چند ملاحوں کے ساتھ یقہ کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔

ابوفہر جب رُکا تو ایک پدرانہ سے شفقت میں اسد بن فرات نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا شروع کیا۔

ابوفہر میرے بیٹے کیا ایسا ممکن نہیں کہ آج کی شب تم آرام کرو، جنگ میں تمہاری جو رُزاری تھی وہ ہم سب کے سامنے ہے، صرف تمہاری وجہ سے ہم دشمن کو بدترین شکست دینے میں کامیاب ہوئے ہیں اور وہ ہمارے سامنے محصور ہو گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں تمہیں دام کی ضرورت ہے۔ اگلی شب کو تم یہاں سے کوچ کر جانا۔

ابوفہر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔

ابن فرات میرے محترم میں آپ کے ان الفاظ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، لیکن میں رُکوں گا نہیں، آپ میری تھکوت کی پروا نہ کریں۔ پہلی بات یہ کہ میں قاصد ابو ذی کی طرف روانہ کر چکا ہوں۔ اگر میں نہ گیا تو وہ پریشان ہوگا، دوسری بات یہ کہ میرا افریقہ پہنچنا انتہائی اہم اور ضروری ہے، وہاں سلطان بڑی بے چینی سے میری واپسی کا منتظر ہوگا۔

ابوفہر جب خاموش ہوا تو محمد بن سالم بول پڑا۔

اس جنگ میں زیادہ نقصان رومنوں کا ہوا۔۔۔۔۔ ایک تو ان کے لشکر کی اکثریت تہہ و تہا ہو گئی تھی اور ان کی لاشوں سے وہ خندق بھر گئی تھی، جو انہیں روکنے کے لئے مسلمانوں نے راتوں رات ابوفہر کے کہنے پر کھودی تھی۔۔۔۔۔ پھر خوراک اور ہتھیاروں کی صورت میں جو کچھ رومن اپنے ساتھ لے کر آئے تھے، ہر چیز گنوا بیٹھے اس لئے کہ انہوں نے سرقوسہ شہر سے باہر اپنا پڑاؤ کیا ہوا تھا، ان کی شکست کے بعد ان کے پڑاؤ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ جہاں تک عقلیہ کے حکمران بطارقہ کا تعلق تھا تو اس نے صرف اپنا لشکر مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے سرقوسہ شہر سے باہر نکالا تھا۔۔۔۔۔ اس نے کوئی پڑاؤ قائم نہیں کیا تھا، اس شکست کی صورت میں وہ شہر کے اندر محصور ہو گیا۔ لہذا اس کا نقصان رومنوں کی نسبت کم ہوا تھا۔

جنگ کے بعد دشمن سے ملنے والی ہر چیز کو جب سمیٹ دیا گیا لشکری کھانا کھا کر آرام کرنے لگے، جنگ میں زخمی ہونے والوں کی مرہم پٹی کر دی گئی۔۔۔۔۔ لشکر کا ایک حصہ پہرہ دہانے کے لئے مستند کر دیا گیا تاکہ رات کی تاریکی میں شہر سے نکل کر کوئی ان پر شب و خون نہ مارے، ایسے میں ابوفہر کے کہنے پر اسد بن فرات، محمد بن سالم، محمد بن الجواری، زبیر بن غوث ابورافع اور چند چھوٹے سالار اس کے خیے میں جمع ہوئے۔

جب یہ لوگ اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تب ابوفہر نے کہا شروع کیا۔

میرے عزیزو! تمہارے کہنے پر اس جنگ کے لئے میں یہاں رکا تھا ورنہ میں جنگ سے پہلے یہاں سے افریقہ کوچ کرنے والا تھا، اب جبکہ دشمن کو ہم بدترین شکست دے چکے

امیر اس موقع پر میں آپ سے ایک گزارش کروں گا اور وہ یہ کہ کیا ایسا ممکن نہیں کہ ابو رافع کو اپنے ساتھ لے کر نہ جائیں، اسے ہمارے پاس ہی رہنے دیں، آپ کی غیر موجودگی میں یہ ہمارے لئے جنگوں میں بڑا سودمند ثابت ہوگا۔

ابوفہر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی..... لمحہ بھر کے لئے اس نے اپنے قریب پڑ ابو رافع کی طرف دیکھا، پھر محمد بن سالم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ابن سالم فکر مند مت ہو ابو رافع کو میں اپنے ساتھ لے کر نہیں جا رہا، یہ یہیں رہے! میں انکیلا یہاں سے کوچ کروں گا..... میری غیر موجودگی میں یقیناً ابو رافع تم لوگوں کے ساتھ سودمند ثابت ہوگا..... دوسری بات جو میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں میرے یہاں سے چل جانے کے بعد سرقوسہ شہر کا محاصرہ جاری رکھنا، اگر محاصرہ طول پکڑے تو مازر شہر میں اس اندر جو ہمارا بحری بیڑہ ہے اسے بھی طلب کر لینا اور سمندر کی طرف سے بھی سرقوسہ کی ناک بھڑا کرنا اس طرح میرے خیال میں بطارتہ اور رومن جرنیل تھیوڈولس زیادہ دیر تک تم لوگوں کے سامنے سرقوسہ میں محصور رہ کر اپنا دفاع نہیں کر سکیں گے بلکہ شہر تمہارے حوالے کرتے ہوئے اطاعت قبول کر لیں گے۔

ابوفہر لمحہ بھر کے لئے زکا پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

میں نے آپ لوگوں سے جو کہنا تھا وہ کہہ چکا، اب میں یہاں سے کوچ کروں گا۔ اس کے ساتھ ہی ابوفہر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، باری باری وہ سب سے گلے ملا، پھر خیمے باہر آیا، ایک لشکری اس کا گھوڑا پکڑے کھڑا تھا اور اس کے ارد گرد مسلح جوانوں کا وہ دستہ تھا مستعد تھا جس نے ابوفہر کے ساتھ اس کی حفاظت کے لئے سرقوسہ سے مازر تک سفر کرنا تھا۔ ایک بار سب پر الوداعی نگاہ ڈالتے ہوئے ابوفہر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا، ہاتھ بلانے ہوئے اس نے سب کو الوداع کہا..... اس کے بعد اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی تھی۔ محافظ دستے کے مسلح جوانوں نے بھی اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگاتے ہوئے اس کے ساتھ ہی گھبرا کر لیا تھا..... اس طرح ابوفہر رات کی گہری تاریکی میں خاموشی اور رازداری کے ساتھ سرقوسہ سے مازر کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

☆

اگلے روز کا سورج جب طلوع ہوا اور سورج کی پہلی کرنوں نے سمندر پر رقص کرنے

ہوئے سونا بکھیرنا شروع کیا..... ابوفہر اپنے محافظ دستے کے ساتھ مازر کے ساحل پر پہنچا..... مازر شہر کا مسلمان والی ابو ذی کنعانی چند محافظوں کے ساتھ پہلے ہی اس کا منتظر تھا بھاگ کر وہ آگے بڑھا..... ابوفہر کے گھوڑے کی اس نے باگ پکڑ لی، ابوفہر گھوڑے سے اترا، ابو ذی کنعانی سے گلے ملا، اس کے بعد وہ ابو ذی کے ساتھ آنے والے دوسرے لوگوں سے ملا تھا..... ابو ذی کنعانی ابوفہر کے قریب ہوا اور بڑے پر تپاک انداز میں کہنے لگا۔

امیر آپ میرے ساتھ چلیں، کھانا کھانے کے بعد آج کا دن آرام کریں..... میرے خیال میں کل آپ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جائیں۔

ابوفہر نے مسکراتے ہوئے ابو ذی کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

میرے عزیز جو کچھ تم کہہ رہے ہو ایسا ممکن نہیں، پہلے یہ بتاؤ کہ کیا تم نے میرے کہنے کے مطابق کشتی اور ملاحوں کا بندوبست کیا ہے۔

ابو ذی نے پھر عقیدت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

آپ کے حکم کی تعمیل ہو چکی ہے، کشتی وہ سامنے ساحل پر کھڑی ہے..... چار مستعد اور انتہائی توانا ملاح بھی میں تیار کر چکا ہوں، لیکن میری خواہش ہے کہ ایک دن آپ مازر میں قیام کریں..... کل صبح بھی صبح یہاں سے کوچ کر جائیں۔

ابوفہر نے مسکراتے ہوئے ابو ذی کے کندھے پر ہاتھ رکھا، پیار سے اس نے کندھا تھپتھپایا اور کہنے لگا۔

میں تمہاری اس پیشکش کا شکریہ ادا کرتا ہوں..... پر میں رکوں گا نہیں، میں تمہاری کھانے کی پیشکش کا شکریہ ادا کرتا ہوں..... رات کو کھانا میں نے دیر سے کھایا تھا، مجھے بھوک نہیں ہے..... ہاں تمہاری بڑی مہربانی کہ کشتی میں ہمارے لئے زادراہ کا اہتمام کر دینا۔

ابو ذی نے عجیب سے انداز میں ابوفہر کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

امیر آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں، آپ کے سفر کے لئے زادراہ بالکل تیار ہے، میں جانتا تھا یہاں قیام کرنے کی پیشکش کو آپ قبول نہیں کریں گے، اس لئے آپ کے زادراہ کے علاوہ آپ کے کوچ کی ساری تیاریاں مکمل کر چکا ہوں۔

ابوفہر نے ابو ذی کا شکریہ ادا کیا، پھر جو مسلح جوان ابوفہر کے ساتھ آئے تھے انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیز و اہل قلم ابھی اور اسی وقت واپس چلے جاؤ، میرے گھوڑے کو بھی ساتھ لے جاؤ..... افریقہ میں جو میرا دوسرا گھوڑا ہے وہاں میں اس کو استعمال کروں گا، میں جانتا ہوں پھر واپس مجھے ان سرزمینوں میں آنا پڑے گا، لہذا میرے گھوڑے کا یہاں رہنا ضروری ہے، واپس جا کر اسد بن فرات، ابورافع، محمد بن سالم، محمد بن الجواری اور زبیر بن عوف سے میرا سلام کہو اور انہیں اطلاع دینا کہ میں خیریت سے مازر سے اپنی منزل کی طرف کوچ کر چکا ہوں۔ اب تم جاؤ میری رواجی سے پہلے پہلے میں چاہتا ہوں، تم لوگ کوچ کر جاؤ۔

وہ جوان حرکت میں آئے، ابوفہر کا گھوڑا انہوں نے لیا اور وہ وہاں سے چلے گئے تھے۔ ابوفہر ابو ذکی کے ساتھ اس کشتی کے قریب آیا جو اس کے لئے تیار کی گئی تھی..... ابو ذکی نے چار ملاحوں کو بھی طلب کر لیا..... پھر ابو ذکی اور اس کے ساتھیوں سے ابوفہر رخصت ہوا، چار ملاحوں کے ساتھ درمیانے درجے کی ایک کشتی میں وہ مازر کے ساحل سے افریقہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔



**سورج** غروب ہونے کے لئے دُور سمندر کے اس پار جھک رہا تھا..... کیتھرینا اور اس کی ماں بارس اور لیوس تھیورہ اور اس کی ماں لیونا مسلمانوں کی لشکر گاہ میں داخل ہوئے۔ انہوں نے سیدھا اس خیمے کا رخ کیا جس میں ابوفہر کا قیام ہوتا تھا، جب وہ پانچوں اس خیمے کے قریب آگئے تو انہوں نے دیکھا خیمے سے باہر ابوفہر کا گھوڑا بندھا ہوا تھا..... کیتھرینا کی طرف دیکھتے ہوئے تھیورہ کہنے لگی۔

کیتھرینا یہ میرے بھائی ابوفہر کا گھوڑا ہے..... دیکھو کیسا توانا چاک و چوبند ہے۔ کیتھرینا نے جواب میں کچھ نہ کہا، گھوڑے کے قریب گئی، اس کے سر پر پیار سے ہاتھ بھیرا..... گردن تھپتھپائی، پیچ پر ہاتھ پھیرا..... گھوڑے نے کسی رد عمل کا اظہار نہیں کیا۔ کچھ دیر تک کیتھرینا اس کے پاس کھڑی رہی، اتنی دیر تک بارس تھیورہ، لیونا اور لیوس اس کے پاس کھڑے ہو کر اسے دیکھتے رہے، مسکراتے رہے، پھر جب چاروں آگے بڑھ کر خیمے کے قریب گئے تو خیمے کے اندر سے ابورافع نکلا۔

ان پانچوں کو دیکھتے ہی وہ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

میں آپ لوگوں کو اپنے لشکر میں خوش آمدید کہتا ہوں۔

پانچوں ابورافع کے ساتھ اس خیمے میں داخل ہوئے..... کیتھرینا اندر داخل ہوتے ہی اصرار دیکھنے لگی تھی..... خیمے کا جائزہ لینے کے بعد وہ خیمے کے باہر جھانکنے لگی تھی..... ابورافع اسے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا..... کیتھرینا کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی تھیورہ بول پڑی۔

ابورافع میرے بھائی ابونہر کہیں نظر نہیں آرہے..... ابورافع نے نشستوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

آپ لوگ پہلے آرام سے بیٹھیں، پھر میں پورے حالات آپ سے کہتا ہوں۔  
ابورافع کے ان الفاظ نے تھیورہ ہی نہیں کیتھرینا کو بھی ایک عجیب سی جستجو اور تجسس میں مبتلا کر کے رکھ دیا تھا..... اس کے کہنے پر سب نشستوں پر بیٹھ گئے، پھر ابورافع نے تفصیل کے ساتھ ابونہر کی سر قوسہ کے نواح سے افریقہ کی طرف روانگی کی تفصیل سنا ڈالی تھی۔

ابورافع سے یہ تفصیل سن کر تھیورہ اُداس ہو گئی تھی، دوسری طرف خود کیتھرینا کی حالت اس مسافر جیسی تھی جس کی محبتوں کے سلسلے دلوں کے رابطے قلب کی راحت نظر کی روشنی اور اقرارِ رُوح جسم منقطع ہو کر رہ گئے ہوں، اس کے چہرے پر سوتیلی ماں کے سلوک سی محرومی تھی اور آنکھوں میں بھولی بھالی یادوں کے پس منظر میں اُڑتی سی خواہشیں اپنا رنگ دکھا رہی تھیں..... اس موقع پر تھیورہ نے بڑے غور سے کیتھرینا کی طرف دیکھا، وہ صحرا صحرائیں نقش پا کی طرح اُداس راہ گم کردہ مسافری پریشان اُحاذ ویران خانقاہوں جیسی ویران افسردہ جان گسل دوری اور رُوح گدازِ فرقت کی سی ملول دکھائی دے رہی تھی۔

ابونہر کے جانے کی خبر سن کر تھیورہ بیچاری خود ٹوٹے کوزہ دل جیسی اُداس ہو رہی تھی۔ تاہم وہ عملنگی باندھے کیتھرینا کی طرف دیکھ رہی تھی، پھر نجانے اسے کیا سوچھی، اپنی نشست سے اُٹھ کر کیتھرینا کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ اسی لمحہ ابورافع بھی اپنی نشست سے اُٹھا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

آپ تھوڑی دیر بیٹھیں، میں ابھی آیا اس کے بعد ابورافع باہر نکل گیا تھا..... تھیورہ نے آگے بڑھ کر کیتھرینا کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگی۔

آؤ ہم بھی ذرا باہر سے چکر لگا کر آتی ہیں، اتنی دیر تک ابورافع بھی لوٹ آتا ہے، پھر ال سے تفصیل سے گفتگو کرتی ہیں۔

تھیورہ کے اٹھانے پر کیتھرینا بد دل کی حالت میں اٹھ کھڑی ہوئی، تھیورہ اسے پکڑ کر اس جگہ لے گئی جہاں ابونہر کا گھوڑا بندھا ہوا تھا..... گھوڑے کے قریب جا کر کیتھرینا کھڑی ہوئی آگے بڑھنا چاہتی تھی پر ہچکچا رہی تھی..... پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھی، گھوڑے نے کسی رد عمل

اظہار نہیں کیا تھا..... کیتھرینا نے آگے بڑھ کر پہلے گھوڑے کے سر پر ہاتھ بھیرا، پھر اپنا ہاتھ نیچے لاتے ہوئے اس کے منہ پر لے گئی..... اس کے بعد وہ اس کی گردن تھپتھپانے لگی تھی..... تھیورہ بھی اس کے قریب آئی، پھر دھک بھری آواز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

کیتھرینا میری بہن ایک بات پوچھتی ہوں، جھوٹ مت بولنا۔  
گھوڑے کی گردن پر ہاتھ رکھے ہی رکھے کیتھرینا نے چونکنے کے انداز میں تھیورہ کی طرف دیکھا، منہ سے کچھ نہ بولی..... تھیورہ نے پھر اسے مخاطب کر لیا۔

میں تمہاری حالت کا بغور جائزہ لے چکی ہوں، کیا میرے بھائی ابونہر کے سلسلے میں تم اب بھی یہی کہو گی کہ اس سے متعلق تمہاری دلی کیفیت ہمدردی میں لپٹے ہوئے جذبات جیسی ہے۔

کیتھرینا نے نفی میں گردن ہلائی، اس کی آنکھوں میں نمی اُتر آئی تھی، پھر دھیمے اور مجروح سے لہجے میں بول پڑی۔

تھیورہ میری بہن ابونہر کے یہاں سے جانے کی خبر سن کر میری کیفیت عجیب سی ہو گئی ہے..... پہلے میرے جذبات ویسے ہی تھے، لیکن اب اس کے جانے کے بعد مجھے احساس ہوا ہے جیسے کسی نے مجھ سے میری آجوائے دل کا ترنم میری جاں کا مہتاب، میری ریاستوں کا حاصل، میری چاہتوں کی انتہا میرے قیام و قعود کا ستارہ، میرے ضمیر کی تجلی، سب کچھ ہی مجھ سے چھین لی ہو، اس وقت میں عجیب و غریب سے کدب سے گزر رہی ہوں..... ابونہر کے یہاں سے چلے جانے کے بعد میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ مجھ کے بغیر میں بے شب چاند کا گھور اندھیرا سناٹوں کی بستی کی اندھی کالی رات، اپنے آنسوؤں سے خود کو بھگوئی دُھند اور خشک صحرا سے دھوئیں کی طرح گزر جاتے بادلوں جیسی بے وقعت بے وقار ہو کے رہ گئی ہوں..... اس کے جانے کے بعد میرا دل اس بات کو تسلیم کرتا ہے، میرا ضمیر بھی اس کی گواہی دیتا ہے کہ ابونہر میری سوچوں کا محور، میری سانسوں کی گردش، میری رُوح کی ملاوٹ، میری دھڑکنوں کا مدار، میرے دل کی تھوڑش، میری نظروں کی معراج، میرے ہونٹوں کا خوش رنگ تبسم اور میری پلکوں کے درپچوں سے جھانکتا ہوا ایک سورج تھا، اس کے بغیر دن گزارنا اس کے بغیر زندہ رہنا یقیناً اب میرے لئے مشکل بلکہ ناممکن ہو کے رہ جائے گا۔

کیتھرینا کے ان الفاظ نے تھیورہ کو ہلا کے رکھ دیا تھا..... کچھ دیر تک اس کی گردن جھکی

رہی، پھر دوبارہ اس نے کیتھرینا کو مخاطب کیا۔

کیتھرینا کیا تم تسلیم کرتی ہو کہ تم لوٹ کر ابو نھر سے پیار کرنے لگی ہو؟

کیتھرینا جو ابھی تک بڑے غور سے تھیورہ کی طرف دیکھ رہی تھی، منہ سے کچھ نہ بولی۔ تاہم اس نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی، اس کے ایسا کرنے سے اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چند ستارے ٹوٹے اور زمین میں جذب ہو گئے تھے۔

تھیورہ آگے بڑھی..... کیتھرینا کے شانے پر اس نے ہاتھ رکھا، پھر اسے تسلی دینے کے انداز میں کہنے لگی۔

کیتھرینا اگر تم ابو نھر سے پیار کرنے لگی ہو، اسے چاہئے اس سے محبت کرنے لگی ہو تو تم فکر مند کیوں ہوتی ہو..... روتی کیوں ہو، ابھی تک تو ابو نھر کو تمہارے جذبات کا علم ہی نہیں ہے، نہ اسے اس بات کی آگاہی ہے کہ تم اس سے محبت کرتی ہو، نہ ہی اسے تم نے ٹھکرایا ہے..... پھر تم اپنی حالت ایسی کیوں بناتی ہو اور پھر وہ مستقل طور پر بھی یہاں سے افریقہ نہیں گیا، دیکھتی ہو اس کا گھوڑا یہاں کھڑا ہوا ہے جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ابو نھر لوٹ کے یہاں آئے گا۔

آؤ اندر خیمے میں چلتے ہیں..... ابو رافع لوٹنے والا ہوگا، اس کے پاس بیٹھ کے ابو نھر سے متعلق مزید تفصیل جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

کیتھرینا نے ایک لمبا سانس لیا، پھر تھیورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

تھیورہ میری بہن! میرا ایک کام کرو گی؟

تھیورہ نے منہ سے کچھ کہے بغیر جب اثبات میں گردن ہلا دی تب کیتھرینا پھر بول پڑی۔

ابو رافع سے یہ التماس کرنا کہ میں نہیں بلکہ ہم سب ابو نھر کا گھوڑا اپنی سرائے میں لے جانا چاہتے ہیں..... ابو نھر کی غیر موجودگی میں، میں اس کے گھوڑے کی خدمت کروں گی، جب وہ لوٹے گا تو سرائے سے آگے اپنا گھوڑا لے گا۔ اس وقت تک اس کا یہ گھوڑا میرے پاس امانت کے طور پر رہے گا..... بس سرائے میں اس گھوڑے کی موجودگی مجھے تسلی دیتی رہے گی کہ ایک نہ ایک روز اس سرائے میں ابو نھر کو لوٹ کے آنا ہے اور میں اس سے اپنے دل کی کیفیت کہہ سکوں گی۔

تھیورہ مسکرا دی، پیار بھرے انداز میں کیتھرینا کا شانہ اس نے تھپتھپایا، پھر اس کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگی۔

وہ دیکھو ابو رافع سامنے سے آرہا ہے، اس کے ساتھ دو جوان ہیں جو پھلوں کے برس اٹھائے ہوئے ہیں، میرے خیال میں اس طرح ابو رافع ہماری تواضع کرنا چاہتا ہے، آؤ خیمے میں چلیں۔

کیتھرینا چپ چاپ تھیورہ کے ساتھ بولی، پھر دونوں ان نشستوں پر بیٹھ گئی تھیں جہاں سے انہی تھیں..... ابو رافع کے ساتھ دو جوان اندر آئے جو پھلوں کے رس سے بھرا ایک آب خورہ اور چند گلاس اٹھائے ہوئے تھے..... تھیورہ نے آگے بڑھ کر ان سے طشت لے لیا، وہ جوان باہر نکل گئے..... ابو رافع نے جب آگے بڑھ کر پھلوں کا رس گلاسوں میں ڈالنا چاہا تب تھیورہ بول پڑی۔

ابو رافع آپ بیٹھ جائیں..... یہ کام آپ کا نہیں میرا ہے، میں خود سب کو گلاس بھر کے پیش کرتی ہوں۔

پھلوں کا رس تھیورہ نے گلاسوں میں اُٹدیا، سب پینے لگے تھے، جب گلاس خالی ہو گئے تو وہی دو جوان اجازت لے کر خیمے میں داخل ہوئے، پھر وہ خالی برتن اٹھا کے لے گئے تھے۔ ان دونوں جوانوں کے جانے کے بعد تھیورہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ابو رافع کے قریب ہو بیٹھی تھی، پھر راز دارانہ سے انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

ابو رافع میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں، رافع نے اپنا سر تھیورہ کی طرف کر دیا اور کہنے لگا کہ بھئی کہنا چاہتی ہو۔

تھیورہ جھجکی، شرمائی پھر بھی اس نے اپنا منہ تھوڑا سا آگے کیا اور مسکراتے ہوئے ابو رافع کے کان میں کھسر پھسر کرنے لگی تھی۔

جب تک وہ ایسا کرتی رہی ابو رافع مسکراتا رہا، باقی سب لوگ بڑے تجسس میں ان دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے، جب تھیورہ نے اپنا چہرہ پیچھے ہٹایا تو بڑی رازداری سے ابو رافع نے تھیورہ کو مخاطب کیا۔

تمہارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کیتھرینا ابو نھر کو پسند کرنے لگی ہے اور اس سے محبت کرتی ہے، اگر ایسا ہے تو میرے خیال میں یہ تو بڑی اچھی بات ہے، میرا بھائی ابو نھر اکیلا

ہے..... مجرد زندگی بسر کر رہا ہے، میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ اس کا کوئی بہن بھائی نہیں، آگے بھی نہیں ہے، اس لئے کہ دشمنوں نے اس کے سارے اہل خانہ کا خاتمہ کر دیا ہوا ہے، اگر کیتھرینا کو اس کی زندگی کا ساتھی بنایا جاسکتا ہے تو میرے خیال میں ابوفہر کی زندگی میں ایک بڑا ہی خوشگوار موڑ نمودار ہوگا۔

ابورافع جب خاموش ہوا تو تھیورہ پھر بول پڑی۔

اگر ابوفہر نے کیتھرینا کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانا پسند نہ کیا تو؟

ابورافع کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا۔

تھیورہ تمہارا کہنا تو درست ہے اس لئے کہ ابوفہر کو اپنی طرف متوجہ اور مائل کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے، اگر وہ دشت کا دیوتا ہے تو پھر اسے کیتھرینا جیسی بیوی اپنی طرف مائل کرنے میں کامیاب ہو سکتی ہے، ہاں میں اور تم اگر اس سے کہیں کہ وہ کیتھرینا کو اپنی زندگی کا ساتھی بتائے تو وہ قطعاً اس بات کو تسلیم نہیں کرے گا، کیتھرینا کو میرا مشورہ یہی ہے کہ وہ ابوفہر کی واپسی پر اس سے ملتی جلتی رہے، اس طرح محبت اپنا رنگ دکھاتی ہے، مجھے امید ہے کہ کیتھرینا اگر اس کا خیال رکھے تو ابوفہر ایسا پتھر نہیں کہ اس کی طرف مائل نہ ہو، بہر حال پہلے یہ بتا دوں کہ ابوفہر برف کی ایک سل ضرور ہے جسے پگھلانا کافی مشکل ہے..... بہر حال کیتھرینا جیسی خوبصورت اور پرکشش لڑکی کے لئے یہ کام مشکل بھی نہیں ہے۔

ابورافع کی گفتگو سے تھیورہ کسی قدر پریشان اور فکر مند سی ہو گئی تھی، پھر کہنے لگی۔

پر کیتھرینا ابوفہر سے ملے جلے گی کہاں، جب ملے گی ہی نہیں تو محبت کیسے رنگ لائے گی، بھائی تو افریقہ جا چکا ہے، پتہ نہیں کب لوٹتا ہے، لوٹتا بھی ہے یا نہیں۔

ابورافع نے تسلی دینے کے انداز میں کہنا شروع کیا۔

تھیورہ تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے، جس وقت اسلامی لشکر نے صقلیہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا تو وہاں سے روانگی کے وقت یہ طے پایا تھا کہ ابوفہر صقلیہ پر حملہ آور ہونے والے لشکروں کا سپہ سالار بھی ہوگا لیکن جب افریقہ میں اس کی ضرورت پڑا کرے گی تو اسے واپس بلا لیا جائے گا اور جنوبی افریقہ سے اٹھنے والی بغاوتیں دبا دی جائیں گی، وہ واپس صقلیہ چلا جائے گا، لہذا جنوبی افریقہ میں وہ اپنے کام کی تکمیل کر لے گا فوراً صقلیہ کا رخ کرے گا۔

رہی تمہاری دوسری بات کہ تم اور کیتھرینا ابوفہر کے گھوڑے کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہو تمہیں ایسا کرنے کی اجازت ہے، گھوڑے کو تم اپنی سرائے میں رکھو، لیکن اس کی دیکھ بھال ضرور کرنا وہ گھوڑا ابوفہر کا سدھایا ہوا ہے اور بہت قیمتی ہے، اس کے دو گھوڑے ہیں اس گھوڑے کو وہ اسی لئے یہاں چھوڑ گیا ہے کہ دوسرا گھوڑا جو اس کا افریقہ میں ہے وہ ان بغاوتوں کو فرو کرنے کے لئے اس سے کام لے گا، بہر حال جاتے ہوئے تم اور کیتھرینا ابوفہر کا گھوڑا اپنے ساتھ لے جاسکتی ہو۔

ابورافع کی اس گفتگو کا جواب تھیورہ دینا ہی چاہتی تھی کہ عین اسی لمحہ ابوفہر کے اس خیمے میں قاضی اسد بن فرات، محمد بن سالم، محمد بن الجواری اور زبیر بن غوث داخل ہوئے تھے، ان کی آمد پر تھیورہ ابورافع کے پاس سے اٹھ کر کیتھرینا کے پاس جا بیٹھی تھی..... ابورافع نے سب کا تفصیل کے ساتھ تعارف کرایا..... جب ایسا ہو چکا تب اسد بن فرات نے تھیورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

تھیورہ میری بیٹی! تمہارا تمہاری ماں، تمہارے ماموں کا ذکر ابوفہر اکثر و بیشتر میرے ساتھ کرتا رہا ہے اور میں تم سے ملاقات کا خواہاں بھی تھا..... بیٹے یہاں قیام کے دوران تم لوگوں کو کسی بھی قسم کی کوئی تکلیف ہو یا کسی چیز کی ضرورت ہو تو تم بلا جھجک میرے پاس اس طرح آ سکتی ہو جس طرح ایک بیٹی اپنے باپ کے پاس جاتی ہے۔

اسد بن فرات کے ان الفاظ پر تھیورہ اور کیتھرینا ہی نہیں بلارس، لیونا اور ایلوس بھی بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے..... قاضی اسد بن فرات پھر بول پڑا۔

ابھی جو ابورافع نے یہ بتایا ہے کہ تم لوگ ابوفہر کا گھوڑا اپنے ساتھ سرائے میں لے جانا چاہتی ہو تمہیں ایسا کرنے کی اجازت ہے، لیکن اس گھوڑے کا خیال رکھنا اس بار تھیورہ کی بجائے کیتھرینا بول پڑی۔

آپ بالکل بے فکر رہیں، گھوڑے کا خیال میں خود ایسے رکھوں گی جیسے اپنے آپ اور اپنی ذات کا میں خیال رکھتی ہوں، اس سلسلے میں آپ کو کسی شکایت کا موقع نہیں دیا جائے گا۔

کیتھرینا کی اس گفتگو سے قاضی اسد بن فرات مطمئن ہو گیا تھا..... پھر تھیورہ نے قاضی اسد بن فرات کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

آپ مجھے اپنی بیٹی کہہ چکے ہیں، کیا بیٹی کی حیثیت سے میں آپ سے کچھ پوچھ سکتی

ہوں۔

قاضی اسد بن فرات کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔  
تھیوہ میری بیٹی! تمہیں ہی نہیں تمہارے ساتھ کیتھرینا بھی میرے لئے بیٹی کی حیثیت رکھتی ہے، تم دونوں بیٹی کے ناطے سے جو چاہو پوچھ سکتی ہو، جو چاہے کہہ سکتی ہو، جو چاہو مانگو سکتی ہو۔

اسد بن فرات کے ان الفاظ پر تھیوہ اور کیتھرینا دونوں مسکرانے لگی تھیں۔ پھر تھیوہ نے کہنا شروع کیا۔

میرے محترم آپ جانتے ہیں ابوفہر کو میں اپنا سگا بھائی خیال کرتی ہوں، اس کے یہاں سے چلے جانے سے مجھے ہی نہیں میری بہن کیتھرینا کو بھی سخت دکھ اور صدمہ ہوا ہے، آپ کے آنے سے پہلے ابورافع نے ہمیں تفصیل کے ساتھ بتایا ہے کہ افریقہ میں بغاوتوں کو فرو کرنے کے لئے ابوفہر کو واپس بلا لیا گیا ہے، میں تو آپ سے یہ جاننا چاہتی ہوں کہ اسے وہاں کئی خطرہ تو نہیں اور یہ کہ افریقہ کے حالات کیسے ہیں اور وہاں بغاوتیں کیوں کھڑی ہوتی ہیں، کون سے لوگ کون سے قبائل ہیں جو وہاں بغاوتیں کھڑی کر کے امن کو تباہ و برباد کرتے ہیں، اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو میں آپ کی زبان سے افریقہ کی سرزمین کے قدیم اور موجودہ حالات تفصیل کے ساتھ سننا پسند کروں گی، مجھے امید ہے آپ ایک بیٹی کی خاطر یہ زحمت گوارہ کر دیں گے۔

اسد بن فرات نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر تھیوہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

بیٹے اس میں زحمت کی کون سی بات ہے، میں وہاں کے حالات تمہیں تفصیل کے ساتھ سناتا ہوں، ان سرزمینوں کی قدیم اور موجودہ تاریخ بھی مختصر تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں جہاں تک افریقہ کا تعلق ہے تو قدیم زمانے سے ان سرزمینوں میں ایک قوم بربر کے نام سے آباد تھی، اس قوم کے بے شمار گروہ اور قبائل تھے جن میں منہلجہ، کتامہ، مصمورہ، ہوارہ اور زینہ کے قبائل کو خاص اہمیت حاصل تھی۔

یہ لوگ شمالی افریقہ میں کہاں سے آئے اور کس زمانے میں آئے، اس کے بارے میں مورخین میں اختلاف ہے۔ تاہم جمہور مورخین کا یہی خیال ہے کہ یہ لوگ آج سے تین ہزار

سال قبل عرب کی سرزمینوں سے نکل کر ادھر آئے اور آباد ہو گئے اور یہ کہ وہ سامی نسل کے عرب ہیں، یعنی یہ سام بن نوح کی اولاد سے ہیں۔ (مشہور امریکی مورخ جیمز ہنری نے بھی پورے دثوق سے لکھا ہے کہ یہ لوگ سامی عرب تھے اور زمانہ تاریخ سے قبل مصر کے راستے شمالی افریقہ پہنچے تھے، اکثر عرب مورخین نے بھی جیمز ہنری کی اس تحقیق کی تائید کی ہے) قاضی فرات تھوڑی دیر کے لئے رُکا، پھر اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

بربر جب پہلے پہل شمالی افریقہ میں آباد ہوئے تو اس وقت حالات ایسے نہیں تھے جیسے اب ہیں، کبھی یہ لوگ ایک وحدت میں منسلک ہو جاتے تھے، کبھی مختلف ملکوں کی صورت میں زندگی بسر کرتے جن کی حدود بدلتی رہتی تھی۔

شروع شروع میں لوگ سیدھے سادھے کسان تھے، ان کا رنگ گورا تھا، آنکھیں نیلی آج کل بھی بلاد مغرب میں بربری نسل کے لوگوں کو یہی تفوق حاصل ہے کہ ان کی آنکھیں نیلی ہیں، گودہ اسلام کے عالمگیر رشتے میں منسلک ہو کر اب عمومی طور پر عرب ہی کہلاتے ہیں۔

بربر کے علاوہ ان لوگوں کو مازنی یا امازینی بھی کہا جاتا ہے جس کے معنی بربری زبان میں مردانِ حریا سردار کے ہیں۔

ان بربروں کی عادات اور اخلاق بھی عجیب و غریب ہیں۔۔۔۔۔۔ یہ لوگ نہایت شجاع جنگجو اور حریت پسند ہیں، لیکن اس کے ساتھ ہی بڑے تند مزاج اور متکون مزاج بھی ہیں، ان کی معلوم تاریخ سے اب تک کوئی لمحہ خونریزی سے خالی نہیں گزرا۔

ان بربروں کے علاوہ پہلے پہل جس قوم نے ان سرزمینوں میں قدم رکھا، یہ فونیقی تھے، حضرت مسیح کے ظہور سے لگ بھگ آٹھ سو تیس سال قبل فونیقیوں نے شمالی افریقہ میں ایک عظیم الشان سلطنت کی بنیاد رکھی، ان کا مرکز حکومت قرطاجہ تھا۔

شہر تیونس سے تقریباً بارہ میل کے فاصلے پر اس عظیم الشان اور قدیم شہر کے کھنڈرات اب بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

فونیقی عرب تھے، ان کا شمار دورِ قدیم کی نہایت عظیم الشان قوموں میں ہوتا ہے، یہ بحرِ روم اور جبلِ لبنان کے درمیان ایک خوشنما اور شاداب علاقہ تھا جس میں یہ لوگ رہتے تھے، نسلاً عرب تھے اور بڑے جنگجو اور ذہین تھے۔

ان کی شاندار تاریخ کا آغاز لگ بھگ چوبیس سو قبل مسیح سے ہوتا ہے، انہوں نے کشتیاں

اور بڑے بڑے بادبانی جہاز بنائے اور بحر روم، بحر قلزم اور بحر اوقیانوس کے ساحلوں پر جزیروں پر اپنی نوآبادیاں قائم کر کے صنعت اور حرفت، تجارت، تمدن اور علوم قدیمہ میں اتنی ترقی کی کہ قدیم رومی سلطنت کی عظمت اور شوکت بھی ان کے سامنے ماند پڑ گئی تھی۔

فونیقیوں نے سب سے پہلے صیدا شہر کو اپنا مرکز حکومت بنایا تھا، اس کے بعد صیدا، جگہ صور شہر نے ان کے مرکزی شہر کی حیثیت اختیار کر لی، وہ صدیوں تک ان کی شان و شوکت کا مرکز بنا رہا۔ یہاں تک کہ افونیقیوں نے اپنی طاقت کا مرکز صور شہر سے افریقہ میں قرطاجہ شہر میں منتقل کر دیا۔

یہ بت پرست تھے۔۔۔۔۔ پتھر اور پیتل کے مجسمے بنا کر انہیں پوجتے تھے، ان کے سب سے بڑے دیوتا کا نام بعل تھا اور سب سے بڑی دیوی کا نام بعلیت تھا۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے وہ درختوں کو بھی پوجتے تھے۔۔۔۔۔ یہ اصلی درخت ہوتے تھے یا پیتل کے مخروطی شکل کے ستون ہوتے تھے، اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ لوگ اپنے مردوں کو زیر زمین غاروں میں دفن کرتے تھے۔۔۔۔۔ عام لوگ اپنے مردوں کی نعشوں کو غاروں کی دیواروں میں بنے ہوئے خانوں میں رکھ دیتے تھے، البتہ امراء، پتھر کا تابوت بناتے تھے جن کے اندر خاص قسم کے نقوش بناتے تھے۔۔۔۔۔ غاروں میں نعشوں کے ساتھ بعل دیوتا اور دیوی کے بت چراغ، گلدان عطر کی شیشیاں اور زیورات وغیرہ بھی رکھ دیئے جاتے تھے۔

ان فونیقیوں کو پیتل، چاندی، سونے، شیشے اور مٹی کے برتن بنانے میں بڑی مہارت حاصل تھی۔۔۔۔۔ ان ظروف پر وہ نہایت نفیس نقاشی اور منبت کاری کرتے تھے، اس طرح وہ نہایت عمدہ زیورات، طلائی گلوبند بازو بند اور گوشوارے وغیرہ بناتے تھے۔۔۔۔۔ پتھروں پر تصویروں بنانے میں بھی انہیں کمال حاصل تھا، ان کے علاوہ انہوں نے جن صنعتوں میں کمال حاصل کیا، ان میں ہر قسم کا کپڑا بنانا اور رنگنا صاف اور شفاف شیشہ بنانا اور اس سے مختلف قسم کے ظروف اور آلات تیار کرنا اون کی کپڑے پر زردوزی کا کام کرنا کشتیاں اور بادبانی جہاز بنانا، ان لوگوں کی بہترین اور ترقی یافتہ صنعتیں تھیں۔

صرف اچھے کاری گر ہی نہیں بلکہ نہایت اچھے کسان باغبان اور تاجر بھی تھے، اپنی زمینوں اور باغوں سے گندم، زیتون، روغن اور شراب بڑی کثرت سے حاصل کرتے تھے۔

دور کے تمام متمدن ممالک سے تجارت کرتے تھے۔۔۔۔۔ وہ عرب سے، کندرمرمر اور عقیق سے ہندوستان سے دارچینی، مرچیں، ہاتھی دانت اور خوشبو دار لکڑی کی تجارت کرتے۔۔۔۔۔ تے آبنوس اور شتر مرغ کے پر لاتے، مصر سے روکی کے کپڑے، شام عراق وغیرہ سے۔۔۔۔۔ آبنوس کھجور اور بابل کا گہیوں مختلف ملکوں کو پہنچاتے، شمال کی طرف سے یہ آرمینیا کے بنے قالین کھجور اور بابل کے آلات بھی منگواتے تھے۔۔۔۔۔ بحرہ اسود کے ساحلوں سے غلام خرید کر بڑے نخر اور تاجے کے آلات بھی منگواتے تھے۔۔۔۔۔ بحرہ اسود کے ساحلوں سے غلام خرید کر تے تھے اور دوسرے ملکوں کو شیشے مختلف دھاتوں کے آلات، ظروف، رنگین کپڑے، ہرات، زیتون، روغنات اور شراب وغیرہ برآمد کرتے تھے۔

افریقہ میں قرطاجہ نام کا جو نیا شہر انہوں نے آباد کیا ہے، انہوں نے اس شہر میں بھی رین ترقی کی، اس شہر کی شان و شوکت اور فونیقیوں کی عظمت جبروت اور ہیبت اور جلال کا قدیم مورخین نے بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔

ان فونیقیوں کا اثر و اقتدار شمالی افریقہ کے علاوہ اسپین، مالٹا، سارڈینیا، قبرص اور روڈس۔۔۔۔۔ بھلیا چلا گیا تھا۔۔۔۔۔ تقریباً چھ سو سال سلطنت قرطاجہ کے اقبال کا آفتاب نصف النہار پر، اس کے بعد وہ رومیوں کی عظیم سلطنت سے ایک طویل سلسلے میں الجھ گئے۔

ان دونوں زبردست قوتوں کی کشمکش کا زمانہ تقریباً ایک سو سال پر محیط ہے، ان لڑائیوں نتیجہ اہل روم کی فتح کی صورت میں نکلا جنہوں نے دولت قرطاجہ کے کھنڈروں پر اپنا رینع مان قرار اختیار کر لیا۔۔۔۔۔ پانچویں صدی عیسوی میں ایک وحشی قوم وڈال نے شمالی افریقہ پر۔۔۔۔۔ پر زور حملہ کر کے وہاں سے رومن اقتدار کا جنازہ نکال دیا۔۔۔۔۔ تقریباً ایک صدی تک وہاں دمت کرتے رہے، لیکن چھٹی صدی عیسوی میں رومنوں کا ستارہ ایک بار پھر چمکا۔۔۔۔۔ انہوں نے وڈال کو شمالی افریقہ سے نکال کر ازسرنو اپنی سلطنت بحال کر لی اور حسب سابق پھر بڑی ان و شوکت سے وہاں حکومت کرنے لگے۔ یہاں تک کہ اسلام کا ظہور ہوا۔۔۔۔۔ مجاہدین اسلام نا ملطاف کے سامنے بڑی بڑی باجبروت سلطنتوں کے ساتھ تھکے رومنوں کا بھی اقتدار پرچم رکھوں ہو کر رہ گیا۔

یہاں تک کہ کہنے کے بعد قاضی اسد بن فرات رک گیا تھا، پھر دوبارہ بولتے ہوئے کہنے لگا۔

میری بچیو! افریقہ کی قدیم تاریخ کے متعلق جس قدر میں جانتا ہوں وہ میں نے تمہارے



وئی ان کے مقابلے میں ناکام رہا۔ ابوفہر وہ شخص ہے جس نے ہر بار ان لوگوں کو شکست دی۔ دراصل ابوفہر وہ نایاب جرنیل ہے جو صحرائی، خشکی اور بحری ہر قسم کی جنگوں میں دشمن کو ہر ہمتار کرنے کا ہنر اور صنایع جانتا ہے۔ ایسے لوگ روز روز پیدا نہیں ہوتے۔

اسد بن فرات پھر زکا، اس کے بعد اس نے دوبارہ کہنا شروع کر دیا تھا۔  
میری بیچو! جہاں تک ابوفہر کا تعلق ہے تو ان سرزمینوں میں میں اس کی سخت ضرورت  
میں کرتا ہوں، اس کی جگہ محمد بن سالم آیا ہے، یہ اس وقت میرے ساتھ اور آپ لوگوں کے  
ماننے بیٹھا ہوا ہے..... یہ خود یہاں ابوفہر کی رہنمائی اور اس کی رہبری کا محتاج ہے..... بہر حال  
مجھے امید ہے کہ ابوفہر افریقہ میں اٹھنے والی بغاوتوں کو فرو کر کے بہت جلد صقلیہ کا رخ کرے  
گا..... اسد بن فرات مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ تھیورہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور اسے مخاطب  
کر کے کہنے لگی۔

میرے محترم آپ نے جو ہماری تواضع کی اور ہمارے کہنے پر افریقہ کے جو حالات  
نمائے اس کے لئے ہم سب آپ کے ممنون ہیں..... میرے خیال میں ہمیں اب چلنا چاہئے۔  
تھیورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کیتھرینا بارس اور لیوس اور لیونا بھی اُٹھ کھڑے ہوئے  
تھے..... باقی سب لوگ بھی کھڑے ہو گئے، خیمے سے باہر تک سب اکٹھے آئے..... اسد بن  
رات محمد بن سالم، زبیر بن غوث، محمد بن الجوزی نے انہیں الوداع کہا..... ابو رافع ان کے  
ہاتھ اس جگہ تک آیا جہاں ابوہریرہ کا گھوڑا بندھا ہوا تھا۔

ابو رافع نے گھوڑے کو کھولا، اس کی پیٹھ، اس کا سر، اس کی گردن تھپتھپائی، پھر اسے دھانا بڑھایا اور دھانا اس نے کیتھیرنا کو تھماتے ہوئے بڑی رازداری میں اس سے کہا۔

میری بہن میں یہ گھوڑا تمہارے حوالے کرتا ہوں..... اسے ابو فہر کی امانت سمجھ کر اپنے بائیں رکھنا یہ ایک انتہائی وفادار گھوڑا ہے، ابو فہر کا سدھایا ہوا ہے۔

ابو رافع کو زک جانا پڑا، اس لئے کہ یہ تھرینا نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

میرے بھائی تم فکر نہ کرو، اب تم جانتے ہو کہ میں ابو فہر کو پسند کرتی ہوں..... اس سے محبت کرنے لگی ہوں تو اس کا گھوڑا مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہوگا۔

البرافع مسکرا دیا تھا، اس دوران تھیورہ بڑی رازداری کے ساتھ بلارس کے علاوہ اپنی

ماننے بیان کر دیا ہے، اب تمہارے سوال کا دوسرا حصہ یہ کہ وہاں بغاوتیں کیوں اُٹھیں گی۔ وہاں ابوفہر کتنا عرصہ الجھا رہے گا۔

ایک بات میں بتادوں دشت افریقہ میں آئے دن بغاوتیں اُٹھتی رہتی ہیں اور ان  
 ابوفہر کے علاوہ ان بغاوتوں کو کوئی فروغ نہیں کر سکا، اس بنا پر دشت افریقہ میں رہنے والا  
 قدیم غیر مسلم قبائل ابوفہر کو دشت کا دیوتا جبکہ اسلام قبول کرنے والے وہاں کے مقامی  
 ایسے صحرائی عقاب کہہ کر پکارتے ہیں۔

میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ افریقہ میں چار بڑے بڑے اور قدیم قبائل ہیں، ان دو قبائل کی اکثریت اسلام قبول کر چکی ہے اور وہ ہم مسلمانوں کے ساتھ ہیں..... تاہم ان کچھ تعداد ابھی غیر مسلم ہے اور وہ دوسرے قبائل کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف آئے بغاوتیں کھڑی کرتے رہتے ہیں۔

اسد بن فرات دم لینے کے لئے رکا، اس کے بعد وہ پھر کہہ رہا تھا۔

میری بچیو! ہمارے مرکزی شہر قیروان سے جنوبی مغرب کی طرف جرید نام کی کھار پانی کی ایک بہت بڑی جھیل ہے، اس جھیل کے آس پاس چھوٹی چھوٹی میٹھے پانی کی جھیلیں ہیں، ان جھیلوں کے کنارے چار بڑے بڑے نخلستان ہیں، ان میں سے دو کا نام فشتا اور توزہ ہیں۔ یہ دونوں نخلستان مسمورہ قبیلے کے سردار باشمیل اور اس کے قبائل کی ملکیت ہیں۔

تیسرے مغلستان کا نام اورین ہے۔ یہ زناتہ قبیلے کی ملکیت ہے..... چوتھے غلستان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ ہوارہ قبیلے کا ہے، اب یہ تین بڑے قبائل جن کا میں نے ذکر کیا ہے خاص بڑی عسکری قوت رکھتے ہیں..... مصمورہ قبیلے کے سردار کا نام باشمیل ہے، اس کے بیٹے تھے جو اوفنبر کے ساتھ جنگوں میں کام آچکے ہیں، اب اس کا صرف ایک ہی بیٹا ہے جس کا نام نیالوم ہے جو اس کے ساتھ کام کرتا ہے۔

باقی دو پہلی سردار جن میں سے ہوا رہ قبیلے کا سردار ٹر دیا ہے جس کا ایک ہی بیٹا ہے۔ اس کا غور ہے۔ نہ ناناہ قبیلے کے سردار طارفت کا بھی ایک ہی بیٹا ہے اور اس کا نام حنولہ ہے۔ یہ سردار اور ان کے تینوں بیٹے ہمہ وقت مسلمانوں کے خلاف برسر پیکار اور سرگرم رہتے ہیں۔ کئی بار انہوں نے مسلمانوں کے خلاف بغاوتیں کھڑی کیں، لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ جب کبھی بھی ابو فہر کے علاوہ اور کوئی ان کی بغاوتوں کو فرو کرنے کے لئے مقرر کیا گیا۔

ماں اور ماموں اور لیوس سے گفتگو کر رہی تھی..... ابورافع نے انہیں الوداع کہا، بچہ اپنے خیمے کی طرف بولیا تھا..... کیتھرینا تھوڑا اور لیوس لیونا اور بلارس آگے بڑھتے ہوئے چند قدم آگے جا کر بلارس کیتھرینا کے قریب آئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔ کیتھرینا جس وقت ابورافع گھوڑے کی باگ تمہیں تھا رہا تھا اس وقت تمہارے متعلق مجھے ایک تفصیل بتائی جسے سن کر نہ مجھے ڈکھ ہوا ہے نہ خوشی، بیٹی میں تم کبھی نہ کہوں گی کہ تم ابوفہر سے کسی قسم کا نااط نہ جوڑو، اسے پسند نہ کرو، اس سے مجھے تمہیں ایسا کرنے کا حق حاصل ہے..... ڈکھ مجھے اس لئے نہیں ہوا کہ اپنی زندگی بے بننے کے بدلے جس ابوفہر کا تم نے انتخاب کیا ہے وہ ان بڑھتے طوفانوں کے بگڑنے پر بہادر اور شجاع ہے جو زیست کو گریز یا تلخ حقائق اور آلام کے بے تاب بگولوں سے نہ کر دے..... وہ بگولوں کے اس جنون اور آرزوؤں کی اس یورش جیسا جرات مند ہے رفتار سے ہر شے لرز چلائے وہ جنوں خیر صحراؤں سے اٹھنے والی وحشتوں کی برق جیسا ہے جس کے سامنے بٹہ باندھنا ناممکن ہے..... میری بیٹی میں جانتی ہوں ابوفہر ان جوانوں سے ہے جو آندھیوں کے سفر میں بھی دشمن کے سامنے بارش کی طرح برس جانے کا نہیں ہیں۔

کیتھرینا تمہارے اس رویے سے مجھے خوشی اس لئے نہیں ہوئی کہ ابوفہر کی موت کی اڑتی رفتار میں پرندوں کی تازہ اڑان جیسی عارضی ہے، وہ ہر روز موت کے دروازے دستک دیتا ہے اور اس کی زیست پر اسرار سراپوں کے کالے حصار میں مٹی کے زنگار زیادہ اہمیت نہیں رکھتی، اس کی حیات ان شب نگاروں سی ہے جو اپنے مقدر کی برکت اپنے ہاتھوں سے مٹا چکے ہوتے ہیں..... بیٹی تم جانتی ہو جنگ کے دوران وہ اپنے گھر آگے رہنے والا ہے، کسی وقت بھی موت اسے دبوچ سکتی ہے..... اگر تم اسے اپنی ساتھی بناتی ہو تو کسی بھی لمحہ وہ تمہیں بیوگی کی ردا اور جہر کی طیلسان دے کر ہمیشہ کے لئے بغل گیر ہو سکتا ہے، ان لحاظ میں بتاؤ تم کیا کرو گی۔

بلارس جب خاموش ہوئی تو اپنے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے بول پڑی۔

ماں! میں اندھیروں کے آگن میں خورشید کے عکس تلاش کرنے والی لڑکی نہیں۔

ہی میں ان اندھے گونگے لوگوں کی طرح پکھل کر بے چہرہ ہو جانے والی ہوں جو عارضی پنہ کا تلاش کرتے ہیں..... میں نے ابوفہر کو اپنی زندگی کا متاع صد سکون، قلب کی دوائے درماں اور اپنی ذات کا دفاع سمجھ کر اس سے محبت کی ہے، اب وہ میری زندگی میں دور دور تک تجلی کا عکس میری حیات کے لئے جمال شرق و غرب کی حیثیت رکھتا ہے..... میری ماں وقت کی بے کل لہروں میں اب ابوفہر ہی میرے پرکھوں کی انا بن کر رہ گیا ہے، اس سے منہ موڑنا اس کی طرف پیٹھ کرنا اس سے بیگانگی کا اظہار کرنا اب میرے بس کی بات نہیں رہی، میں اپنے آپ کو مکمل طور پر جسمانی، روحانی، وجدانی ہر طرح سے اس کے حوالے کر چکی ہوں، اب وہ میرا ہے اور میں اس کی ہوں، اس کے علاوہ میں کچھ نہیں جانتی۔

کیتھرینا خاموش ہو گئی، بلارس تھوڑی دیر مسکراتی رہی، پھر اس نے بڑے پیار سے کیتھرینا کے شانے پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگی۔

بیٹی جو فیصلہ تم نے کیا ہے میں اس کے سامنے دیوار نہیں بنوں گی، یہ مت خیال کرنا کہ میں ابوفہر کو ناپسند کرتی ہوں..... ایسے جوان قسمت والی لڑکیوں کو ملتے ہیں، اس لحاظ سے تو خوش قسمت ہے لیکن جو راستہ اس نے اختیار کیا ہوا ہے میری بیٹی کسی وقت بھی وہ تم سے جدا ہو سکتا ہے..... پھر بتاؤ اس وقت تیری ماں کی کیا حالت ہو گی۔

کیتھرینا کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

میری ماما موت سے کیا ڈرنا میدان جنگ میں بھی آسکتی ہے اور اس سرائے میں بھی جس میں ہم نے قیام کر رکھا ہے..... کیا سرائے میں موت داخل نہیں ہو سکتی، اس موقع پر میری ماں میرے ارادوں کو تبدیل کرنے کی کوشش مت کرنا..... ابوفہر کو میں اپنی زندگی کا مرکز بنا چکی ہوں، یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔

بلارس مسکرا دی، اس کا شانہ تھپتھپایا اور کہنے لگی۔

اگر یہ تمہاری زندگی کا آخری فیصلہ ہے تو میں تمہارے اس فیصلے کو قبول کر لیتی ہوں۔ میری بیٹی! آج سے تم میرے پاس ابوفہر کی امانت ہو، جب بھی تم اس کے پاس جانا چاہو گی میں تمہیں روکوں گی نہیں، مگر ایک بات یاد رکھنا یکطرفہ محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کبھی بھی اس کے پاس نہ جانا اس سے شادی اس وقت کرنا جب تم یہ جان جاؤ کہ ابوفہر بھی تمہیں پسند کرتا ہے اور تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتا ہے۔

بارس کا جواب سن کر کیتھرینا خوش ہو گئی تھی، بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے لگی۔

میری ماں تم بالکل مطمئن رہو، میں ابوفہر سے محبت کی ابتداء کر چکی ہوں۔ میں ان سے جو محبت کی شمع روشن کی ہے جب میں دیکھوں گی کہ وہ اس شمع کی حفاظت کرنے کا ذمہ داری لیتے ہیں، تب ہی میں انہیں اپنی زندگی کا ساتھی بناؤں گی، اگر انہوں نے میرے ساتھ کسی چاہت، کسی محبت کا اظہار نہ کیا تو میری ماں یہ میرا فیصلہ ہے، میں ساری زندگی تمہارا مجرد گزردوں گی۔

کیتھرینا کے ان الفاظ کے جواب میں بارس نے کچھ بھی نہ کہا، پھر وہ سب خاموشی سے سرائے کی طرف جا رہے تھے۔



دور مشرق کی فضاؤں میں شفق نے اپنا رنگ دکھانا شروع کیا تھا..... ماحول کے اندر ان دیکھی نئی صبح کا پیغام ملنے لگا تھا، رنگوں کے بیولے اور صحرا کی طرف سے آتی مہکی پر کیف فضا میں سمندر پر رقص کرنے لگی تھیں..... قرن در قرن گردش میں شام و سحر گلے مل کر جدا ہو گئے تھے..... موسموں کے تغیر کی تاثیر چاروں طرف اس طرح پھیلنی شروع ہوئی تھی جیسے گلابوں کے باطن میں چھپی خوشبو باہر نکل آئی ہو..... گلہ بانوں کی پگڈنڈیاں، کاروانی شاہراہیں اور کوہستانوں کی نیلگوں قطاریں عیاں ہو کر پر رونق دکھائی دینے لگی ہیں۔

ایسے میں اسلامی سلطنت کا امیر البحر سلیمان بن عافہ شمالی افریقہ کی سوسہ نام کی بندرگاہ پر کھڑا تھا اور اس کے ارد گرد ان گنت مسلح جوان چاک و چوبند کھڑے ہوئے تھے، ان سب کی نظریں سمندر کی طرف تھیں..... شاید انہیں کسی آنے والے کا بڑی بے چینی سے انتظار تھا۔ پھر اچانک سلیمان بن عافہ کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی، اس لئے کہ اس نے اپنے سامنے دیکھا..... سمندر کے اندر بیولے کی صورت میں چھوٹی سی کشتی نمودار ہوئی تھی اور اس امیر البحر کی نگاہیں اس کشتی پر جم کر رہ گئی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد کشتی ساحل کے قریب آئی، کشتی میں ابوفہر اور اس کے ساتھی ملاح بیٹھے ہوئے تھے..... ابوفہر کو دیکھتے ہی بڑی بے چینی، بڑے شوق سے سلیمان بن عافہ آگے بڑھا، اس کے پیچھے پیچھے کچھ جوان بھی لپک کر اس کے ساتھ ہوئے، کشتی جب ساحل کے قریب آئی تو سلیمان بن عافہ کے ساتھ جو جوان تھے آگے بڑھے تھے وہ بھاگتے ہوئے پانی کے اندر گئے..... کشتی کو کھینچ کر وہ ریت پر لے آئے تھے، پھر جونہی ابوفہر کشتی سے اتر ا سلیمان بن عافہ

آگے بڑھا۔۔۔۔۔ اس نے جھک کر ابوہر کے گھنے پکڑ لئے، یہ اس کی طرف سے انتہائی عقیدت کا اظہار تھا۔۔۔۔۔ پر ابوہر نے ایک دم اسے بازو سے پکڑ کر سیدھا کیا اور اسے گلے لگایا۔ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

ابن عافیہ! اس طرح عقیدت کا اظہار کر کے تم مجھے گناہگار کرتے ہو، میں نے پہلے بھی منع کیا تھا کہ ایسے نہ کیا کرو۔۔۔۔۔ تم میرے ساتھی سالار ہو۔

ابوہر کو کہتے کہتے رک جانا پڑا، اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے سلیمان بن بول پڑا تھا۔

امیر محترم خدا کی قسم جب میں ایسا کرتا ہوں تو ایسا کرنے سے مجھے ضمیر اپنے دل پر ذہن اور اپنی روح کا ایک سکون ملتا ہے۔۔۔۔۔ میں ایسا دکھاوے کے لئے نہیں کرتا، یوں جائز ایسا کرنا میرے باطن کی مانگ ہے۔

ابوہر علیحدہ ہوا، اس کا شانہ تھپتھپایا پھر کہنے لگا۔

پہلے یہ بتاؤ تم کب سے یہاں کھڑے میرا انتظار کر رہے تھے اور تمہیں کیسے پتہ چلا کہ میں آج یہاں پہنچ جاؤں گا۔

سلیمان بن عافیہ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا۔

امیر محترم میں گزشتہ کئی دنوں سے صبح شام سمندر کے کنارے کھڑا ہو کر آپ کی راہ دیکھ رہا ہوں۔۔۔۔۔ رات کے وقت یہاں مسلح جوان چوکس رہتے تھے تاکہ آپ کسی وقت بھی ساحل پر آئیں تو آپ کا اہتقبال کیا جائے۔۔۔۔۔ آپ کو میرے انداز کے مطابق چند دن پہنچ جانا چاہئے تھا۔

ابوہر مسکرا دیا اور کہنے لگا۔

ابن عافیہ تمہارا اندازہ درست ہے ادھر صقلیہ میں کچھ حالات ایسے ہو گئے تھے کہ انہوں نے الفور وہاں سے محمد بن سالم کے پہنچنے کے بعد کوچ نہ کر سکا۔۔۔۔۔ بہر حال جس مہم کے لئے وہاں رکا تھا، اسے ہم نے سر کر لیا ہے۔۔۔۔۔ رومنوں اور سرقوسہ والوں کے متحدہ لشکر کو ہم پامال کر کے رکھ دیا ہے، اب تم ایسا کرو یہاں سے میرے کوچ کا اہتمام کرو۔۔۔۔۔ سلیمان عافیہ نے حیرت سے ابوہر کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

امیر محترم ایسا کیونکر ممکن ہے، میں چاہوں گا کم از کم ایک رات آ

ہمارے ساتھ قیام کریں، اس کے بعد آپ یہاں سے کوچ کر جائیں۔

ابوہر نے نفی میں گردن ہلائی اور کہنے لگا۔

سلیمان بن عافیہ تم جانتے ہو میں وقت ضائع کرنے کا عادی نہیں ہوں۔۔۔۔۔ تم ایسا کرو میرے لئے عمدہ گھوڑے کا اہتمام کرو۔

ابوہر کو رک جانا پڑا، اس لئے کہ سلیمان بن عافیہ نے بولتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی تھی۔

امیر محترم اس سلسلے میں آپ کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے، آپ کے لئے گھوڑا تیار ہے، آپ کی حفاظت کے لئے مسلح دستے بھی میں نے تیار کر رکھے ہیں جو آپ کے ساتھ ہی کوچ کریں گے، میں جانتا تھا آپ یہاں قیام کر سکتے وقت ضائع نہیں کریں گے۔۔۔۔۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ کھانا میرے ساتھ کھائیں، میں نے آپ کی آمد کی وجہ سے آپ کے انتظار میں کھانا نہیں کھایا۔۔۔۔۔ یہ میرے لئے بڑی سعادت ہوگی، اگر آپ میرے ساتھ کھانا کھا کر یہاں سے کوچ کریں۔

ابوہر پھر مسکرا دیا، کہنے لگا۔

اگر تم نے یہ سعادت حاصل کرنا چاہتے ہو تو پھر یہیں ساحل پر ہی کھانا لے آؤ، میں تمہارے ساتھ کھانا کھاتا ہوں۔۔۔۔۔ میرے ساتھ آنے والے ملاح بھی کھانا کھانے کے بعد واپس صقلیہ روانہ ہو جائیں گے۔

سلیمان بن عافیہ نے ابوہر کی اس تجویز سے اتفاق کیا، سب سے پہلے اس نے تیز رفتار قاصد قیروان کی طرف یہ اطلاع دینے کے لئے بھجوائے کہ ابوہر صقلیہ سے افریقہ کی سرزمین پر پہنچ چکا ہے۔۔۔۔۔ پھر ساحل کی ریت پر ہی کھانے کا اہتمام کیا گیا۔ سب نے مل کر کھانا کھایا، وہ ملاح جو ابوہر کو لے کر آئے تھے وہ صقلیہ لوٹ گئے، جبکہ ایک محافظ دستے کے ساتھ ابوہر بھی سوسہ کی بندرگاہ سے اپنے مرکزی شہر قیروان کا رخ کر گیا تھا۔

☆

شام کے قریب جب محافظ دستے کے ساتھ ابوہر قیروان شہر میں داخل ہوا، اس کے نائب اور سلطنت کے سالار اول فضل بن یعقوب نے شہر کے عمائدین کے ساتھ اس کا بہترین انداز میں استقبال کیا۔۔۔۔۔ محافظ دستے کو واپس سوسہ کی طرف روانہ کر دیا گیا، جبکہ فضل بن

یعقوب اور دیگر اکابرین شہر ابوفہر کو لے کر قصر کی طرف ہو لئے تھے۔

وہ قصر کے اس کمرے میں داخل ہوئے جس میں مجالس کا اہتمام کیا جاتا تھا تو وہاں پہلے سے سلطان زیادۃ اللہ بن ابراہیم اپنے دیگر عمائدین سلطنت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ شاید ان سب کو ابوفہر ہی کی آمد کا انتظار تھا۔ ابوفہر جب فضل بن یعقوب کے ساتھ اس کمرے میں داخل ہوا، سب نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا بہترین استقبال کیا۔ سلطان نے آگے بڑھ کر ابوفہر کو گلے لگا کر خوش آمدید کہا، اس کے بعد ابوفہر دوسرے لوگوں سے ملا، سلطان اور عمائدین سلطنت نے اسد بن فرات کے ساتھ مل کر صقلیہ میں جو کامیابیاں حاصل کی تھیں، اس پر ابوفہر کو مبارک باد پیش کی گئی، پھر سلطان کے کہنے پر ابوفہر سلطان کے قریب ہو بیٹھا تو تھوڑی دیر تک خاموش رہی، اس کے بعد سلطان نے ابوفہر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا شروع کیا۔

ابوفہر میرے لئے! یہاں حالات پہلے سے کہیں زیادہ ابتر اور پیچیدہ ہو چکے ہیں، تمہارے افریقہ سے صقلیہ کی طرف جانے کے بعد باغی قبائل کے سرداروں نے شاید یہ سمجھ لیا تھا کہ تم ہمیشہ کے لئے افریقہ سے صقلیہ چلے گئے ہو، لہذا انہوں نے یلغار کرتے ہوئے مسلمان بستیوں کو کافی نقصان پہنچایا، اگر فضل بن یعقوب بروقت ان کی راہ نہ روکتا تو وہ کافی مسلمان آبادیوں کو تہمتیں نہس کرتے۔ بہر حال فضل بن یعقوب نے انہیں آگے بڑھنے سے روک دیا ہے، اب بھی وہ ہماری سرحدوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان بھوکے گدھوں کی طرح جو موقع پا کر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔

سلطان کو خاموش ہو جانا پڑا، اس لئے کہ ابوفہر نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے فضل بن یعقوب کو مخاطب کیا۔  
ابن یعقوب۔

ابوفہر کو زک جانا پڑا، اس لئے کہ مسکراتے ہوئے فضل بن یعقوب بول پڑا تھا۔

امیر میں جانتا ہوں، آپ یہ پوچھیں گے کہ میں نے ان کے ساتھ کیا لائحہ عمل اختیار کیا ہے، آپ یہ بھی مجھ سے پوچھیں کہ آپ کی آمد سے پہلے پہلے میں نے ان کے محل وقوع اور ان کی آماجگاہوں سے متعلق کیا کیا تفصیل حاصل کی ہے۔ میں یہ سب کچھ آپ کو تفصیل سے بتاتا ہوں۔

آپ کی آمد سے پہلے ہی میں نے صحرا کے اندر اپنے ناظر پھیلا دیئے تھے، اب بھی ہمارے ناظر دشمن کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں، آخری خبر جو ہمارے پاس پہنچی وہ یہ کہ تینوں بربر سرداروں ان کے بیٹے اس وقت صحرا کے وسطی حصے میں اپنے لشکروں کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے ہیں، ان کے پاس رسد اور خوراک کے وسیع ذخائر ہیں۔ کچھ سامان وہ اپنے غلٹانوں سے لے کر آئے تھے اور کچھ انہوں نے مسلمان آبادیوں کو لوٹ کر حاصل کیا تھا، جو ناظر یہ خبریں لے کر آیا ہے وہ ان کے پڑاؤ کا محل وقوع بھی دیکھ کے آیا ہے۔ تینوں بربر باغی سردار یہ تہیہ کئے ہوئے ہیں کہ وہ ابوفہر کی غیر موجودگی سے پورا فائدہ اٹھائیں گے اور مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچائیں گے، ان کی طاقت اور قوت کو افریقہ میں کمزور کرنے کی کوشش کریں گے، اس بار مسمورہ قبیلے کے سردار ہاشمیل کے ساتھ اس کا بیٹا نیالوم، زناذہ قبیلے کے سردار طارفت کے ساتھ اس کا بیٹا مقولہ ہوارہ قبیلے کے سردار ٹرویا کے ساتھ اس کا بیٹا غودر بھی کام کر رہے ہیں۔ یہ سب بڑی سرگرمی سے ہماری بستیوں کو نشانہ بنانے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں۔

فضل بن یعقوب جب خاموش ہوا تب ابوفہر بول پڑا۔

ابن یعقوب جس لشکر کے ساتھ تم نے دشمن کی راہ روکی وہ لشکر اس وقت کہاں ہے۔

فضل بن یعقوب نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

میں آپ پر ایک انکشاف کروں کہ میں آج ہی یہاں پہنچا ہوں، ہمارا لشکر اس وقت صحرا کے وسطی حصے میں ہے جس جگہ ہمارا لشکر ہے۔ باغی بربر قبائل اس سے چند میل آگے پڑاؤ کئے ہوئے ہیں۔ میں اپنے سالاروں کو تنبیہ کر کے آیا ہوں کہ وہ دشمن کی نقل و حرکت پر نظر رکھیں۔ اپنے آپ کو دفاع تک محدود رکھیں، جارحیت اختیار نہ کریں۔ دراصل میں اس لئے آیا تھا کہ یہاں سے ایک اور لشکر لے جا کر ان باغی سرداروں کا مقابلہ کروں، اب جبکہ آپ تشریف لے آئے ہیں تو جیسا آپ کہیں گے ویسا ہی ہوگا۔

فضل بن یعقوب خاموش ہو گیا۔ ابوفہر تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا، اس کے بعد اس نے کہا شروع کیا۔

فضل بن یعقوب آج دن کے وقت تم اپنے محافظ دستوں کے ساتھ اس لشکر کی طرف کوچ کر جاؤ جس سے نکل کر تم قیروان کی طرف آئے ہو، دشمن کے ناظر اور جاسوس بھی ادھر

ادھر منڈلاتے پھر رہے ہوں گے، وہ باغی سرداروں کو اطلاع کر دیں گے کہ تم واپس اپنے لشکر میں پہنچ چکے ہو۔

دشمن کو یہاں میری آمد کی خبر بھی ہو جائے گی، اگر اس صبر کو ہم چھپانا بھی چاہیں تو نہیں چھپا سکتے، اس لئے کہ جس طرح ہمارے ناظر دشمن کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں اس طرح دشمن کے مخبر بھی ہماری نقل و حرکت کو دیکھ رہے ہیں..... تمہدں کے وقت کوچ کرنا تاکہ سب جان جائیں کہ تم لشکر میں پہنچ چکے ہو..... یہاں سے کوچ کرتے وقت اپنے آدمیوں کے ذریعے یہ خبر بھی پھیلا دینا کہ ابوہر بھی تمہارے ساتھ ہی یہاں سے کوچ کر رہا ہے، تمہارے ساتھ جو مسلح جوان روانہ ہوں گے ان کے اندر میری اور ابو رافع کی جسمانی ساخت رکھے والے دو آدمیوں سے کہنا کہ وہ اپنے چہروں پر نقاب ڈال لیں، اس طرح دشمن کے مخبر باغی سرداروں کو یہی اطلاع دیں گے کہ میں اور ابو رافع بھی تمہارے ساتھ ہی لشکر کی طرف روانہ ہو گئے ہیں، اب میں تم سے وہ تفصیل کہتا ہوں جس کے مطابق دشمن سے نمٹا جائے گا۔

تمہاری یہاں سے روانگی کے بعد میں انتظار کروں گا، فی الفور روانہ نہیں ہوں گا، میں صحرا کے اندر اٹھنے والے بھگڑوں اور طوفانوں سے فائدہ اٹھاؤں گا، کسی بھی وقت دشمن پر یلغار کرنے کے لئے یہاں سے کوچ کروں گا، لیکن وقت کا تعین نہیں کروں گا، نہ ہی ابھی اور اسی وقت تمہیں یہ بتا سکوں گا کہ میں کب اور کس وقت یہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔

ہمارے وہ ناظر جو دشمن کے پڑاؤ کے محل وقوع سے واقف ہیں ان میں سے کچھ میرے ساتھ کام کریں گے تم دن کے وقت کوچ کر جانا اور اپنے لشکر میں جا کر قیام کرنا اور میری طرف سے پیغام ملنے کا انتظار کرنا مخبروں کے ذریعے میں تمہارے ساتھ رابطہ رکھوں گا، جب باغی سرداروں کو یہ خبر ہوگی کہ تمہارے ساتھ میں اور ابو رافع بھی لشکر میں پہنچ چکے ہیں تو یاد رکھنا وہ آگے بڑھ کر ہم پر حملہ آور ہونے کی جرات نہیں کریں گے..... میں جب دشمن پر ضرب لگانا چاہوں گا تو اس کی اطلاع تمہیں بروقت مخبر مہیا کریں گے..... میری طرف سے یہ اطلاع ملے ہی تم آگے بڑھ کر دشمن کے سامنے پڑاؤ کر لینا اور دشمن سے جنگ کی ابتداء کرنے میں دیر نہ کرنا، اس لئے کہ میں تمہاری مدد کرنے اور دشمن سے ٹکرانے کے لئے زیادہ وقت نہیں لوں گا، جو نہی تم دشمنوں کے ساتھ جنگ کی ابتداء کرو گے، میں بھی کہیں نہ کہیں سے نکل کر اس انداز میں اپنے کام کی ابتداء کروں گا کہ میرے خداوند کو منظور ہوا تو صحرا کے اندر دشمن کو بھانگنے کے

سوا کوئی اور راستہ دکھائی نہیں دے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد ابوہر نے کچھ سوچا، پھر دوبارہ وہ کہہ رہا تھا۔

ابن یعقوب تم جانتے ہو کہ ان صحراؤں کے اندر آئے دن بھگولے اور طوفان اٹھتے رہتے ہیں، ان ہی بگولوں اور طوفانوں سے میں فائدہ اٹھاؤں گا، اب تم اس کشمکش اور جستجو میں بتلا ہو گے کہ تم یہاں سے چلے جاؤ گے اور میں کب تک تمہیں دشمن پر ضرب لگانے کے لئے اطلاع دوں گا، تو میں تمہیں تمہاری تسلی، تمہارے اطمینان کے لئے اتنا بتا سکتا ہوں کہ کسی بھی طوفانی اور ہولناک رات میری طرف سے قاصد تمہارے پاس آئے گا اور جنگ کی ابتداء کر دی جائے گی۔ میری خیال میں میرے اور تمہارے درمیان اتنی ہی گفتگو کافی ہے۔

ابوہر کی گفتگو سے فضل بن یعقوب مطمئن ہو گیا تھا..... پھر دونوں جدا ہوئے اور دن کے وقت فضل بن یعقوب اپنے چند دستوں کے ساتھ صحرا کے اس حصے کی طرف کوچ کر گیا تھا یہاں اس کے لشکر نے پڑاؤ کر رکھا تھا۔



یعقوب کے خیمے کے قریب نمودار ہوئے..... اونٹوں کے بلبلانے کی وجہ سے فضل بن یعقوب اور چھوٹے سالار خیمے سے باہر آگئے تھے..... آنے والے دونوں شترسواروں نے اپنے اونٹوں کو بٹھایا، جب وہ فضل بن یعقوب کے قریب آئے تب وہ انہیں پہچان گیا، اس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، اس لئے کہ آنے والے یقیناً ابوہریر کی طرف سے آنے والے نقيب تھے۔

فضل بن یعقوب اور دوسرے سالار بڑے پر جوش انداز میں ان سے ملے، پھر انہیں خیمے کے اندر لے آئے تھے، دونوں کو بٹھایا، پھر فضل بن یعقوب نے انہیں مخاطب کیا۔ عزیز و خدا جھوٹ نہ بلوائے اگر میں غلطی پر نہیں تو تم یقیناً امیر ابوہریر کی طرف سے کوئی اچھی خبر لے کر آئے ہو۔

ان دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے چہروں سے نقاب ہٹا دیئے، پھر ان میں سے ایک فضل بن یعقوب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

آپ کا اندازہ درست ہے، امیر ابوہریر نے آپ کی طرف روانہ کیا ہے اور آپ کے لئے پیغام یہ ہے کہ آپ اپنے لشکر کے ساتھ سورج طلوع ہونے کے ساتھ ہی دشمن کے سامنے جا کے پڑاؤ کر لیں اور دشمن کے ساتھ جنگ کی ابتداء کریں..... امیر ابوہریر اپنے لشکر کے ساتھ آپ کے آس پاس ہی ہیں، دشمن کو ابھی تک ان کی آمد کی خبر نہیں ہے..... انہوں نے ہمیں یہ بھی نہیں بتایا کہ وہ کس طرح اور کس سمت سے دشمن پر حملہ آور ہوں گے، بہر حال ہمیں صرف یہی پیغام دے کے بھیجا گیا ہے کہ آپ صحرا کے اس حصے سے کچھ اس طرح کوچ کریں کہ جس وقت سورج طلوع ہو تو آپ اپنے لشکر کے ساتھ دشمن کے سامنے پڑاؤ کریں، اس کے بعد اپنے لشکر کی صفیں درست کرا لیتے ہوئے دشمن سے جنگ کی ابتداء کر دیں، اس کے علاوہ دوسرے پاس اور کوئی پیغام نہیں ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد دونوں قاصدوں نے پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھا، نگاہوں میں نگاہوں میں کوئی اشارہ کیا..... پھر دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور ان میں سے ایک پھر فضل بن یعقوب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

جو پیغام ہمیں دیا گیا تھا وہ ہم پہنچا چکے ہیں..... اب ہمیں اجازت دیں، ہمیں واپس جانا ہے اس لئے کہ، پس جا کر ہم نے امیر کو یہ اطلاع بھی کرنی ہے کہ جو پیغام انہوں نے دیا

رات تیزی سے گزرتی جا رہی تھی، اجازت سنانا اور فلاکت کے خرابے پھیلاتی تاریکیاں اندھی غفیریت کی طرح چاروں طرف رقص کرنے لگی تھیں..... صحرا کے اندر چلنے والی کالی گٹر آندھیوں کے جھکڑ سرخ پتھروں کو کچل کر ان کی ریت سرخ میدانوں کی مٹی کی طرح اڑان لگے تھے..... قہرمانیت کے جھکڑ قانون قدرت کے پابند عناصر کی طرح نیلوں کو اٹک کر فہر میں تبدیل کرتے ہوئے چاروں طرف ریگ و سنگریزوں کا ایک طوفان کھڑا کر رہے تھے۔ صحرا کے اندر چاروں طرف ایک سلگتا ہوا غمناک سکوت چھایا ہوا تھا..... فضل بن یعقوب اپنے لشکر کے اندر رات کے وقت بھی چاک و چوبند تھا، اسے بڑی بے چینی سے ابوہریر کی طرف سے ملنے والے پیغام کا انتظار تھا..... دشمن کا لشکر اس سے لگ بھگ پانچ میل کے فاصلے پر پڑاؤ کئے ہوئے تھا اور فضل بن یعقوب کے نقيب اور مخبر اور طلا یہ گرد دشمن کی نقل و حرکت پر نگہ نگاہ رکھے ہوئے تھے..... دشمن کے شب خون سے بچنے کے لئے فضل بن یعقوب کے لشکر اپنے لشکر کے ارد گرد جان ہتھیلی پر رکھے سینہ سپر ہو کر پہرہ دے رہے تھے، موت سے بے خوف و خطر برسرِ پیکار ہو جانے والے وہ مجاہد دشمن سے ٹکرانے اور شجاعت کے نئے باب رقم کر کے لئے تیار تھے۔

فضل بن یعقوب اپنے خیمے میں اپنے دیگر سالاروں کے ساتھ جاگ رہا تھا اور اپنے کے اندر چھوٹی سی ایک مشعل روشن تھی اور سب وقت گزارنے کے لئے آپس میں گفتگو کر رہے تھے..... لشکر گاہ کے چاروں طرف سخت پہرہ تھا تاکہ دشمن کوئی فائدہ نہ اٹھائے ایسے میں اپنے منہ پر ڈھائے باندھے اور چہروں کو ڈھانپے ہوئے دو شترسوار فضل بن

تھا وہ ہم آپ تک پہنچا چکے ہیں۔

سامنے آتا رہا ہے تو آج ہم بھی اس کے سامنے صحرا کے اندر اُڑتی ریت میں صحرا کی اندھی دشت ثابت ہوں گے، اس کی اور اس کے ساتھیوں کی آنکھوں کو اشکوں کے سیلاب اور ان کے دامن کو شعلوں، شراروں سے بھر کر رکھ دیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد بائیں لمحہ بھر کے لئے رکا اس کے بعد اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے پھر کہہ رہا تھا۔

میرے عزیزو! میرے ساتھیو! آج ابوفہر ابورافع اور فضل بن یعقوب کے سامنے کچھ اس طرح سربکف اور نقد جاں پھیلی پر رکھ کر سامنے آنا ہے کہ دشمن پر ثابت ہو جائے کہ ہم اس کا مقابلہ اب ایک نئی لگن اور انوکھی دھن کے ساتھ کرنے پر تل گئے ہیں..... آج سب نے یہ تہیہ کر کے جنگ کی ابتداء کرنی ہے کہ اگر ماضی میں یہ ابوفہر ہمارے لئے ڈکھ بانٹنے دشت کا سراب بنا رہا ہے تو آج ہم بھی اس کے سامنے اپنی ذات کا بے اتھاہ سمندر بن کر آئیں گے اور اس کی اذیت کوئی ہمارے سامنے ایک قطرہ جاں سے زیادہ اہم نہیں ہوگی۔

بائیں پھر زکا کچھ سوچا، اس کے بعد اس نے کہنا شروع کیا۔

میرے ساتھیو! تم دیکھتے ہو ان مسلمانوں نے اپنے لشکر کی تعداد نہیں بڑھائی، لشکر وہی ہے جس کے ساتھ اس سے پہلے فضل بن یعقوب ہم سے ٹکرا چکا ہے اور اسے ہمارے خلاف کوئی کامیابی بھی نہیں ہوئی..... دشمن کے لشکر میں اضافہ یہ ہوا ہے کہ اس میں ابوفہر اور ابورافع شامل ہو گئے ہیں اور آج ہم نے ان دونوں کی شمولیت کو بھی بے کار بنا کر رکھنا ہے۔

اپنے اپنے لشکر کے سامنے چلے جاؤ دشمن پر تین اطراف سے حملہ ہوگا، سامنے کی طرف سے، میں دائیں جانب سے لڑوں اور بائیں جانب سے طارفت دشمن پر حملہ آور ہوگا اور اس طرح جب تین اطراف سے ہم دشمن پر ضرب لگائیں گے تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ دشمن زیادہ دیر تک ہمارے سامنے ٹھہر نہیں سکے گا۔

فضل بن یعقوب کے پاس پہلے کوئی نامور سالار نہیں تھا، وہ اکیلا ہمارا مقابلہ کرتا رہا ہے۔ اب ابوفہر اور ابورافع کے آجانے کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ وہ بھی اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں..... ظاہر ہے وسطی حصے میں خود ابوفہر رہے گا، دائیں بائیں فضل بن یعقوب اور ابورافع ہوں گے۔

اپنے لشکر کے وسطی حصے میں خود ہوں گا، میرے ساتھ میرا بیٹا نالوم ہوگا..... ہم دونوں

فضل بن یعقوب اور دوسرے سالار بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے، سب بائیں جب وہ دونوں قاصد اپنے اونٹوں پر بیٹھ کر صحرا میں ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تب بھی اپنے خیمے میں آ کے بیٹھ کر پہلے کی طرح گفتگو کرتے ہوئے وقت گزارنے لگے تھے۔

☆

پاگلوں کی طرح بال کھولے ناچتی گھنی تاریکیاں اور بھیانک ریت کے ٹیلوں سے بے تیر لہروں کی ہانپتی خاموشیاں اپنے انجام کو پہنچ رہی تھیں، اس لئے کہ مشرق سے سور طلوع ہو رہا تھا..... تاریک رُوحوں کے استحان اور زیست کے اجڑے شمشان اور غور گھر وندے سب آباد ہونا شروع ہو گئے تھے، ایسے میں فضل بن یعقوب اپنے لشکر کے باغی سرداروں کے لشکر کے عین سامنے نمودار ہوا اور اس نے پڑاؤ کر لیا تھا..... دشت کی ہر عیاں ہو گئی تھی..... سورج کی کرنوں نے ریت کے ٹیلوں کو چومنا شروع کر دیا تھا..... اندھیرا کورات بھر کھوجتی ہوائیں حلقہ در حلقہ اٹھتے گبولوں کی صورت اختیار کرتے ہوئے صحرا کے اندر ریت کے گراؤز اُڑانے لگی تھی..... اُڑتی ریت کی لمحہ بہ لمحہ پھیلتی دھند کے سامنے زمین کاچر اُداس اور آسمان کی نیلائیں مدہم ہونا شروع ہو گئی تھیں۔

فضل بن یعقوب جب اپنے لشکر کے ساتھ دشمن کے سامنے آیا تب باغی سردار بائیں ٹر دیا، طارفت اور ان کے بیٹے نالوم، غودر اور متولہ چھ کے چھ ایک جگہ جمع ہوئے، پھر بائیں سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یہ جو فضل بن یعقوب اپنے لشکر کو لے کر ہمارے سامنے استوار ہونے کا ارادہ کر رہا ہے تو یہ اس بات کی نشاندہی ہے کہ اس کی مدد کے لئے ابوفہر اور ابورافع پہنچ چکے ہیں..... یاد رکھو آج کا دن ہمارے لئے سخت امتحان کا دن ہوگا..... جنگ کی ابتداء ہم خود کریں گے تاکہ دشمن پر یہ ثابت ہو کہ ہم ان پر حملہ آور ہونے کی جرات اور جسارت رکھتے ہیں۔

اپنے دلوں پر بھی یہ بات لکھ لینا اور اپنے لشکروں کو بھی بتا دینا کہ اگر یہ ابوفہر ماضی ہمارے لئے عداوت کی سخت چٹان ثابت ہوتا رہا ہے تو آج ہم بھی اس کے لئے دشت کے سراپوں کا گمان ثابت ہوں گے اور بجھتے دیئے کے دھوئیں کی طرح اس کو اُڑا کر رکھ دیں گے اپنے ساتھیوں کو بتا دینا کہ ابوفہر اگر ماضی میں ہمارے لئے خون آشام دشت کا دیوتا بنا



ہوں اور ہر شے کو فنا کے ہاتھوں اور ہلاکت کی بانہوں کے حوالے کرنے کا ارادہ کر چکے ہوں۔  
 قریب آکر ابوہریرہ کے پورے لشکر نے کچھ اس طرح زوردار انداز میں تکبیریں بلند کیں  
 کہ صحرا میں ایسے لگا جیسے ان گنت بارود کے ڈھیر پھٹ پڑے ہوں، پھر ابوہریرہ اپنے حصے کے  
 لشکر کے ساتھ اڑتی ریت کے اندر دشمن کے ایک پہلو پر وقت کا نوچہ گاتے، جبر کی نظامت،  
 دھڑکنے کو گونگا کر دینے والی زہریلی آتش فراق اور آنکھوں کے آنگن میں سفاک وحشیت کھڑی  
 کر دینے والے عذابوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

ابوہریرہ کا یہ حملہ ایسا زوردار ایسا خوفناک تھا کہ دشمن کے لشکر کی ادھر ادھر ہٹنے لگے تھے.....  
 دشمن کے کچھ سپاہیوں نے ابوہریرہ کو پہچان لیا تھا، لہذا وہ زور زور سے شور کرنے لگے تھے.....  
 ابوہریرہ آگیا! ابوہریرہ آگیا۔

ان الفاظ نے دشمن کے ہر لشکر کی کو آفت رسیدہ دل و جان گزیدہ اور خود نا آشنا سا بنا کر  
 رکھ دیا تھا، لیکن اتنی دیر تک ابوہریرہ اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ حملہ آور ہوتے ہوئے  
 دشمن کے اندر گھس چکا تھا، اپنے سامنے آنے والی دشمن کی ہر صف کو اس نے ریزہ ریزہ  
 آئینوں، پارہ پارہ عکس جیسا بنا کر رکھ دیا تھا..... ایسا لگتا تھا ہر شے کو ابوہریرہ نے نفس نفس کی  
 آزمائش میں ڈال دیا ہو۔

باغی قبائل کے سردار یہ سمجھ رہے تھے کہ فضل بن یعقوب کے ساتھ ابوہریرہ اور ابوہریرہ بھی  
 شامل ہیں، لیکن جب ابوہریرہ حملہ آور ہوا اور جب ہر لشکر کے کان میں خبر پڑی کہ ان کی پشت  
 کی طرف سے ابوہریرہ ایک اور لشکر کے ساتھ حملہ آور ہو گیا ہے، تب قبائلی سرداروں کے لشکر میں  
 انفرادی اور ایک ناکابل برداشت سی ہلچل پیدا ہو گئی تھی..... صفیں کی صفیں ابوہریرہ کے سامنے  
 منزلوں کے ٹوٹے سنگ میل، تضاد بھری سمتوں اور اختلافات کی ماری حسرتوں جیسی ہونا شروع  
 ہو گئی تھی۔

ابوہریرہ کے حملہ آور ہونے سے جنگ زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکی..... باغی قبائل کو  
 ہولناک شکست کا سامنا کرنا پڑا..... باغی سردار اور ان کے بیٹے اپنے لشکر کو لے کر صحرا کی  
 سمتوں میں بھاگ کھڑے ہوئے، لیکن ان کی بدبختی کہ ابوہریرہ اور فضل بن یعقوب نے اپنی  
 پوری طاقت اور قوت سے تعاقب کیا اور باشمیل کو انہوں نے زندہ گرفتار کر لیا..... بھاگتے لشکر  
 کو بھی انہوں نے ناقابل تلافی نقصان پہنچایا تھا۔

ابوہریرہ کو پسپا کرنے کی کوشش کریں گے اور ہمیں امید ہے ہم ایسا کر گزریں گے۔

میرے خیال میں اب اپنے اپنے حصے کے لشکر میں چلے جاؤ..... میں چاہتا ہوں  
 دشمن پر حملہ آور ہونے کی ابتداء ہم خود کریں..... ایسا کرنے سے مسلمانوں کے لشکر میں  
 ایک طرح سے ہمارا رعب اور دبہ بھی بیٹھ جائے گا اور پھر ہمارے لشکر کی تعداد بھی کافی زیادہ  
 ہے..... اپنے اپنے حصے کے لشکروں کی طرف چلے جاؤ تاکہ جنگ کی ابتداء کریں۔

اس تجویز سے اتفاق کیا تھا پھر ٹرویا اپنے بیٹے غودر کے ساتھ لشکر کے دائیں حصے  
 طرف چلا گیا تھا، جبکہ طارفت اور اس کا بیٹا مقولہ بائیں جانب ہو لئے تھے..... سب باشمیل  
 کے حملہ آور ہونے کا اشارہ دینے کے منتظر ہو گئے تھے۔

چند لمحے باشمیل نے فضل بن یعقوب کے لشکر کا جائزہ لیا، پھر اس نے نا آشنا زبان  
 میں وحشی نعرہ مارا، یہ نعرہ سنتے ہی تینوں سرداروں نے لشکر کو آگے بڑھایا..... پھر وہ فضل بن  
 یعقوب کے لشکر پر اعلیٰ ریت پر آئیں بائیں تاریکیوں، جسم و جان کو چاٹ جانے والے پلے  
 بجھتے شعلوں کی اندھی دستک اور موسموں کو غبار آلود کر دینے والے بارود کے سوداگروں کی طرح  
 حملہ آور ہو گئے تھے..... دوسری جانب فضل بن یعقوب نے جارحیت اختیار نہیں کی نہ ہی اس  
 نے پیش قدمی سے کام لیا، اپنے لشکر کے ساتھ اپنے پڑاؤ کے قریب ہی وہ جمارہا، اس نے  
 اپنے لشکر کو صرف دفاع کو محدود رکھا تھا..... تاہم تینوں سرداروں کے حملوں کے سامنے وہ اور  
 اس کے لشکر کی جم گئے تھے، جیسے بہتے پانی کے سامنے سوکھی چٹانیں اور چڑھتی ندیوں کے  
 سامنے پیاسے پتھر لیے ساحلوں نے اندھی خواہشوں کے سامنے غلطیوں کی سزا بن جانے کا تجربہ  
 کر لیا ہو۔

صحرا کے اندر دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نے جابر سائی  
 خواہشوں کو حلقہ بکسل، محفل یاراں کو کوچ قاتل اور دشت و صحرا کو فطرت کے عناصر نے حادثہ  
 تقدیر میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہو۔

جنگ شروع ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ دشمن کے ایک پہلو کی طرف سے چاروں  
 طرف بچھی ہوئی ریت کی چادر کے اندر سے ابوہریرہ اپنے لشکر کے ساتھ خونخوار خوابوں کے  
 سایوں، دروازوں پر دستک دیتی آنندھیوں کی طرح نمودار ہوا تھا..... اس کی آمد سے ایسے  
 جیسے انجانے اور نا آشنا عناصر اب کی بقا گاہوں سے نکل کر زندگی کی پناہ گاہوں میں داخل ہوئے

کچھ دُور تک دشمن کا تعاقب کرنے کے بعد ایک محفوظ جگہ ابوفہر نے اپنے لشکر کو گھونپ جانے کا حکم دیا۔۔۔۔۔ یہ حکم ملتے ہی لشکری جہاں تھے وہیں رُک گئے، پھر ابوفہر اور فضل بن یعقوب دونوں لشکروں کو لے کر پلٹے، اس جگہ آئے جہاں جنگ ہوئی تھی۔۔۔۔۔ دشمن کے ہار کی ہر چیز کو اپنے قبضے میں لے لیا گیا تھا۔۔۔۔۔ جب ایسا ہوا تب ابوفہر نے زندہ گرفتار ہونے والے سردار ہاشمیل کو اپنے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا۔

یہ حکم ملتے ہی فضل بن یعقوب نے چند مسلح جوانوں کو اشارہ کیا، وہ وہاں سے ہٹ گئے تھوڑی دیر بعد وہی مسلح جوان ہاشمیل کو پکڑ کر وہاں لے آئے اور اسے ابوفہر کے سامنے کھڑا کر دیا گیا تھا۔

ابوفہر تھوڑی دیر تک سر سے لے کر پاؤں تک بغور ہاشمیل کا جائزہ لیتا رہا، پھر اس کے چہرے پر طنز یہی مسکراہٹ نمودار ہوئی، اس کے بعد ہلکی سی آواز میں اس نے ہاشمیل کو مخاطب کیا۔

بیٹھ جاؤ مجھے شرم آرہی ہے کہ ہم تو صحرا کی ریت پر بیٹھے ہوئے ہیں اور تم ایک قبیلے کے سردار ہو کر ہمارے سامنے کھڑے ہو۔۔۔۔۔ بیٹھ جاؤ ہم انسانیت کی قدر کرنے والے لوگ ہیں۔

سب سے سبب اور ڈرے ڈرے سے انداز میں ہاشمیل ریت پر بیٹھ گیا۔۔۔۔۔ گردن جھکا کر ابوفہر کچھ دیر تک سوچتا رہا، اس کے بعد دوبارہ اس نے کہنا شروع کیا۔

ہاشمیل! تو دوسری بار گرفتار ہو کر میرے سامنے پیش ہوا ہے، اس سے پہلے ایک کھڑاؤ میں تیرا ایک بیٹا بھی مارا گیا تھا اور تو گرفتار بھی ہوا تھا۔۔۔۔۔ تو نے معافی بھی مانگی تھی، میں نے تمہیں چھوڑ دیا تھا، لیکن وعدہ کرنے کے باوجود تو بغاوت پر اتر آیا اور وعدہ خلافی کی۔

ابوفہر لہجہ بھر کے لئے رُکا، اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

ان صحراؤں کے اندر تم ہوا کے جھوکوں کا تعاقب کرتے رہے ہو، سایہ بن کر سایہ کے پیچھے بھاگتے رہے ہو تو ہمیشہ اپنی خواہشوں کا اسیر بن کر قول و عمل کے تضاد اور اپنی اختلاف ذات کا شکار رہا۔۔۔۔۔ میں نے تجھے ہمیشہ امن اور آشتی کا پیغام دیا، لیکن تو اجازت پھیلتی بیری رات کی طرح ان علاقوں میں قتل و غارت گری کرتا رہا، لوگوں کی زو حیں زخمی جسم گھائل کرتا رہا۔۔۔۔۔ دل کی قندیلیں بجھاتا رہا۔

تو اتنا بھی سرفروش اور سر بلند نہیں ہے کہ ہر شے کے ضمیر کے اُپر اپنی خواہشوں کی کند ڈال سکے۔۔۔۔۔ میں جانتا ہوں تو کس نوع کا انسان ہے، تو نے ہمیشہ محبت کی حکایات، امن اور آشتی کے پیغام پر دیرانی بازار حیات اور دشتوں کے رقص کو ترجیح دی۔

ہاشمیل اب تو دوسری بار گرفتار ہو کر میرے سامنے پیش ہوا ہے، چاہئے تو یہ تھا کہ جونہی تو میرے سامنے آتا تیری گردن اڑا دیتا لیکن میں تجھے اپنی ذات کی وضاحت کرنے کا موقع فراہم کرتا ہوں کہ تم نے کیوں وعدہ خلافی کی، عہد شکنی کی جب تو نے ہمارے ساتھ معاہدہ کیا تھا کہ آئندہ تو ہمارے سامنے بغاوتوں کا سلسلہ کھڑا نہیں کریگا پھر تو کیوں بغاوت بن کر نمودار ہوا اور دوسرے سرداروں اور ان کے بیٹوں کو بھی تو نے اپنے ساتھ ملا لیا۔

ہاشمیل کی گردن تھوڑی دیر تک جھکی رہی، کچھ نہ بولا۔۔۔۔۔ آہستہ آہستہ اس نے سامنے دیکھا، لہجہ بھر کے لئے ابوفہر کے چہرے کا جائزہ لیا، پھر توتنی پھوٹی خوفزدہ سی آواز میں کہنے لگا۔

ابوفہر ان صحراؤں کے لوگ تمہیں دشت کا دیوتا کہتے ہیں، تو وہ ٹھیک ہیں۔۔۔۔۔ میں ہی حرص و ہوس کا شکار ہو گیا تھا۔۔۔۔۔ چاہتا تھا کہ ان صحراؤں کے اندر اپنی حکومت قائم کروں، لیکن مجھ پر واضح ہو چکا ہے کہ حالات کتنے بھی بدتر ہوں تمہیں شکست دینا ناممکن ہے، جو کچھ ہوا میں اس کی معافی مانگتا ہوں۔۔۔۔۔ میں اس بات کو بھی تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے عہد شکنی وعدہ خلافی کی ہے۔۔۔۔۔ ساتھ ہی یہ بھی ضمانت دیتا ہوں کہ اگر اس بار معاف کر دو تو آئندہ میں ان صحراؤں کے اندر امن اور آشتی کی زندگی بسر کروں گا نہ خود مسلمانوں کے خلاف اُنھوں کا، نہ کسی دوسرے سرداروں اور قبائل کو مسلمانوں کے خلاف بغاوت کرنے کی اجازت دوں گا۔

ہاشمیل خاموش ہو گیا۔۔۔۔۔ ابوفہر کے چہرے پر عجیب سی استغفہامیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، چند لمحوں تک اس نے ہاشمیل کا جائزہ لیا، پھر اس کی آواز سنائی دی۔

ہاشمیل تمہارا یہ وعدہ تمہارا یہ عہد ماضی جیسا تو نہ ہوگا کہ یہاں سے جانے کے بعد پھر تم اپنے وعدے کو بھول کر مسلمانوں کے خلاف مسلح ہو کر اُٹھ کھڑے ہو۔۔۔۔۔ یاد رکھنا میں دوبار کی عہد شکنی اور وعدہ خلافی تو معاف کر سکتا ہوں، تیسری بار کوئی میرے ساتھ وعدہ خلافی کرتا ہے تو میں دراستوں میں سے ایک راستے کا انتخاب کرتا ہوں یا خود قبرستان کا رُخ کر لیتا ہوں یا بغاوت کھڑی کرنے والے کو قبرستان کا راستہ دکھاتا ہوں۔۔۔۔۔ ان دونوں کے علاوہ تیسرا کوئی راستہ میرے پاس نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ اگر تم اپنے کئے پر نادم ہو معافی مانگتے ہو۔

ابوفہر کو زک جانا پڑا، اس لئے کہ ہاشمیل بول پڑا۔

میں اپنے کئے پر نادم ہوں، پھر اچانک ہاشمیل آگے بڑھا اس نے ابوفہر کے پاؤں پائے اور گز گزاتی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

جو کچھ ہوا اس کی میں معافی مانگتا ہوں، آئندہ کبھی بھی کسی بھی صورت مسلمانوں کے خلاف اٹھنے کی کوشش نہیں کروں گا۔

ابوفہر نے ہاشمیل کا شانہ تھپتھپایا اسے پیچھے ہٹایا۔ پھر کہنے لگا۔

میں ایک بار پھر تم پر بھروسہ کرتا ہوں، لیکن یہ آخری بھروسہ ہے، میں تم سے کہہ چکا ہوں تیسری بار جو میرے خلاف عہد شکنی کرتا ہے تو پھر یا وہ قبرستان کا رخ کرتا ہے یا وہ مجھے قبرستان کا راستہ دکھائے گا، بہر حال میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ تمہارے جس قدر ساتھی جنگ کے دوران گرفتار ہوئے ہیں ان سب کو تم اپنے ساتھ لے جاسکتے ہو، اب تم یہاں سے کھانا کرجاؤ۔

بڑی مومنیت اور شکر گزاری کے انداز میں ہاشمیل نے ابوفہر کی طرف سے دیکھا، پھر وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ اس کے اور دوسرے قبائل کے جو لوگ گرفتار ہوئے تھے ان کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔ فضل بن یعقوب نے اسے رخصت کیا۔

ہاشمیل کے جانے کے بعد فضل بن یعقوب پھر اس جگہ آن بیٹھے جہاں ہاشمیل کے ساتھ گفتگو ہوئی تھی، پھر فضل بن یعقوب نے ابوفہر کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

امیر آپ نے ہاشمیل کو معاف تو کر دیا ہے، لیکن میرا دل کہتا ہے یہ اپنے وعدے اور اپنے عہد پر ماضی کی طرح قائم نہیں رہے گا، اس کی سرزشت میں عہد شکنی، بدامنی وعدہ خلافی لکھی ہوئی ہے۔

فضل بن یعقوب کو زک جانا پڑا، اس لئے کہ اس کی بات کانٹے ہوئے ابوفہر بول پڑا۔ ابن یعقوب فکر مند ہونے کی بات نہیں ہے، اس کو میں بھی سمجھتا ہوں لیکن بہر حال میں اسے دوسرا موقع فراہم کرنا چاہتا تھا۔ ایک بار یہ معافی مانگنے کے بعد عہد شکنی کر چکا ہے دوسری بار اگر اس نے عہد شکنی کی ہمارے خلاف بغاوت کھڑی کرنے کی کوشش کی، مسلمان آبادیوں پر اس نے حملہ آور ہونے کی کوشش کی پھر یاد رکھنا میں اس کے ساتھ ان صحراؤں میں جنگ نہیں کروں گا۔ خداوند قدوس نے مجھے زندگی اور موقع دیا تو پھر میں اس کے

دوسرے قبائل کے سرداروں کے نخلستانوں کا رخ کروں گا اور میں ان نخلستانوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دوں گا، جہاں سے اٹھ کر یہ تباہی اور بربادی بن کر مسلمانوں پر نزول کرتے ہیں۔ میں ان کے ان مسکنوں کو ہی جلا کر خاکستر کر کے رکھ دوں گا، جہاں سے نکل کر یہ بغاوتیں کھڑی کرتے ہیں۔

ابن یعقوب ہاشمیل کے لئے یہ آخری موقع ہے، اگر اس نے اس آخری موقع سے فائدہ نہ اٹھایا تو یاد رکھنا اس کے ساتھ میں دوسرے سرداروں، ان کے بیٹوں اور ان کے نخلستانوں کو بھی تباہ و برباد کر کے رکھ دوں گا۔

یہ بھی ممکن ہے یہاں سے جانے کے بعد یہ دوسرے سرداروں کے ساتھ صلاح مشورہ کرے اور بدامنی پر اتر آئے، اس لئے کہ میں ان لوگوں کی عادات سے خوب واقف ہوں۔ دشمن کے سامنے سر جھکا کر بات کرتے ہیں، پیٹھ پیچھے یہ چھرا گھونپنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں اور تم اپنے لشکر کے ساتھ چند ہفتے احتیاطاً صحرا کے اندر ہی قیام کریں گے۔ دشمن کے پڑاؤ سے جو ہمیں خوراک اور ضروریات کا سامان ملا ہے یہ ہمارے لئے کئی ماہ کے لئے کافی ہے۔ بہر حال احتیاط کے طور پر ہم لشکر کے ساتھ چند ہفتے تک یہیں قیام رکھیں گے۔ فضل بن یعقوب نے ابوفہر کی اس تجویز سے اتفاق کیا، پھر دونوں ٹوٹے کھڑے ہوئے اور جنگ میں زخمی ہونے والوں کی دیکھ بھال کرنے لگے تھے۔





اس کے گھوڑے کے پاس آ جاتی ہے..... میں جانتی ہوں تو ابوہر کے گھوڑے ہی کو اس کی نشان  
سمجھ کر اس کی دیکھ بھال کر رہی ہے..... پھر اتنی بے چین اور اتنی پریشان مت ہو، اگر ایسا کرنا  
رہو گی تو یاد رکھنا اپنی صحت کا ستیاناس کر لو گی، ابوہر ایک روز ضرور لوٹے گا اور مجھے امید ہے  
تیری محبت کا جواب وہ محبت ہی سے دے گا..... اس کے ساتھ ہی تھیوہر نے کیتھرینا کا ہاتھ  
اپنے ہاتھ میں لیا، پھر کہنے لگی..... آؤ کھانے کا وقت ہو گیا ہے، اس کے ساتھ ہی کیتھرینا  
تقریباً کھینچتی ہوئی تھیوہر سرائے کے احاطے میں اپنے سکوتی حصے کی طرف لے جا رہی تھی۔

☆

ابوہر کے جانے کے بعد صقلیہ میں مسلمانوں کے لئے طرح طرح کی دشواریاں اُٹھ  
کھڑی ہوئی تھیں..... گو سرقوسہ سے باہر ابوہر نے صقلیہ اور رومنوں کے متحدہ لشکر کو بڑی  
شکست دی تھی اور متحدہ لشکر سرقوسہ میں محصور ہو گیا تھا..... ابوہر کے رواجی کے بعد ابن فرات  
اور محمد بن سالم نے سرقوسہ کا محاصرہ کر لیا۔

لیکن محمد بن سالم صقلیہ میں ابوہر جیسی کارکردگی کا مظاہرہ نہ کر سکا، نہ ہی جنگ میں  
اس جیسی تدبیر اختیار کرنے کا ہنر جانتا تھا، بڑی سختی سے محاصرہ کیا، دوسری طرف محصورین بھی  
شہر کے اندر رہ کر مسلمانوں کا مقابلہ کرتے رہے..... یہاں تک کہ محاصرہ طویل پکڑنے لگا۔  
اس طرح محصورین کے ساتھ ساتھ محاصرین بھی مشکلات کا شکار ہونے لگے، گو سرقوسہ  
سے باہر میدان جنگ میں ابوہر کے ہاتھوں رومنوں اور صقلیہ والوں کے لشکر کی ایک بڑی  
تعداد کام آچکی تھی، اس کے باوجود سرقوسہ میں ایک خاصا بڑا لشکر موجود تھا جو مسلمانوں کے  
سامنے مدافعت کئے ہوئے تھا۔

مسلمانوں کے لئے پہلی مصیبت جو اٹھی تھی وہ یہ کہ ان کا لشکر اپنے تمام مفتوحہ علاقوں  
سے الگ اور دُور تھا، ان علاقوں سے انہیں کوئی مدد نہیں مل رہی تھی..... پھر لشکر کے پاس جس  
قدر سامانِ رسد تھا، رفتہ رفتہ اس میں کمی ہوتی چلی گئی اور مسلمانوں کے لشکر میں کھانے پینے کی  
اشیاء کا قحط پڑنے لگا..... اس صورت حال کے نتیجے میں لشکر کے اندر بددلی پھیلنے لگی اور قحط  
سامنا کرتے ہوئے لشکر کے ایک حصے میں صقلیہ سے افریقہ کی طرف واپسی کا خیال پیدا  
ہو گیا، چنانچہ وہ لوگ جو محاصرہ ترک کر کے افریقہ جانے کے حق میں تھے، انہوں نے لشکر کے  
ایک سرکردہ شخص ابن قادم کو اپنا نمائندہ بنایا اور اس کے پاس بھیجا تا کہ اس کے سامنے یہ تجویز

پیش کی جائے کہ اسلامی لشکر کی حالت اب اتنی ہی ہے..... کھانے پینے کی اشیاء کا خاتمہ  
ہو رہا ہے، لہذا محاصرہ ترک کر کے واپس افریقہ کی طرف جایا جائے۔

یہ موقع اسد بن فرات اور محمد بن سالم کے لئے انتہائی پریشان کن تھا..... اگر یہ مطالبہ  
منظور نہ کیا جاتا تو لشکر میں فتنہ انگیزیاں کھڑی ہو سکتی تھیں اور اگر مطالبہ قبول کر لیا جاتا تو صقلیہ  
میں مسلمانوں کی تمام محنت اور جانفشانی کا خاتمہ ہو جاتا، علاوہ ازیں محاصرہ اس قدر طویل پکڑ گیا  
تھا کہ محاصرین خود بھی بڑی حد تک تنگ اور عاجز آچکے تھے اور وہ کسی بھی موقع پر ہتھیار بھینکنے  
کے درپے ہو سکتے تھے، اس لئے اس موقع پر محاصرے کا اٹھالینا دانش مندی کے سراسر خلاف  
تھا..... اس بنا پر اسد بن فرات اور محمد بن سالم نے افریقہ کی طرف جانے والوں کا فتنہ دبانا  
چاہا، ان کے نمائندے ابن قادم کو مخاطب کر کے کہا۔

میں مسلمانوں کی جنگی خدمت کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتا، حالات ایسے نہیں کہ واپسی کا  
فیصلہ کیا جائے..... اسلامی لشکر میں ابھی بہت کچھ خیر و برکت باقی ہے۔

اسد بن فرات کا یہ خشک جواب سن کر ابن قادم اور اس کے حواریوں کو اطمینان نہ ہوا اور  
وہ اپنے اصرار پر قائم رہے، جب واپس جانے والوں کا اصرار بڑھا تو اسد نے انہیں دھمکی دی  
کہ اگر انہوں نے واپس جانے کی ضد کی تو وہ جہازوں کو جلا دینے کا حکم دے دے گا۔

اسد بن فرات کے اس جواب پر واپس جانے والوں کا سرخیل ابن قادم گستاخی پر اتر  
آیا، کہنے لگا۔

”اس سے بہت چھوٹے معاملے پر عثمان بن عفان قتل کر دیئے گئے تھے۔“

ابن قادم کے یہ الفاظ لشکر میں عظیم فتنہ برپا کر سکتے تھے، لیکن اسد بن فرات اور محمد بن  
سالم نے اس کا فوری تذکرہ کیا..... محمد بن سالم نے فوراً ابن قادم کو گرفتار کر لیا اور اس جرم  
میں چند کوڑیے لگوائے..... یہ سزا عبرت ثابت ہوئی..... شورش رنج ہو گئی اور ہر شخص اطاعت  
اور فرمانبرداری سے اپنا فرض نبھانے کے لئے تیار ہو گیا..... یوں سرقوسہ کا محاصرہ جاری رہا۔

اپنے لشکر کی شورش کو رفع کرنے کے بعد ابن فرات اور محمد بن سالم نے محاصرے میں  
اور زیادہ سختی پیدا کر لی..... اب صورت حال یہ تھی کہ محاصرے سے تنگ آ کر محاصرین رات کی  
تاریکی میں اکثر و بیشتر شہر سے نکلنے اور مسلمانوں پر شب خون مارنے کی کوشش کرتے، مسلمان  
بھی مقابلہ کرتے، اس طرح دونوں لشکر اکثر رات کی تاریکی میں ایک دوسرے سے ٹکراتے

اس طرح یہ ٹکراؤ جاری رہا۔

اس ٹکراؤ کے نتیجے میں مسلمانوں کے لشکر میں ایک اور ناگہانی افتاد آن پڑی، ابراہیم اور شب خون کا جو سلسلہ جاری تھا اس میں اتفاق سے اسد بن فرات زخمی ہو گیا۔ زخم اتنا بڑا تھا کہ وہ اس سے جانبر نہ ہو سکا اور انہی زخموں کی وجہ سے اسد بن فرات میدان جنگ میں انتقال کر گیا۔ اسد بن فرات کو صقلیہ ہی میں دفن کر دیا گیا اور یادگار کے طور پر قبر کے قریب ایک مسجد تعمیر کر دی گئی۔

اسد بن فرات کی وفات سے افریقہ میں گھر گھر صف ماتم بچھ گئی، خود سلطان کو اسد بن فرات کی موت کا اتنا دکھ اور غم ہوا کہ اس نے کئی روز تک سوگ منایا۔ قیروان شہر میں ایک مسجد بھی تعمیر کی گئی۔ (یہ مسجد آج بھی موجود ہے، گو قدیم اور شکستہ حالت میں ہے۔ تاہم ابراہیم پر اسد بن فرات کا نام آج بھی کندہ ہے، مسجد کا طرز تعمیر بڑا سادہ ہے) اسد بن فرات کا زمانہ ولایت ایک سال اور چند دن تھا۔ لیکن واقعات اور نتائج کے اعتبار سے نہایت اہم تھا۔ اس نے ابوفہر کے ساتھ مل کر مازر کو دار الحکومت قرار دیا، اسلامی حکومت کی تشکیل کی اور اسلامی حکومت میں مازر اور اس کے مضافات داخل تھے۔ علاوہ ازیں مازر سے سرقوسہ جس قدر دیہی علاقہ تھا اور اس میں جو ممتاز اور اہم قلعے تھے، وہ بھی مسلمانوں کے قبضہ میں آچکے تھے۔

اسد بن فرات کی شہادت کے بعد سلطان زیادۃ اللہ بن ابراہیم نے محمد بن ابی الجوارہؓ کو اسد کا جانشین اور صقلیہ کا والی مقرر کیا۔ ابن سالم کو لشکریوں کا سپہ سالار اعلیٰ رہنے دیا گیا۔ ابوفہر چونکہ ابھی تک افریقی قبائل سے الجھا ہوا تھا، لہذا اس کے واپس صقلیہ جانے کے کوئی آثار نہ تھے۔

صقلیہ کا والی مقرر ہونے کے بعد محمد بن الجوارہ نے سرقوسہ کا محاصرہ جاری رکھا۔ محاصرہ جاری تھا کہ مسلمانوں کو ایک انتہائی بری خبر ملی، وہ یہ تھی کہ ایک بہت بڑے بزنس میز سے کے ذریعے رومنوں کا ایک لشکر قسطنطنیہ سے روانہ ہو چکا ہے۔ عفریب وہ صقلیہ کی کسی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوگا، پھر مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر ان سے صقلیہ خالی کرانے کی کوشش کرے گا۔

یہ خبر یقیناً مسلمانوں کے لئے تکلیف دہ تھی۔ مسلمانوں کے پاس وہی لشکر تھا جس

کے ساتھ اسد بن فرات اور ابوفہر سرقوسہ سے باہر دشمن کے متحدہ لشکر کو شکست دے چکے تھے۔ اب جو رومنوں کے لئے لشکر کے آنے کی افواہ پھیلی تو مسلمانوں کے ذہن میں یہ خبریں اٹھنے لگیں کہ ابوفہر جو دشمن کا مقابلہ کرنے کا فن اور ہنر جانتا تھا، وہ افریقہ میں ہے۔ رومنوں کا اگر نیا لشکر بھی قسطنطنیہ سے صقلیہ پہنچ گیا تو ایک طرف سے وہ ان پر حملہ آور ہوگا، دوسری طرف سے سرقوسہ میں صقلیہ اور رومنوں کا متحدہ لشکر ہے۔ وہ بھی باہر نکلے گا، اس طرح یہ دونوں لشکر دو مختلف سمتوں سے حملہ آور ہو کر مسلمانوں کو پیس کر رکھ دیں گے۔

مسلمان ابھی ان ہی سوچوں میں غرق تھے، بددلی کا شکار تھے کہ ایک اور مصیبت کا شکار ہو گئے۔ وہ اس طرح کہ ابوفہر نے جو سرقوسہ سے باہر رومنوں کا حملہ روکنے کے لئے خندق کھودی تھی اور حملہ آور رومنوں کی لاشوں کو خندق میں بھر دیا تھا، خندق کی وہ لاشیں سرنگیں۔ اب وہاں خراب ہو گئی، جس کی وجہ سے مسلمانوں کے لشکر میں وبا پھیل گئی۔ یہ مسلمانوں کے اندر دوسری تکلیف دہ افتاد تھی۔

محمد بن ابی الجوارہ حکومت کرنے کا کوئی تجربہ نہیں رکھتا تھا۔ دوسری جانب سپہ سالار اعلیٰ محمد بن سالم بھی لشکریوں کو اپنے ساتھ ملانے اور دشمن کا مقابلہ کرنے میں وہ کمال نہ رکھتا تھا جو ابوفہر کے پاس تھا۔

ان حالات سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے محمد بن الجوارہ اور محمد بن سالم اپنے لشکر کو سرقوسہ سے مازر کے ساحل پر ملیں گے، ایک روز محمد بن ابی الجوارہ، محمد بن سالم، ابورافع اور دیگر سالار اکٹھے بیٹھے تھے کہ محمد بن الجوارہ نے سب کو مخاطب کیا۔

میرے عزیزو! لشکری واپس جانے کا کہہ رہے ہیں۔ میں کیا کروں؟ ابن سالم تم سالار اعلیٰ ہو کہو کیا کرنا چاہئے۔

ابن سالم کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر دکھ بھرے انداز میں کہہ رہا تھا۔ ابوفہر ایک ایسا امیر ہے جو کائنات کے مقدر کا مالک بن کر ابلیس کے منہ میں بھی لگام ڈال دینے کی ہمت اور جرات رکھتا ہے، میں کیسے ناکامی کا گھیم اوڑھ کر اس بطل عظیم کے سامنے جاؤں گا۔ میں دنیا بھر کی ذلتیں قبول کر سکتا ہوں، لیکن ابوفہر کے سامنے ناکامی اور شکست کا داغ لے کر نہیں جاسکتا۔ ابوفہر ایک بے جری اور بے خوف کماندار ہے عرض و خطیر

سالار ہے..... امیر ازم و بزم بھی ہے..... سالار بجز و بر بھی ہے، اگر وہ یہاں میری جگہ ہوتا تو کی قسم میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کبھی بھی اپنے لشکر کو لے کر سرقوسہ شہر سے ساحل کا رخ نہ کرتا..... سرقوسہ میں اگر دشمن اس کے لشکر سے بیس گنا بڑا لشکر لے کر آتا تب بھی ابو فہر لوسہ کی دیوار بن کر ان کے سامنے جم جاتا، اس لئے کہ ان سرزمینوں میں میری آمد سے پہلے دشمن کے دو طرفہ حملے کو بڑے احسن طریقے سے روک چکا تھا اور اس نے جو خندق کھدوائی تھی وہ اس نے رومنوں کی لاشوں سے بھر کر اپنی فتح مندی اور دشمن کی شکست کو یقینی بنایا تھا۔

اب ان حالات میں ابو فہر مجھے بہت یاد آ رہا ہے..... وہ یہاں ہوتا تو اپنے سپاہیوں کے ولولوں اور ان کے حوصلوں میں ایک نیارنگ، نیا طلسم بھر کے رکھ دیتا..... بہر حال ابن الجواری اگر تم اپنے لشکر کو لے کر جانا چاہتے ہو تو چلے جاؤ، میں ابو رافع کے ساتھ تمہارے جانے کے بعد ماز شہر میں داخل ہوں گا..... شہر میں جو لشکر ہے اسے مستحکم کرنے کی کوشش کروں گا..... شکست کی ذلت لے کر واپس افریقہ جانا پسند نہیں کروں گا۔

محمد بن سالم کے ان الفاظ پر ابن الجواری کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا: اگر تم واپس جانا نہیں چاہتے تو میں کب واپس جانے کا تہیہ کئے ہوئے ہوں..... افریقہ کی سرزمینوں کی طرف جانے کے بجائے ان سرزمینوں میں مرجانے کو ترجیح دوں گا۔ ابن الجواری کو یہاں تک کہتے ہوئے رُک جانا پڑا، اس لئے کہ محمد بن سالم کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی..... پھر وہ کہنے لگا۔

اگر یہ بات ہے تو میرے خداوند نے چاہا تو کوئی بھی دشمن کی تعداد سے خوفزدہ ہو کر افریقہ نہیں جائے گا..... پھر محمد بن سالم لشکریوں کے قریب آیا اور اپنی بلند آواز میں انہیں مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

عزیزانِ من! میں تمہارا سپہ سالار محمد بن سالم بول رہا ہوں..... میں جانتا ہوں ابو فہر کی طرح نہ میں تمہاری رہنمائی کر سکتا ہوں نہ تمہارے ولولوں، تمہارے حوصلوں کو اس جیسا زندہ اس جیسا جوان بنا سکتا ہوں، لیکن اگر تم میرا ساتھ دو تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہارے قدموں تلے آ کر موت بھی اپنا منہ چھپاتی پھرے گی..... یاد رکھنا ہم فانی پسندوں کو بھلا عزیز نہیں ہے..... یہی جذبہ ہماری رومنوں کو حیاتِ خضر کا احساس دلاتا ہے۔

میرے عزیز لشکریو! اگر تم اپنی ملت کے سارے کی مناجات صحرائی بگولوں کا تلاطم نہ

کر میرا ساتھ دو تو یاد رکھنا میں تمہاری معیت میں رعد کا زلزلہ بن کر دشمن پر وارد ہوں گا اور فتح مندی کی صبح کی آواز کی طرح چھٹا چلا جاؤں گا..... اگر تم خلوص کے ساتھ میرا ساتھ دو تو میں دشمن کی ہر قوت ان کی ہر طاقت، ان کے ہر حملے، ان کی ہر یلغار کو تکی اور تاریکی کے گھروندوں اور ماضی کے خوابوں کی طرح سمیٹتا اور روندتا چلا جاؤں گا۔

یہاں سے واپس جانا میں گناہ خیال کرتا ہوں..... مجھے امید ہے تم میرا ساتھ دو گے، اگر ایسا کرو گے تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں میں دشمن کے ہر ارادے ان کے ہر عزم کو ماضی کے خوابوں اور مفلوج حریفوں کی طرح اڑا کر رکھ دوں گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن سالم کو خاموش ہو جانا پڑا، اس لئے کہ لشکر میں طرح طرح کے نعرے بلند ہونا شروع ہو گئے تھے۔ یہ سارے نعرے وہاں رکنے اور محمد بن سالم کے ساتھ کام کرنے کے متعلق تھے، گتہ تاجی ۲، سالم کے الفاظ نے لشکریوں کی رُوح کو آہن ان کی صداؤں کو شعلہ، ان کے ولولوں کو آتش نفسی عطاء کرتے ہوئے انہیں رنندہ تہہ بولوں میں تبدیل کر کے رکھ دیا، ان کی آوازوں، ان کے نعروں، ان کی تکبیروں سے لگتا تھا جیسے محمد بن سالم کی تقریر کے بعد وہ اپنے جوان عزم سے آلام کی گرد جھاڑ کر موت کو اپنے قدموں کے سامنے سرنگوں کرنے کا تہیہ کر چکے ہوں۔

جب سارے لشکری طرح طرح کی آوازیں نکالتے ہوئے محمد بن سالم کا ساتھ دینے کے لئے اظہار کرنے لگے تب محمد بن سالم کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اپنے بھائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ بلند آواز میں چلاتے ہوئے کہنے لگا۔

”ان کشتیوں اور بحری جہازوں کو آگ لگا دو، ہم واپس نہیں جائیں گے۔“

محمد بن سالم کا یہ حکم ملنا تھا کہ چند زندہ دل جوان آگے بڑھے اور انہوں نے اپنی کشتیوں اور جہازوں کو آگ لگا دی تھی..... عین اسی لمحہ رومنوں کا وہ لشکر جو قسطنطنیہ سے نمودار ہوا تھا وہ ساحل کے قریب دکھائی دیا، آنے والے رومن لشکر نے جب دیکھا کہ مسلمانوں نے اپنے بائقوں سے اپنی کشتیوں اور جہازوں کو آگ لگا دی ہے تو ان پر ایک سناٹا، ایک خوف اور مسلمانوں کا رعب طاری ہو کر رہ گیا تھا۔

جس وقت کشتیاں اور بحری جہاز جل رہے تھے، محمد بن صالح اور ابو رافع چند چھوٹے سالاروں کے ساتھ محمد بن الجواری کے پاس آئے، پھر محمد بن صالح نے محمد بن الجواری کو

مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

ابن الجواری جو لشکر اس وقت مازر میں ہے، وہ مازر ہی میں مقیم رہے گا، جو لشکر بہرہ ساحل کی طرف آئے ہیں اسے لے کر ہم پلٹیں گے اور ملک کے اندرونی حصے کی طرف ہ گے اور نئی فتوحات کا اعلان کریں۔ یہ سرزمین ہماری ہے، ہمارا جینا مرنا اسی میں ہے۔ محمد بن الجواری نے بھی محمد بن سالم کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔

جہازوں اور کشتیوں کو آگ لگانے کا واقعہ اسلامی تاریخ میں صقلیہ کا یادگار واقعہ۔ جہازوں کے شعلہ زن تختے سمندر میں ادھر ادھر تیر رہے تھے اور ساحل پر مجاہدین اور سطر پڑ رومن کھڑے اس نظارے کو بڑے عجیب و غریب انداز میں دیکھ رہے تھے۔ صقلیہ نہایت خاموشی سے جہازوں کے ایک ایک تختے کی بربادی کا تماشا دیکھتے جاتے تھے۔ افریقہ کی واپسی کی آخری سے آخری امید تک کو منقطع کرتے چلے جاتے تھے۔ یہاں تک ساحل کا ایک اسلامی جہاز جل کر خاکستر ہو گیا اور افریقہ کے مجاہدین محمد بن سالم کی سرکردگی میں دشمن کے ساتھ مرنے مارنے پر تیار ہو گئے۔

اب مجاہدین نے صقلیہ کو مادر وطن سمجھ کر اس کی آغوش میں بیٹھ جانے کا تہیہ کر لیا تھا۔ انہوں نے یہ خیال ہی تھی کہ یہ جزیرہ نہ رومنوں کا ہے، نہ کسی اور قوت کا، بلکہ حقیقی معنوں میں ایک اسلامی جزیرہ ہے۔ اس کی حفاظت وطن کی حفاظت ہے، اس کی ترقی وطن کی ترقی، اس کی فلاح وطن کی فلاح اور اس کی بہبود وطن کی بہبود ہے۔

اپنے جہازوں اور کشتیوں کو جلا دینے کے عمل نے رومنوں کو مسلمانوں سے خوفزدہ کر رکھ دیا تھا۔ کئی روز تک وہ اپنے بحری بیڑے کے ساتھ سمندر ہی میں کھڑے رہے، ساحل اترنے کی انہیں جرأت نہ ہوئی، انہیں خدشہ تھا کہ جو نہی وہ ساحل پر اتریں گے، مسلمان ان پر حملہ آور ہو کر ان پر موت طاری کرنا شروع کر دیں گے، لہذا رومن اپنے بحری بیڑے کو لے کر وہاں سے ہٹے۔ مازر پر لشکر انداز ہونے کے بجائے صقلیہ کی دوسری بندرگاہ بلرم کا رخ کیا۔ وہ چاہتے تھے کہ بلرم کے ساحل پر اتر کر اپنے لشکر کو استوار کریں، پھر مسلمانوں سے ٹکرائیں۔ دوسری جانب محمد بن سالم ابوراغ اور محمد بن الجواری نئی فتوحات کا آغاز کر کے لئے ساحل سے ہٹ کر صقلیہ کے اندرونی حصوں کی طرف کوچ کر گئے تھے۔



اور لیوس، لیونا اور بلارس سرائے کے سکوتی حصے کے دیوان خانے میں بیٹھے تھے کہ اور لیوس گھنگو کا آغاز کرتے ہوئے بلارس اور اپنی بہن لیونا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یہ مسلمانوں کا یہاں سے محاصرہ ترک کر کے افریقہ کی طرف جانے کا فیصلہ میری سمجھ میں نہیں آیا، انہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ میرے خیال میں وہ سرفوسہ شہر کا محاصرہ جاری رکھتے تو شہر یقیناً ان کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جاتا۔

اور لیوس جب خاموش ہوا تو بلارس بڑی سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

دو وجوہات کی بنا پر مسلمان افریقہ جانے پر مجبور ہوتے ہیں، پہلی یہ کہ میدان جنگ میں جو انہوں نے خندق کھودی تھی وہ رومنوں کی لاشوں سے بھر گئی تھی۔ وہ لاشیں سڑ گئیں جس سے دباؤ پھیل گئی، اس دباؤ سے بچنے کے لئے مسلمانوں نے یہ علامت چھوڑنے کا ارادہ کیا، ان کے یہاں سے چلے جانے کی دوسری وجہ قسطنطنیہ سے نئے لشکر کی آمد ہے، سنا گیا ہے کہ رومنوں کا جو لشکر پہلے صقلیہ میں داخل ہوا تھا یہ اس سے کہیں بڑا اور طاقت ور ہے۔

وہ تھوڑی دیر رکی، پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

میں نے لوگوں کو یہ کہتے بھی سنا ہے کہ ایک اور لشکر بھی مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ویش سے روانہ ہو چکا ہے اور وہ بھی خاصا بڑا لشکر ہے۔

بلارس کو کہتے کہتے رک جانا پڑا، اس لئے کہ اسی لمحہ تھیورہ اس کمرے میں داخل ہوئی، مجرورہ بلارس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔



اگر بالفرض یہ لشکر واپس افریقہ چلا گیا اور ابوفہر یہاں نہ آیا تو میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ میں تھوہرہ، لیونا اور لیسوس خود تمہیں لے کر افریقہ جائیں گے، دیکھ بیٹی میں خود تیرا مقدر ابوفہر سے جوڑ چکی ہوں..... اپنے ذہن میں اسے تیری زندگی کا ساتھی بنا چکی ہوں، یاد رکھنا میرا، چچے مضموم اور پریشان نہیں دیکھ سکتی، اب تو اپنے آپ کو بدل سنبھل میں تجھے یقین دلاتی ہوں کہ ابوفہر اگر یہاں نہ آیا تو میں تجھے خود ابوفہر کے پاس لے کر چلوں گی۔

بارس کے ان الفاظ پر کیتھرینا سنبھل گئی تھی..... اپنے لبوں پر اس نے گہری مسکراہٹ بکھیری، پھر اپنی ماں سے لپٹ گئی تھی..... دوسرے لوگ بھی بارس کے ان الفاظ سے خوش اور مطمئن ہو گئے تھے..... پھر سب کیتھرینا کو اپنی رہائش گاہ کی طرف لے جا رہے تھے۔

کیتھرینا، لیونا تھوہرہ اور بارس کو لے کر جب اور لیسوس اپنے رہائشی حصے کی طرف آیا تو اس نے دیکھا وہاں بہت سے مسلح جوان کھڑے ہوئے تھے، ان کے آگے ایک شخص گھوڑے پر سوار تھا جو شاید ان کا سردار لگتا تھا..... جونہی وہ سب قریب گئے ان میں سے ایک نے کیتھرینا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

یہ قسطنطیہ کے سابق شہنشاہ مائیکل کی بیٹی کیتھرینا اور اس کے دائیں طرف اس کی ماں بارس ہے، ان کے ساتھ سرائے کا مالک اور لیسوس اس کی بہن لیونا اور اس کی بیٹی تھوہرہ ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ مسلح جوان اور ان کا سرخیل اپنے گھوڑوں سے اتر گئے، پھر مسلح جوانوں کا سر کردہ آگے بڑھا..... بارس کے قریب رُکا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

خاتون آپ برانہ ماننے گا..... ہمیں تھیوڈوس نے روانہ کیا ہے، آپ نے بہت برا کیا، اپنی بیٹی کو لے کر آپ قسطنطیہ سے یہاں بھاگ آئیں، لیکن میکائیل نے اپنے آدمی آپ لوگوں کے پیچھے لگائے ہوئے تھے..... تھیوڈوس کو بھی اس نے سختی سے احکامات جاری کئے ہوئے تھے کہ ہر صورت میں کیتھرینا کو تلاش کیا جائے..... خاتون نیا شہنشاہ میکائیل کیتھرینا کو اپنے حرم میں داخل کرنا چاہتا ہے، آپ کو قسطنطیہ سے بھاگ کر یہاں آنے کے بجائے کیتھرینا اس کے حرم میں داخل کر دینا چاہئے تھا، اس طرح قسطنطیہ میں آپ کی عزت افزائی میں اضافہ ہوتا۔

چونکہ آپ نے ایسا نہیں کیا..... یہ ایک جرم ہے..... تھیوڈوس کے حکم پر ہم آپ سب کو گرفتار کرتے ہیں..... اور لیسوس اس کی بہن لیونا اور تھوہرہ سے متعلق تھیوڈوس جانے کیا فیصلہ کرتا

خالہ آپ پہلے کیتھرینا کی خبر لیں مسلمانوں کے یہاں سے چلے جانے کے بعد وہ بخیر مایوس ہے، اس نے اپنے دل میں ٹھان لی ہے کہ مسلمانوں کے جانے کے بعد ابوفہر اب ان سرزمینوں کا رخ نہیں کرے گا..... آپ جانتی ہیں کہ وہ اب دل کی گہرائیوں سے ابوفہر کو پسند کرنے لگی ہے اور اس کے بغیر زندہ رہنے کا سوچ بھی نہیں سکتی، اس وقت بھی وہ اصطبل میں ابوفہر کے گھوڑے کی گردن سے لپٹی زار و قطار رو رہی ہے..... میں اسے دیکھ کے آئی ہوں، آپ میرے ساتھ چلیں اسے ڈھارس اور تسلی دیں، اگر اس نے اسی طرح اپنی حالت بنائے رکھی تو اس کی صحت گر جائے گی۔

تھوہرہ کے اس انکشاف پر بارس تڑپ کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی، لیونا اور اور لیسوس بھی اٹھ کھڑے ہوئے تھے..... پھر چاروں بڑی تیزی سے اصطبل کی طرف جا رہے تھے۔

سب سے آگے آگے بارس جب اصطبل میں داخل ہوئی تو اس نے دیکھا کیتھرینا واقعی ابوفہر کے گھوڑے کی گردن سے لپٹی سسک سسک کر رو رہی تھی۔

بارس آگے بڑھی، اس کی پیٹھ پر ہاتھ بھیرا..... کیتھرینا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا، اپنی ماں کو اپنے سامنے دیکھتے ہوئے جلدی جلدی اس نے سر پر بندھے ہوئے رومال سے اپنی آنکھیں خشک کر لیں..... کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ بارس نے اسے مخاطب کیا۔

میری بیٹی تو بڑی بہادر اور دلیر تھی، مجھے امید نہ تھی کہ تم اس قدر دل شکستہ ہو جاؤ گی..... میں جانتی ہوں مسلمانوں کے یہاں سے چلے جانے کے بعد تم مایوس ہو اور یہ خیال کرتی ہے کہ ابوفہر یہاں نہیں آئے گا..... میری بیٹی وہ آئے گا۔

رونی سی صورت بنائے کیتھرینا نے اپنی ماں بارس کی طرف دیکھا..... نفی میں سر ہلادیا، اس سے اس کا مطلب یہ تھا کہ ابوفہر اب کبھی نہیں آئے گا۔

بارس نے کیتھرینا کو اپنے ساتھ لپٹا لیا..... پھر اپنا منہ اس کے کان کے قریب لے گئی اور کہنے لگی۔

اگر ابوفہر یہاں نہیں آئے گا تو میری بیٹی اس میں رونے اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے..... چند ہفتے ہم حالات کا جائزہ لیں گے، مسلمانوں کا جو لشکر ساحل کی طرف گیا ہے ہو سکتا ہے وہ واپس افریقہ نہ جائے اور اس کی مدد کے لئے ابوفہر افریقہ سے یہاں پہنچ جائے،

ہے لیکن آپ لوگوں کے متعلق یہ معاملہ طے شدہ ہے کہ آپ اور آپ کی بیٹی کیتھرینا کو قسطنطنیہ روانہ کیا جائے گا، اس لئے کہ میکائیل آپ کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ وہ شخص تھوڑی دیر کے لئے زکا، پھر کہنے لگا۔

ہمارے ساتھ کچھ فالتو گھوڑے ہیں، میرے خیال میں آپ لوگوں میں سے کوئی مزاحمت نہیں کرے گا۔ اگر ایسا آپ میں سے کسی نے کیا تو نقصان اٹھائے گا، ہمارے ساتھ جو فالتو گھوڑے ہیں ان پر بیٹھیں، ہمارے ساتھ تھیوڈوٹس کے پاس چلیں۔

اس موقع پر بلارس نے عجیب سے انداز میں اور لیوس کی طرف دیکھا۔ اور لیوس بگو کہنا ہی چاہتا تھا کہ کچھ مسلح جوانوں نے اپنی تلواریں بے نیام کر لیں اور لیوس خاموش رہا، آنے والے مسلح جوانوں کے سرخیل کے کہنے پر وہ پانچوں ان گھوڑوں پر بیٹھ گئے جو انہیں مہیا کئے گئے تھے۔ سرائے کے ملازم باہر نکل کر یہ صورت حال بڑی پریشانی سے دیکھنے لگے تھے، پھر وہ مسلح جوان بلارس اور لیوس، کیتھرینا، لیونا اور تھیوڈوٹس کو لے کر وہاں سے چلے گئے تھے۔

سرقوسہ شہر میں داخل ہونے کے بعد وہ مسلح جوان ان پانچوں کو ایک خاصی بڑی عمارت کے ایسے کمرے میں لے گئے جس میں پہلے سے تھیوڈوٹس ملازمین اور میگور کے علاوہ عقلیہ کا عیسائی حکمران بطارقہ بیٹھے ہوئے تھے۔ تھیوڈوٹس کو دیکھتے ہی بیزاری اور خفگی کا اظہار کرتے ہوئے بلارس نے اسے مخاطب کیا۔

تھیوڈوٹس کبھی تم میرے شوہر کے ملازم تھے، حالات کی بد قسمتی دیکھو مجھے آج گرفتار کر کے تمہارے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ تم نے ایسا کیوں کیا ہے۔

تھیوڈوٹس نے اپنے لبوں پر زبان پھیری، پھر کہنے لگا۔

خاتون آپ لوگوں کو گرفتار میں نے نہیں کیا، یہ نئے شہنشاہ میکائیل کا حکم ہے آپ جانتی ہیں میکائیل آپ کی بیٹی کیتھرینا سے شادی کرنا چاہتا ہے، لہذا آپ کی تلاش بڑی سرگرمی سے جاری تھی، اب جبکہ آپ اور آپ کی بیٹی مل گئی ہیں۔ لہذا آپ دونوں کو قسطنطنیہ روانہ کیا جائے گا۔ اگر میں ایسا نہیں کرتا تو یاد رکھنا میکائیل میری گردن کاٹ دینے کا حکم دے دے گا۔ خاتون اس معاملے میں میرا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں آ۔

اور لیوس ہے، اس کے ساتھ اس کی بہن لیونا اور اس کی بیٹی تھیوڈوٹس ہے، ان تینوں نے چونکہ آپ کو اپنے سرائے میں چھپانے کا جرم کیا ہے، لہذا میں ان کے معاملے کا کوئی فیصلہ نہیں کروں گا۔ ان تینوں کو بھی آپ کے ساتھ قسطنطنیہ روانہ کروں گا۔ آگے میکائیل جو چاہے ان کے لئے حکم صادر کرے۔

یہاں تک کہنے کے بعد تھیوڈوٹس تھوڑی دیر کے لئے زکا، پھر دوبارہ اس نے بلارس کو مخاطب کیا۔

خاتون میں آپ لوگوں کو اپنے پاس روکوں گا نہیں، ابھی تھوڑی دیر تک آپ کو بلرم کی طرف روانہ کیا جائے گا۔ بلرم کے گورنر مسکولہ کو اس سلسلے میں ضروری احکامات جاری کر دیئے جائیں گے۔ وہ وہاں سے آپ کے لئے ایک کشتی اور محافظوں کا اہتمام کرے گا اور باحفاظت آپ کو قسطنطنیہ کی طرف روانہ کر دے گا۔ اس کے ساتھ ہی جواب طلب سے انداز میں تھیوڈوٹس نے ملازمین کی طرف دیکھا۔

ملازمین اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ باہر گیا، تھوڑی دیر بعد کچھ مسلح جوان اندر آئے، اس کے بعد بلارس، کیتھرینا، اور لیوس، لیونا اور تھیوڈوٹس کو باہر لایا گیا اور ان مسلح جوانوں کے ساتھ ان پانچوں کو سرقوسہ سے بلرم کی طرف روانہ کر دیا گیا تھا۔



جامل تھی۔ یہ ایک قدیم تاریخی عظمت کا شہر تھا، اس کی سر فلک عمارتیں اس کی عظمت اور اس کے قدیم جاہ و جلال کی یاد تازہ کرتی تھی۔ یہ کوہستانی سلسلے کے قریب تھا اور اس کی پہاڑی کی چوٹی پر اہل صقلیہ کی سب سے مقدس دیوی سیرس کا مندر تھا۔ یہ صقلیہ کے عجیب ترین شہروں میں شمار کیا جاتا تھا، اس کی شہر پناہ مضبوط اور قدرتی پہاڑیوں سے گھری ہوئی تھی، شہر میں داخل ہونے کے لئے شہر پناہ کے اندر صرف ایک ہی دروازہ آمد و رفت کے لئے تھا۔

اسلامی لشکر نے قصریانہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا کہ محاصرے کے دوران ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا اور وہ کچھ اس طرح کہ صقلیہ کا سابق حکمران فیبی جو مسلمانوں سے علیحدہ ہو کر ممانی کی زندگی بسر کر رہا تھا، پھر تاریخ کی نشین پر نمودار ہوا۔

مسلمانوں کی صقلیہ میں آمد سے لے کر بحری بیڑے کو آگ لگانے تک فیبی کی حکمت عملی یہی رہی تھی کہ وہ مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف رہا، کیونکہ یہ اس کے اصل حریف تھے۔ بلاط کی شکست کے بعد اہل جزیرہ میں ایسا صاحب اقتدار موجود نہ تھا جو اس کا مد مقابل ہوتا، اس کی کامیابی کی راہ میں صرف اسلامی لشکر حائل تھا، اس لئے مسلمانوں کے خلاف اس نے اپنی ریشہ دوانیاں شروع کر دی تھیں۔

لیکن جب حکومت روما کا قسطنطنیہ سے عظیم الشان لشکر آن پہنچا تو اس کے تمام منصوبے ایک بار پھر خاک میں مل گئے، اس لئے اس نئی صورت حال سے متاثر ہو کر اس نے اپنی روٹھ بدلنے کا فیصلہ کیا۔

پھر فیبی کو پتا چلا کہ رومنوں کے ساتھ ساتھ اہل ونیس کا بھی ایک لشکر صقلیہ میں داخل ہونے کے لئے پہنچ رہا ہے، تب اس نے اپنے ارادوں میں پختگی پیدا کی، اب اس کو اپنی فلاح اس میں نظر آئی کہ مسلمانوں سے اشتراک عمل کرے اور صقلیہ میں رومنوں کی حکومت کو بحال اور مستحکم نہ ہونے دے۔

وہ یہ بھی دل میں ٹھانے ہوئے تھے کہ اگر مسلمانوں کو صقلیہ میں کامیابی ہوئی تو ممکن ہے ان ہی کے وسیلہ سے اس کو صقلیہ کے کسی صوبے کی گورنری بھی مل جائے، دوسری طرف ابن الجوارنی اور محمد بن سالم نے اسلامی لشکر کے موجودہ حالات کا اندازہ لگا کر اپنے لشکر میں شہنشاہ کا استقبال کر لیا تھا اور اسے خوش آمدید کہا تھا اور اس کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہیں کی تھی۔

و اپنے بحری بیڑے کو آگ لگانے، رومنوں اور صقلیہ والوں کے لشکروں کو نظر انداز کرتے ہوئے محمد بن صالح اور محمد بن الجوارنی کی سرکردگی میں مسلمانوں کا لشکر پلٹا اور اندرون ملک کی طرف بڑھا۔ بڑی برق رفتاری سے پیش قدمی کی گئی اور بڑے جوش و خروش کے ساتھ صقلیہ کے شہر مناؤ کی طرف کوچ کیا گیا۔

مناؤ پہنچے ہی مسلمانوں نے شہر پر حملہ کر دیا۔ تین دن وقفے وقفے سے مسلمانوں اور شہر کے دفاعی لشکر کے درمیان جھڑپیں ہوتی رہیں۔ آخر مسلمان محمد بن سالم کی سرکردگی میں فتح مند رہے اور مناؤ شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

اس کے بعد لشکر کے ایک حصے میں محمد بن الجوارنی مناؤ شہر ہی میں مقیم ہو گیا، جبکہ لشکر کے دوسرے حصے کو لے کر محمد بن سالم صقلیہ کے بڑے شہر جرجنت کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں بھی مسلمانوں اور جرجنت میں جو محافظ لشکر تھا ان کے درمیان ہولناک معرکہ چھوڑا۔ بالآخر مسلمانوں نے جرجنت شہر بھی فتح کر لیا اور شہر میں سکونت اختیار کر لی گئی۔ اس طرف رومنوں اور ونیس والوں کے لشکریوں کے حرکت میں آنے سے قبل ہی مسلمانوں نے جرجنت اور مناؤ شہر پر قبضہ کر لیا۔ مازر شہر پہلے ہی ان کے قبضے میں تھا، اب صقلیہ میں مازر، جرجنت اور مناؤ تمام کی تین بڑی اسلامی آبادیاں قائم ہو گئی تھیں۔

مناؤ اور جرجنت پر قبضہ کرنے کے بعد اسلامی لشکر پھر متحد ہوا اور محمد بن سالم نے صقلیہ کے ایک اور قلعہ نما اور بڑے شہر قصریانہ کا رخ کیا۔ محمد بن سالم نے اپنے لشکر کے ساتھ قصریانہ کی دیوار کے نیچے ذیرے ڈال دیئے۔ قصریانہ کو صقلیہ کی تاریخ میں بڑی اہمیت

چنانچہ جس وقت مسلمانوں نے قصریانہ کا محاصرہ کر لیا، اپنے ساتھیوں کے ساتھ فنی فنی مسلمانوں سے آن ملا، اس کے اس طریقے اس کی اس روش کو قصریانہ کے عیسائیوں نے اپنی درجہ کا ناپسند کیا۔

اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے قصریانہ کے شہریوں نے فنی کے خلاف سازش تیار کی جس سے اس کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا، وہ لوگ اس کے اصل جذبات سے واقف تھے اس لئے اسے کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے انہوں نے ایسا راستہ اختیار کیا جس پر اس کا اعتماد ہو سکے، چنانچہ وہ لوگ اس مقصد کے لئے نہایت پوشیدہ طریقے پر اس وقت اس کے پاس آئے جس وقت اس نے اسلامی لشکر میں قیام کیا ہوا تھا اور زمین بوس ہو کر فنی کے سامنے آداب شاہی بجالائے اور دوران گفتگو فنی کو اپنی اطاعت کا یقین دلایا اور پھر یہ خفیہ معاہدہ ہوا کہ پہلے اس جزیرے کو رومنوں سے آزاد کروایا جائے، پھر مسلمانوں سے صقلیہ کو خالی کیا جائے، اس کے بعد فنی کو یہاں کا حاکم اعلیٰ تسلیم کر لیا جائے۔

اہل شہر نے جب فنی کو یہ سب باغ دکھائے تو وہ ان کی باتوں میں آ گیا اور یہ طے ہوا کہ پورے طور پر اس معاہدے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مشاورت کا دوسرا دن مقرر کیا جائے اور جو لوگ خفیہ طور پر مسلمانوں کے لشکر میں فنی سے ملنے کے لئے آئے انہوں نے فنی کو اس بات پر بھی آمادہ کر لیا کہ وہ کل خفیہ طور پر اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ شہر میں داخل ہوتا کہ شہر والوں کے ساتھ اس کا معاہدہ کیا جاسکے۔

چنانچہ وہ حسب تجویز شہر میں پہنچا، شہر کے لوگ اظہار عقیدت کے طور پر اس کے سامنے زمین بوس ہو گئے اور وہ جوش مسرت میں آگے بڑھتا چلا گیا، یہاں تک کہ شہر کے ایک مخصوص حصے میں جا کر کچھ مسلح جوانوں نے جو اپنے ہاتھوں میں تنگی تلواریں لئے ہوئے تھے، اسے گھیر لیا، اس پر تلواریں برسائیں اور فنی کا انہوں نے خاتمہ کر کے رکھ دیا تھا۔

فنی کے قتل سے ایک طرف اہل شہر کا جوش انتقام ٹھنڈا ہوا تو دوسری طرف اسلامی لشکر کو فنی سے نجات ملی وہ جس قسم کی سازشوں سے اسلامی لشکر میں رہ کر مسلمانوں کو تباہ کرنا چاہتا تھا خود انہی سازشوں کا شکار ہو گیا تھا۔

اب مسلمانوں کے لئے بھی حالات پریشان کن ہونے لگے تھے مسلمانوں کا لشکر بھی قصریانہ کی پہاڑی کے دامن میں خیمہ زن تھا کہ قسطنطنیہ اور ونس والوں کا لشکر آن

پہنچا، رومنوں کا یہ عظیم الشان لشکر تھا جو ان کے نئے شہنشاہ میکائیل نے صقلیہ میں مسلمانوں سے نسنے کے لئے تیار کیا تھا اور پھر مزید یہ کہ ونس والوں کا لشکر بھی ان سے آن ملا تھا، اس طرح مسلمانوں کے مقابل صقلیہ میں تین قوتیں جمع ہو گئی تھیں، ایک خود صقلیہ کا لشکر، دوسرا اہل ونس کی مخالفت اور تیسرا رومنوں کا ایک جبار لشکر۔

ان تینوں متحدہ لشکر کی کمانداری رومن جرنیل تھیوڈوٹس کو سونپی گئی، متحدہ لشکر کو لے کر تھیوڈوٹس قصریانہ کے نواح میں مسلمانوں کے مقابل آیا اور آتے ہی اس نے جنگ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ رومنوں کا لشکر اگرچہ بڑے ساز و سامان اور دم خم سے پہنچا تھا، لیکن قصریانہ کا یہ پہلا میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ قصریانہ کے باہر محمد بن سالم اور محمد بن الجواری نے رومن ونس والوں اور صقلیہ کے متحدہ لشکر کو بدترین شکست دی اور رومنوں، ونس والوں اور صقلیہ کے لشکریوں کی لاشوں کے انہوں نے قصریانہ شہر سے باہر انبار لگادیے تھے۔ رومن ونس والے اور صقلیہ والے اپنے پیچھے بے شمار لاشیں چھوڑ کر بھاگے، مسلمانوں کے ہاتھ قیدیوں کے علاوہ ضروریات کا سامان بھی خوب لگا۔

اس شکست سے رومنوں کے لشکر کے ایک حصے نے قصریانہ میں محصور ہو کر شہر پناہ کے دروازے بند کر لئے، جبکہ مسلمانوں نے بھی جواب میں قصریانہ کی پہاڑی کے دامن میں پختہ مکان بنائے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ انہوں نے اپنے سکے ڈھال کر رائج کر لئے۔ قصریانہ کے نواح میں مستقل قیام کرنے کے بعد محمد بن صالح اور ابو رافع نے قصریانہ کے نواح میں بہت سے قصبے اور دیہات فتح کر لئے جہاں سے مسلمانوں کو سامان رسد بھی خوب ملا۔

لیکن افسوس کہ قصریانہ کی یہ مہم ابھی جاری تھی اور اسلامی لشکر جو ابھی تک اسد بن فرات کی جدائی کو نہ بھولا تھا کہ ایک اور المناک واقعہ پیش آیا اور وہ یہ کہ دست اجل نے ان کے قائم مقام محمد بن الجواری کو بھی ان سے چھین لیا۔ مسلمانوں نے محمد بن الجواری کی وفات کے بعد صقلیہ میں زیر بن غوث کو اپنا والی اور محمد بن الجواری کا جانشین تسلیم کر لیا، جبکہ لشکریوں کی سپہ سالاری حسب سابق محمد بن سالم ہی کے پاس رہی۔

رومنوں کے جرنیل تھیوڈوٹس نے ابن الجواری کی وفات کا پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہا، اس موقع پر وہ قسطنطنیہ سے نہایت خاموش اور حکمت عملی سے باہر نکلا اور اسلامی لشکر کے عقب میں

زبیر بن غوث اور محمد بن سالم کے لئے یہ سلسلہ باقی نہ رہ سکا، علاوہ ازیں اس وقت رومنوں کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے۔ وہ جنگ میں ایک بار مسلمانوں کو شکست دے چکے تھے اور اب وہ مسلمانوں کو صقلیہ فتح نگانے کا تہیہ کئے ہوئے تھے۔

چنانچہ انہیں جذبوں اور دلولوں کے تحت رومنوں نے مسلمانوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ زبیر بن غوث اور محمد بن سالم کو یہ اُمید تھی کہ جبر جنت چونکہ ابھی تک محفوظ ہے، لہذا انہیں وہاں سے رستہ کے علاوہ مکہ بھی مل جائے گی، لیکن چند دن بعد اُمید کی یہ آخری شعاع بھی جاتی رہی، کیونکہ مسلمانوں کو جبر جنت سے نہ کوئی رستہ ملی نہ ہی مکہ۔

جب محصور رہنے کے دوران مسلمانوں کے مصائب انتہا کو پہنچ گئے تو ایک دن جان پر کھل کر رومنوں کے لشکر پر شب خون مارنے کا فیصلہ کیا گیا، بخت و اتفاق کی بات، رومنوں کو اس شب خون کی پہلے سے خبر ہو گئی۔ وقت مقررہ سے پہلے رومن اپنے خیمہ اور خرگاہ کو چھوڑ کر قرب و جوار میں جا چھپے، مسلمانوں کا لشکر جب مقررہ وقت پر پورے جوش و خروش کے ساتھ جب خندق کو پار کر کے رومنوں کے پڑاؤ میں داخل ہوا اور تکبیریں بلند کرتے ہوئے حملہ کیا تو وہ دم مار گئے، اس لئے کہ خیمے خالی تھے، ابھی مسلمان شش و پنج ہی میں پڑے تھے کہ گھات میں بیٹھے ہوئے رومن نکلے اور مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے، اس جوابی حملے سے مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑا۔

قصریانہ کے باہر مسلمانوں کی یہ دوسری شکست انتہائی ہولناک اور درد انگیز تھی، کیونکہ ماز، جبر جنت اور مناؤ وغیرہ میں مسلمان آبادیاں تھیں، وہ اس لشکر جبار کے دم سے قائم تھیں۔ لہذا اس شکست سے ماز، جبر جنت اور مناؤ میں بھی ایک تہلکہ سا برپا ہو گیا تھا۔

شکست اٹھا کر جب مسلمان بھاگے تب رومنوں، صقلیہ والوں اور ویش کے لشکریوں نے مسلمانوں کا تعاقب کیا۔ مسلمان بھاگ کر مناؤ شہر میں داخل ہوئے، رومنوں، اہل ویش اور صقلیہ والوں نے تعاقب کرتے ہوئے مناؤ شہر کا بڑی سختی سے محاصرہ کر لیا تھا۔

مناؤ کا محاصرہ طویل پکڑتا گیا، ان حالات میں مسلمان سخت حالات میں گھر گئے، امداد نہ آئی جو کہ تو قوت تھی ہر طرف سے منقطع ہو گئی تھی، قصریانہ میں پہلے ہی شکست ہو گئی تھی۔ ماز اور جبر جنت سے بھی کوئی امداد آنے کی امید نہ تھی، اس لئے کہ مناؤ کو رومنوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ پھر ماز اور جبر جنت میں مسلمانوں کی کوئی اتنی بڑی جمعیت نہ تھی جو

اس نے ذیرے ڈال دیئے، زبیر بن غوث اس واقعہ سے بالکل نابلد رہا، چنانچہ قدیم رومنوں مطابق قصریانہ کے مضافات میں اقدار جمائے اور سامانِ رسد فراہم کرنے کے لئے ایک ہتھیار دستہ قصریانہ کے دیہات کی طرف روانہ کیا گیا، یہ ابھی نزدیک ہی تھا کہ سامنے سے رومنوں کا لشکر نمودار ہوا، دونوں میں اچانک ٹکڑ بھڑ ہوئی، اسلامی دستے نے پامردی سے مقابلہ کیا لیکن ایک مختصر دستہ پورے لشکر کا کیسے مقابلہ کر سکتا تھا۔ نہایت فاش شکست ہوئی اور اکثر ان میں سے تہ و تیغ کر دیئے گئے۔

دیہات میں مسلمانوں کے گشت کرنے والے ان دستوں کا خاتمہ کرنے کے لیے تھیں وہ اس اپنی پوری قوت کو مسلمانوں کے سامنے لے آیا، ایک بار پھر قصریانہ کے نواح میں مسلمانوں اور رومنوں کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی۔ بد قسمتی سے اس جنگ میں مسلمانوں کو شکست کا داغ اٹھانا پڑا، رومنوں نے اپنی گزشتہ شکستوں کا خوب انتقام لیا اور اس جنگ میں انہوں نے لگ بھگ ایک ہزار مجاہدین کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ شکست خوردہ لشکر قصریانہ کے نواح میں اپنی رہائش گاہ کی طرف آیا۔ رومنوں نے ان کا تعاقب کیا، اب زبیر بن غوث اور محمد بن صالح کے پاس دو ہی صورتیں تھیں یا تو قصریانہ کی چھاؤنی میں ٹھہر ہو جائیں یا جبر جنت اور مناؤ وغیرہ میں سے ایسے مقام کی طرف کوچ کر جائیں جہاں مسلمانوں کی تازہ دم عسکری قوت ہو اور وہاں سے امداد حاصل کی جائے، لیکن دوسری صورت اختیار کرنے میں قصریانہ کے مضافات کی تمام فتوحات ہاتھ سے نکل جاتی تھیں اور مجاہد جنگ مناؤ جبر جنت بن جاتا تھا، اس لئے آپس میں مشورہ کرنے کے بعد زبیر بن غوث اور محمد بن صالح نے پہلی صورت کو ترجیح دی اور پڑاؤ میں محصور ہو کر بیٹھ رہے، اس وقت مسلمانوں کا پڑاؤ مکہ میدان میں تھا، صرف سکونت کے لئے پختہ مکان تعمیر کر لئے گئے اور وہ قلعے نہ تھے کہ قلعہ بن ہونے کا امکان ہوتا اس لئے زبیر اور محمد بن صالح نے پورے رقبے کا احاطہ کر کے ارد گرد کھدائی کھودی تھی۔

لیکن یہ کوئی دانش مندانہ طرز عمل نہیں تھا، اس موقع پر زبیر بن غوث اور محمد بن صالح نے ایک طرف سے اسد بن فرات اور ابو نجر کے طرز عمل کی پیروی کی تھی، لیکن اسد بن فرات اور زبیر بن غوث اور محمد بن صالح میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ اسد بن فرات کے ساتھ جنگ وسیع تجربہ رکھنے والا ابو نجر تھا، اس کے علاوہ انہیں سامانِ رسد مضافات سے حاصل ہوتا تھا

ساتھ تیار تھا، یونہی ابوفہر وہاں پہنچا..... ابوفہر اور سلیمان بن عافیہ طرطوسی لشکر کو لے کر صقلیہ کی طرف روانہ ہو گئے..... حیرت اور تعجب بات یہ ہے کہ اندلس کا امیر اصغ بن وکیل جس روز اپنے بحری بیڑے کے ساتھ مازر کی بندرگاہ پر نمودار ہوا، اس روز ابوفہر اور سلیمان بن عافیہ طرطوسی بھی اپنے بحری بیڑے کے ساتھ مازر کی بندرگاہ پر پہنچے تھے..... ابوفہر کو جب خبر ہوئی کہ اندلس کا ایک بحری بیڑہ بھی مازر پہنچا ہے اور اس کا امیر البحر اصغ بن وکیل یعنی کہ فرغلوش صقلیہ میں مسلمانوں کی مدد کا ارادہ رکھتا ہے، تب ابوفہر نے اپنے آپ کو گمنام رکھا، اس لئے کہ اسے یہ خبریں مل رہی تھیں کہ فرغلوش اس شرط پر صقلیہ کے مسلمانوں کی مدد پر آمادہ ہے کہ متحدہ لشکروں کی کمانداری وہ خود کرے گا۔

مازر کی بندرگاہ پر لشکر انداز ہونے کے بعد ساحل پر پڑاؤ کر لیا گیا..... ابوفہر اور سلیمان بن عافیہ ایک جگہ بیٹھ گئے..... ابوفہر نے ابن عافیہ کو مخاطب کیا۔

ابن عافیہ ترک امیر البحر فرغلوش اس شرط پر مسلمانوں کے دور پر آمادہ ہے کہ متحدہ لشکر کی پر سالاری وہ کرے گا۔ لہذا مسلمانوں کے اتحاد اور بہتری کی خاطر میں اپنے آپ کو گمنام رکھوں گا۔

مجھ بھر کے لئے ابوفہر زکا، اس کے بعد اپنے امیر البحر سلیمان بن عافیہ طرطوسی کی طرف دیکھتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

ابن عافیہ اس سلسلے میں جو فیصلہ میں نے کیا ہے اسے غور سے سننا، میں تمہارے ماتحت کام کرنے والے ایک عام لشکر کی حیثیت سے جنگ میں حصہ لوں گا..... ترک امیر البحر فرغلوش پر یہ ظاہر نہیں ہونا چاہئے کہ میں محمد بن عبد اللہ تمیمی ہوں، میں لشکریوں کی کمانداری اور پر سالاری کو ایک مسئلہ نہیں بنانا چاہتا..... میں چاہتا ہوں دونوں لشکر متحد ہو کر رومنوں و بنی ہاشم اور اہل صقلیہ کے متحدہ لشکر کا مقابلہ کریں۔

سلیمان بن عافیہ نے عجیب سے انداز میں ابوفہر کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔  
امیر جو فیصلہ آپ نے کیا ہے میرا دل میرا ضمیر اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں، اگر آپ کا حکم ہے تو میں آپ کے سامنے سر ضرور خم کروں گا، لیکن میرا دل اسے تسلیم نہیں کرتا..... خدا کے لئے کوئی اور فیصلہ کیجئے جس سے میرا دل مطمئن ہو۔  
ابوفہر کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔

باہر نکل کر رومنوں کا مقابلہ کر سکتی اور اگر وہ مازر اور جرجنسٹ بھی باہر نکلتے بھی تو شہر کا نہ نصرانی تھے ان کے بغاوت کرنے کا خطرہ تھا، اس طرح مسلمان مناؤ کے علاوہ جرجنسٹ مازر میں بھی دہرے خطرات سے دوچار ہو گئے تھے۔

رفتہ رفتہ سامان رسد میں کمی ہوتی گئی، پہلے شہر میں جو خوراک کا ذخیرہ تھا صرف کھائے گئے، اس کے بعد نوبت یہاں تک پہنچی کہ شہر کے اندر جس قدر مویشی تھے انہیں ذبح کر خوراک کے طور پر استعمال کر لیا گیا۔

اب صورت حال یہ تھی کہ ہر روز کئی کئی لشکر بھوک سے تڑپ تڑپ کر جان دیتے تھے..... تمام دشواریوں اور مصائب کے باوجود مسلمانوں کے جوش و ولولے اور اہمیت میں نہ آئی..... مسلمانوں کی اسلامی غیرت اور حمیت نے اجازت نہ دی کہ وہ رومنوں کے ہاتھ ہتھیار ڈال دیں۔

جن دنوں مناؤ میں مسلمانوں کا لشکر بدترین حالات سے گزر رہا تھا، قدرت ان کی حمایت اور نصرت کا بہترین سامان کر رہی تھی، یہ سامان دو طرح سے عمل میں آ رہا تھا۔ پہلی امداد کچھ اس طرح آئی کہ اہل اندلس کا ایک بہت بڑا بحری بیڑہ صقلیہ کی طرف آنکلا، دراصل اندلس پر اس وقت عبدالرحمان ثانی حکمران تھا، اس کی بحری قوت نہایت تھی اور اس کے جہاز ہر سال خاص خاص موسموں میں بحر روم کا چکر لگاتے تھے..... اتفاق سے ان دنوں اندلس کا ایک بحری بیڑہ اپنے امیر البحر اصغ بن وکیل کی سرکردگی میں صقلیہ کے ساحل پر آن نمودار ہوا..... اصغ بن وکیل کو فرغلوش کے نام سے بھی یاد کیا جاتا تھا اس کی کمانداری میں اس وقت لگ بھگ تین سو جہاز تھے اور جہازوں میں ایک خاصا بڑا جہاز بھی موجود تھا۔

دوسری امداد افریقہ سے پہنچ گئی تھی..... سلطان زیادۃ اللہ کو صقلیہ میں مسلمانوں کی ہوئی حالت کی خبریں پہنچ گئی تھیں..... ابوفہر فضل بن یعقوب کے ساتھ ابھی تک دشت میں قیام کئے ہوئے تھا کہ کہیں باغی قبائل پھر نہ اٹھ کھڑے ہوں، جب صقلیہ میں مسلمانوں کی حالت زار کی خبریں پہنچیں تو ابوفہر کو واپس بلا لیا گیا..... سارا لشکر قیروان پہنچا، فضل بن یونس قیروان ہی میں رہا، جبکہ ابوفہر کو واپس صقلیہ جانے کا حکم ملا..... ابوفہر قیروان سے اپنی بیوی سوسہ آیا، یہاں سلطان کے حکم پر امیر بحر سلیمان بن عافیہ طرطوسی ایک بحری بیڑہ لے کر

ابن عافیہ یہ سب کچھ میں مسلمانوں میں اتفاق اور اتحاد کی خاطر کر رہا ہوں۔ میرا مقصد لشکریوں کی کمانداری کرنا نہیں بلکہ عقلیہ کے اندر اپنے حالات کو بہتر اور درست کرنا ہے۔ اس موضوع پر مزید مجھ سے کوئی بات مت کرنا، اب تم دو کام کرو ایک قاصد مازر کے وہاں، دوسری ذکی کنعانی کی طرف روانہ کرو اور اسے کہو کہ اپنے سالاروں کے ساتھ آج شام مجھ سے ملے، میرے ساتھ ملاقات سے پہلے تم خود اس سے ملنا اور ساری صورت حال سے اسے باخبر کر دینا۔ ایک اور قاصد اندلس کی طرف سے آنے والے بحری بیڑے کے امیر البحر فرعون کی طرف روانہ کرو اور اپنی طرف سے اسے یہ پیغام بھجواؤ کہ آج رات ایک جگہ بیٹھ کر دوڑنے کے خلاف جنگ کرنے کا لائحہ عمل طے کیا جائے گا۔ یاد رکھنا گفتگو کے دوران میں زیادہ حد نہیں لوں گا۔ بیچ میں کبھی کبھی اپنی رائے پیش کروں گا، لیکن سرکردہ تم ہی رہو گے اس لئے کہ تم امیر البحر ہو، ظاہر یہی کرنا کہ میں تمہارے ماتحت کام کرنے والا ایک چھوٹا سالار ہوں۔

ایک اور قاصد مناد شہر کی طرف روانہ کرو، مناد کا تھیوڈولس ملاسین میگیور کے علاوہ آنے والے رومن جرنیلوں اور وینس کے لشکریوں نے محاصرہ کر رکھا ہے۔ یہ قاصد کسی نہ کسی طرح مناد شہر میں محصور محمد بن صالح تک یہ پیغام بھجوادے کہ میں ایک تازہ دم لشکر لے کر ساحل پر پہنچ چکا ہوں اور عنقریب اس کی مدد کے لئے اس کا گھیراؤ کرنے والے دشمنوں سے جنگ کی ابتداء کروں گا۔ میرے آنے تک وہ اپنے اور اپنے لشکریوں کے حوصلے بلند رکھے۔ ابوفہر کو کہتے کہتے رُک جانا پڑا، اس لئے کہ چند گھوڑ سوار اپنے گھوڑوں کو سربا دوڑاتے ہوئے اس جگہ آئے جہاں ابوفہر ابن عافیہ طرطوسی اور چند چھوٹے سالار باہم بیٹھے گفتگو کر رہے تھے۔

جب وہ سوار قریب آئے تو ابوفہر نے دیکھا ان کے آگے آگے ابورافع تھا۔ بیچے دوسرے لشکری تھے، انہیں دیکھتے ہی ابوفہر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ ابن عافیہ طرطوسی دوسرے سالار بھی اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ قریب آکر مسکراتے ہوئے ابورافع اپنے گھوڑے سے اتر، اس کے پیچھے آنے والے بھی اپنے گھوڑوں سے اترے، پھر ابورافع نے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بھاگا اور ابوفہر سے بغلیں ہو گیا تھا۔ اس کے بعد وہ ابن عافیہ طرطوسی اور دوسرے سالاروں سے ملا، اس کے ساتھ آنے والے بھی سب سے مصافحہ کر رہے تھے۔

ابوفہر کچھ دیر تک بڑی حیرت اور تعجب سے ابورافع کی طرف دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا۔ ابورافع تم یہاں جو خبریں مجھ تک پہنچی ہیں، وہ تو یہ ہیں کہ تم اور محمد بن سالم اور زبیر بن نفث تینوں مناد شہر میں دشمن کے سامنے محصور ہو۔

ابوفہر مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات کا نتیجہ ہوئے ابورافع بول پڑا۔ امیر آپ کا کہنا درست ہے، گزشتہ کئی دنوں سے دشمن نے مناد شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے، ہم اور ہمارے لشکری بے پناہ اذیتوں کا مقابلہ کرتے ہوئے محاصرین کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ امیر میں اپنے چند مسلح جوانوں کے ساتھ بڑی مشکل سے مناد شہر سے نکلا تھا، وہاں سے نکلنے کا میرا مدعا یہ تھا کہ میں مازر کی طرف جاؤں گا۔ مازر میں جو ہمارا لشکر ہے اس سے کام لوں گا اور مازر کے والی ابو ذکی کنعانی سے کہوں گا کہ وہ شہر سے نکلے اور دشمن پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے، اس طرح ہم بھی مناد سے نکل کر دشمن پر ضرب لگانے کی کوشش کریں گے، اس طرح دشمن کے ساتھ قسمت آزمائی کی جائے۔

ابوفہر کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کہنے لگا۔

ابورافع تمہارا یہ فیصلہ بالکل غلط اور خطرناک تھا۔ بہر حال اب ایسا نہیں ہوگا۔ ابو ذکی کنعانی اگر مازر شہر سے نکل کر تمہاری مدد کے لئے اپنے لشکر کے ساتھ مناد شہر کا رخ کرتا ہے تو یاد رکھنا اس طرح مسلمانوں کے لئے خطرے ہی خطرے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

ابو ذکی کنعانی کے پاس مازر میں ایک چھوٹا سا لشکر ہے۔ وہ دشمن کا کیا مقابلہ کرے گا اور اگر وہ شہر سے نکل بھی جاتا تو یاد رکھنا شہر کے نصرانی اس کے خلاف بغاوت کرویتے، اس طرح مازر شہر بھی ہمارے ہاتھوں سے نکل جاتا۔ بہر حال تمہیں اب فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں سلیمان بن عافیہ سے کہہ رہا تھا کہ ایک قاصد مناد شہر کی طرف روانہ کیا جائے جو محمد بن صالح کو یہ پیغام بھجوائے۔ میں یہاں پہنچ چکا ہوں اور عنقریب دشمن پر ضرب لگاؤں گا، اب تم ایسا کرو اپنے ان مسلح جوانوں میں سے دو کو واپس بھیجو جو محمد بن سالم کو میری آمد سے مطلع کر دیں اور اس سے یہ کہیں کہ دشمن اب زیادہ دیر تک اس کا محاصرہ جاری نہیں رکھ سکے گا۔

ابوفہر کو ایک بار پھر کہتے کہتے رُک جانا پڑا اس لئے کہ اس کا ایک لشکری اس کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر سرقوسہ شہر کی ایک سرائے کا ملازم لشکر گاہ میں داخل ہوا ہے۔ وہ فی الفور آپ سے ملنا چاہتا ہے، وہ آپ سے کیوں ملنا چاہتا ہے، اپنے کام کی نوعیت نہیں بتاتا، بس گھبرایا ہوا ہے فکر مند ہے اور آپ سے ملنا چاہتا ہے۔

ابوفہر نے بڑی فکر مندی سے آنے والے اس لشکری کو دیکھا، پھر اسے مخاطب کر کے لگا۔

اسے فوراً میرے پاس لے کر آؤ۔

وہ لشکری وہاں سے ہٹ گیا، تھوڑی دیر بعد ایک شخص کو لا کر جب ابوفہر کے سامنے لایا گیا تو ابوفہر نے اسے مخاطب کیا۔

میرے عزیز بتا تو کون ہے، کس سلسلے میں تو مجھ سے ملنا چاہتا ہے، اس پر آنے والا نو جوان دھیسے سے لہجے میں بول پڑا۔

ابوفہر میں آپ کو جانتا ہوں لیکن آپ مجھے نہیں جانتے ہیں اور لیوس کی سرائے کا ایک ملازم ہوں، اور لیوس اس کی بہن لیونا، تھیورہ، بارس اور کیتھرینا کو تو آپ خوب جانتے ہیں۔ ابوفہر کے علاوہ ابورافع نے بھی بڑی بے چینی سے آنے والے اس نو جوان کی طرز دیکھا پھر ابوفہر نے پوچھ لیا۔

کیا ہوا ان لوگوں کو؟

وہ ایک مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہیں۔ آنے والا بڑے مضموم اور اُداس لہجے میں کہتا چلا گیا تھا، دراصل تھیوڈوٹس کے کچھ مخبروں نے اطلاع کر دی تھی کہ کیتھرینا اور بارس دونوں ماں بیٹی نے اور لیوس کی سرائے میں پناہ لے رکھی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ قسطنطنیہ کا شہنشاہ میکائیل کیتھرینا کو پسند کرتا تھا اور چاہتا تھا کہ اسے اپنے حرم میں داخل کر کے بارس اور کیتھرینا قسطنطنیہ سے بھاگ کر یہاں آئیں اور اور لیوس کے سرائے میں پناہ لے لی۔

تھیوڈوٹس کو میکائیل کی طرف سے احکامات جاری تھے کہ جہاں کہیں بھی بارس اور کیتھرینا ملے انہیں گرفتار کر لیا جائے۔ تھیوڈوٹس کو جب خبر ہوئی کہ بارس اور کیتھرینا اور لیوس کی سرائے میں پناہ لے رکھی ہے تو اس نے اپنے مسلح جوان بھیجے، ان دونوں کے علاوہ اور لیوس اس کی بہن لیونا اور اس کی بیٹی تھیورہ کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔

تھیوڈوٹس کے سامنے پیش کیا گیا۔ تھیوڈوٹس نے انہیں قسطنطنیہ میکائیل کی طرف روانہ کر دیا۔

اب مزید بد قسمتی یہ ہوئی کہ مسلح جوانوں کے ساتھ ان پانچوں کو سرقوسہ سے بلرم پہنچایا گیا جس روز وہ بلرم پہنچے اس روز قسطنطنیہ سے یہ خبر آئی کہ قسطنطنیہ کا شہنشاہ میکائیل مر چکا ہے اور اس کی جگہ تھیوڈوٹس رومنوں کا شہنشاہ بن چکا ہے، اس تبدیلی کی وجہ سے بلرم کے رومن گورنر نے ان پانچوں کو مہمان خانے میں ٹھہرایا، انہیں قسطنطنیہ کی طرف روانہ نہیں کیا۔ تیز رفتار قاصد تھیوڈوٹس کی طرف روانہ کئے اور اسے صورت حال سے آگاہ کیا۔

اب تھیوڈوٹس کی طرف سے یہ پیغام آیا ہے کہ ان پانچوں کو قسطنطنیہ نہ روانہ کیا جائے بلکہ انہیں سرقوسہ شہر کی طرف روانہ کر دیا جائے۔ تھیوڈوٹس نے اب خود کیتھرینا سے شادی کرنے کا ارادہ کر لیا ہے، کل کچھ مسلح جوان بارس، کیتھرینا اور لیوس، لیونا اور تھیورہ پانچوں کو لے کر بلرم سے سرقوسہ کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔

جس وقت انہیں گرفتار کر کے سرقوسہ سے بلرم کی طرف بھجوا یا تھا تو میں اور میرے چند ساتھی ان کے پیچھے پیچھے آئے تھے۔ ہماری نیت یہ تھی کہ شاید کسی موقع پر ہم ان کے کام کر سکیں، لیکن ہم ان کی کوئی مدد نہیں کر سکے۔ اب حالات ان کے حق میں جارہے ہیں، کل کچھ مسلح جوان ان پانچوں کو لے کر سرقوسہ کی طرف روانہ ہوں گے، ابوفہر اگر آپ۔

ابوفہر نے اس کی بات کاٹ دی، کہنے لگا۔

میں تمہارا شکر گزار اور ممنون ہوں کہ تم نے یہ خبر پہنچائی۔ بہر حال بے فکر رہو، تم یقیناً یہ کہنا چاہو گے کہ جب مسلح جوان انہیں لے کر بلرم سے سرقوسہ کی طرف روانہ ہوں تو ہم ان پر حملہ آور ہوں اور ان پانچوں کو رہائی دلوائیں، کیا تم ایسا ہی چاہتے ہو۔

جواب میں آنے والے نے اثبات میں گردن ہلادی۔ ابوفہر مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اور لیوس کے سرائے کا وہ ملازم پھر بول پڑا۔

میں آپ لوگوں پر ایک نیا انکشاف بھی کروں کہ جس وقت بارس، کیتھرینا، اور لیوس، لیونا اور تھیورہ پانچوں کو گرفتار کر کے مسلح جوان سرقوسہ سے بلرم کی طرف لے جا رہے تھے تو راستے میں بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ اپنے خداوند کے حضور کیتھرینا نے یہ منت مانی تھی کہ اگر وہ میکائیل کے پاس پہنچنے سے بچ جائے تو اسلام قبول کرے گی، چونکہ ان پانچوں



یہ برداشت نہیں کروں گا کہ آپ آنے والی جنگوں میں گنہگار کی حیثیت سے فرغلوں کے بخت کام کریں۔

ابورافع جب خاموش ہوا تو ابوہریرہ نے اسے گھورنے کے انداز میں دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔  
ابورافع احمقوں والی باتیں نہیں کرتے، کون سی مقدس کتاب، کون سے صحیفے میں لکھا ہوا ہے کہ ابوہریرہ کبھی اور کسی بھی صورت کسی سالار کے ماتحت جنگ میں حصہ نہیں لے گا۔ میرا فکروں کی کمانداری کرنا کوئی پتھروں پر لکیر نہیں ہے۔..... لوح محفوظ پر لکھا ہوا کائنات کے مالک کا کوئی حکم نہیں ہے۔

ابورافع اور سلیمان بن عافیہ دونوں مجھے غور سے سنو، ہم مسلمان بابل و نینوا کی عظمتوں کے پاسان، دجلہ اور نیل کی روانیوں کے محافظ، بدر جنین کی مقدس روایتوں کے امین اور حرا کی روشنی کی تقدیس کے نقیب ہیں۔..... آپس میں ہم ایک دوسرے کے لئے صبح اخوت کے غیر نشاط و سرور کی برسات اور خداوند کی رحمت کی مسکراہٹ ہیں، لیکن اپنے دشمنوں کے لئے نفرت کے خواب اور کفر کی تاریک روایتوں کے لئے ہم موت کے طوفان ہیں۔

میرے عزیزو جب فرغلوں نے یہ ٹھان لی ہے کہ حقلیہ میں متحدہ لشکر کی کمانداری وہ کرنا چاہتا ہے تو ہمیں اس کے ان افرادوں کے سامنے دیوار کھڑی نہیں کرنی چاہئے، اگر وہ جاہ پسند ہے تو ایسا ہی سہی، اگر اس کی کمانداری میں جنگ کرتے ہوئے ہم یہاں کامیابیاں اور کامرئیاں حاصل کرتے ہیں تو ہماری خوش قسمتی ہماری قوم ہماری ملت کی بھلائی اور بہتری ہے، اس موضوع پر تم دونوں کوئی گفتگو مت کرنا، یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔..... میں فرغلوں کے تحت ایک عام لشکر کی حیثیت سے جنگ کروں گا۔..... لشکر میں میرے منجر پہلے ہی اطلاع دے چکے ہیں کہ فرغلوں کا یہ آخری فیصلہ ہے کہ لشکر کی کمانداری وہ خود کرے گا، لہذا میں محمد بن عبداللہؐ بھی اس کے فیصلے کے سامنے اپنے سر کو خم کرتا ہوں۔..... اگر میں ایسا کرتا ہوں تو تمہیں کیا کرنے میں کیا دقت کیا پیچیدگی ہے۔

ابوہریرہ جب خاموش ہوا تو ابورافع کہنے لگا۔

امیر کیا یہ آپ کا حکم ہے۔

ابوہریرہ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور وہ کہنے لگا، چلو اسے ایک حکم ہی سمجھو۔

ابورافع نے گردن کو خم کر دیا، پھر کہنے لگا۔..... امیر آپ کے حکم پر ہم لوگ اپنی گردنیں خم

کے بلرم پہنچنے کے ساتھ ہی یہ خبر آئی تھی کہ میکائیل مرچکا ہے، لہذا اس کی موت پر کیتھریار اس قدر خوشی کا اظہار کیا کہ اس نے فوراً عیسائیت ترک کر کے اسلام قبول کر لیا، جس وقت نے منت مانی تھی اس کی ماں کے علاوہ لیونا اور لیوس اور تھیورہ نے بھی اس کی ہاں میں ملائی تھی۔..... لہذا وہ چاروں بھی اسلام قبول کر چکے ہیں۔..... گو کسی مسلمان کے ہاتھوں ابوہریرہ نے اسلام قبول نہیں کیا، نہ ہی کلمہ پڑھا لیکن اپنے دل سے وہ عہد کر چکے ہیں کہ اب وہ نصرا نہیں مسلمان ہیں۔..... میرا آپ سے التماس ہے کہ آپ ہر صورت میں ان کی مدد کریں اور یاد رکھیں مسلح جوان انہیں بلرم سے نکال کر سرتوسہ پہنچا دیں گے جہاں میرا خیال ہے کہ تھیوڈولس زبردستی کیتھرینا سے شادی کرے گا، اس کی ماں کے علاوہ اور لیوس تھیورہ اور لیونا میرے خیال میں ٹھکانے لگا دے گا۔

سرائے کے ملازم کی اس گفتگو کے جواب میں ابوہریرہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ابورافع آگے بڑھا، ابوہریرہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر میں آپ سے ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں، وہ موضوع ان باتوں سے بھی تعلق رکھتا ہے جو آنے والے اس جوان نے کی ہیں۔..... وہ موضوع آپ کی ذات سے بھی گہرا تعلق رکھتا ہے اور اس موضوع کا مرکز کی کردار قسطنطنیہ کی شہزادی کیتھرینا ہے۔

ابورافع کو کہتے کہتے رک جانا پڑا، اس لئے کہ امیر البحر سلیمان بن عافیہ طرطوسی بول پڑا۔  
ابورافع میرے بھائی تھوڑی دیر کے لئے زکو، تمہاری آمد سے پہلے امیر نے جو فیصلہ کیا ہے اس سے میں تمہیں آگاہ کر دوں، اس کے بعد تم اپنا مدعا بیان کرنا۔

اس کے بعد بڑی تیزی سے سلیمان بن عافیہ نے تھوڑی دیر پہلے ابوہریرہ سے ہونے والی گفتگو سے آگاہ کر دیا تھا۔

یہ گفتگوں کر ابورافع چونکا، پھر ابوہریرہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ ایک عام لشکر کی حیثیت سے جنگ میں حصہ لیں، یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ اندلس کے امیر البحر فرغلوں کی کمانداری میں کام کریں اور اس پر یہ ظاہر ہونے دیں کہ آپ محمد بن عبداللہؐ کی ہیں۔..... آپ افریقہ کے دشت کے دیوتا، آپ مسلمانوں کے لئے صحرائی عقاب ہیں۔..... امیر آپ کی جرات مندی، آپ کی شجاعت، آپ کی دلیری کی داستانیں تو اٹلی اور فرانس کی سرحدوں تک پہنچی ہوئی ہیں۔..... امیر میں ابورافع کہہ، ہم صورت

کرنا تو بہت دور کی بات اپنی گردنیں کٹوا بھی سکتے ہیں۔

بات سنجیدگی کی حدود کو چھونے لگی تھی، لہذا سلیمان بن عافہ کہنے لگا۔

ابورافع جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا کہہ چکا، اب جو بات تم امیر سے کہنا چاہتے تھے اس پر ابتداء کرو۔

اپنی جھکی ہوئی گردن ابورافع نے سیدھی کی، پھر دھیمے سے لہجے میں وہ محمد بن عبداللہؐ کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

امیر اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ کیتھرینا اپنے دل کی گہرائیوں سے آپ کو پسند کرتی ہے، آپ کو چاہتی ہے، آپ سے محبت کرتی ہے تب آپ کا رد عمل کیا ہوگا۔

ابونفر کے چہرے پر انوکھی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، ایک بھرپور نگاہ پہلے اس نے اپنے پہلو میں بیٹھے سلیمان بن عافہ پر ڈالی، پھر ابورافع کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ابورافع اس سے پہلے تو کبھی تم نے مجھ سے ایسا مذاق نہیں کیا، پھر آج تمہیں کیا ہوا ہے۔

ابورافع سنجیدہ ہو گیا، کہنے لگا۔

امیر اگر میں نے کبھی پہلے اپنی ذات کی حدود کو پھلانگتے ہوئے آپ سے مذاق نہیں کیا اس سرعام میں کیسے اتنی بڑی جرات اور جسارت کر سکتا ہوں..... امیر جو کچھ میں نے آپ سے

کہا ہے یہ حقیقت اور حق ہے..... آپ جانتے ہیں میں نے کبھی آپ کے سامنے جھوٹ نہیں کہا۔

ابورافع کو خاموش ہو جانا پڑا، اس لئے کہ ابونفر بول پڑا۔

ابورافع جو الفاظ تم نے مجھ سے کہے ہیں یہ تم نے کسی سے سنے ہیں یا تمہارے سامنے کیتھرینا نے اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے، کیا اس موضوع کے سلسلہ میں کسی موقع پر تمہارا سماعت نے دھوکہ تو نہیں کھایا۔

ابورافع کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔

امیر یہ کیونکر ممکن ہے کیتھرینا نے اپنے ان جذبات کا اظہار تھیوہ سے کیا، تھیوہ نے اس سے کہا اور پھر اپنے ان جذبات کو کیتھرینا نے میری موجودگی میں تسلیم کیا، آپ کی افریقہ کی طرف روانگی کے بعد وہ لوگ مجھ سے ملنے کے لئے آئے تھے..... جب کیتھرینا کو علم ہوا

آپ مقلبہ سے افریقہ چلے گئے ہیں، تب وہ بڑی پریشان ہوئی، اتنی پریشان کہ جس کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا..... رو پڑی تھی اور جاتے ہوئے آپ کی نشانی کے طور پر آپ کا گھوڑا بھی اپنے ساتھ سرائے میں لے گئی تھی۔

امیر کیا اب بھی آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ میں آپ سے مذاق کر رہا ہوں، جبکہ آج تک امیر میں نے آپ کے سامنے ایسا کرنے کے متعلق سوچا تک نہیں، پھر کیتھرینا جیسی خوبصورت بیک خواہر اچھی لڑکی کے متعلق میں آپ کے سامنے ایسا مذاق کیوں کر سکتا ہوں۔

ابورافع جب خاموش ہوا تو اوریوس کی سرائے کا وہ ملازم بول پڑا۔

امیر ابونفر جو کچھ آپ کے ساتھی نے کہا ہے یہ حرف بہ حرف درست ہے..... کیتھرینا یقیناً آپ کو پسند کرتی ہے، جس وقت تھیوڈوٹس کے آدمی اسے پکڑ کر سر تو سہ لے گئے اس کے بعد وہاں سے ان سب کو بلرم کی طرف روانہ کیا گیا، تب میں اور میرے کچھ ساتھیوں نے ان کا تعاقب کیا..... اگر آپ برانہ مائیں تو میں آپ پر یہ بھی انکشاف کروں کہ میں آپ کا گھوڑا سرائے سے نکال کر ان کے تعاقب میں لگا ہوا تھا اور اب آپ کے پاس بھی میں آپ کے گھوڑے پر ہی آیا ہوں..... آپ کا گھوڑا آپ کے لشکر گاہ میں آیا ہوا ہے، بلرم شہر کے نواح میں ایک سرائے کا مالک اور اوریوس کا جاننے والا تھا، اسی کی ہاں ہم نے قیام کیا اور اسے صورت حال سے آگاہ بھی کیا، اس کے ساتھ مل کر ہم اور اوریوس اس کی بہن، بھانجی کے علاوہ کیتھرینا اور اس کی ماں کی جانیں بچانا چاہتے تھے۔

ہم نے یہ یہ طے کیا تھا کہ جب کچھ مسلح جوان جس کشتی میں انہیں قسطنطنیہ کی طرف لے جانے کی کوشش کریں گے، اس کشتی کا ہم تعاقب کریں گے اور کسی نہ کسی طرح کشتی پر قابو پا کر اس کا رخ مازر شہر کی طرف کر دیں گے..... یہاں آپ کے والی سے ملیں گے، اسے حقیقت حال سے آگاہ کریں گے اور اس سے التماس کریں گے کہ ہمیں افریقہ کی طرف روانہ کر دے، لیکن اب حالات تبدیل ہو چکے ہیں..... نہ ہمیں سمندر میں کسی کا تعاقب کرنا پڑا بلکہ اب وہ لوگ مسلح دستوں کے ساتھ انہیں واپس تھیوڈوٹس کی طرف روانہ کر رہے ہیں، لہذا اب کیتھرینا اور دوسرے لوگوں کی حفاظت کرنا امیر آپ کا فرض بنتا ہے، اس لئے کہ وہ لڑکی دل کی گہرائیوں سے آپ کو پسند کرتی ہے۔

ابونفر کچھ دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا، پھر جو لشکری سرائے کے اس ملازم کو لے کر آیا تھا اس طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

امیر فرغلوئش ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ اس شرط پر ہمارا ساتھ دینے کے لئے تیار ہیں

کہ دونوں لشکروں کی کمانداری آپ کو سونپی جائے۔

فرغلوش نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہنا شروع کیا..... یقیناً تم نے درست سنا ہے۔ ابوہر نے پھر کہنا شروع کیا۔

امیر محترم ہمارے امیر البحر سلیمان بن عافیہ طرطوسی اور میرے سمیت ان کے ہاتھ سارے سالار آپ کی آمد سے پہلے ہی اس موضوع پر مشورہ کر چکے ہیں..... ہم نے آپ کو سپہ سالار اعلیٰ تسلیم کر لیا ہے..... لہذا صقلیہ کی سر زمین میں آئندہ جو بھی جنگ ہوگی اس پر آخری حکم آپ ہی کا ہوگا..... آپ ہی متحدہ لشکر کے سالار اعلیٰ ہوں گے، ہر کماندار کو جوئی احکامات آپ سونپیں گے ان پر پوری طرح عمل کیا جائے گا۔

جب تک ابوہر بولتا رہا، فرغلوش خاموش رہا..... تاہم اس کے چہرے پر گہری سوچوں کی لکیریں تھیں..... ابوہر جب خاموش ہوا تب وہ کہنے لگا۔

اگر تم سلیمان بن عافیہ طرطوسی کے چھوٹے سالار اور اس کے مشیر ہو تو جو باتیں تم کہہ رہے ہو، میرے اپنے اندازے اور قاعدے کے مطابق تمہیں یہ باتیں نہیں کہنی چاہئیں۔ معاملہ تو سلیمان بن عافیہ کو براہ راست میرے ساتھ طے کرنا چاہئے جو باتیں تم کہہ رہے ہو اگر یہ ساری باتیں سلیمان بن عافیہ ماننے سے انکار کر دے تو یہ کہو تمہارے لشکر میں تمہاری کاپی حیثیت رہ جائے گی۔

اس کے علاوہ میں یہ بھی خیال کرتا ہوں کہ ایک چھوٹے سالار ہو کر تم جو گفتگو کر رہے ہو وہ تمہارے منصب کی حدود سے باہر ہے..... یقیناً یہ گفتگو مجھ سے سلیمان بن عافیہ ہی کرنے کا حق رکھتا ہے، اب میں سلیمان بن عافیہ سے کہوں گا کہ وہ میرے ساتھ معاملہ طے کرے، اس سلسلے میں تم کوئی گفتگو نہیں کرو گے خاموش رہو گے۔

فرغلوش کی اس گفتگو کو ابوہر کے ایک چھوٹے سالار نے انتہا درجہ کا ناپسند کیا تھا..... اسے اور غضب ناکی میں اپنا ہاتھ وہ تلوار کے دستے پر لے گیا، پھر اچانک اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس خیمے سے نکل کر ساتھ والے خیمے میں داخل ہو گیا تھا۔

ابوہر اور سلیمان بن عافیہ دونوں بڑی حیرت سے خیمے سے جانے والے اس سالار کی طرف دیکھتے رہے، پھر ابوہر فرغلوش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر فرغلوش جیسا آپ چاہتے ہیں ایسا ہی ہوگا..... اب یہ سارا معاملہ امیر سلیمان

عافیہ ہی آپ کے ساتھ طے کریں گے..... میں تو ان کے کہنے پر ان کی نمائندگی کر رہا تھا۔ اگر عافیہ ہی آپ کے اس موقع پر مجھے گفتگو نہیں کرنی چاہئے تو میں خاموش رہوں گا۔

آپ سمجھتے ہیں کہ اس موقع پر مجھے گفتگو نہیں کرنی چاہئے تو میں خاموش رہوں گا۔ ابوہر جب خاموش ہوا تو سلیمان بن عافیہ نے کچھ ایسے انداز میں اس کی طرف دیکھا جسے وہ ابوہر سے گفتگو کرنے کی اجازت طلب کر رہا ہو، پھر اس نے فرغلوش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

محترم فرغلوش اب ہمارے اور آپ کے درمیان یہ بات طے ہے کہ کل متحدہ لشکر یہاں سے کوچ کرے گا..... متحدہ لشکر کی کمانداری آپ کے ہاتھ میں ہوگی، جنگ کا لائحہ عمل جو آپ طے کریں گے، اس کے مطابق کام کیا جائے گا..... بس یہ آخری فیصلہ ہے۔ فرغلوش کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔

جو معاملہ ہم طے کرنا چاہتے تھے وہ تو تمام ہوا، اب میں آپ لوگوں سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں، آپ لوگوں کے سلطان زیادة اللہ بن ابراہیم کا ایک سپہ سالار اعلیٰ ہے، نام اس کا عبد اللہ بن تمیمی ہے، کیا تم لوگ اسے جانتے ہو، اس کی شجاعت اس کی دلیری کی داستانیں اندلس ہی نہیں فرانس کی سرحدوں سے بھی آگے تک پھیلی ہوئی ہیں..... اس نے افریقہ میں جو اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے، اندلس میں بسنے والے لوگ اسے دشت کا دیوتا اور صحرائی عقاب کے نام سے بھی جانتے ہیں..... کاش اس جنگ میں وہ تمہارے ساتھ آیا ہوتا تو میں اس کے ساتھ ایک ادنیٰ اور حقیر لشکر کی حیثیت سے کام کرنا بھی اپنے لئے فخر خیال کرتا..... تمہارے سلطان زیادة اللہ نے صقلیہ فتح کرنے کے لئے کیوں اسے روانہ نہیں کیا..... کیا وہ افریقہ میں اتنا مصروف ہے کہ اسے صقلیہ کی طرف روانہ نہیں کیا جاسکا۔

ہمارے ہاں اس کے متعلق یہ خبریں بھی پہنچتی رہی ہیں کہ افریقہ میں اٹھنے والی غیر مسلموں کی بغاوتوں کو اس کے علاوہ کوئی فرد نہیں کر سکتا، اندلس کے لوگوں میں یہ بھی مشہور ہے کہ وہ کوڑے برساتی بیابانوں کی ریت اور دیوالاخوں میں جھاڑو دینے والے طوفانوں کی طرح اپنے دشمنوں پر چھا جانے کا ہنر جانتا ہے..... لوگ اس کے متعلق یہ علم بھی رکھتے ہیں کہ بڑے بڑے جنگی سواروں کی طاقت کو سلب کر کے باغیوں کا دشمن وہ سردار آفاق اور آسمان کے اتصال تک دشمن کی فریب ذات کی خوش نمائی کا تعاقب کرتے ہوئے انہیں اکیلے پن کی زہریلی کٹھاؤں کا کردار بناتا چلا جاتا ہے، کہتے ہیں وہ وقت کی بھڑکتی آتش کی طرح حملہ آور

سامنے طلائی طشتریوں، نقرئی سکوں اور جواہرات کی چکا چوند کو لات مار کر نظریں پھیر کر آگے نکل جائے۔

سلیمان بن عافیہ جب خاموش ہوا تو بڑے شوق سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے فرغلوں کہنے لگا۔

سلیمان بن عافیہ جب خاموش ہوا تو بڑے شوق سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے فرغلوں کہنے لگا۔

سلیمان بن عافیہ تم نے محمد بن عبد اللہ تمیمی کی تعریف کچھ ایسے انداز میں کی ہے کہ اسے دیکھنے کا اشتیاق اب پہلے سے کئی گنا زیادہ ہو گیا ہے..... اگر خداوند قدوس نے مجھے مہلت دی اور مقلیہ سے فارغ ہو کر میں واپس گیا تو اپنے بحری بیڑے کے ساتھ افریقہ کے ساحل کا رخ کروں گا۔

وہاں محمد بن عبد اللہ تمیمی سے ملنے کے بعد اندلس جاؤں گا، اس کے ساتھ ہی فرغلوں اٹھ کھڑا ہوا اور سب سے مصافحہ کرتے ہوئے کہنے لگا، اب میں جاتا ہوں..... لشکر کل یہاں سے کوچ کرے گا۔

پھر فرغلوں اور اس کے ساتھیوں نے باری باری سب سے مصافحہ کیا، اس سے مصافحہ کرنے کے بعد ابوفہر سلیمان بن عافیہ اور دیگر چھوٹے سالار بڑی تیزی سے اس خیمے کی طرف چلے گئے تھے، جس خیمے میں تھوڑی دیر پہلے ان کا سالار گیا تھا۔

ان کے اس انداز کو شاید فرغلوں نے بھانپ لیا تھا، ہاتھ کے اشارے سے اس نے اپنے سالاروں اور ساتھیوں کو رکنے کے لئے کہا، پھر دبے پاؤں چلتا ہوا اندھیرے میں وہ اس خیمے کے دروازے کے پاس جا کھڑا ہوا، جس میں ابوفہر اور سلیمان بن عافیہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ داخل ہوئے تھے۔

ابوفہر سیدھا خیمے میں بیٹھے ہوئے جوان کے پاس آیا جو اس کے لشکر کا چھوٹا سالار تھا، اور دوران گفتگو شامیانے سے اٹھ کر خیمے میں چلا آیا تھا، ساتھ ہی اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے سب کے سامنے اپنا ہاتھ تلوار کے دستے پر بھی لے گیا تھا..... اس نے جب ابوفہر سلیمان بن عافیہ اور دیگر سالاروں کو بھی خیمے میں داخل ہوتے دیکھا تو وہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا..... ابوفہر کے لئے سے پہلے ہی وہ آگے بڑھا اور ابوفہر کے پاؤں پر گر کر اس کی ٹانگیں پکڑ لیں۔

ہوتا ہے اور دشمن کی ہر طاقت اور قوت کو ریت پر کندہ حروف کی طرح حملہ آور ہوتا ہے اور دشمن کی ہر طاقت اور قوت کو ریت پر کندہ حروف کی طرح مٹا دینے والی سرگرداں ہواؤں کی طرح چھا جاتا ہے، کیا تم مجھے اس کے متعلق کچھ بتاؤ گے، سلیمان بن عافیہ میں تمہاری زبان سے اپنی ملت کے اس فرزند اپنی قوم کے اس بیٹے کے متعلق کچھ سننا پسند کروں گا..... جسے لوگ محمد بن عبد اللہ تمیمی کہہ کر مخاطب کرتے ہیں اور جس کی شجاعت کی داستانیں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔

جب تک فرغلوں بولتا رہا، بالکل خاموش رہی، جب وہ چپ ہوا تب ایک عجیب سے انداز میں سلیمان بن عافیہ نے ابوفہر کی طرف دیکھا..... ابوفہر نے اسے گھورا شاید اس کا مطلب یہ تھا کہ اپنے کام سے غرض رکھو، میرے متعلق کچھ بتانے کی کوشش مت کرنا..... تھوڑی دیر تک ابوفہر کی طرف دیکھنے کے بعد فرغلوں کو مخاطب کرتے ہوئے سلیمان بن عافیہ کہہ رہا تھا۔

امیر فرغلوں محمد بن عبد اللہ تمیمی کے متعلق جو کچھ آپ نے سنا ہے وہ درست ہے..... ایسا فرزند ہے جو شاخ شاخ، ذرے ذرے پر اپنی فتح کے حروف غبریں رقم کرنے کا ہنر جانتا ہے..... وہ وقت کی تیرگی میں روشنی حق کا پاسبان ظلمت آزر میں فروزاں ابراہیمی نعروں کا محافظ اور حرا کے خلوقی رازوں اور تنہائی کی لب بستہ سرگوشیوں کا امین بن کر دشمن کے سامنے آتا ہے، اپنے کردار کی پختگی اپنی جسمانی طاقت، اپنی مشقت پسندی کی ردا اور ڈھ کر جب وہ دشمن پر حملہ آور ہوتا ہے تو بڑے بڑے طوفانوں جیسے پیچ و تاب کھاتے سورماؤں کو دست برد کا شکار بنا کر رکھ دیتا ہے..... موت کے رُکے تلاطم خیز طوفانوں کی طرح وہ حملہ آور ہونے کی صناعی جانتا ہے اور دشمنوں کے ذہن کو پستی کا شکار کرتا چلا جاتا ہے..... حیوانی جذبات اور محزب الاخلاق وحشی نفسانی خواہشوں کے سامنے خیر کے نئے افق پیدا کرنے والی قوت حیات و نمود کی طرح اپنا آپ دکھاتا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلیمان بن عافیہ زکا، اس کے بعد وہ کہتا چلا گیا تھا۔

امیر فرغلوں محمد بن عبد اللہ تمیمی ملت کا ایسا بیٹا، میری قوم کا ایسا فرزند ہے جس کے ہتھیار قوی، جس کی شمشیر رواں جس کے تیر مہلک، جس کے نیزے آب دار، جس کا دل مال و املاک سے بیزار ہے..... امیر فرغلوں وہ ایسا مخلص فرزند ہے کہ اپنی ملت اپنی قوم کی بہتری کے

پھر وہاں ہی آواز میں کہہ رہا تھا۔

امیر میں جانتا ہوں آپ مجھ سے یہ پوچھیں گے کہ میں شامیانے سے اٹھ کر کیوں آیا، میں نے اس گفتگو پر ناپسندیدگی کا اظہار کیوں کیا، میں اپنا ہاتھ تلوار کے دھبے کیوں لے گیا۔ امیر قسم اس ذات کی جس کے دم سے خورشید کا نور رواں ہے۔ قسم خدا کی جس کے اشارے پر مہتاب کی روشنی رواں دواں ہوتی ہے۔ قسم اپنے اس خالق پر جس کے حکم پر پانیوں میں ان گنت گوہر صدف اندر صدف جنم لیتے ہیں۔ قسم اپنے اس رب کی جو لوح قلم کو اس کی تابش عطا کرتا ہے۔ میں یہ نہیں برداشت کر سکتا کہ میرے امیر گمنام لشکری کی حیثیت سے جنگ میں حصہ لیں، امیر آپ چاہے میری گردن کاٹ دیں لیکن میں چلا چلا کر لوگوں کو بتاؤں گا کہ اے لوگو! جسے تم ہمارے امیر البحر سلیمان بن عافہ کا نائب اور ایک گمنام سالار سمجھ رہے ہو، یہ وہی ستارہ ساز نو جوان ہے جسے لوگ دشت کا دیوتا صحران عقاب اور محمد بن عبداللہ تمیمی کے بجائے ابو فہر کہہ کر پکارتے ہیں۔ میں آنے والے اندیشوں کے امیر البحر کو بھی بتا دوں گا کہ یہ وہی محمد بن عبداللہ تمیمی ہے جس کے سامنے بڑے بڑے سرکش، بڑے بڑے باغی سردار اطاعت کرنے کے لئے دانتوں میں تنکے لے کر آتے ہیں۔

امیر میں ترک امیر البحر فرغلوش کو بتا دوں گا کہ یہ وہی ابو فہر ہے جس نے قوت قہر رکھنے والے بڑے بڑے چرب گفتاروں کے عمل کو کمزور اور ان کی جمعیت کو پراگندہ کر کے دیا، جو باغیوں کے اوپر اس طرح گزرتا ہے جس طرح نیلوں پر تیز ہوا کے گزرنے سے زحمت بجنے کی مدہم آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ میں اس پر یہ بھی انکشاف کر دوں گا کہ افریقہ کا وہ سالار اعلیٰ جو ریگستانی ویرانیوں میں رات کے رجاں عیب کی طرح اپنی طبعی ترنگ میں دشمنوں کو اڑا کر رکھ دیتا ہے جو قزاق مزاج قبائل کو تاخت کی کہانیوں، خلیجان کی داستانوں اور خوف پنے دلوں کی الم آمیز اساطیر میں تبدیل کرنے کا ہنر جانتا ہے، اس کا تمہارے لشکر میں ایک لشکری کی حیثیت سے جنگ میں حصہ لینا ہماری توہین، ہماری اہانت ہے۔

اس کے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکا، بے چارہ ابو فہر کی ناگوں سے لپٹ کر سسک پڑا تھا اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے ابو فہر کی پلکیں بھیگ گئی تھیں۔ وہ ہونٹ کا تاربا، بھر دیا جھکا بازو سے پکڑ کر اسے اٹھایا، اپنے ساتھ لپٹایا، وہ سالار ابو فہر کے کندھے پر سر رکھ کر سست پڑا تھا۔ ابو فہر نے اسے مخاطب کیا۔

میرے عزیز تیرے ان الفاظ سے نا اتفاقی پیدا ہو جائے گی، میں تجھے حکم نہیں دیتا، تجھ سے اپنا کرتا ہوں کہ آنے والے ترک امیر البحر فرغلوش پر یہ ظاہر مت کرنا کہ میں ہی عبداللہ بن خمیس ہوں۔ یاد رکھنا اگر تم ایسا کرو گے تو لشکر کے اندر کمانداری کا جھگڑا اٹھ کھڑا ہوگا۔ میرے لشکری مجھ سے طرح طرح کے مطالبے کریں گے، اس طرح ہماری اخوت کو نقصان پہنچے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ اگر ترک امیر البحر فرغلوش لشکر کی سپہ سالاری کا خواہش مند ہے تو اس کی خواہش کی تکمیل کی جائے، اس طرح میرا اور تم لوگوں کا کچھ نہیں بگڑے گا، اس طرح ہم متحد رہ کر مصلیہ میں دشمن کی قوت کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں گے۔ وہ سردار علیحدہ ہوا، آنکھیں اس نے بند کر لیں، پھر ابو فہر سے کہنے لگا۔

امیر محترم اگر آپ فرغلوش کے ماتحت ایک عام اور گمنام سپاہی کی حیثیت سے جنگ میں حصہ لینے کا تمہیہ کر رہی چکے ہیں تو پھر خدا کے لئے میری گردن کاٹ دیجئے، میں آپ کو اس حیثیت میں نہیں دیکھ سکتا۔ اگر آپ میری گردن نہیں کاٹ سکتے تو مجھے اٹھا کر سمندر میں بیٹھ دیں، اگر آپ ایسا بھی نہیں کر سکتے تو جس وقت جنگ ہو میری آنکھوں پر پٹی باندھ دیجئے گا تاکہ میں آپ کو اس حالت میں نہ دیکھوں۔ جنگ کرتا ہوا دشمن کے ہاتھوں مرنے والوں، بس یہی میری خواہش، یہی میری آرزو ہے۔

فرغلوش یہ ساری گفتگو سن چکا تھا۔ اس کے تاثرات عجیب و غریب تھے، ہاتھ کے اشارے سے قریب ہی کھڑے اپنے سالاروں کو اپنے پیچھے پیچھے آنے کے لئے کہا، پھر خیمے کا پردہ اٹھا کر خیمے کے اندر داخل ہوا۔ خیمے میں جلتی مشعل کی روشنی میں ابو فہر اور سلیمان بن عافہ نے جب فرغلوش اور اس کے پیچھے پیچھے اس کے سالاروں کو دیکھا تب وہ دونوں کسی قدر پریشان ہو گئے تھے۔ وہ سالار جس سے ابو فہر گفتگو کر رہا تھا۔ سہم سا گیا تھا، ابو فہر کے پیچھے جا کھڑا ہوا تھا، خود ابو فہر اپنے آپ کو اپنی ذات کو چھپانے کے لئے اور اپنے آپ کو سلیمان بن عافہ کا ماتحت ظاہر کرنے کے لئے سلیمان بن عافہ کے پیچھے چپ چاپ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

فرغلوش آہستہ آہستہ آگے بڑھا، سلیمان بن عافہ کو اس نے نظر انداز کر دیا۔ ابو فہر کے سامنے آیا، ایک حرم جھکا، ابو فہر کے دونوں گھٹنے عقیدت اور ارادت مندی میں پکڑ لئے، ابو فہر نے فوراً اس کے دونوں بازو پکڑ لئے، پھر فرغلوش سیدھا کھڑا ہوا، پھر بڑے پر جوش انداز میں

ابوفہر سے گلے ملتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

ابوفہر آپ کے سامنے فرغلوش کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ میں آپ کے سامنے ایسے ہوں جیسے وقت کے بیکراں سمندر میں غوطہ زن ایک معمولی لہر جیسے عالم بے خودی کی باتوں کائنات میں فقط جہر و وصال کا ایک سپنا جیسے فنا اور بقاء کی بکھری ان گنت داستانوں میں صرف ایک حرف کی بے صدا رد و رد فرغلوش لمحہ بھر کے لئے زکا، پھر وہ اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہتا چلا گیا تھا۔

امیر محترم آپ کی کمانداری میں ہم دشمن کی نبض دوراں میں برق کی حدت بن کر دوڑ رہے ہیں۔ آپ ہمارے امیر صبح و شب ہیں، آپ کے ساتھ رکوع و جود میں ضمیر کی تجلی کی طرح ہر فطرت کے نور کا لباس پہن کر ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے سکتے ہیں۔ قسم اس خداوند کی جس نے فرش کو عرش کا جمال عطا کیا۔ ہم تو ساون رت کا گہنا کالی گھنگھور گھٹا بن کر آپ کی سرکردگی میں ہر دشمن کو اپنے سامنے زیر کرتے چلے جائیں گے۔ امیر آپ کی کمانداری میں ہم دشمن کو ایسی ہزیمت سے دوچار کریں گے کہ اس کی شکست کو اس کے اندر کا روک اس کے باطن آشوب اس کی آنکھوں کا خوف اس کے چہرے کا کرب بنا کر رکھ دیں گے۔

فرغلوش جب خاموش ہوا، تب ابوفہر نے کہنا شروع کیا۔

فرغلوش تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ میں تم سے چھوٹے سالار کی حیثیت سے بات کرنے کا مجاز نہیں ہوں۔ آپ لوگوں سے معاملہ طے کرنے کا حق صرف میرے سالار اور امیر سلیمان بن عافیہ کو ہے۔

فرغلوش نے پھر جھک کر ابوفہر کے گھٹنے پکڑ لئے پھر اور انتہائی عاجزی اور انکساری میں کہنے لگا۔

امیر ابوفہر خدا کے لئے اپنی ذات کو ہم سے چھپانے کی کوشش نہ کریں، اس خیمے میں جو گفتگو آپ کی اپنے چھوٹے سالار سے ہوئی، خیمے کے باہر کھڑا ہو کر اس گفتگو کو میں سن چکا ہوں۔ امیر جو الفاظ میں نے شامیانے تلے آپ کے لئے کہے وہ میں واپس لیتا ہوں۔ آپ سے معافی مانگتا ہوں، اگر آپ کہیں تو میں آپ کے پاؤں پکڑنے کے لئے تیار ہوں لیکن متحدہ لشکر کی کمانداری آپ ہی کریں گے۔

ابوفہر مسکرایا اور کہنے لگا۔

فرغلوش تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ اس خیمے سے باہر فیصلہ ہو چکا ہے کہ متحدہ لشکر کی کمانداری تم ہی کرو گے۔ فرغلوش نے ابوفہر کو بات مکمل نہ کرنے دی، نیچے جھکا اور اس نے ابوفہر کے پاؤں پکڑ لئے۔ ابوفہر تڑپ کر بیچھے بنا جھکا بازو سے پکڑ کر اسے اٹھایا پھر کہنے لگا۔

فرغلوش ایسا کر کے تم مجھے ذلیل و رسوا کر رہے ہو جو معاملہ طے ہو چکا ہے اسے کرید کرئی۔ عینگو کا آغا زکیوں کر نا چاہتے ہو۔

امیر کوئی فیصلہ نہیں ہوا نہ ہی کوئی معاملہ طے ہوا ہے، آپ نے اپنی ذات کو کیوں چھپا کر رکھا، اگر شامیانے کے نیچے مجھے یہ پتا چل جاتا کہ آپ محمد بن عبداللہ تمہی ہیں تو خدا کی قسم میں اپنا سر آپ کے پاؤں پر رکھ کر آپ سے التجا کرتا کہ میں فرغلوش اس قابل ہی نہیں کہ آپ کی موجودگی میں متحدہ لشکر کی کمانداری کروں، لہذا میں آپ سے التماس کرتا ہوں کہ ان لشکروں کی کمانداری آپ کریں گے۔ مجھے اُمید ہے ملت کی بہتری اور قوم کی سر بلندی کے لئے انکار نہیں کریں گے اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے قبول کریں گے۔

فرغلوش جب خاموش ہوا تو سلیمان بن عافیہ نے مسکراتے ہوئے ابوفہر کی طرف دیکھا اور ابوفہر کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

امیر اگر آپ کی شخصیت عیاں ہو ہی چکی ہے تو پھر اپنے آپ کو چھپانے سے کیا فائدہ میں بھی آپ سے گزارش کرتا ہوں۔ لشکر کی کمانداری آپ ہی کریں گے، اس لئے کہ صرف آپ ہی ان دشمنوں کو اپنے سامنے لومڑیوں کی طرح بھاگ جانے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ ابوفہر نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا، اگر تم دونوں کی یہی رائے ہے تو میں تمہاری رائے سے اتفاق کرتا ہوں۔ ابوفہر کے ان الفاظ پر فرغلوش ایسا خوش ہوا کہ آگے بڑھ کر اس نے ابوفہر کو اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ پھر کہنے لگا، امیر اس خوشی میں آپ میرے ساتھ چلیں۔ آج کھانا سب مل کر اٹکھ کھاتے ہیں۔ سلیمان بن عافیہ نے بھی اس سے اتفاق کیا، پھر ابوفہر سلیمان بن عافیہ اور ان کے چھوٹے سالار سب فرغلوش کے ساتھ ہو لئے تھے۔ اگلے روز ابوفہر کے حکم پر متحدہ لشکر مارے کے نواح سے دشمن پر حملہ آور ہونے کے لئے کوچ کر گیا تھا۔



فونے دوسری منت مانگی تھی کہ اگر سرقوسہ جانے کے بجائے تو مسلمانوں کے لشکر میں پہنچ گئی تو خدا کی راہ میں ایک بہت بڑی رقم صرف کرے گی، لگتا ہے قدرت نے تمہاری اس پکار تمہاری اس صدا کو بھی سن لیا ہے..... اس لئے کہ جو مسلح جوان ہمیں اپنی حفاظت میں لے کر جا رہے ہیں..... ابورافع اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کی راہ روک کر کھڑا ہوا ہے..... تھیورہ جب خاموش ہوئی تو کیتھرینا عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

تھیورہ میری بہن سمجھ نہیں آرہی کہ کیا ہو رہا ہے..... ابورافع یہاں کیسے پہنچ گیا ہے۔ اس کے آنے کی جس قدر خوشی مجھے ہوئی ہے، میں بیان نہیں کر سکتی، لیکن یہ تو امیر محمد بن سالم کے ماتھ مناد شہر میں محصور تھا، پھر یہاں کیسے پہنچ گیا..... اس کو کیسے خبر ہو گئی کہ ہمیں بلرم سے رزق کی طرف لے جایا جا رہا ہے، اس پر تھیورہ پھر بول پڑی۔

ہاموں کی سرائے کے جن ملازموں نے ہمارا پیچھا کیا تھا..... میرے خیال میں یہ کھیل انہیں کاھلیا ہوا ہے اور وہ بہترین انداز میں ہماری مدد کر رہے ہیں۔ تھیورہ کو کہتے کہتے رک جانا پڑا، اس لئے کہ جو مسلح جوان انہیں ساتھ لے جا رہے تھے، ان کا کماندار پھر ابورافع کو مخاطب کرتے ہوئے بول پڑا۔

تم نے ابھی تک مجھے یہ نہیں بتایا کہ تم لوگ کون ہو اور کیوں ہماری راہ روکی ہے۔

ابورافع کی چھاتی تن گئی، اس کماندار کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

ہم نے یونہی تمہاری راہ نہیں روکی..... ایسا کرو اگر اپنی اور اپنے ساتھیوں کی زندگی چاہتے ہو تو اپنے ہتھیار پھینک کر دائیں طرف کھڑے ہو جاؤ۔

اس کماندار نے ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر ابورافع کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم عجیب احقناہ دھمکی دے رہے ہو، ذرا میرے مسلح جوانوں اور اپنے ساتھیوں کا موازنہ تو کرو تمہاری تعداد ہم سے پانچ چھ گناہ ہے، پھر بھی دھمکی آمیز لہجے میں کہتے ہو کہ ہم ہتھیار پھینک کر ایک طرف کھڑے ہو جائیں..... میں تھوڑی دیر تک تمہیں مہلت دیتا ہوں، اگر تم پیچھے نہ ہٹے تو میں تم سب کے سر قلم کر کے اپنی راہ پر ہولوں گا۔

ابورافع نے بھی اس سے زیادہ بھڑکیلے انداز میں کہنا شروع کیا۔

یہ سب تمہارا اگمان اور وہم ہے، یاد رکھنا یہاں ان ویرانوں میں ہم تمہارے شکن شکن غلام اولیاء ہو اور ادوں اور تمہاری گرمی نبض حیات کو سروں سے کھل کر خاک و خون ہو جانے

مسلم جوانوں کا ایک کارواں بڑی تیزی سے اس شاہراہ پر سفر کر رہا تھا جو بلرم سے سرقوسہ کی طرف جاتی تھی..... مسلح جوان دو حصوں میں تقسیم تھے، کچھ آگے آگے تھے، ان کے درمیان میں کیتھرینا تھیورہ ہائرس لیونا اور اوریوس تھے اور ان کے پیچھے بھی مسلح جوانوں کے دستے تھے، جب یہ کارواں کئی چھٹی زمین کے علاوہ کوہستانی ٹیلوں کے پاس سے گزر رہا تھا اچانک کچھ سوار سامنے آئے اور ان کی راہ روک کر کھڑے ہوئے۔

جو مسلح دستے کیتھرینا اور اس کی ماں تھیورہ لیونا اور اوریوس کو ساتھ لے جا رہے تھے، رک گئے..... پھر ان کا کماندار چند قدم آگے بڑھا، کچھ دیر اس نے راہ روکنے والوں کی طرف دیکھا..... وہ سب گھوڑوں پر سوار تھے..... اپنے چہروں کو انہوں نے چھپا رکھا تھا، اس کارواں کے کماندار نے بلند آواز میں انہیں مخاطب کیا۔

تم لوگ کون ہو اور کیوں ہماری راہ روکی ہے۔

ان میں سے ایک اپنے گھوڑے کو چند قدم آگے لے گیا، اپنے چہرے سے اس نے نقاب ہٹا دیا..... وہ ابورافع تھا اسے دیکھتے ہی تھیورہ اپنے گھوڑے کو کیتھرینا کے قریب لے گئی پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس نے کیتھرینا کو مخاطب کیا۔

کیتھرینا تو نے دیکھا راہ روکنے والا ابورافع ہے..... دیکھ میری بہن بلرم کی طرف جاتے ہوئے تو نے منت مانگی تھی کہ اگر میں قسطنطنیہ جانے سے بچ گئی تو اسلام قبول کر لوں گی..... خداوند قدوس نے اس دعا کو سنا اور تو قسطنطنیہ جانے سے بچ گئی، تیرے ساتھ ہم بھی اسلام قبول کر لیا اور یہ ہمارے لئے بڑی سعادت ہے، اب بلرم سے روانہ ہوتے وقت



والی دستاروں میں تبدیل کر کے رکھ دیں گے، جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر عمل کرو اور نہ کچھتاؤ گے۔

ان مسلح جوانوں کا کماندار پھر ابورافع کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم نے راہ کیوں روکی ہے اور تمہیں ایسا کرنے کے لئے کس نے کہا ہے۔  
 ہاں ایک قبیلہ لگاتے ہوئے اور ارفع بول پڑا۔

سرقوسہ کا رخ کرنے والو سنو! جس شخص نے مجھے تم لوگوں کی راہ روکنے اور تباہ تمام کرنے کے لئے روانہ کیا ہے اس کے سامنے بڑے بڑے داستانوں کے سورما اور جبر و یوتا سرگنوں ہو جاتے ہیں..... اپنے دشمنوں پر زندان کے سناٹوں اور الم زدہ گونجوں کی طرح چھٹاتا ہے اور دشمن کی ساری پچان ساری سطوت کرجی کر جی، زرد زرد اور ریزہ کر کے رکھ دیتا ہے..... وہ ایک ایسا سالار ایسا کماندار، ایسا بھائی ہے کہ قدیم براقت بیابانی غول کی طرح دشمنوں پر وارد ہوتا ہے اور اندھیروں کی کوکھ میں کھڑے ہو کر بغاوت گیت گانے والوں پر لمبی سانتوں کی تھکن اور خاک و خون سے گھلے ملتی لہریں طاری کر ہے، جس شخص نے ہمیں بھیجا ہے اس کا نام بھی سن لو، وہ مسلمانوں کا سپہ سالار اعلیٰ محمد عبداللہ تسمی ہے جسے عام طور پر ابو فہر کہہ کر مخاطب کیا جاتا ہے، اس کے حکم پر میں نے تباہ راہ روکی ہے، اس کے حکم پر میں تم سے ٹکراؤں گا اور یاد رکھنا جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر تم کرنے پر تم نے تاخیر کی تو پاش پاش ہو کر رہ جاؤ گے۔

اس کماندار نے بھی ایک تبقبہ لگایا اور بے پناہ غصے کا اظہار کر کے کہنے لگا۔

یقیناً البفر کا نام ہمارے لئے اجنبی نہیں ہے، لیکن اس کے کہنے پر ہم اپنی راہ تو نہیں چھوڑ دیں گے..... اگر تم نے پیچھے ہٹ کر ہمیں جانے نہ دیا تو یاد رکھنا ہم ظلمات و دہر منہ والے عناصر حیات اور موت کے اجزاء ملا دینے والے سورماؤں داستان در داستان افسانہ افسانہ اضطراب کھڑے کرنے والے مقدار کے تھیزوں کی طرح تم پر وارد ہوں گے اور لوگوں کا خاتمہ کرتے ہوئے آگے نکل جائیں گے..... میں تمہیں آخری بارتنبیہ کرتا ہوں، اپنے آپ کو ناحق اجل کی موجوں کے تھیزوں میں مل ڈالو۔

اس کمانداری باتوں کا جواب دینے کے بجائے البورافع نے اپنی تلوار فضا کے اندر

نہ بجز زوردار انداز میں اس نے تکبیر بلند کی تو وہ سارے مسلح جوان اور ان کا کماندار دنگ رہ گئے۔ ان کے دائیں بائیں کچھ سوار نمودار ہوئے تھے اور انہیں گھیر کر رکھ لیا تھا۔ اس نے بے پرواہی سے انہیں دیکھا اور کہا: "میں تم کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔"

میرے کچھ مٹا ہے پتا ہوں! اصرار کرے ہوئے یوروہ کو سب سے پہلے  
تھیوہ میری بہن تو نے ابو رافع کی گفتگو کو سنا، اس نے یہ کہا کہ اسے ایسا کرنے کے  
لے ابوہر نے روانہ کیا ہے..... اس کا مطلب ہے ابوہر افریقہ سے یہاں پہنچ چکا ہے اور اسے  
یہی خبر ہو گئی ہے کہ ہمیں سرقوسہ سے ہلرم لے جایا گیا ہے، اسی بناء پر اس نے ابو رافع کو  
ہاڑی مدد کے لئے روانہ کیا ہے..... تھیوہ اگر یہ سچ ہے تو میں راتوں کو تنہائی اور آنسوؤں میں  
ذریعہ الفاظ میں جو اپنے خداوند قدوس سے ابوہر کی واپسی کی دعائیں مانگتی تھی..... میری  
دعائیں خداوند قدوس کے ہاں قبول ہوئیں، اگر ابو رافع ان سے ہمیں زندہ چھڑانے میں  
کامیاب ہو گیا تو یہاں سے میں سیدھا ابوہر کے پاس جانا پسند کروں گی، اس کے علاوہ اور  
کچھ نہیں جاؤں گی۔

جب ان جوانوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا تو تھوڑے سے وقفے کے بعد ابو ارفع نے پھر تکبیر بلند کی، بس یہ تکبیر بلند ہونا تھی کہ ابو ارفع کے ساتھی چاروں طرف سے ان پر ٹوٹ پڑے اور لمحوں کے اندر انہوں نے ان سب کا خاتمہ کر کے رکھ دیا تھا..... جب ایسا ہو چکا تو اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا اس جگہ آیا جہاں کیتھرینا، تھیوہرہ، بلارس، لیونا اور لیوس کھڑے تھے، ان کے پاس آکر ابو ارفع نے اپنے گھوڑے کو روکا، پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

مجھے انفسوس ہے کہ ہم لوگ تمہاری مدد کے لئے تاخیر سے پہنچے، ہم پر عجیب و غریب افتاد ان پڑی تھی، جس کی تفصیل میں یہاں نہیں بیان کروں گا..... بہر حال آپ لوگوں کے لئے فوجی یہ ہے امیر ابوفہر یہاں پہنچ چکے ہیں..... میں مازر کی بندرگاہ کے پاس ان سے مل چکا ہوں اور انہوں نے مجھے آپ لوگوں کی مدد کے لئے روانہ کیا ہے، انہیں یہ ساری اطلاع اس لئے ایک ملازم نے فراہم کی تھی، اب تک امیر اپنے لشکر کے ساتھ مناؤ کی طرف کوچ کر چکے ہوں گے..... ہمیں یہاں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے، فی الفور ہمیں بھی مناؤ کی طرف کوچ کرنا چاہئے اور امیر کے لشکر میں شامل ہونا چاہئے۔

کیتھرینا نے ابورافع کی اس تجویز سے اتفاق کیا، پھر ابورافع کیتھرینا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم لوگوں کے پاس گھوڑے تو پہلے ہی ہیں، لیکن میں تم پانچوں کے لئے فالتو بھی لے کر آیا تھا۔ کیتھرینا میری بہن کیا تمہارے لئے یہ بہتر نہیں کہ تم اس گھوڑے اتر کر امیر کے اس گھوڑے پر بیٹھ جاؤ جو تمہارے پاس رہا ہے، وہ تمہارے ساتھ مانوس ہے۔

ساتھ ہی ابورافع نے اپنے ایک ساتھی کو گھوڑے لانے کے لئے کہا، اس پر ابورافع گھوڑا جسے کیتھرینا نے اپنے پاس اصطبل میں رکھا تھا، اسے لایا گیا، اسے دیکھتے ہی کبوتر مسکرائی، فوراً اپنے گھوڑے سے اتر گئی، آگے بڑھی، ابوفہر کے گھوڑے کی گردن پر ہاتھ پڑا اس کا منہ چومنا، پیشانی پر ہاتھ پھیرا، پھر رکاب میں پیر جما کر اس پر بیٹھ گئی تھی، اس کے بعد رافع اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ ان سب کو لے کر بائیں طرف کی شاہراہ کو چھوڑ کر اس راہ کی طرف جا رہا تھا جو مناء شہر کی طرف جاتا تھا۔

ابورافع جب اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ ان سب کو لے کر مناء شہر کے نواح میں آیا اس نے دیکھا، دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کئے ہوئے تھے۔ شاید جنگ ابتداء ہونے والی تھی۔ ابورافع نے مسلح جوانوں کو لشکر میں شامل ہونے کا حکم دیا، بلکہ کیتھرینا، تھیورہ، بلارس، اور لیوس اور لیونا کو لے کر وہ اس جگہ آیا جہاں لشکر کے سامنے ابوفہر فرغلوٹ سلیمان بن عافیہ کے ساتھ کھڑا ہوا تھا، اس کے قریب آ کر سب اپنے گھوڑوں سے اترے جو انہیں کیتھرینا ابوفہر کے گھوڑے سے اتری گھوڑا ہنہناتا ہوا ابوفہر کے قریب جا کھڑا ہوا۔ ابورافع نے اسکی پیشانی اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اس کی گردن تھپتھپائی اس موقع پر سب اس کے پاں آن کھڑے ہوئے تھے، پھر ابوفہر نے اور لیوس کو مخاطب کیا۔

محترم اور لیوس مجھے بے حد دکھ اور صدمہ ہوا کہ میری غیر موجودگی میں آپ سب مصیبت بیت گئی، اس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں، دراصل سر قوسہ شہر سے ہنرے وقت بن صالح اور ابورافع دونوں کو آپ سب کی حفاظت کا اہتمام کرنا چاہئے تھا۔ بہر حال ہماری غفلت ہے اس کے لئے میں آپ سے ایک بار پھر معذرت خواہ ہوں۔

اور لیوس بڑی ارادت مندی میں کہنے لگا۔

امیر آپ کو معذرت خواہ ہونے کی کیا ضرورت ہے، کیا یہ ہمارے لئے کافی نہیں کہ آپ نے مسلح جوان بھیج کر ان لوگوں سے ہماری جان چھڑائی جو ہماری جانوں کے درپے تھے۔

ابوفہر نے جواب میں کچھ سوچا، پھر ابورافع کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ابورافع دشمن جنگ کی ابتداء کرنا چاہتا ہے، ان سب کو لشکر کے پیچھے پڑاؤ کی طرف لے جاؤ۔ کیتھرینا نے اس موقع پر عجیب سے انداز میں ابورافع کی طرف دیکھا۔ ابورافع ابوفہر کے قریب ہوا، کہنے لگا۔

امیر اگر آپ برانہ مانیں تو کیتھرینا علیحدگی میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہے، اس میں ہو سکتا ہے آپ کیتھرینا اور ہم سب کی بھلائی ہو۔ ابورافع کے ان الفاظ پر سلیمان بن عافیہ اور فرغلوٹ نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر فرغلوٹ کہنے لگا۔

امیر ابورافع ٹھیک کہتا ہے آپ کیتھرینا نام کی اس لڑکی کی بات سنیں، یہ کیا کہنا چاہتی ہے، ہو سکتا ہے اس میں ہم سب کی بہتری اور بھلائی ہو، اس کے ساتھ ہی سلیمان بن عافیہ فرغلوٹ ابورافع پیچھے ہٹ کر اس جگہ آن کھڑے ہوئے تھے، جس جگہ اور لیوس، لیونا، تھیورہ اور کیتھرینا کی ماں بلارس ذرا ہٹ کر کھڑے تھے۔ کیتھرینا چند قدم آگے بڑھی، بالکل ابوفہر کے قریب جا کھڑی ہوئی۔ ابوفہر نے اسے مخاطب کرنے میں پہل کی۔

ابورافع کہہ رہا تھا کہ تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہو۔ میں بھی تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں اور ہاں تمہارا بھائی انتونیو کہاں ہے وہ دکھائی نہیں دے رہا۔ امیر انتونیو ہماری گرفتاری کے وقت گھر سے باہر تھا۔ ابھی تک اس کا کچھ پتہ نہیں۔ شاید وہ ہماری گرفتاری کا سن کر واپس ہو چکا ہے۔ ہم اس کے لئے پریشان ہیں۔ کیتھرینا نے بڑے دکھ سے کہا تھا۔

ابوفہر نے لمحہ بھر کے لئے اسے تیز نگاہوں سے دیکھا پھر کہنے لگا۔

میں نے سنا ہے تم کسی کو پسند کرتی ہو، اسے حاصل کرنا چاہتی ہو، میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم نے جس کو پسند کیا ہے پہلے اسے پرکھو، اسے جانچو پھر اسے اپنے قریب، اپنی محبت، اپنی چاہت کا حق دار جانو۔

بلکی ہی مسکراہٹ میں کیتھرینا نے ابوفہر کی طرف دیکھا، اپنے خوبصورت گلابی ہونٹوں پر نہان پھیری پھر کہنے لگی۔

امیر جسے میں نے پسند کیا ہے، جس سے میں نے محبت کی ہے، میرا ہر مدعا اور ہدف اسی

سے مربوط ہے، امیر جس طرح شبنم کے قطرے رات کی پلکوں سے صبح کے جگر میں  
ہیں، اس طرح اس کی محبت اس کی چاہت میرے دل میں گھر کر چکی ہے، اب وہ میرے  
ایسے ہی ہے جیسے پھولوں کی سرگوشیوں اور پتوں کی سرسراہٹوں میں آبشاروں کے نشے  
اُداسیوں کی زرد ریت میں ستارہ و گلاب اخیر اب وہ میرے خیال و فکر میں میرا وسیلہ ثابت  
میرے نطق لب کی مناس ہے۔  
کیترینا زکی، پھر کبھی چلی گئی۔

• امیر جس سے میں نے محبت کی ہے جس کو میں نے چاہا ہے اسے میں دیکھ چکی ہوں۔  
اس کی بات کاٹتے ہوئے ابوفہر پھر بول پڑا۔

جسے تم پسند کرتی ہو وہ ہر روز جلاذ کی سوئی ہوئی تلوار کے سامنے آتا ہے۔ ہر روز مرگ  
و موت کے کٹہرے پر کھڑا ہو کر زندگی کی طرف پشت کر کے موت کو پکارتا ہے، پھر ایسے شخص کا  
اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا تہیہ کیوں کر چکی ہو۔

کیترینا نے لمحہ بھر کے لئے اپنے لبوں پر گہری مسکراہٹ بکھیری پھر کہنے لگی۔

امیر جسے میں پسند کرتی ہوں اس کے متعلق اب میں مزید سوچنا بھی پسند نہیں کرتی، اس  
لئے کہ اب میں آنکھیں بند کر کے اس کے وجود کا ایک حصہ بن چکی ہوں۔ اسے اپنی ذات  
کے اندر پوری طرح مسلط کر چکی ہوں، جس طرح تخلیق کے لمحوں میں کرب کی لذت، خواب  
لمحوں میں وصل کا نشہ، لبوں میں وحشی نغموں کی سرشاری، بنجر زمین میں نمی کی خواہش ہوتی ہے،  
ایسے ہی اس کی محبت میرے وجود کے ذرے ذرے میرے لبو کے قطرے قطرے میں سرائت  
کر چکی ہے۔ امیر میں نے آج تک کسی مرد کو اپنے لئے نہیں چنا۔ میری کوری آنکھوں نے  
پہلی بار اس کے لئے محبت کے خواب کھڑے کئے ہیں۔ میں نے پہلی بار اپنے دل کی پہ  
اس کی محبت اس کی چاہت کے لئے کھولی ہے۔

ابوفہر کے چہرے پر سنجیدگی کی لکیریں بکھر گئی تھیں۔ لمحہ بھر کے لئے اس نے کیترینا  
آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔ پھر کہنے لگا۔

جسے تم پسند کرتی ہو کیا تم نہیں جانتیں کہ وہ ہر روز موت کے دروازے پر دستک دینے  
والا ہے، پھر تم کیوں اس کی خاطر خود کو اتنی سزا اتنی اذیت میں ڈالنے کا تہیہ کر چکی ہو۔

کیترینا نے اپنے وجود میں اپنی پوری ہمت کو مجتمع کیا، اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ ابوفہر کا  
دہانہ گھوڑے کی گردن کے پچھلے حصے پر تھا کیترینا نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا، پھر کہنے  
لگی۔

امیر محترم مجھے پیلیوں میں مت ڈالیں، سکھ ہمیشہ ڈکھ کے ساتھ ہی آتا ہے۔ بیداری  
ذباب سایہ دھوپ، روشنی تاریکی کے ساتھ ہی آتی اچھی لگتی ہے۔ امیر میرے سارے ڈکھ  
مکھ ساری خوشیاں اب آپ کی ذات سے ہی وابستہ ہیں۔

جس وقت کیترینا نے اپنا ہاتھ ابوفہر کے ہاتھ پر رکھا ابوفہر نے اپنا ہاتھ ہٹایا نہیں بلکہ  
ذباب طلب نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا، کچھ کہنا چاہتا تھا کہ کیترینا پھر بول پڑی۔

امیر میں کوئی کانچ کی بنی ہوئی نہیں ہوں جو آپ کے ساتھ ٹوٹ جاؤں گی۔ میں  
زندگی بھر آپ کا ساتھ دوں گی، ڈکھ سکھ میں آپ کو پہلو بہ پہلو کھڑے ہو کر زندگی اور موت کی  
آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر آپ کی ہمسفر بنوں گی، میں نے یونہی اپنی ذات کے لئے آپ کا  
انتخاب نہیں کیا۔ امیر دوسرے لوگوں کو جبلت اور تقدیر اپنی طرف کھینچتی ہے لیکن میری زندگی  
میں آپ داخل ہونے والے واحد مرد ہیں، جو جبلت اور تقدیر کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ امیر  
مجھے خبر ہے کہ میں نے اپنی ذات کے لئے ایک ایسے شخص کا انتخاب کیا ہے جو تانے ساخت  
ہے اور دشمن کے سر پر موت بن کر کھیلنے کا ہنر جانتا ہے، جو طوفانوں میں گھرے مسافروں کے  
لئے امن و آشتی کی ذلت اور اپنے دشمنوں کے لئے بے روک جو الا کھسی کے سیلاب اور جلتی  
تقدیر بن جانے کی صنایع بھی جانتا ہے۔ امیر میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ اگر آپ مجھے  
اپنی زندگی کا ساتھی بنا سکیں تو میں آپ کی ذات، آپ کے شعور، آپ کے خیالات کے جزیروں  
تک کو رنگ و روشنی، محبت و چاہت سے مہکا دوں گی۔

ابوفہر کیترینا کی اس ساری گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ سفید رنگ کے گھوڑے پر  
سوار ایک گھوڑ سوار بڑی تیزی سے اس سمت آیا۔ تھوڑی دیر تک وہ فرغلوش سلیمان بن عافیہ  
اور ابورافع کے پاس رُکا، ان کے پاس ہی بارس، تھیورہ، لیونا اور اوریوس کھڑے ہوئے  
تھے۔ کچھ دیر اس نے ان سے گفتگو کی، پھر ابورافع نے ابوفہر کی طرف دیکھا جو ذرا فاصلے پر  
کھڑا ہوا تھا، اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

امیر یہ خبر ایک انتہائی اہم خبر لے کر آیا ہے۔

اس پر ابوفہر نے کیتھرینا کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

کیتھرینا تم اپنی ماں کے پاس جاؤ، تمہاری گفتگو کا جواب میں کسی مناسب موقع پر دوں گا۔ ابھی میں دیکھتا ہوں مخبر جو خبر لایا ہے وہ کیا ہے۔

پھر ابوفہر، ابورافع اور آنے والے مخبر کے قریب آیا، اب اس کے ایک طرف ابورافع دوسری طرف سلیمان بن عافیہ، فرغلوش اور سامنے آنے والا مخبر تھا۔ ابوفہر نے اسے مخاطب کیا۔

اب جبکہ جنگ شروع ہونے والی ہے، تم کیا خبر لائے ہو، آنے والے مخبر نے غور سے ابوفہر کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

امیر محترم! جو خبر میں لایا ہوں جتنا نہیں آپ کے خیالات کے مطابق اچھی ہے یا بری، خبر یہ ہے کہ جنگ کی ابتداء ہونے سے پہلے رومنوں کا سپہ سالار اعلیٰ تھیوڈولس آپ سے انفرادی مقابلے کی ٹھان چکا ہے۔ میرے خیال میں تھوڑی دیر تک وہ میدان میں اترے گا اور آپ کا نام لے کر آپ کو انفرادی مقابلے کی دعوت دے گا، ایسا وہ ایک وجہ سے کر رہا ہے۔ مخبر نے کچھ سوچا، پھر کہتا چلا گیا۔

امیر آپ جانتے ہیں رومنوں کے سابق شہنشاہ کی بیٹی نے اعلان کیا تھا کہ جو آپ کو زندہ یا مردہ گرفتار کرے گا یا آپ کا سر کاٹے گا وہ اس سے شادی کرے گی۔ وہ شہنشاہ تو مرچکا اس کی بیٹی اور بیوی صقلیہ میں داخل ہو چکی ہے، جس وقت آپ افریقہ کی طرف روانہ ہوئے تھے تو آپ کی غیر موجودگی میں تھیوڈولس کو خبر ہو گئی کہ کیتھرینا اور اس کی ماں نے اس سرائے میں قیام کر رکھا ہے جس کے مالک کے پاس آپ کا آنا جانا تھا اور جس کا نام اورلیوس اور وہ اس وقت یہاں آپ کے پاس موجود ہے۔ بہر حال کیتھرینا اور اس کی ماں اورلیوس اور اس کی بہن اور بھانجی کو گرفتار کر کے جب سرقوسہ سے بلرم پہنچایا گیا تو کیتھرینا کی خوش قسمتی کے نئے شہنشاہ میکائیل کا انتقال ہو گیا۔

میکائیل کے انتقال کے بعد تھیوڈولس کی نیت بدل گئی، اس نے کیتھرینا کو قسطنطنیہ نہیں بھجوایا، بلکہ تیز رفتار قاصد بلرم بھیجے اور حکم دیا کہ کیتھرینا اور اس کی ماں کو واپس سرقوسہ شہر لایا جائے۔ اب تھیوڈولس کیتھرینا شادی کرنے کا خواہاں ہے۔

لیکن اپنے معاملے کو نئے شہنشاہ تھیوڈولس کی نگاہوں میں صاف ستھرا اور شفاف رکھنے

کے لئے وہ آپ کو انفرادی مقابلے کی دعوت دے گا، کوشش کرے گا کہ آپ پر غالب رہے۔ اس کے بعد وہ کیتھرینا سے شادی کرنا پسند کرے گا اور رومنوں کے نئے شہنشاہ کو یہ کہہ کر مطمئن کر دے گا کہ کیتھرینا نے اعلان کیا تھا کہ جو آپ کو زیر کرے اس سے وہ شادی کرے گی، لہذا اس نے کیتھرینا کی خواہش کے مطابق شادی کی ہے۔ اس طرح تھیوڈولس کا خیال ہے کہ تھیوڈولس کوئی اعتراض نہیں کرے گا۔

لیکن تھیوڈولس کی بد قسمتی کہ اسے ابھی تک یہ خبر نہیں ہوئی کہ جو مسلح دستے کیتھرینا اور اس کی ماں اور دیگر افراد کو بلرم سے سرقوسہ شہر کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ ابورافع ان پر حملہ آور ہوا اور کیتھرینا اور اس کی ماں اور دیگر تین افراد سرقوسہ کے بجائے یہاں پہنچ چکے ہیں۔ امیر محترم فی الحال تو میرے پاس خبر ہے، بس تھوڑی دیر بعد تھیوڈولس میدان میں اترے گا اور آپ کو مقابلے کی دعوت دے گا۔ امیر محترم میں نے یہ بھی سنا ہے تھیوڈولس تیغ زنی میں ایک وحشی انسان ہے، اس کا سدھایا ہوا ایک گھوڑا ہے اور جنگ کے دوران وہ تھیوڈولس کی خوب مدد کرتا ہے۔

آنے والے اس مخبر کی ساری گفتگو سے کیتھرینا بے چاری اُداس اور افسردہ ہو گئی تھی۔ چہرے کا رنگ ہلکی ہلکی ہو گیا تھا، تھیوڈولس، اورلیوس، لیونا اور بارس بھی پریشان ہو گئے تھے، ان کی اس کیفیت کو ابوفہر نے بھانپ لیا تھا۔ عین اسی لمحہ دشمن کے لشکر میں جنگ کے طبل بج اٹھے، اس پر مسکراتے ہوئے ابورافع کو مخاطب کرتے ہوئے ابوفہر بول اٹھا۔

ابورافع کیتھرینا اور دیگر سب افراد کو لشکر کے پیچھے پڑاؤ میں بھیج دو، دشمن کے لشکر میں جنگ کے طبل بج اٹھے ہیں اور وہ جنگ کی ابتدا کرنا چاہے گا۔

ابورافع کسی رد عمل کا اظہار کرنا ہی چاہتا تھا کہ کیتھرینا پھر ابوفہر کے قریب آئی اور کہنے لگی۔

امیر محترم ابھی ابھی آپ کا مخبر یہ خبر لے کر آیا ہے کہ رومنوں کا سپہ سالار اعلیٰ تھیوڈولس میدان میں اترے گا اور آپ کو انفرادی مقابلے کی دعوت دے گا۔ کیا آپ ہم سب کو اجازت نہ دیں گے کہ ہم سب یہیں رُک کر اس مقابلے کو دیکھ سکیں۔ ابوفہر نے دیکھا کہ کیتھرینا رو دینے والی ہو رہی تھی۔

ابوفہر مسکرایا، کہنے لگا۔

تم لوگ ایسا کر سکتے ہو..... ابوفہر کے جواب پر کیتھرینا خوش ہو گئی تھی..... پھر ابوفہر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا، اس موقع پر کیتھرینا کو نجانے کیا خیال گزرا..... بڑی تیزی سے اپنے چہن کی حالت میں وہ ابوفہر کے قریب آئی اور اس کے گھوڑے کی گردن پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہنے لگی۔

آپ کا مخبر آیا تھا، اس نے یہ بھی کہا تھا کہ تھیوڈؤس ایک وحشی تنگ زن ہے، اس کا گھوڑا بھی سدھایا ہوا ہے اور وہ جنگ کے دوران اس کی مدد کرتا ہے..... میں آپ سے یہ کہنا چاہتی تھی کہ آپ تھیوڈؤس کے علاوہ گھوڑے سے بھی محتاط رہیں۔

ابوفہر نے مسکراتے ہوئے کیتھرینا کی طرف دیکھا، اپنے گھوڑے کی گردن تھپتھپائی، کہنے لگا۔

کیتھرینا تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے..... میں تھیوڈؤس اور اس کے گھوڑے دونوں سے خوب نمٹوں گا، میرا اپنا گھوڑا بھی اناڑی نہیں، سدھایا ہوا ہے اور جنگ کے دوران میرے اشاروں پر کام کرتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ابوفہر نے لشکریوں کو مخصوص اشارہ کیا، وہ اشارہ ملنا تھا کہ لشکر کے اندر طبل باجے، دفیں، نقارے بج اٹھے تھے۔

یہ ایک عجیب و غریب سماں تھا..... ابوفہر کا اشارہ پاتے ہی ترکی طبل کی وحشت ناک آوازیں، ایرانی باجوں کی کچکی طاری کرنے والی موسیقی عربی دفوں کی ہولناک صداؤں، افریقی نقاروں کے لرزا دینے والے شور نے چاروں طرف ایک ہولناکی سی برپا کر کے رکھ دی تھی۔

اب جو نیا لشکر افریقہ سے آیا تھا اس میں عربوں کے علاوہ ایرانی ترک اور افریقہ کے مجاہد بھی تھے جس وقت لشکر کے اندر طبل بج اٹھے تب جنگ میں حصہ لینے کے لئے ذخہوار عرب بدو بڑی بے چینی کا اظہار کرنے لگے تھے..... جفاکش ایرانی بڑی مشکل سے بائیں کھینچتے ہوئے اپنے گھوڑوں کو روکے ہوئے تھے..... خاک و خون کا کھیل کھیلنے والے اندر ترک تنگ زن دشمن پر جھپٹنے کے لئے پرتو لے لگے تھے..... صحرائی بگولوں کی طرح جھپٹنے والے افریقی مجاہد اچانک حملہ آور ہونے والے شاہینوں کی طرح دشمن کے لشکر پر نگاہیں جمائے ہوئے تھے۔

اسی لمحہ رومنوں کے سپہ سالار اعلیٰ اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا دونوں لشکروں کے درمیان

ھے میں آیا..... ابوفہر کا نام لے کر اس نے مقابلے کے لئے لکارا۔  
کیتھرینا ایک دفعہ پھر اُداس اور پریشان سی ہو گئی تھی۔ عجیب سے انداز میں جس کے اندر محبت، چاہت، الفت اور سپردگی تھی وہ ابوفہر کی طرف دیکھے جارہی تھی..... ابوفہر کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی..... ایک ہولناک نگاہ اس نے میدان میں اترنے والے تھیوڈؤس پر ڈالی، اپنے لشکر کی طرف دیکھا۔

پھر آسمان کی طرف نگاہیں کیں اور دبے دبے لہجے میں وہ کہہ رہا تھا۔  
اے کون و مکاں کے مالک! اے خالق مہربان! وقت کے بستے گرداب۔



”میرے اللہ میری مدد فرما..... میرے اللہ میری مدد فرما۔

پھر اچانک ابوفہر سیدھا ہو کے بیٹھ گیا، اس کی چھاتی تن گئی تھی، آنکھیں اس کی قہر برسانے لگی تھیں..... ایک عجیب سی نگاہ میدان میں مقابلے کے لئے اترنے والے تھیوڈوٹس پر ڈالی، پھر اس کے چہرے پر پرسکون مسکراہٹ نمودار ہوئی، ساتھ ہی اس نے اپنے پاؤں سے بندی چاندنی کی مہمیز اپنے گھوڑے کو لگا دی تھی..... مہمیز کا لگنا تھا کہ گھوڑا میدان جنگ کے وسطی حصے کی طرف بھاگ کھڑا ہوا تھا۔

تھیوڈوٹس گھوڑے سے اتر کر اس کی باگ پکڑے خاموش کھڑا تھا، اس کے قریب جا کر ابوفہر بھی اپنے گھوڑے سے اُترا، ابوفہر کے قریب آنے کی بجائے اپنے گھوڑے کے قریب کھڑے ہی کھڑے تھیوڈوٹس نے ابوفہر کو مخاطب کیا۔

کیا تم وہ ابوفہر ہو جسے افریقہ کے لوگ دشت کا دیوتا کہتے ہیں۔

ابوفہر کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔

تمہارا اندازہ درست ہے..... میں وہی ابوفہر ہوں جس کا نام محمد بن عبد اللہ تسمی ہے۔

میرا نام تھیوڈوٹس ہے، میں ایک خاص مقصد کے تحت اس میدان میں اُترا ہوں تاکہ تمہارے ساتھ انفرادی مقابلہ کروں..... مجھے یہ انفرادی مقابلہ ہر صورت میں جیتنا ہے، لہذا میں تمہیں یقین اور وثوق سے کہتا ہوں کہ اس میدان میں تمہاری حالت میں کھولتی پرواز کے متلاشی طور کی طرح کروں گا اور تم میرے سامنے بے وارثی کی شام میں کھلے سرنگے پاؤں سفر کی طرح بے بس اور لاچار کھڑے ہو گے..... میں اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے تمہاری زندگی کے محور کے سارے ہی ٹکس بے منظر کر کے رہوں گا۔

اس کے ساتھ ہی خاص انداز میں تھیوڈوٹس نے اپنے گھوڑے کی پیٹھ تھپتھپائی پھر تیزی سے آگے بڑھا تاکہ ابوفہر پر حملہ آور ہو، اس کا حملہ روکنے کے لئے ابوفہر مستعد تھا کہ عین اسی لمحہ تھیوڈوٹس کا گھوڑا آگے بڑھا اور کانٹے کے لئے ابوفہر کی طرف بڑھا..... تھیوڈوٹس کا یہ گھوڑا سوجھ بوجھ اور اس تیزی سے غیر متوقع تھا..... اگر ابوفہر بوکھلاہٹ میں چھلانگ لگا کر ایک طرف نہ ہٹ جاتا تو گھوڑا یقیناً آگے بڑھ کر اسے روند ڈالتا، چھلانگ لگانے سے ابوفہر کے ہاتھ اس کی ڈھال اور تلوار چھوٹ گئی تھی۔

میدان میں باہر کھڑے ابو رافع سلیمان بن عافہ، کیتھیرینا اور فرغلوش انتہا درجہ کے

**پر تالوں کی طرح بہتے رات کے پر شور اندھیروں، بحر کے گہرے باطن میں کھولنے**  
بھنور کی گونجوں، آتش بکف سورج، اجالوں کے سرور بکھیرتا چاند، انجم و کھکشاں کے نور اور کائنات کے جمال شرق و غرب کا تو ہی ناظم ہے..... میرے اللہ تو ہی خلق نور کا تبسم ہے، آدم کو اس کا شرف، رات کو سحر، پیکر خاک کو اس کا لالہ رنگ حسن، آفاق کو اس کا زبرد نکھار اور صبا کو اس کی لالہ کاری عطا کرنے والا ہے، تو ہی میرے مالک آتشیں صحرا کو تجلی آفریں، ابر نیلیاں کی چمک سے ہمکنار کرتا ہے۔

میرے اللہ تیری وحدانیت کے بدترین دشمن اس وقت ہمارے سامنے صف آراء ہیں..... مجھے توفیق دے کہ میں ان بتان الحاد کے اندر تکبیر ملائے اعلیٰ کی گونج بن کر داخل ہوتا چلا جاؤں..... میرے اللہ مجھے ایسی صنایع ایسا ہنر پیشہ بنا کہ میں لوح و قلم کے فردغ کی خاطر خیر سے گریز و اجتناب کرتے عناصر کی خواب گاہ ظلمت میں نیکی اور غیب و شہود کا سنگم بن کر داخل ہوتا چلا جاؤں..... میرے اللہ مجھے توفیق دے کہ جبل کے طوفانوں میں بعد از فاصلوں کو فراموش کرتے ہوئے طلعت شمس و قمر جیسی کامیابی کو اپنے دامن میں سمیٹا چلا جاؤں، میرے اللہ مہیب رات کے آغاز سی وحشت رکھنے والے ان دشمنوں اور بھڑکتی آگ کے غضب جیسا تکبر رکھنے والے اس عدو کے سامنے میرے اللہ مجھے کامیاب اور فوز مند رکھنا، میرے اللہ میں تیری عبادت اور بندگی کرنے والا ہوں اور ضرورت وقت ہمیشہ تجھ سے ہی مدد اور اعانت کا طلب گار رہا ہوں..... اس کے بعد ابوفہر کی گردن اپنے گھوڑوں کی زین کے بنے پر جھک گئی تھی اور وہ بڑی عاجزی اور انکساری سے کہہ رہا تھا۔

پریشان اور فکر مند ہو گئے تھے۔

گھوڑا ابھی تک ابوفہر کو کانٹنے کے لئے اس کے گرد منڈلا رہا تھا، عین اسی موقع پر ابوفہر سے اس کی تلوار اور ڈھال گر چکی تھی، چھلانگ لگاتے ہوئے تھیوڈوٹس اس کے قریب پہنچا اور اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دشت کے دیوتا! اب جبکہ میرے گھوڑے نے تجھے بوکھلا دیا ہے، تیرے ہاتھ سے تیرا تلوار اور ڈھال چھن چکی ہے تو سن اے وقت گزیدہ انسان! کیا میں نے تجھ پر وار کرنے سے پہلے ہی تیری حالت سوکھے پتے، ٹوٹے آئینے جیسی نہیں کر دی، کیا تو اب میرے سامنے اس بے بس انسان کی طرح ہے جس کی روح زخمی جسم گھائل ہو، جس کے دل کی تنگی جس کے ذہن تناؤ نے اسے جینے سے بیزار کر دیا ہو۔

ابوفہر آگے بڑھ کر اپنی تلوار اور ڈھال بھی نہیں اٹھا سکتا تھا، اس لئے کہ بیچ میں اپنی تلوار اور ڈھال تھامے تھیوڈوٹس حائل ہو گیا تھا۔ تھیوڈوٹس چاہتا تھا کہ اپنی تلوار بلند کر کے ابوفہر پر گراے کہ لیٹے ہی لیٹے اپنی طاقت کو مجتمع کرتے ہوئے ابوفہر نے ایک جست لی، اپنے گھوڑے کے پاس آیا اور اپنا دایاں اُلٹا ہاتھ اپنے گھوڑے کی نائنگ کے اوپر والے حصے میں اس زور سے مارا کہ گھوڑے نے عجیب سا رد عمل ظاہر کیا۔

اس نے اپنا منہ بالکل کانٹنے کے انداز میں سیدھا کر لیا تھا۔ کان بالکل پھیلے ہوئے سیدھے سے ہو گئے تھے، تھوڑی دیر کے لئے گھوڑے نے کنوتیاں بدلیں، ہنہنایا۔ تھوڑے پھڑپھڑائے، پھر پلٹا ابھی تک تھیوڈوٹس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ اپنے ذہن میں یہی بات جمائے ہوئے تھا کہ صرف اس کا گھوڑا ہی سدھایا ہوا ہے۔ ابوفہر کے گھوڑے کی طرف سے وہ بالکل بے فکر تھا، عین اسی لمحہ ابوفہر کا گھوڑا پلٹا، اپنی پشت اس نے تھیوڈوٹس کی طرف کی اور دو لتیاں اس زور سے جھباڑیں کہ تھیوڈوٹس سے اس کی تلوار اور ڈھال دور جا گری تھی۔

اپنے گھوڑے کی اس کارگزاری پر ابوفہر کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی بھاگ کر اس نے اپنی تلوار اور ڈھال اٹھائی، پھر ابوفہر بڑی تیزی سے حرکت میں آیا۔ تھیوڈوٹس اور اس کی تلوار اور ڈھال کے درمیان وہ حائل ہو گیا تھا، ساتھ ہی اس نے تھیوڈوٹس کو مخاطب کیا۔

تھیوڈوٹس! تم نے ایک مجرمانہ کارروائی کرتے ہوئے اپنی کامیابی کا باب کھولنے کی کوشش کی تھی، لیکن تو نے دیکھا میں نے تجھے یہ باب کھولنے نہیں دیا، تو نے گھوڑے کو استعمال کیا، مہر تو نے میرے گھوڑے کا رد عمل بھی دیکھا۔

ابوفہر کی اس گفتگو کے جواب میں تھیوڈوٹس کچھ نہ بولا۔ محرومیوں سے لکھے سوال اور دردِ عالم کے نصاب کی طرح چپ اور خاموش کھڑا تھا۔ ابوفہر نے پھر اسے مخاطب کیا۔

میں تمہاری اس بے بسی اور مجبوری سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھاؤں گا، آگے بڑھ کر اپنی تلوار اور ڈھال اٹھا لو اور آؤ مقابلے کی ابتداء کریں، پھر دیکھیں جس مقصد کے لئے تم آئے ہو اس میں تم کامیاب ہوتے ہو یا میں تمہارا سر کاٹتا ہوں۔

ابوفہر پیچھے ہٹ گیا، اپنے گھوڑے کی پشت کی طرف گیا، ایک بار پھر اس نے گھوڑے کے کولہ کو تھپتھپایا، بس گھوڑے کے کولہ کو تھپتھپانا تھا کہ گھوڑا پھر آگ بگولہ ہو گیا، آگے بڑھا اور اس نے بڑی تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے تھیوڈوٹس کے گھوڑے کی گردن کو اپنے دانتوں میں لے کے چبانا شروع کر دیا تھا۔

اب دونوں گھوڑے بری طرح ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے تھے، اتنی دیر تک تھیوڈوٹس اپنی تلوار اور ڈھال اٹھا چکا تھا۔ ابوفہر اس کے قریب آیا، اس سے کوئی گفتگو نہ کی بلکہ وہ اپنی تلوار کو حرکت میں لایا، پھر اس کی تلوار کدورت و نفرت کا اظہار کرتی ہوئی تھیوڈوٹس پر گرنے لگی تھی۔ تھیوڈوٹس ابوفہر کے حملوں کو روکنے لگا، اس نے اپنے آپ کو دفاع تک محدود کر لیا تھا۔

تھیوڈوٹس شاید یہ چاہتا تھا کہ اپنے سدھائے ہوئے گھوڑے سے کام لیتے ہوئے ابوفہر کو اپنے سامنے زیر کرے گا لیکن ایسا نہ ہو سکا، اب اس کی بدبختی کی ابتدا ہو گئی تھی۔ ابوفہر چھ اس تیزی سے اس پر حملہ آور ہو رہا تھا کہ اس کی تلوار بڑی سرعت کے ساتھ اس کے جسم کی ریس کھگانے اور بدن ٹوٹنے لگی تھی۔

دوسری جانب ابوفہر کے گھوڑے نے بھی تھیوڈوٹس کے گھوڑے کو بری طرح کا نشانہ شروع کر دیا تھا۔ یہ صورت حال تھیوڈوٹس کے لئے بڑی مایوس کن تھی، اس کی حالت طوفانوں میں الجھنے شجر اور فقس میں تڑپتے پرندے سے مختلف نہ تھی۔ ادھر ابوفہر کا گھوڑا اس کے گھوڑے پر غالب آتا دکھائی دے رہا تھا، دوسری جانب ابوفہر بڑی تیزی سے محرومیوں کی زنجیر اور درد کی نمبر کی طرح اس پر چھاتا جا رہا تھا۔

ابوفہر کے تیز حملوں کے سامنے تھیوڈوٹس ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے کسی ماورائی قوت نے اسے پیاس کے نوکیلے کانٹوں اور سنگ برساتے لحوں کے اندر کھڑا کر دیا ہو۔ تھیوڈوٹس نے کئی بار کوشش کی کہ دفاع سے نکل کر ابوفہر کے سامنے جارحیت اختیار کرے اور اسے اپنے سامنے زیر کرنے کی کوشش کرے، لیکن ایسا ممکن نہ ہوا، اس لئے کہ ابوفہر تو اب سمندر کے افسوں میں چھپتی بھاگتی اچھلتی، چلتی موجوں کی طرح اس پر وار کر رہا تھا۔ اجنبیت کی تیز برف باری کی طرح وہ اس پر حملہ آور ہو رہا تھا اور بڑی تیزی سے تھیوڈوٹس کی حالت اب طائر شکار پر، بے چہرگی کے موسم، شجر کئے ہوئے سائے اور ہجر کے اُداس لحوں جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔ ابوفہر کے تیز حملے روکتے ہوئے تھیوڈوٹس نے دیکھا کہ ابوفہر کے گھوڑے نے اس کے گھوڑے کو کاٹ کاٹ کر اس کی بری حالت کر دی تھی، الٹے پاؤں تھیوڈوٹس پیچھے ہٹا، پھر چاہتا تھا کہ ابوفہر کا وار پچا کر اپنی تلوار کا وار ابوفہر کے گھوڑے پر کرے اور اسے ناکارہ کر دے، لیکن ابوفہر شاید اس کے اس ارادے کو بھانپ گیا تھا۔ فوراً تھیوڈوٹس اور اپنے گھوڑے کے درمیان وہ آگیا، پھر ابوفہر نے اپنے حملوں میں پہلے سے بھی زیادہ تیزی کر دی اور ان حملوں کی وجہ سے تھیوڈوٹس کے ہوش ٹھکانے نہ رہے تھے، بڑی تیزی سے وہ پیچھے ہٹنے لگا تھا کہ اسی لمحہ ابوفہر کے گھوڑے کے سامنے سے تھیوڈوٹس کا گھوڑا بھاگ نکلا اور اپنے لشکر کی طرف چلا گیا۔ یہ لمحہ تھیوڈوٹس کے لئے انتہا درجے مایوسی کا لمحہ تھا، جونہی اس نے ایک مایوسانہ سی ٹانگہ لشکر کی طرف بھاگتے اپنے گھوڑے پر ڈالی اسی لمحہ ابوفہر نے اس پر اپنی تلوار گرائی، تھیوڈوٹس نے بڑی پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ابوفہر کی تلوار کو اپنی ڈھال پر روک دیا، لیکن اسی لمحہ ابوفہر کی ڈھال اس کی کینٹی پر آگئی تھی۔ تھیوڈوٹس چکرایا اور اپنا توازن کھو بیٹھا، جونہی اس حالت میں وہ زمین پر گرنے لگا ابوفہر کی خون آشام تلوار بلند ہو کے گری اور تھیوڈوٹس کو کاٹ کے رکھ دیا تھا۔

تھیوڈوٹس کا خاتمہ کرنے کے بعد ابوفہر نے اپنی تلوار صاف کی اپنے گھوڑے پر سوار ہوا، کچھ دیر تک اپنے گھوڑے کی پیٹھ تھپتھپاتا رہا، پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، پھر دشمن کے لشکر کی طرف منہ کرتے ہوئے وہ پکارا اٹھا۔

تمہارا سپہ سالار تھیوڈوٹس اپنا خاص مقصد حاصل کرنے کے لئے میدان میں اترا تھا تاکہ میرے ساتھ انفرادی مقابلہ کرے، لیکن اس کی بد قسمتی یہ ناکام رہا ہے، کیا تم میں کوئی ایسا

سپہ سالار ایسا تنگ زن ہے جو میدان میں اترے، میرے ساتھ مقابلہ کرے اور تھیوڈوٹس کا انتقام لے۔

ابوفہر تھوڑی دیر تک وہیں کھڑے ہو کر رد عمل کا انتظار کرتا رہا، جب دشمن کے لشکر کی طرف سے کوئی بھی مقابلے کے لئے نہ آیا، تب اس نے اپنے گھوڑے کو موڑا اور اپنے لشکر کی طرف ہولیا تھا۔

ابوفہر جب اپنے لشکر کے سامنے آیا تو سب سے پہلے بھاگ کر کیتھرینا اس کے پاس آئی اور اپنی شہد برساتی آواز اور خوش کن لہجے میں کہنے لگی۔

امیر محترم میں آپ کو آپ کی اس شاندار کامیابی پر مبارک باد پیش کرتی ہوں۔

ابوفہر کیتھرینا کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا دیا تھا، اتنی دیر تک فرغوش سلیمان بن عافیہ، ابو رافع اور دیگر سالار ابوفہر کے مقابلہ جیتنے پر مبارک باد دینے لگے تھے۔

اس موقع پر ابوفہر نے ابورافع کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابورافع تم کیتھرینا، تھیوڈوٹس، ان دونوں کی ماؤں اور اریوس کو لشکر کے پیچھے پڑاؤ میں جھوڑ کر میرے پاس آؤ۔

ابورافع بڑی تیزی سے حرکت میں آیا اور ان سب کو لے کر وہ لشکر کے پشتی حصے کی طرف چلا گیا تھا، تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اور ابوفہر کے پاس آن کھڑا ہوا تھا، اب لشکر حملہ آور ہونے کے لئے بالکل مستعد تھا۔

لشکر کے وسطی حصے کی کمانداری ابوفہر نے خود اپنے ہاتھ میں لی۔ مہمنہ کی کمانداری سلیمان بن عافیہ کے ہاتھ میں تھی، ابورافع کو اس کی مدد کے لئے اس کے ساتھ رکھا گیا تھا۔ مہمرہ کی کمانداری ترک امیر البحر فرغوش کر رہا تھا۔

دوسری طرف تھیوڈوٹس کے مارے جانے کے باعث رونمون اور ونیس والوں کے لشکر میں ایک بدلی وقتی طور پر پھیل گئی تھی، لیکن جلد ہی دوسرے رومن جرنیل ملاسین اور میکور کے علاوہ ونسی لشکر کے سالار ٹرانسلو نے صورت حال پر قابو پالیا تھا اور اپنے لشکر کا انہوں نے فاصلہ بلند کر لیا تھا۔

تھیوڈوٹس کے مارے جانے کے باعث وسطی حصے میں ملاسین کو دائیں جانب میکور کو بائیں جانب ونیس کے جرنیل ٹرانسلو کو رکھا گیا تھا۔



پھر ملاسین کے کہنے پر جنگ کی ابتداء کی گئی۔ رومن وینسی اور صقلیہ کا متحدہ زمستانی شب کے جبر کی ٹھنڈی نظامت ابو کی صلیب اٹھائے میوں کے فساد اور پتی ہر کھڑے کرتی گرم سورج کی تمازت کی طرح مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔

تعداد میں کم ہونے کے باوجود مسلمانوں نے بہترین عزم و استقلال کا مظاہرہ کیا۔ پہلے انہوں نے رومنوں کے حملے کو روکا، اس کے بعد وہ بھی ابوفہر، فرغلوش اور سلیمان بن عبد کی سرکردگی میں ریت کے تودوں اور چٹانوں کے جگر تک کو ہلا دینے والے طوفانی جھکڑوں تیز و تار دھوئیں کی فضاؤں میں شعلوں کی باڑھ آگ کی دیواریں، زوال و انحطاط کی لہریں کھڑی کرتی درد کی صوتی لکیروں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

میدان جنگ میں دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے اڑتی گرد میں بکھرنے والے خواہوں ادھورے لحوں اور ٹوٹی سانسوں کا سا سا برپا ہو گیا تھا۔ یوں لگتا تھا گویا ہر چیز اپنی سماعت بصارت سے محروم ہو کے رہ جائے گی۔

کچھ دیر تک بولناک رن پڑا اس کے بعد جب ابوفہر نے اپنے لشکریوں کو مخصوص اشارہ دیتے ہوئے چند بار تکبیریں بلند کیں تو اس کے لشکریوں نے بھی بادلوں کی گرج اور آندھیل کے شور کی طرح جوانی تکبیریں بلند کیں۔ پھر مسلمان لشکری سخت کے دشت میں حشر کے رقص کی طرح دشمن پر حملہ آور ہوتے ہوئے ان کی صفوں کو درہم برہم کرنے لگے تھے۔

جنگ اپنے غروب پر تھی اور رومن وینسی اور صقلیہ والے ابوفہر کے سامنے اپنے آپ کو انتہائی بے بس اور اچار خیال کر رہے تھے کہ عین اسی لمحہ مناد شہر میں محصور محمد بن سالم اور زید بن غوث اپنے لشکر کے ساتھ نکلے اور دشمن کی پشت کی طرف سے وہ ہزیمت کے سیاہ مغرب فاصلوں کے دشت میں ساعتوں کی بے کلی اور دلوں کے درد کھڑے کرتی حسرتوں کی تیز دھوپ کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

محمد بن سالم کے حملہ آور ہونے سے پہلے ہی ابوفہر نے جو دشمن میں بے دلی پیدا کر دی تھی، اب اس میں اس دو طرفہ حمے سے مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ رومن اہل وینس اور صقلیہ والے اب مسلمان لشکریوں کے سامنے مکمل طور پر بے بس اور دبتے دکھائی دے رہے تھے، ان کی صفوں کی صفیں درہم برہم ہونا شروع ہو گئی تھیں، جہاں مسلمان لشکری بڑی بے چینی سے آگے صفوں کو چیر کر پچھلی صفوں کی طرف جانے کی جستجو کر رہے تھے، وہاں رومن وینسی اور

والے اپنی اگلی صفوں سے جی چراتے ہوئے پچھلی صفوں کی طرف بھاگنا چاہ رہے تھے، جبکہ پچھلی صفوں میں بھی محمد بن سالم نے طوفان کھڑا کر دیا تھا، اب بڑی تیزی کے ساتھ دشمن کی مات دیمک زدہ میسا کھیوں، زمستانی ہواؤں میں ٹھنڈی عریانیوں اور ہر گرانی کو ازراں کرتی بے کسی اور بے نصیبی جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

مزید جنگ کے بعد رومن اور وینسی جرنیلوں نے جب دیکھا کہ لمحہ بہ لمحہ دشمن کے سامنے ان کی حالت ابتر ہوتی جا رہی ہے اور یہ کہ اگر زیادہ دیر انہوں نے جنگ میں ٹھہرنے کی کوشش کی تو مسلمان مکمل طور پر ان کا قتل عام شروع کر دیں گے، لہذا ملاسین کے حکم پر پسپائی اختیار کی گئی، اس طرح رومن اہل وینس اور صقلیہ والے شکست اٹھا کر میدان جنگ سے بھاگے۔

اس موقع پر ابوفہر نے محمد بن سالم اور زید بن غوث کو دشمن کے پڑاؤ پر قبضہ کرنے کا حکم دیا، جب کہ وہ پورے لشکر کے ساتھ بھاگتے ہوئے لشکر کے تعاقب میں لگ گیا تھا۔

کچھ دور تک ابوفہر نے بڑی بربریت اور بڑی بے دردی کے ساتھ دشمن کا تعاقب کیا، اپنے سامنے آنے والی ہر شے، ہر قوت کو وہ کاٹا چلا گیا تھا۔ بھاگتے دشمن کا رخ اب مرقوسہ شہر کی طرف تھا، کچھ دور تک تعاقب کرنے کے بعد ابوفہر نے اپنے لشکر کو روک دیا اور پھر وہاں کا رخ اختیار کیا۔ ملاسین نے جب دیکھا کہ دشمن نے تعاقب ترک کر دیا ہے، تب اس نے اپنے لشکر کو روک دیا اور وہاں پڑاؤ کرنے کا حکم دیا تاکہ لشکر کے اندر جو زخمی ہیں ان کی دیکھ بھال کی جاسکے۔

جس وقت لشکر پڑاؤ کر رہا تھا، ملاسین، میگیور اور ٹرانسلو ایک جگہ جمع ہوئے، ان کے ماتھ چند چھوٹے سالار بھی تھے۔ پھر میگیور اور ٹرانسلو کی طرف دیکھتے ہوئے ملاسین کہنے لگا۔

میرے عزیز و کیا بات ہے، ہر لڑائی، ہر ٹکرائی میں آخر ہمیں ہی مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کا سامنا کیوں کرنا پڑتا ہے، جب مسلمانوں کا جرنیل ابوفہر یہاں نہیں ہوتا تو ہمیں اپنے سامنے کامیابی کی جھمک ضرور دکھائی دیتی ہے، لیکن جب یہ جرنیل افریقہ سے لوٹ آتا ہے تو پھر ہمارے سامنے شکست کے اندھیرے کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا، کیا مسلمانوں کی کامیابی اور فتح اس شخص کے ساتھ وابستہ ہو کر رہ گئی ہے۔

رومن جرنیل جب خاموش ہوا تو وینسی سالار ٹرانسلو اس کی گفتگو کا جواب دیتے ہوئے

ملا سیں! تمہارے اندازے کسی قدر درست ہیں..... یہ شخص جس کو ابوہریرہ کے نام سے کیا جاتا ہے، بظاہر دوستی کی صبح کی طرح اُجلا، محبت کی حمد سائیتھا، امن کی لہروں سا پرکشش اور خاموشی کی درزوں سے پھوٹی پوسا بے ضرر لگتا ہے، لیکن ایسا نہیں ہے، اس کی ساری زیریں اس کے سارے ضابطے، اس کے سارے آدرش، اس کے مرگ کے فلسفے کے گرد گھومتی ہیں..... جب یہ اپنے باطن کا اظہار کرتا ہے تو بلبل کے ترنم کو دریاؤں کے خروش میں بدل دیتا ہے..... شعور اور آگہی کا کندن بن کر سامنے آتا ہے اور مجنونانہ جستجو میں آگ اور آہن کا کھیل کھیل جاتا ہے، جب کسی سے جنگ کرتا ہے تو مقدر کی راہوں اور وقت کی بے رحم چٹانوں سے نکل کر جنگی مہارت کی نیالی ردا اوڑھ لیتا ہے۔

میں صقلیہ میں ایک عرصے سے اس کی جنگی کارروائیاں دیکھ رہا ہوں اور آج کی جنگ میں میں نے اسے بڑے قریب سے جنگ کرتے ہوئے دیکھا ہے، وہ جنگی جنوں کا بڑا ماہر ہے، جانتا ہے کھائی کدھر ہے، گوبر کدھر ہے..... یہ جنگ گواہوں نے اپنے لشکر کے وسطی حصے میں رہ کے لڑی لیکن وہ اپنے دائیں بائیں لشکر کے حصوں پر بھی نگاہ رکھ رہا تھا اور دائیں بائیں جس حصے میں بھی اس نے کمزوری دیکھی اس سمت وہ اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ بند دروازوں کی درز سے پھوٹ نکلنے والی آتشیں لمحوں کی کرنوں کی طرح لپکا اور اپنے اس لشکر کو استوار کر کے رکھ دیا، میں نے اسے جنگ کرتے دیکھا ہے، اس کا جنگ کرنے کا انداز ایسا ہی ہے جیسے شہستانوں سے زور بھی نیندیں، ان کے رازوں کی طغیانیاں اُگلنا شروع ہو جاتی ہیں، وہ اپنے لشکریوں کے آگے رہ کر جنگ کرتا ہے اور جب ضرب لگاتا ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے دیار وقت اور دواعِ شام کے لمحوں سے اچانک نکل کر فنا کے ہاتھوں کی طرف پھیلنا شروع ہو جائے گا، جہاں تک میں نے اس کا اندازہ لگایا ہے وہ جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا ہے، اپنے سامنے آنے والے لشکریوں کی حالت وہ ناتواں زردینوں لفظوں سے محروم لفظ بنانے کا ہنر جانتا ہے، اپنے مقابل کی جھولی میں تزییل و بے چارگی کی وراثت اور جبر مسلسل کا حصار بھی اس کے گرد قائم کرنے کا ہنر جانتا ہے..... تم لوگوں نے دیکھا، تھیوڈوٹس ہماری سلطنت کا سب سے اعلیٰ و بہترین تیغ زن خیال کیا جاتا تھا، لیکن وہ بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکا، گو تھیوڈوٹس نے اپنی کامیابی کو یقینی بنانے کے لئے اپنے سدھائے ہوئے گھوڑے کو بھی استعمال کیا، اس کے

باوجود وہ ناکام رہا..... ہم سب نے دیکھا تھیوڈوٹس کے گھوڑے کے مقابلے میں یہ ابوہریرہ بھی اپنے گھوڑے کو حرکت میں لایا اور اس کے گھوڑے نے تھیوڈوٹس کے گھوڑے کی جو حالت کی وہ ہم سب نے دیکھی، بہر حال جب تک مسلمانوں کے لشکر میں ابوہریرہ زندہ ہے، میرا خیال ہے کہ مسیحا کی آمد بھی اس کے گھوڑے کے گھوڑے کی طرح ہوگی۔

اس سے نمٹنے کے لئے میرے ذہن میں ایک طریقہ کار ہے، اگر اس پر عمل کیا جائے تو میرے خیال میں اس ابوہریرہ سے جان چھوٹ جائے گی اور اگر ایک بار ابوہریرہ سے جان چھوٹ گئی تو میں آپ لوگوں کو یقین دلانا ہوں کہ مسلمانوں کو صقلیہ سے نکالنا ہمارے لئے انتہائی آسان اور سہل ہو جائے گا۔

میں نے اس شخص کو کسی اور طریقے سے قتل کرنے کا ارادہ کر لیا ہے..... میں اس شخص کو دو طریقوں میں سے ایک کے ذریعے ٹھکانے لگانے کی کوشش کروں گا، یا تو زہر خورانی سے اس کا خاتمہ کروں گا یا اپنے چند بہترین تیغ زنوں کے ذریعے جنگ سے نالاں مسلمان لشکریوں سے رابطہ قائم کر کے اپنے تیغ زنوں کے ذریعے ابوہریرہ کا خاتمہ کرانے کی کوشش کروں گا، ابھی میں آپ لوگوں پر اظہار نہیں کرتا کہ میں تفصیل سے کیا کرنے والا ہوں، پر تم لوگ دیکھتے جانا میں مغرب اس ابوہریرہ کا خاتمہ کر دوں گا اور جس دن اس کا خاتمہ ہو گیا مسلمان صقلیہ کے کسی بھی میدان میں ہمارے سامنے جم نہ سکیں گے۔

ٹرانسلوکی اس گفتگو کے جواب میں تھوڑی دیر تک ملا سیں اور میگور اسے تو صقلیہ انداز میں دیکھتے رہے، پھر ملا سیں کہنے لگا۔

اگر تم کسی طریقے سے ابوہریرہ کو ٹھکانے لگا دو تو پھر صقلیہ میں ہمارے لئے کامیابیاں ہی کامیابیاں چاروں طرف بکھر جائیں گی..... بہر حال ہم تم سے تفصیل نہیں مانگتے جو تم نے کہا ہے اسے جلد عملی شکل دینے کی کوشش کرنا۔

ملا سیں تھوڑی دیر کے لئے زکا، پھر دوبارہ کہنے لگا۔

میں یہاں سے ابھی اور اسی وقت تیز رفتار قاصد بھجوانے لگا ہوں اور ابوہریرہ سے نمٹنے کے لئے قسطنطنیہ اور وینس سے کمک طلب کر رہا ہوں..... میگور اور ٹرانسلو دونوں نے ملا سیں کی اس

تجویز سے اتفاق کیا، پہلے انہوں نے ونیس اور قسطنطنیہ کی طرف قاصد روانہ کئے، پھر اپنے لشکر کے زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے لگے تھے۔ ایک روز میگور، ملاسین اور ٹرانسلو نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں قیام کیا، اگلے روز وہ سر قوسہ کی طرف کوچ کر گئے تھے۔



**دشمن کا تعاقب کرنے کے بعد ابوفہر جب اپنے لشکر کے ساتھ اس جگہ آیا جہاں رومنوں کے ساتھ جنگ ہوئی تھی تو محمد بن صالح اور زبیر بن غوث نے اس کا بہترین استقبال کیا، اپنے گھوڑے سے اتر کر ابوفہر محمد بن صالح اور زبیر بن غوث سے گلے ملا، اس کے بعد اسی کے سے انداز میں سلیمان بن عافیہ طرطوسی ابورافع اور فرغلوش ان سے ملے تھے۔ ابوفہر کے پیچھے جب اس کا لشکر رک گیا تب اس نے جو سب سے پہلا حکم جاری کیا وہ یہ کہ وہاں خیمے نصب کر کے پڑاؤ قائم کر لیا جائے۔**

ابوفہر کا حکم ملتے ہی آن کی آن میں وہاں خیموں کا شہر آباد کر دیا گیا تھا، سب سے پہلے زبیر بن غوث محمد بن سالم، فرغلوش ابورافع اور سلیمان بن عافیہ کے ساتھ ابوفہر نے اس سارے سامان کا جائزہ لیا، جو دشمن کے پڑاؤ سے ملا تھا، اس کا ایک بڑا حصہ لشکر میں تقسیم کر دیا گیا جس سے لشکریوں کے حوصلے پہلے سے کئی گنا زیادہ ہو گئے تھے۔

کافی دیر تک ابوفہر دیگر سالاروں کے ساتھ جنگ میں زخمی ہونے والوں کی دیکھ بھال کرتا رہا۔ شام کا کھانا بھی اس نے اپنے لشکریوں ہی کے ساتھ کھایا تھا، اپنے لشکریوں کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد ابوفہر جب اپنے خیمے کی طرف لوٹا تو اس نے دیکھا اس کے خیمے سے باہر تھپیورہ اور اس کا ماموں اور لیوس کھڑے تھے۔ ابوفہر ان کے قریب آیا اور لیوس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

محترم اور لیوس کیا لشکر گاہ میں آپ کے قیام اور آرام کا اہتمام نہیں کیا گیا؟

اور لیوس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا۔

امیر ابو فہر ایسی کوئی بات نہیں آپ کے خیمے کے قریب ہی ہمارے لئے دو اچھے خانے بڑے خیمے مہیا کر دیئے گئے ہیں اور ان خیموں میں ضروریات کا سامان بھی فراہم کر دیا گیا ہے میں اور میری بیٹی تھیورہ آپ کے خیمے کے قریب ایک خاص مقصد کے تحت کھڑے ہیں۔ اگر آپ تھوڑا سا وقت مجھے دیں تو میں کچھ کہوں۔

ابو فہر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔

آپ اس قدر عاجزی اور انکساری سے کام لیتے ہوئے مجھ سے وقت کیوں مانگ رہے ہیں، آپ جس قدر چاہیں مجھ سے گفتگو کر سکتے ہیں، آپ میرے خیمے میں آئیں اور تفصیل سے میرے ساتھ بیٹھ کے گفتگو کریں۔

اور لیوس نے ابو فہر کے ساتھ اس کے پیچھے کھڑے فرغلوش سلیمان بن عافیہ ابو رافع اور دوسرے سالاروں پر نگاہ ڈالی..... پھر کہنے لگا۔

امیر جو کچھ میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں اس کے لئے میں علیحدگی چاہتا ہوں، یہ ایک انتہائی اہم معاملہ ہے۔

اور لیوس یہیں تک کہنے پایا تھا کہ ابو رافع بول پڑا۔

اس معاملے میں آپ کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے..... میں فرغلوش اور سلیمان بن عافیہ کے علاوہ دیگر سالار اپنے خیموں کی طرف جاتے ہیں، آپ نے امیر سے جو کچھ کہنا ہے کہہ لیں، اس کے ساتھ ہی ابو رافع سلیمان بن عافیہ اور فرغلوش دوسرے سالاروں کو لے کر وہاں سے ہٹ گئے تھے۔

ابو فہر اور لیوس اور تھیورہ کو لے کر اپنے خیمے میں داخل ہوا..... خیمے میں لگی نشستوں پر جب وہ بیٹھ گئے تب گفتگو کا آغاز اور لیوس نے کیا۔

ابو فہر میرے بیٹے میں اور میری بیٹی تھیورہ دونوں کی تھیرنا کے کہنے پر تمہارے پاس آئے ہیں، جنگ کی ابتداء سے پہلے کی تھیرنا نے کسی موضوع پر تم سے گفتگو کی تھی، چونکہ دشمن کے لشکر میں طبل بج اٹھے تھے، اس لئے کی تھیرنا اس گفتگو کو مکمل نہ کر سکی تھی، اب اس نے مجھے اور تھیورہ کو تمہارے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ اگر تم تھوڑا سا اسے وقت دو تو وہ تمہارے خیمے میں آکر اس گفتگو کی تکمیل چاہتی ہے، جسے وہ مکمل نہ کر پائی تھی۔

ابو فہر کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر وہ کہنے لگا۔

کی تھیرنا جو کچھ کہنا چاہتی ہے اسے اجازت ہے۔

میری طرف سے کوئی پابندی نہیں، وہ جس وقت چاہے یہاں آسکتی ہے، لیکن میں بھی ایک خاص موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں، کیا ہی اچھا ہوتا اگر اس موقع پر کی تھیرنا، ہارس اور آپ کی بہن لیونا خاتون بھی یہاں ہوتیں۔

اور لیوس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، پھر تھیورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

تھیورہ میری بیٹی تم بیٹھو میں تمہاری ماں کو بلا کے لاتا ہوں..... تھیورہ اپنے ماموں کو پکڑ کر بٹھانا چاہتی تھی اور خود جانا چاہتی تھی، لیکن جب ابو فہر نے اسے ہاتھ کے اشارے سے بیٹھ رہنے کے لئے کہا تب وہ وہیں رک گئی، اور لیوس وہاں سے چلا گیا تھا۔

اور لیوس کے جانے کے ساتھ ہی ابو فہر نے تھیورہ کو مخاطب کیا۔

تھیورہ تم نے مجھے اپنا بھائی کہا ہوا ہے اور بھائی کا حق استعمال کرتے ہوئے میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں..... اچھا ہوا تمہارا ماموں خود ہی تمہاری ماں کو بلانے کے لئے چلا گیا ہے، اگر وہ نہ جاتا اور تم اُٹھ کر جانے لگتیں تب میں تمہیں روک لیتا اور اور لیوس سے ہی استدعا کرتا کہ وہ تمہاری ماں کو بلا کے لائے۔

سنو تھیورہ میں تمہاری ماں تمہارے ماموں سے تمہارے ہی متعلق بات کرنا چاہتا ہوں، تم ابو رافع کو اچھی طرح جانتی ہو، میرا دست راست ہے..... میرا بھروسہ کا آدمی ہے، وہ ایک ایسا دوست..... ایسا رفیق..... ایسا بھائی ہے کہ بد سے بدتر حالات میں بھی اس پر بھروسہ اور اعتماد کیا جاسکتا ہے..... اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں ابو رافع کو تمہاری زندگی کا ساتھی بنانا چاہتا ہوں تو میری بہن تمہارا کیا جواب ہوگا۔

تھیورہ کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، بڑی محبت سے اس نے ابو فہر کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

ابو فہر میرے بھائی جو کچھ آپ نے کہا ہے اس میں میرے لئے بڑی کشش ہے، لیکن صرف آپ کے کہنے سے تو یہ معاملہ طے نہیں ہو جائے گا..... جب تک یہ معاملہ ابو رافع کی طرف سے نہ اٹھایا جائے اس طرح آپ اگر اپنی طرف سے میرا عندیہ لینا چاہتے ہیں تو یہ تو معاملہ یکطرفہ طور پر طے کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

تھیورہ کے ان الفاظ پر ابو فہر نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا پھر کہنے لگا۔

میری بہن یہ کیطرف فیصلہ نہیں ہے..... یوں جانو ایسا کرنے کے لئے مجھے ابورافع بن نے کہا ہے، وہ تمہیں پسند کرتا ہے..... اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتا ہے، اس گفتگو کا آغاز میر اس کے کہنے پر ہی کر رہا ہوں۔

تھیورہ کی گردن جھک گئی، وہ چہ نہ کہہ پائی تھی..... ابوفہر نے پھر اسے مخاطب کیا۔  
تھیورہ میری بہن تمہارے ماموں اور تمہاری ماں کے آنے سے پہلے میں اس معاملے میں تمہارا عند یہ تمہارا ارادہ جاننا چاہتا ہوں..... دیکھ میری بہن اگر تو ابورافع کو پسند نہیں کرتی اور اس کی زندگی کا ساتھی نہیں بننا چاہتی۔

ابوفہر کو خاموش ہو جانا پڑا، اس لئے کہ اس کی بات کاٹنے ہوئے تھیورہ بول پڑی تھی۔  
ابوفہر میرے بھائی ایسی کوئی بات نہیں ہے..... ابورافع سے میری کئی ملاقاتیں ہو چکی ہیں، وہ ایک نیک دل انسان ہے، اس کی عادات بھی مجھے پسند ہیں..... اگر وہ مجھے پسند کرتا ہے اور آپ بھی یہ چاہتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔  
تھیورہ کا جواب سن کر ابوفہر کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ تھی، کچھ دیر تک وہ بڑے شوق، بڑے انہماک سے تھیورہ کی طرف دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا۔

تھیورہ میری بہن تم نے مثبت جواب دے کر یوں جانو میرا دل خوش کر دیا ہے..... میں تمہیں یقین دلاتا ہوں ابورافع تمہیں بے حد خوش اور مطمئن رکھے گا، وہ بڑی مستحکم مالی حالت رکھتا ہے..... قہرواں شہر کے سرکردہ لوگوں میں سے ہے..... قیروان کے بازار میں اس کے خاندان کی کئی دکانیں ہیں، اس کا خاندان بنیادی طور پر تاجر پیشہ ہے، اپنے خاندان میں سے یہی ایک بہترین تنق زن ہے..... میرا اس کا بچپن کا ساتھ ہے، میں ایک بھائی کی حیثیت سے تمہیں ضمانت دیتا ہوں کہ ابورافع تمہیں بے حد خوش رکھے گا۔

ابوفہر کی اس گفتگو کا تھیورہ جواب دینا ہی چاہتی تھی کہ اس لمحہ اس کی ماں لیونا اور ماموں اور لیوس خیمے میں داخل ہوئے..... ابوفہر کے کہنے پر وہ اس کے سامنے تھیورہ کے قریب بیٹھ گئے..... تھیورہ وہاں سے اُنھ کے جانا چاہتی تھی کہ مسکراتے ہوئے ابوفہر نے دونوں ہاتھوں کا اشارہ دیتے ہوئے اسے بیٹھنے کے لئے کہا..... مجبوراً تھیورہ اپنی جگہ پر بیٹھ گئی، اس کی گردن جھک گئی تھی۔

کچھ دیر تک مسکراتے ہوئے ابوفہر اس کی طرف دیکھتا رہا، پھر اس کی ماں لیونا کی طرف

دیکھتے ہوئے اس نے گفتگو کا آغاز کیا۔  
خاتون محترم میں نے آپ کو ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں یہاں آنے کی رحمت دی ہے، امید ہے آپ برا نہیں مانیں گی۔

لیونا نے عجیب سے انداز میں ابوفہر کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگی۔  
ابوفہر میرے بیٹے تم کس قسم کی باتیں کرتے ہو، رحمت کیسی تم نے مجھے باایا، یوں جانو یہاں آتے ہوئے میں خوشی محسوس کر رہی ہوں، اب کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔

لیونا خاتون میں نے آپ کو اپنی ماں اور تھیورہ کو اپنی بہن کہا ہے اور یہ بڑا محترم، بڑا عزیز رشتہ ہے..... دراصل میں آپ سے تھیورہ کے مستقبل کے متعلق بات کرنا چاہتا ہوں۔

میرا دست راست ابورافع ہے..... آپ اسے اچھی طرح جانتے ہیں، میرے اعتماد اور بھروسے کا آدمی ہے، وہ تھیورہ کو اپنانے کا خواہش مند ہے، اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتا ہے..... بہت اچھا انسان ہے، تھیورہ کو خوش بھی رکھے گا..... محترم اور لیوس کے جانے کے بعد علیحدگی میں تھیورہ سے بھی بات کی ہے، اس کو اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں، اب صرف آپ اور محترم اور لیوس کی اجازت باقی رہتی ہے۔

ابوفہر کے ان الفاظ پر لیونا تھوڑی دیر تک مسکراتی رہی، بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتی بھی رہی..... یہی حالت اس کے بھائی اور لیوس کی بھی تھی، اس کے بعد لیونا نے ابوفہر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابن عبداللہ! تم مجھے اپنی ماں تھیورہ کو اپنی بہن کہہ چکے ہو، اس سلسلے میں تمہیں نہ مجھ سے پوچھنے، نہ مشورہ کرنے کی ضرورت تھی..... ایک بھائی کی حیثیت سے تھیورہ کے لئے جو بھی تم فیصلہ کرتے تسم خداوند کی وہ میرے لئے آخری ہوتا..... ابورافع ہمارے لئے اجنبی نہیں ہے، تمہاری طرح وہ بھی بیٹے ہی کی حیثیت رکھتا ہے..... اگر وہ تھیورہ کو پسند کرتا ہے، اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتا ہے تو میں سمجھتی ہوں یہ ہمارے اور تھیورہ کے لئے ایک سعادت ہے..... بیٹے اس سلسلے میں مجھے اور میرے بھائی اور لیوس کو کوئی اعتراض نہیں ہے، اس سلسلے میں مکمل سب سے پہلے تھیورہ کی پسند جاننا چاہتی تھی، وہ تم پہلے ہی پوچھ چکے ہو، اب اس سلسلے میں کوئی رکاوٹ نہیں..... لہذا میرے بیٹے جب اور جس وقت بھی تم تھیورہ کا ہاتھ ابورافع سے ہاتھ مل دینا چاہو کوئی تمہارے اس فیصلے کے خلاف اعتراض کرنے والا نہیں ہوگا۔

لیونا کے خاموش ہونے پر ابو فہر نے کہنا شروع کیا۔

در اصل ابو فہر تھیورہ کو پسند کرتا ہے۔ میری افریقہ روانگی سے قبل ہی وہ تھیورہ سے اپنی پسندیدگی کا اظہار کر چکا تھا اور اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا عزم بھی کر چکا تھا اور مجھ سے یہ التماس بھی اس نے کیا تھی کہ اس سلسلے میں میں آپ محترم اور لیوس اور تھیورہ سے بات کروں، لیکن حالات کچھ ایسے ہو گئے تھے کہ مجھے بڑی جلدی اور غلبت میں افریقہ کا رخ کرنا پڑا اور میں اس موضوع پر آپ سے کوئی بات نہ کر سکا۔ بہر حال میں آپ سب کا شکر گزار ہوں کہ آپ لوگوں نے میری بات مانی، اب اگر آپ پسند کریں تو ابو فہر تھیورہ کو اس رشتے کے حوالے سے نسبت کی انگوٹھی پہنانا چاہتا ہے۔ میرے خیال میں اس سلسلے میں آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ میں چونکہ تھیورہ کا بھائی ہوں، لہذا تھیورہ کی طرف سے ابو فہر کو پہنائی جانے والی انگشتری کا اہتمام میں خود کروں گا۔

جب تک ابو فہر بولتا رہا لیونا اور لیوس دونوں بڑے شوق سے اس کی طرف دیکھتے رہے۔ تھیورہ کی گردن جھکی ہوئی تھی، ابو فہر جب خاموش ہوا تو چونکنے کے انداز میں تھیورہ نے اس کی طرف دیکھا، پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

ابو فہر میرے بھائی اگر ایسا ہے تو پھر اس سلسلے میں ایک نہیں دو انگوٹھیوں کا اہتمام کرنا ہوگا، ایک میرے لئے، دوسری میری عزیز بہن کیتھرینا کے لئے۔

لمحہ بھر کے لئے تھیورہ کی اس کے بعد اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

یہاں سے جانے کے بعد میں کیتھرینا کو بھیجوں گی، میرا آپ سے التماس ہے کہ اس کے ساتھ محبت اور نرمی سے گفتگو کیجئے گا۔ میری ماں اور ماموں جانتے ہیں کہ وہ دل کی گہرائیوں سے آپ کو پسند کرتی ہے، آپ سے محبت کرتی ہے۔

تھیورہ کو کہتے کہتے رک جانا پڑا، اس لئے کہ ابو فہر بول پڑا۔

تھیورہ میری بہن اپنے ذہن میں یہ بات بھی رکھنا کہ کبھی وہ مجھ سے انتہا درجہ کی بیزاری اور نفرت بھی رکھتی تھی، میرے سر کی قیمت کے طور پر اس نے اپنے سراپا تک کو پیش کر دیا تھا۔ میری بہن انسان کے جذبات بکھرنے، تبدیل ہونے میں دیر نہیں لگتی، اس لئے کہ۔

ابو فہر کو کہتے کہتے رک جانا پڑا، اس لئے کہ اس کی بات کاٹ کر تھیورہ بول پڑی۔

بھائی آپ کا کہنا درست ہے کیتھرینا نے جس وقت اپنی روح، اپنی جان، اپنے جسم کو داؤ پر لگایا تھا اس وقت اس کا آپ سے تعارف نہیں تھا، نہ وہ آپ کی ذات سے آشنا نہ تھی، وہ سمجھتی تھی کہ آپ بڑے ظالم اور جاہل سپہ سالار ہیں اور پھر سب سے ماوراء سب سے بڑی بات یہ کہ اس وقت نہ اس نے آپ کو دیکھ رکھا تھا نہ وہ آپ کو پسند کرتی تھی، نہ آپ کو چاہتی اور محبت کرتی تھی، اب معاملہ دوسرا ہے، وہ آپ کو پسند کرتی ہے اور پسند بھی دل کی گہرائیوں سے۔

دوسری بڑی بات یہ کہ اب وہ اسلام قبول کر چکی ہے، اس کی طرح ہم بھی حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں، جس وقت ہم سب کو بلرم کی طرف لے جایا جا رہا تھا تو راستے میں اس نے منت مانی تھی کہ وہ قسطنطنیہ جانے سے بچ گئی تو اسلام قبول کر لے گی۔ خداوند قدوس نے اس کی دعا کو قبولیت عطاء کی اور وہ ہمارے ساتھ قسطنطنیہ جانے سے بچ گئی، جس وقت ہم سب کو بلرم سے واپس سر قوسہ کی طرف لے جایا جا رہا تھا اور یہ خبر پہنچ گئی تھی کہ رومنوں کا شہنشاہ میکائل قسطنطنیہ میں مر گیا ہے، اس کی جگہ تھیوفلس شہنشاہ بنا ہے اور یہ کہ تھیوڈوٹس نے ہم سب کو واپس بلالیا ہے اور اب وہ کیتھرینا سے شادی کرنے کا خواہاں ہے، تب بھی کیتھرینا بڑی پریشان، بڑی فکر مند ہوئی تھی۔ وہاں بھی اس نے خداوند کے حضور بڑی نیک نیتی، بڑی عاجزی سے منت مانگی تھی کہ اگر وہ تھیوڈوٹس کے ہتھے چڑھنے سے بچ گئی تو جو مال اس کے پاس ہے اس میں سے خاصی بڑی مقدار میں خداوند قدوس کی راہ میں خرچ کرے گی۔

ابو فہر! کیتھرینا اب آپ کے ساتھ محبت کی ان حدود تک پہنچ چکی ہے، جہاں اگر اس کے سامنے دنیا بھر کی نعمتیں ایک طرف رکھ دی جائیں اور دوسری طرف آپ کی ذات رکھ دی جائے اور اسے یہ اجازت دے دی جائے کہ دونوں میں سے ایک کا انتخاب کرے تو وہ انہیں بند کر کے آپ کا انتخاب کرے گی۔

تھیورہ کو کہتے کہتے رک جانا پڑا، اس لئے کہ اس کا ماموں اور لیوس بول پڑا تھا۔

ابو فہر! میرے عزیز جس وقت تھیوڈوٹس کے حکم پر ہمیں بلرم کی طرف لے جایا گیا ہم اپنے ساتھ کچھ نہیں لے جاسکے تھے۔ ہمیں اچانک گرفتار کر لیا گیا تھا۔ پہلے ہمیں سر قوسہ مکمل تھیوڈوٹس کے سامنے پیش کیا گیا، وہاں سے ہمیں بلرم کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ حتیٰ کہ ہم انونوس سے نڈل سکے، نہ اسے تاشا کر سکے۔

میری سرائے کے جو ملازم ہمارے تعاقب میں آئے تھے، بڑے دیا نمدار اور انتہائی  
کے قابل اعتماد ہیں، میں نے انہیں واپس سر قوسہ کی طرف روانہ کیا ہے۔ میرے مکان  
سارے دروازے کھلے ہیں، جہاں مکان کی چابیاں ہوتی ہیں، انہیں پتہ ہے میں نے انہیں  
اس لئے بھیجا ہے کہ میرے گھر کے اندر جس قدر نقدی، زیورات اور دوسری قیمتی سامان ہے،  
سب لے آئیں، گھر کی بڑی تجوری کے اندر وہ جواہرات، زیورات اور قیمتی اشیاء بھی ہیں۔  
کیتھرینا اور اس کی ماں قسطنطنیہ سے اپنے ساتھ لے کے آئی تھیں، اب اس موقع پر ابوفہر  
آپ سے دو باتیں کہنا چاہتا ہوں۔

پہلی بات یہ کہ فی الوقت نہ تھیورہ اور نہ ہی کیتھرینا کے لئے آپ کسی انگشتری کا انتخاب  
کریں گے۔۔۔۔۔ ابو رافع سے بھی کہہ دیں کہ وہ بھی ایسا نہ کرے، ہمارا سارا سامان جب  
ہماری سرائے سے یہاں پہنچ جائے گا، تب یہ نسبت طے کی جائے گی اور تحائف پیش کیے  
جائیں گے۔

دوسری بات جو میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اب دور و نزدیک ہمارے عزیز  
اقارب کو بھی یہ خبر ہو چکی ہے کہ ہم نے نصرانیت ترک کر کے اسلام قبول کر لیا ہے۔۔۔۔۔ پہلے تو  
ہمیں صرف کیتھرینا کی وجہ سے رومن جرنیلوں سے خطرہ تھا، اب ہمیں ہر ایک سے خطرہ ہے،  
اس لئے کہ ہم اسلام قبول کر چکے ہیں اور ہر کوئی ہمارے قتل کے درپے ہوگا، اس لئے ہم سب  
واپس سرائے میں جا کے قیام نہیں کر سکتے۔۔۔۔۔ میں چاہتا ہوں کہ فی الوقت ہم آپ کے لشکر میں  
آپ کے ساتھ ہی رہیں۔۔۔۔۔ جب حالات کچھ بہتر ہو جائیں گے تو کسی مناسب جگہ اچھی  
رہائش گاہ خرید کر اس میں قیام کریں گے۔

اور لیوس جب خاموش ہوا تو مسکراتے ہوئے ابوفہر کہنے لگا۔

میرے محترم مجھے آپ کی یہ دونوں باتیں منظور ہیں، آپ جب چاہیں گے اس نسبت کا  
اہتمام کیا جائے گا۔

ابوفہر کو رک جانا پڑا، اس لئے کہ بیچ میں تھیورہ بول پڑی۔

نسبت نہیں بلکہ نسبتوں بھائی! میری آپ سے گزارش ہے کہ جس وقت کیتھرینا آپ  
سے ملنے کے لئے آئے تو آپ اس سے نرمی اور محبت سے پیش آئیں، وہ بڑی حساس لڑکی  
ہے، اگر اس کے لئے آپ کے منہ سے کوئی سخت لفظ بھی نکل گیا تو یاد رکھئے گا وہ زندہ رہنا پسند

نہیں کرے گی۔

ابوفہر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔

تم فکر نہ کرو، وہ زندہ رہنا پسند کرے گی، جولائی اپنی جان بچانے کے لئے قسطنطنیہ سے  
نکل کر صومعہ میں اور دشواریاں برداشت کر کے یہاں پہنچ سکتی ہے وہ زندہ رہنے کا فن اور ہنر بھی  
جاتی ہے۔۔۔۔۔ بہر حال تم مطمئن رہو، میں اس کی دل شکنی نہیں کروں گا، بس اسے مستقبل میں  
پیش آنے والے حالات سے آگاہ کروں گا، اپنی ذات کی تفصیل اسے بتاؤں گا، اس کے بعد  
آزنی فیصلہ اس پر ہی چھوڑوں گا جو فیصلہ وہ کرے گی مجھے قبول ہوگا۔

تھیورہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی، اسے دیکھتے ہوئے اور لیوس اور لیونا بھی اٹھ کھڑے  
ہوئے تھے، پھر جاتے جاتے تھیورہ نے ابوفہر کو مخاطب کیا۔

بھائی! میں آپ سے ایک بار پھر گزارش کرتی ہوں کہ تھوڑی دیر تک میں کیتھرینا کو  
یہاں بھیجے لگی ہوں۔۔۔۔۔ اس سے اچھا سلوک کرنا، اس کا بہترین استقبال کرنا اور جو کچھ وہ کہے  
اسے ماننے اور اس پر اعتبار کرنے کی کوشش کرنا، اس کے بعد تھیورہ اپنی ماں اور ماموں کے  
ساتھ خیمے کے دروازے کی طرف بڑھی۔۔۔۔۔ دروازے تک ابوفہر ان کے ساتھ آیا، پھر وہ تینوں  
وہاں سے چلے گئے تھے۔

ان کا رخ کیتھرینا کے خیمے کی طرف تھا۔

ابو رافع اور تھیورہ کا معاملہ کامیابی سے نمٹانے کے بعد ابوفہر خوش اور مطمئن تھا۔ اب وہ  
دوسرا معاملہ طے کرنے کے لئے اپنے خیمے میں کیتھرینا کے انتظار ہی میں بیٹھا ہوا تھا کہ تھوڑی  
دیر بعد خیمے کے دروازے پر کیتھرینا نمودار ہوئی اور اپنی منہاس اور شہد بھری آواز میں کہنے لگی۔

کیا میں اندر آ سکتی ہوں؟

ابوفہر نے غور سے اس کی طرف دیکھا۔۔۔۔۔ مسکرایا، کہنے لگا۔

اندرا آنے سے کوئی تمہیں روک نہیں سکتا۔۔۔۔۔ کیتھرینا کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار  
ہوئی، خیمے میں داخل ہوئی اور آگے بڑھ کر بالکل ابوفہر کے سامنے ایک نشست پر بیٹھ گئی، کچھ  
بڑے خاموش رہی، پھر ابوفہر نے اسے مخاطب کیا۔

تھوڑی دیر پہلے تھیورہ یہاں سے گئی ہے اور وہ کہہ رہی تھی کہ تم مجھ سے ملنا چاہتی ہو اور  
میں ابوفہر کی بات کی تکمیل چاہتی ہو۔

مناظرانے کچھ تفصیل تمہیں میرے متعلق بتائی ہوگی۔

افریقہ کے باغی قبائل نے جب ہماری بستی کو جلا کر خاک کر دیا، لوگوں کا خوب قتل عام کیا تو میری ماں بھائی اور بہن موقع پر ہی ہلاک ہو گئے۔ تاہم جب میں پہنچا تو میرے باپ کی آنکھوں میں آنسو تھے، مرنے سے پہلے میرے باپ نے جو مجھے نصیحت کی وہ میرے لئے عبرت خیزی اور درس آمیزی کا سامان فراہم کر گئی۔

مرنے سے پہلے میرے باپ نے مجھے کہا تھا کہ کسی کام کی ابتداء کرنے سے پہلے اپنے رب اپنے اس خداوند، اپنے اس مالک کو یاد کر لیا کرنا جو کچھ وہ عطا کرتا ہے، جو لکھوں کی تخلیق کرتا ہے اور ایک اندھے بیچ سے پودا نکالتا ہے، میرے باپ نے مجھے یہ بھی وصیت کی تھی کہ میرے بعد کوئی ظالم اور جبر کی طاقت تمہیں اپنے سامنے دبانے نہ پائے، مرتے ہوئے میرے باپ نے یہ بھی کہا تھا کہ ہر ظالم کے ظلم اور جابر کی مطلق العنانی سے بے پرواہ ہو کر راستے کے ہر سنگ کو تباہ کر دینا بالکل اسی طرح جس طرح تلاطم پر آیا ہوا دریا راستے کے ٹکڑوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتا اور اپنے راستے سے گزر جاتا ہے۔ میرے باپ نے مرتے وقت یہ بھی کہا تھا کہ خداوند قدوس کے علاوہ کسی سے بھی سراپیمہ اور وحشت زدہ مت ہونا۔ ختمی کہ موت سے بھی نہیں جو ایسی نیند ہے جس میں کوئی دھند نہیں۔

یہاں تک کہ میرے بعد ابوفہر لکھ بھر کے لئے خاموش ہوا تھا، اس کے الفاظ نے کیتھرینا کی حالت قید خانے میں گائی جانے والی دھن کی طرح اُداس ٹولی قبر کے میلے کتبے جیسی افسردہ اور فضا کے حرف و حکایت جیسی بنا کے رکھ دی تھی، اس کا چہرہ بتاتا تھا کہ وہ رو دینے والی ہو رہی ہے۔ یہاں تک کہ ابوفہر پھر بول پڑا۔

اپنے ماں باپ، بہن بھائیوں کے مارے جانے کے بعد اُفق تا اُفق پھیلی زمین میرے لئے چپ سر پر کھلا آسمان خاموش تھا، میں کارنا مکمل، قصہ جدائی، صدائے گریہ اور غریب الوطنی کے کڑے دنوں کی طرح ادھر ادھر دھکے کھاتا رہا، کوئی میرے دُکھتے دل پر پھول کی مانند نرف تلی رکھنے والا نہ تھا۔

ایک بار پھر ابوفہر کوڑک جانا پڑا، کیونکہ کیتھرینا واقعی رو پڑی تھی، آنسو اس کی آنکھوں سے ٹپک کر اس کے سرخ گلابی گالوں سے ہوتے ہوئے اس کے دامن کو بھگونے لگے تھے، اپنی گفتگو کی تکمیل کے لئے ابوفہر بول پڑا تھا۔

کیتھرینا نے تیز نگاہوں سے ابوفہر کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگی۔

آپ اس طرح بے اعتنائی نہ برتیں، جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں وہ میرے دل سے نہ آپ ہی جانتے ہیں میں کیا کہنا چاہتی ہوں۔ ابوفہر کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نہ ہوئی، پھر کہنے لگا۔

تھیوہر تو مجھ سے کہہ رہی تھی کہ تم اس گفتگو کی تکمیل کرنا چاہتی ہو جو جنگ سے پہلے میرے اور تمہارے درمیان ادھوری رہ گئی تھی۔

اس نے یہ بھی کہا ہوگا، یہاں آتے ہی میں اپنی محبت کی اس داستان کی تکمیل چاہتی ہوں۔ کیتھرینا نے تیز نگاہوں سے ابوفہر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

ابوفہر نے غور سے اس کی طرف دیکھا، پھر پوچھنے لگا۔

کیا اس کی تکمیل میرے ساتھ گفتگو سے ہو سکتی ہے؟

کیتھرینا نے پھر اسے گھورا، کہنے لگی۔

یقیناً اس لئے کہ میں آپ کو پسند کرتی ہوں۔ آپ سے محبت کرتی ہوں، اس بنا پر اس داستان کی تکمیل آپ سے گفتگو کے بعد ہی ہو سکتی ہے۔

ابوفہر کچھ دیر خاموش رہا، پھر غور سے کیتھرینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

محبت و چاہت کبھی کبھی اندھی ہواؤں کی سرسراہٹ مبہم تشبیہوں آوارہ الفاظ اور لاسٹ جذبوں کی طرح تکلیف اور اذیت ناک ہو کے رہ جاتی ہے، ایسے موقع پر سوائے پچھتاوے کے کچھ نہیں ملتا۔

سن کیتھرینا میں معاشرے کا ایک نظر انداز کیا ہوا انسان ہوں۔ میں نے کبھی آنکھوں کے بہتے پانی، تصورات کے گرداب، ہونٹوں کے ننگے اُفق، چاہتوں کی مسافت اور سکون آگیاں لکھوں میں اپنے لئے محبت نہیں دیکھی۔

کیتھرینا تم قسطنطنیہ سے یہاں آتی ہو تم نے اپنی زندگی میں صرف قسطنطنیہ سے یہاں تک سفر کرتے ہوئے مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کی ہیں، تمہاری وہ زندگی جو قسطنطنیہ میں گزری وہ ان مصیبتوں سے بالکل خالی تھی، میں تمہیں کسی دھوکے، کسی فریب میں نہیں رہنا چاہتا، اس کائنات میں میں ایک ایسا انسان ہوں جس کا کوئی آگاہیچھا نہیں، کوئی گھر گھاٹ، شور ٹھکانہ نہیں ہے۔ میرے ماں باپ، بہن بھائی سب مارے جا چکے ہیں۔ میرے خیال





ایک ہی چمک تھی، چمکتے ہوئے کہنے لگی۔

نہیں میں نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا، اپنے خیمے میں ہم لوگ یہ صلاح مشورہ کر رہے تھے کہ پہلے میں آپ کے پاس یہ گفتگو کرنے کے لئے آؤں گی، اگر میں کامیاب رہی تو پھر آپ کے خیمے میں یا ہمارے خیمے میں مل کر کھانا کھائیں گے۔

جو کچھ میں نے آپ سے کہنا تھا وہ میں اپنی ماں کے علاوہ تھیورہ، اس کی ماں لیونا اور اس کے ماموں اور لیوس کو بتا کے آئی ہوں، وہ سب بڑی بے چینی سے میری واپسی کا انتظار کر رہے ہوں گے، وہ اس تجسس میں بھی ہوں گے کہ میں جس مقصد کے لئے آپ کے پاس آئی ہوں اس میں کامیاب بھی ہوتی ہوں کہ نہیں جب میں واپس جا کر ان سے یہ کہوں گی کہ آپ نے مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا وعدہ کر لیا ہے تو پھر میری طرح ان کی خوشیوں کی بھی کوئی انتہاء ہوگی، کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ میرے ساتھ ہمارے خیمے میں چلیں اور سب اگلے بیٹھ کر کھانا کھائیں۔

ابوفہر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

اگر یہ بات ہے تو پھر دیر کا ہے کی، اٹھو تمہارے خیمے میں چلتے ہیں..... وہیں بیٹھ کر کھانا کھائیں گے..... ابوفہر کے جواب سے کیتھرینا خوش ہو گئی تھی، پھر دونوں اس خیمے سے نکل کر ہاتھ والے خیمے کا رخ کر رہے تھے، جو کیتھرینا اور اس کی ماں کے تصرف میں تھا۔



چراغوں کی روشنی سے محروم کسی مٹی کے گھر دندے میں بھی رکھیں گے تو میں آپ کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہوئے اپنے آپ کو خوش قسمت خیال کروں گی..... اگر حالات میری رہائش باندھ کر بھی آپ کے ساتھ عالم برزخ میں کھڑا کر دیں، تب بھی میں آپ کے ساتھ رہے ہوئے خوشی اور اطمینان ہی کا مظاہرہ کروں گی..... میں نے آپ سے خوابوں کا ناطہ نہیں جڑا آپ کی ذات میرے لئے فلک پرستاروں کی مانند ہے..... میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں اگر آپ مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کی حامی بھر لیں میری محبت کا جواب محبت سے دیں! میرا ہاتھ تھام کر زندگی گزارنے کا عہد کریں تو میں اپنی جان، اپنی روح، اپنے جسم کی سارا توانائیوں کو کام میں لاتے ہوئے آپ کی زیست کو آسائشوں کا رنگ محل آپ کی زندگی کو موت، گل کی داستان، آپ کی حیات کو خوشیوں کی گیت مالا اور آپ کے دنوں کو سرشاریوں کی فصل بنا دوں گی، اس سے زیادہ کہنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں..... بس میں نے آپ کی ذات سے محبت کی ہے، آپ کی ذات ہی میری آخری پونجی میرا سرمایہ حیات ہے۔

کیتھرینا خاموش ہو گئی..... ابوفہر عجیب سے جذبے میں کیتھرینا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھے جا رہا تھا..... کیتھرینا کی آنکھوں میں اسے اس لمحے دُور دُور تک محبت اور چاہت کی چمک دکھائی دی، پھر وہ کیتھرینا کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

کیتھرینا اگر تم لڑکی ہو کر میرے لئے اس قدر قربانی دے سکتی ہو تو پھر اپنے دل کے قرطاس پر لکھ رکھو کہ میں تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی بناؤں گا، مقدور بھر تمہاری جھولی تمہارے دامن کو خوشیوں سے بھر دوں گا۔

ابوفہر کے ان الفاظ نے گویا کیتھرینا کے دل پر خوشیوں کی بارش کر دی تھی، اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر اس نے بڑے پیار سے ابوفہر کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا، پھر کہنے لگی۔

میں آپ کی زندگی کا ساتھی بننے ہوئے اپنی ذات پر ہمیشہ فخر کرتی رہوں گی، پھر کیتھرینا نے ابوفہر کے ہاتھ چھوڑ دیئے اور پہلے کی طرح علیحدہ ہو کے بیٹھ گئی، اس بار گفتگو کا موضوع بدلتے ہوئے ابوفہر نے کہنا شروع کیا۔

کیا تم کھانا کھا کے آئی ہو؟

کیتھرینا کے چہرے پر دُور دُور تک مسکراہٹ ہی مسکراہٹ آنکھوں میں خوشیوں کی

میں یہ گزارش اپنے طور پر کہہ رہا ہوں، اس لئے کہ میں والی کے فرائض احسن طریقے سے انجام نہیں دے سکتا..... آپ دیکھ رہے ہیں میری صحت دن بدن گری رہی ہے اور میں صقلیہ میں اپنے فرائض ادا نہیں کر سکتا، لہذا میری خواہش ہے کہ مجھے واپس افریقہ بھجوائے جانے کا انتظام کیا جائے۔

زیر بن غوث یہاں تک کہنے کے بعد خاموش ہو گیا اور جواب طلب سے انداز میں ابوبکر کی طرف دیکھنے لگا تھا..... ابوفہر خاموش تھا، اس کی گردن جھک گئی، چند لمحوں کے بعد سوجھتا رہا پھر زیر بن غوث کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ابن غوث! اس میں شک نہیں کہ میں لشکروں کا سپہ سالار اعلیٰ ہوں، لیکن صقلیہ جیسے منقطع علاقوں میں کسی کو والی مقرر کرنا یا کسی کو ہٹا کر واپس افریقہ بھیجنا میرے فرائض میں شامل نہیں، نہ ہی یہ میری عملداری میں آتا ہے..... میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ چند دن انتظار کریں، میں کچھ قاصدوں کو سلطان کی طرف افریقہ روانہ کرتا ہوں، جو کچھ آپ نے کہا ہے اس کو من و عن سلطان تک پہنچاتا ہوں، اس کے بعد جو فیصلہ سلطان کا ہو گا اسی پر عمل کیا جائے گا۔

زیر بن غوث نے بڑی ممنونیت سے ابوفہر کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔  
ابوفہر میں بھی یہی چاہتا تھا..... بہر حال میں تمہارا ممنون ہوں کہ تم نے میری تجویز سے اتفاق کیا ہے۔

زیر بن غوث جب خاموش ہوا تو محمد بن سالم بول پڑا۔  
امیر! اب جبکہ محترم زیر بن غوث کا مسئلہ حل ہو چکا ہے، میں بھی ایک موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں..... یوں جانیں اس میں میری حرص، میرا دلچسپی سمجھ لیں اس لئے کہ میں آپ کے صقلیہ میں قیام سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں..... میرا دل کہتا ہے کہ کہیں آپ کو پھر افریقہ کی بغاوتوں کو فرو کرنے کے لئے واپس نہ بلا لیا جائے..... آپ کی واپسی افریقہ میں ہمارے لئے کئی دشواریاں کھڑی کر سکتی ہے، لہذا یہاں آپ کی موجودگی میں ہم فتوحات کا سلسلہ پھیلاتے ہوئے زیادہ سے زیادہ شہروں پر قبضہ کر کے اپنی طاقت اور قوت کو صقلیہ میں مستحکم کر لینا چاہئے..... امیر! میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اب جبکہ مناؤ کے نواح میں رومنوں و بنس والوں اور صقلیہ کے متحدہ لشکروں کو ہم نے بدترین شکست دے

اگلے روز فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد ابوفہر اپنے خیمے میں آ کے بیٹھا ہی تھا کہ اس کے خیمے میں ایک ساتھ زیر بن غوث، محمد بن سالم، فرغلوش سلیمان بن عافہ، محمد بن سندی اور ابورافع داخل ہوئے..... ابوفہر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ان سب کا استقبال کیا..... ہاتھ کے اشارے سے انہیں نشستوں پر بیٹھنے کے لئے کہا، جب سب بیٹھ گئے تب گفتگو کا آغاز محمد بن سالم نے کیا۔

امیر! ہم دو تین عام امور کے سلسلے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں..... سب سے پہلے تو زیر بن غوث اپنی ذات سے متعلق آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہے، وہ جو کچھ کہنا چاہتا ہے وہ کہہ لے، اس کے بعد میں آپ سے گزارش کروں گا۔

محمد بن سالم خاموش ہو گیا اور زیر بن غوث کی طرف دیکھنے لگا..... دوسری طرف ابوفہر بھی تجسس بھرے انداز میں زیر بن غوث کی طرف دیکھ رہا تھا..... زیر بن غوث نے کہا شروع کیا۔

ابوفہر میں بے حد خوش اور مطمئن ہوں کہ صقلیہ کے بگڑتے ہوئے حالات کو آخر تم نے سنبھالا دیا ہے، اب ہماری حالت دشمن کی حالت سے کئی درجے بہتر اور احسن ہے، لیکن میں تم سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میں اب صقلیہ میں والی کے عہدے پر برقرار نہیں رہ سکتا..... ایک تو میری صحت بڑی تیزی سے گری رہی ہے، میں جنگوں میں حصہ نہیں لے سکتا، نہ ہی اپنے منصب کے فرائض ادا کر سکتا ہوں..... لہذا میں یہ کہنے آیا ہوں کہ کچھ قاصد افریقہ میں سلطان کی طرف بھجوائیں اور اس سے کہا جائے کہ میری جگہ کسی اور کو صقلیہ کا والی مقرر کیا جائے۔

دی ہے اور یہ خبریں بھی آگئی ہیں کہ رومنوں کے جرنیل ملاسین، میگور اور وینس کا جرنیل نرہ اپنے متحدہ لشکر کو لے کر سر قوسہ کی طرف چلے گئے ہیں۔ اب ہمیں بھی میرے خیال پر زیادہ دن یہاں قیام نہیں کرنا چاہئے، ہمیں کوئی اگلا قدم اٹھانا چاہئے۔

امیر دراصل میں چاہتا ہوں کہ آپ کی کمانداری میں صقلیہ کے زیادہ سے زیادہ حصے قبضہ کر کے اپنی حالت کو بہتر بنالیں، اس لئے کہ اگر بقاء توں کے سلسلے میں آپ کو صقلیہ سے نکل کر افریقہ جانا پڑے تو آپ کی غیر موجودگی میں ہماری حالت پہلے جیسی نہ ہو، جیسے ہم منا شہر میں دشمن کے ساتھ محصور ہونے پر مجبور ہو گئے تھے۔

محمد بن سالم خاموش ہو گیا۔ ابوفہر تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا، کبھی کبھی وہ بڑے پیار سے محمد بن سالم کی طرف دیکھ بھی لیتا تھا، پھر کہنے لگا۔

ابن سالم جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو میں اسے سمجھ گیا ہوں۔ دیکھو اب صقلیہ کی سر زمین نہ تمہارے لئے اجنبی ہے نہ میرے لئے، لشکر آرام کر چکا ہے۔ زخمیوں کی دیکھ بھال پوری طرح ہو چکی ہے، اب میں خود یہاں زیادہ دن قیام نہیں کرنا چاہتا۔ لشکر آج شام کو یہاں سے کوچ کرے گا، اب ہمارا رُخ صقلیہ کے اہم شہر غلولیہ کی طرف ہوگا، اسے فتح کرنے کے بعد۔

ابوفہر کو کہتے کہتے رک جانا پڑا، اس لئے کہ محمد بن سالم بول پڑا۔

امیر محترم میں چاہتا ہوں کہ غلولیہ شہر کے بعد۔

محمد بن سالم کو بھی رک جانا پڑا، اس لئے کہ ابوفہر مسکراتے ہوئے بول پڑا۔

ابن سالم ابھی میں نے اپنی گفتگو کی تکمیل نہیں کی جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں پوری طرح سن لو، اس کے بعد میری تجویز میں تم جو بھی رد و بدل کرنا چاہو گے، تمہاری خواہش کے مطابق اس میں تبدیلی کر دی جائے گی۔

غلولیہ پر حملہ آور ہو کر اور اسے فتح کر کے میں چند دن وہاں قیام کرنا پسند کروں گا اور رومنوں، وینس والوں اور اہل صقلیہ کے لشکروں کے رد عمل کا انتظار کروں گا، اگر وہ کسی بھی سمت سے حرکت میں نہ آئے، تب میں غلولیہ سے سیدھا بلرم کا رُخ کروں گا۔ میں بلرم کو بڑی اہمیت دیتا ہوں، اسے فتح کرنا بہت ضروری ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اسے فتح کرنا آسان نہیں، سمندر کی طرف سے بالکل محفوظ شہر ہے، باقی تینوں اطراف سے مضبوط

فصل ہے اور فصیل بھی اتنی چوڑی کہ اسے گرانا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، اس لئے کہ بڑے بڑے کوہستانی پتھروں سے بنی ہوئی ہے۔ بہر حال ان سارے استحکامات کو زاموش کرتے ہوئے غلولیہ کے بعد میں بلرم کا رُخ ضرور کروں گا اور ہر صورت اسے فتح کروں گا۔

غلولیہ کے بعد میں بلرم کا اس لئے رُخ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ایک اہم بندرگاہ ہے۔ یہ پھر بھی صوبے کا دار الحکومت بھی رہا ہے، کبھی پورے صقلیہ کا بھی دار الحکومت رہا ہے۔ میں جانتا ہوں اس میں بڑے استحکامات ہیں، ایک بہت بڑا لشکر وہاں موجود ہے، شہر کا حاکم رومن ہے جو قسطنطنیہ سے شہنشاہ کی طرف سے مقرر کیا جاتا ہے، لیکن بلرم کو میں نے ہر صورت فتح کرنا ہے۔ مگر ہم بلرم پر قابض ہو جاتے ہیں تو صقلیہ کی ایک انتہائی اہم بندرگاہ پر ہمارا قبضہ ہو جاتا ہے، اس کے بعد جہاں ہمیں آسانی سے اس بندرگاہ کے ذریعے افریقہ سے رسد اور کمک مل سکتی ہے وہاں اس بندرگاہ کے ہمارے ہاتھ آجانے سے رومنوں کے لئے مشکلات کھڑی ہو جائیں گی، اس لئے کہ صقلیہ والوں کے لئے جو دشمن اور قسطنطنیہ سے رسد اور کمک آتی ہے اس کے لئے انہیں بلرم کا رُخ کرنے کی بجائے خلیج سینا کے کنارے سینا نام کی بندرگاہ کا رُخ کرنا پڑے گا اور وہ بندرگاہ کافی دور ہے، وہاں سے سامان اندرون ملک پہنچانے میں انہیں کافی دقت اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد ابوفہر خاموش ہو گیا، کچھ سوچا اور پھر محمد بن سالم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ابن سالم جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا، کہہ چکا اب جو کچھ تم کہنے والے تھے کہو میں غور سے سنوں گا۔

جواب میں محمد بن سالم مسکرا دیا اور کہنے لگا۔

امیر اب میرے پاس کہنے کے لئے کچھ نہیں ہے، اس لئے کہ میں تو آپ سے یہی گزارش کرنا چاہتا تھا کہ ہمیں غلولیہ کے بعد بلرم کا رُخ کرنا چاہئے، اب جبکہ آپ نے خود ہی کہہ دیا ہے کہ بلرم ہر صورت فتح کیا جائے گا اور اس کی اہمیت کو بھی آپ نے واضح کر دیا ہے تو کیا اہل سلسلے میں کچھ نہیں کہوں گا۔

ابوفہر کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا۔

اگر یہ بات ہے تو پھر اٹھو لشکر کے اندر یہ اعلان کر دو کہ آج مغرب کی نماز کے بعد یہاں سے کوچ کرے گا۔

ابوفہر کے ان الفاظ کے ساتھ ہی سب اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر خیرے نکل گئے تھے۔

اسی روز مغرب کی نماز کے بعد لشکر نے کوچ کیا اور غلویہ شہر کا رخ کیا تھا۔ ابوفہر نے اپنے لشکر کے ساتھ کچھ اس رفتار سے سفر کیا کہ صبح سورج طلوع ہونے پہلے ہی وہ غلویہ کے نواح میں پہنچ گیا، اپنے لشکر کو اس نے وہاں پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔ غلویہ اپنے گھروں اور حویلیوں کے اندر اس وقت پریشان ہو گئے جب شہر کے نواح میں مسلمانوں کے لشکر میں فجر کی اذانیں بلند ہوئی تھیں۔ اس پر اہل شہر سمجھ گئے کہ مسلمان اب ان کے شہر کو ہدف بنانا چاہتے ہیں۔

دوسری جانب ابوفہر نے فجر کی نماز کے بعد اپنے لشکر کے لئے کھانے کا اہتمام کرنے حکم دیا تاہم لشکر کے ایک حصے کو اس نے مستند کر دیا تھا تا کہ اچانک شہر سے باہر نکل کر دشمنی حملہ آور ہو تو لشکر کو کوئی نقصان اٹھانا نہ پڑے۔

جس وقت لشکر کے کھانے کا اہتمام کیا جا رہا تھا، اپنے گھوڑے کو سر پٹ دوڑاتا ہوا ابوفہر کے لشکر کا ایک مخبر اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ اس جگہ آیا جہاں ابوفہر فرغوش محمد بن سالم سلمان بن عافیہ اور زبیر بن غوث کے ساتھ کھڑا ہوا۔ مخبر ابوفہر کے قریب آ کر اپنے گھوڑے سے اترا ابھی وہ گفتگو کرنا ہی چاہتا تھا کہ ابوفہر نے اسے مخاطب کرنے میں پہل کر دی۔

میرے عزیز کیا تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ کوئی اچھی خبر لے کر آیا ہے۔ وہ مخبر آگے بڑھا، پہلے اس نے سب سے پر جوش انداز میں سب سے مصافحہ کیا، پھر ابوفہر کے سامنے آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر میرے پاس کچھ خبریں ہیں، آپ کے لئے یہ اچھی ہیں یا خراب، یہ میں امتیاز نہیں کر سکتا۔ بہر حال سر قوسہ شہر میں رومنوں کے لشکریوں اور ان کے جرنیلوں کو خبر ہو گئی ہے کہ آپ اب غلویہ شہر کو اپنا ہدف بنانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے ایک رد عمل کا اظہار کرنے کا فیصلہ کیا ہے، جس وقت آپ غلویہ پر حملہ آور ہوں گے تو مختلف اطراف سے حملہ آور ہو کر آپ

کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی جائے گی۔

اس مقصد کے لئے رومنوں کے جرنیل ملاسین اور میگور کے علاوہ وئیس کے جرنیل ٹرانسلو نے ایک لائحہ عمل طے کیا ہے۔ انہوں نے چھوٹے چھوٹے لشکر ترتیب دیئے ہیں جو غلویہ کی طرف کوچ کر چکے ہیں۔ گھات میں رہیں گے اور مناسب موقع جان کر ہمارے لشکر پر حملہ آور ہوتے رہیں گے، ایسا کر کے شاید وہ ہمارے لشکر کو نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتے ہیں، ہاں ہم غلویہ پر حملہ آور ہونے سے دستبردار ہو جائیں۔

آنے والا مخبر چپ ہو تو ایک عزم میں ابوفہر کہنے لگا۔

اگر ملاسین میگور اور ٹرانسلو کی یہ کوشش ہے کہ وہ مختلف دستے ترتیب دے کر، ہم پر حملہ آور ہو کر غلویہ سے ہماری توجہ باٹنا چاہتے ہیں تو یہ ان کی حماقت ان کی بے وقوفی ہے، میں ان کے کسی بھی طریقہ کار کو کامیاب نہیں ہونے دوں گا، میرے خداوند نے چاہا تو غلویہ زیادہ دیر ہمارے سامنے ٹھہر نہیں سکے گا، اسے ہمارے ہاتھوں فتح ہونا پڑے گا۔ اس کے علاوہ کوئی خبر ہے تو کہو۔

مخبر زکا پھر کہنے لگا۔

اس کے علاوہ بھی میرے پاس بہت سی خبریں ہیں۔ دوسری خبر یہ ہے کہ قسطنطنیہ میں نئے شہنشاہ تھیوفلس کو خبر ہو چکی ہے کہ اس کا ہر دل عزیز جرنیل اور دوست تھیوڈولس آپ کے ہاتھوں مارا جا چکا ہے، لہذا اس نے آپ کے سر کی بہت بڑی قیمت رکھی ہے۔

ساتھ ہی اس نے صقلیہ میں رومنوں کی مدد کے لئے ایک لشکر بھی روانہ کیا ہے، اس نے «مراقدم» یہ اٹھایا ہے کہ ایک بحری بیڑہ ترتیب دے کر روانہ کیا ہے، یہ بحری بیڑہ صقلیہ اور افریقہ کے درمیان قوسہ نام کا جو جزیرہ ہے اس میں قیام کرے گا، اس پر قبضہ کئے رکھے گا، وہ جزیرہ ویران ہے۔ وہاں رومنوں کے لشکر کے قیام کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کے لئے افریقہ سے جو بھی کمک آئے گی وہ روک دی جائے گی اور سامان رسد اور ضروریات کا سامان چھین لیا جائے گا اور جو بھی چھوٹا بڑا لشکر آئے گا اسے تہ تیغ کر دیا جائے گا، تا کہ آہستہ آہستہ صقلیہ کے مسلمانوں کو افریقہ سے نہ کوئی مدد مل سکے، نہ ہی ان سے رابطہ قائم ہو سکے اس طرح ان کا خیال ہے کہ مسلمان صقلیہ چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

میں شاید آپ کو یہ بتانا بھول گیا ہوں کہ آپ کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد ملاسین

اور میگزور نے مختلف سستوں میں اپنے قاصد روانہ کئے اور مسلمانوں کو صقلیہ سے نکلنے کی طلب کی میں بتا چکا ہوں کہ اس التجا کے جواب میں قسطنطنیہ سے تو ایک لشکر روانہ ہو رہا ہے..... چھوٹا سا ایک بحری بیڑہ وینس سے بھی کوچ کر چکا ہے۔

اب تیسری قوت جو صقلیہ میں رومنوں کی مدد کے لئے آمادہ ہو رہی ہے وہ اٹلی کی بہت بہت بڑی قوت ہے۔

امیر میں اس کی تفصیل بتانے سے پہلے آپ پر یہ واضح کر دوں کہ اٹلی اس وقت مختلف ریاستوں میں بٹا ہوا ہے..... چھوٹی چھوٹی ریاستیں خود مختار ہیں..... اپنے اپنے علاقوں حکمرانی کرتی ہیں، ان ریاستوں میں زیادہ اہم لمبارڈ، سلرنو، کیپوا، اسپولینو، ایتھلی اور نیپلز ہیں اس کے علاوہ بھی چھوٹی چھوٹی ریاستیں ہیں..... یہ سب ریاستیں خود مختار ہیں اور ان ریاستوں میں سب سے زیادہ طاقتور دو بڑی ریاستیں ہیں، ایک لمبارڈ اور دوسری نیپلز، لمبارڈ کا حکمران اس وقت سیکارڈس ہے، اس نے صقلیہ میں رومنوں کی مدد کرنے کی حامی بھری ہے اور ایک لشکر بھی روانہ کر دیا ہے۔

جہاں تک دوسری بڑی ریاست نیپل کا تعلق ہے تو اس کے حکمران کا نام سارنیو ہے، ہمدرد صاحب عقل، سلیم طبع انسان ہے..... رومنوں کے جرنیل ملاسین نے اس کی طرف ہجرت قاصد بھجوائے اور مسلمانوں کے خلاف اس سے مدد طلب کی، لیکن اس نے مدد دینے سے صاف انکار کر دیا ہے..... اس انکار کی ایک بڑی وجہ یہی ہے۔

اور وہ یہ کہ ریاست لمبارڈ اور نیپلز کے درمیان ایک عرصے سے دشمنی چلی آ رہی ہے، لمبارڈ کا حکمران سیکارڈس اکثر و بیشتر نیپلز پر حملہ آور ہوتا رہا ہے اور وہاں کے لوگوں کو گرفتار کر کے غلام بناتا رہا ہے، جہاں تک ہم خبریں حاصل کر سکتے ہیں ان کے مطابق عسکری طاقت کے لحاظ سے لمبارڈ نیپلز پر فوقیت رکھتا ہے، جب بھی لمبارڈ کا حکمران سیکارڈس نیپلز پر حملہ آور ہوتا ہے تو اہل نیپلز محصور ہو کر اپنا دفاع کرتے ہیں..... یہ بھی سنا گیا ہے کہ نیپلز کے حکمران سارنیو نے نہ صرف یہ کہ رومنوں کو مدد دینے سے انکار کر دیا ہے بلکہ سنا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں سے رابطہ قائم کرے اور مسلمانوں کے ساتھ ایسا معاہدہ کرنا چاہتا ہے کہ جب مسلمانوں کو صقلیہ میں ضرورت ہو تو وہ مسلمانوں کی مدد کرے اور جب اسے اٹلی میں سیکارڈس کے حملوں کے خلاف ضرورت ہو تو مسلمان اس کی مدد کریں۔ میرے خیال میں چند روز تک نیپلز کا کوئی

یہ کوئی قاصد آپ کی خدمت میں حاضر ہوگا اور مسلمانوں کے ساتھ کوئی معاہدہ کرنے کی کوشش کرے گا۔

یہ تو انتہائی اہم خبریں ہیں اور ایک خبر یہ بھی ہے کہ اٹلی اور صقلیہ کے درمیان جو ابنائے پڑتا ہے جسے آبنائے مسینا کہتے ہیں..... اس کے کنارے بہت بڑا شہر ہے، جو بندرگاہ بھی ہے، اس کا نام بھی مسینا ہے..... مسینا اور اس کے گرد و نواح کے رومن حاکم کا نام آنزو ہے، سنا گیا ہے اس آنزو نے بھی مسینا سے ایک لشکر رومنوں کی مدد کے لئے روانہ کیا ہے۔

آنے والا مجھ توڑی دیر کے لئے رکا اس کے بعد اس نے کچھ سوچتے ہوئے پھر کہنا شروع کیا تھا۔

امیر میں آپ سے ایک اور بات کہنا بھول گیا اور وہ یہ کہ اٹلی کی جن ریاستوں کا میں نے ذکر کیا ہے یا جن کا میں ذکر نہیں کر سکا، ان کی حالت عجیب و غریب ہے، وہ نہ صرف یہ کہ ایک دوسرے کے خلاف برسر پیکار رہتی ہیں، بلکہ انہوں نے اپنے آپ کو کسی نہ کسی بڑے حکمران سے وابستہ کر رکھا ہے۔

مثلاً یہ کہنا بھول گیا کہ اٹلی کا بہت بڑا حصہ قسطنطنیہ کے قبضے میں بھی ہے اور وہاں کا گورنر براہ راست قسطنطنیہ کے شہنشاہ کے تحت آتا ہے..... اس کے علاوہ اٹلی کی کچھ ریاستوں نے اپنے آپ کو قسطنطنیہ کے شہنشاہ سے وابستہ کر رکھا ہے، کچھ ریاستیں اپنے آپ کو یونان کے شہنشاہ سے وابستہ کر چکی ہیں اور کچھ نے اپنے آپ کو جرمنی کے شہنشاہ کا حلیف بنا رکھا ہے، اس طرح اٹلی کی ریاستیں مختلف حصوں میں بٹی ہوئی ہیں..... تاہم مسلمانوں کے مقابلے میں نیپلز کے علاوہ وہ ساری یکجا اور متحد ہیں اور سب نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف انہوں کی ہر طرح سے مدد کی جائے گی۔

اس موقع پر ابورافع آنے والے مجھ کو کچھ کہہ کر مخاطب کرنا چاہتا تھا کہ ابوفہر بول پڑا، اس نے مجھ کو مخاطب کیا تھا۔

میرے عزیز جو خبریں تو لے کر آیا ہے، یہ ہمارے لئے بڑی اہمیت کی حامل ہیں..... اٹلی کی ریاستیں قسطنطنیہ، جرمنی، یونان کے شہنشاہوں کی پشت پناہی حاصل کرتے ہوئے اگر ہمیں صقلیہ سے نکالنا چاہتی ہیں تو میرے خداوند کو منظور ہو تو ان ساری قوتوں کو ہمارے سامنے ٹھکت اور ہزیمت کا منہ دیکھنا پڑے گا، جہاں تک دشمن سے نمٹنے کا تعلق ہے تو اگر میرے

خداوند نے حقلیہ میں مجھے زندگی دی تو میں ان سے نمٹوں گا ضرور قسطنطنیہ کے شہنشاہ قیصر نے اگر اپنے دوست اپنے جرنیل تھیوڈوس کے میرے ہاتھوں مارے جانے پر میرے سر پر قیمت لگادی ہے تو وہ لگاتا پھرے، جب تک اور جس وقت تک میرے اللہ نے میری زندگی کے دن پھیلایے ہوئے ہیں تو دنیا کی کوئی طاقت مجھ پر موت بن کر وارد نہیں ہو سکتی اور میرے اللہ نے میری موت کا دن مقرر کر رکھا ہے، دنیا کی کوئی طاقت اس کو آگے پیچھے کرے پر قادر نہیں ہے۔ لہذا اگر قسطنطنیہ کے شہنشاہ نے میرے سر کی قیمت لگادی ہے تو یہ میرے لئے کوئی نئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی اس سے خوفزدہ ہوتا ہوں نہ ہی میں پریشان ہوں، میرے ایک دن آتی ہے اور ایک دن اس کا سامنا ضرور کرنا ہے۔

بہر حال تم لوگوں نے مجھے بڑی اچھی خبریں دی ہیں اور میں ہر اس قوت کے خلاف حرکت میں آؤں گا جو حقلیہ میں رومنوں کی مدد کے لئے آمادہ ہو۔

مجھے امید ہے کہ ان قوتوں کے حقلیہ میں پہنچنے سے پہلے ہی پہلے میں غلویہ شہر پر قبضہ کر چکا ہوں گا۔ اس کے بعد میرا رخ حقلیہ کے مرکزی شہر اور سب سے بڑی بندرگاہ بلرم طرف ہوگا۔ وہاں میں دیکھوں گا کہ حقلیہ میں رومنوں کی مدد کے لئے کون کون سی قوت میدان میں اُترتی ہے۔ میرے خداوند نے مجھے اپنی حمایت اور نصرت سے نوازا تو بلرم کے نواح میں ہر طاقت، ہر قوت سے نمٹوں گا۔

غلویہ میں ان میں سے کسی طاقت کو میں قریب نہیں آنے دوں گا، اس لئے کہ ان کے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی پہلے میں غلویہ پر قبضہ کر لوں گا۔ اس لئے میرا اندازہ اور قیاس ہے کہ ان قوتوں سے ہمارا ٹکراؤ یقیناً بلرم شہر کے نواح ہی میں ہوگا اور میں ان ساری قوتوں سے ٹکرانا اپنے لئے سعادت اور ایک خوشی خیال کروں گا۔ میں دیکھوں گا یہ ساری قوتیں ہمارے خلاف کیا قدم اٹھاتی ہیں۔

ابوفہر کا، تھوڑی دیر سوچا پھر اپنے سامنے کھڑے امیر البحر سلیمان بن عافیہ طرطوسی طرف دیکھا، پھر اسے مخاطب کیا۔

ابن عافیہ تمہارا جو نائب امیر البحر ہے نام میں اس کا بھول گیا ہوں۔ ذرا اس کا نام کہنا بڑی ارادت مندی سے سلیمان بن عافیہ چند قدم آگے بڑھا پھر کہنے لگا۔  
امیر اس کا نام محمد بن سندی ہے۔

اسے ذرا میرے پاس بلاؤ، آنے والے دنوں میں اسے ایک انتہائی اہم مہم سونپ سکتا ہوں۔ اپنے قریب ہی کھڑے سپاہی کے کان میں سلیمان بن عافیہ نے کچھ کہا جس پر وہ بھاگتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد نائب امیر البحر عمر بن سندی ابوفہر کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ وہ ایک دراز قد اور کسے ہوئے جسم کا نوجوان تھا۔ ابوفہر نے مسکراتے ہوئے اس کے سر اپنے کا جائزہ لیا پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

ابن سندی میں جانتا ہوں آج تک تم امیر البحر سلیمان بن عافیہ طرطوسی کے تحت کام کرتے رہے ہو، اگر سلیمان بن عافیہ میرے پاس رہے اور تمہیں اکیلے کو کوئی بحری مہم سونپی جائے تو کیا تم اس سے نمٹ سکو گے۔

محمد بن سندی چھاتی تن گئی تھی۔ آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی، پھر وہ ابوفہر کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

امیر خداوند قدوس کی قسم اگر آپ مجھے موت کو سر کرنے کی مہم پر بھی روانہ کر دیں تو میں اپنے سر کو فخر کرتے ہوئے موت کے تعاقب میں لگ جاؤں گا۔ آپ جو کام بھی مجھے سونپیں گے میں اس کام کو آپ کی خواہش، آپ کے حکم کے مطابق سر کرنے کی کوشش کروں گا۔

محمد بن سندی کے اس جواب پر ابوفہر کے چہرے پر بڑی خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی، اُٹھ، آگے بڑھ کر اس نے ابن سندی کو ساتھ لپٹا لیا، اس کی پیشانی چومی پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے ابوفہر کہہ رہا تھا۔

ابن سندی میں تیرے جذبے کو سلام پیش کرتا ہوں۔ تیرے جیسے جوان ہی ملت کے لئے عظیم ایاس میں وفا کا بے کراں سمندر اُفق کی سرگیں شام میں شفق بھری لالہ رخ صبح بن کر نمودار ہوتے ہیں۔ تیرے جیسے مجاہد ہی اپنی قوم کے لئے اندھیروں کے غیر مانوس نقوش میں روشنی کھلتی چاندنی اور حیات نوح کی صباحتوں میں سحر کی بوندوں سے نکلتی مناس ثابت ہوتے ہیں۔

ابن سندی جو اہم کام میں تم سے لینا چاہتا ہوں وہ میں تم سے بعد میں لوں گا، فی الحال میں تمہیں ایک ابتدائی مہم سونپنے لگا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اس میں تم اپنی بہترین کارگزاری کا مظاہرہ کرو گے۔

ابو فہر تھوڑی دیر کے لئے خاموش رہا، کچھ سوچا اس کے بعد دوبارہ وہ کہہ رہا تھا۔  
ابن سالم ابن عافیہ فرغلوش میں تم سب کے سامنے جنگ کا ایک لائحہ عمل پیش کرنے کا ہوں۔ اگر اس میں تم کوئی تبدیلی چاہو تو وہ تمہاری مرضی کے مطابق کی جائے گی۔

مخبر جو خبریں لے کر آئے ہیں وہ میں نے بھی سنی تم لوگ بھی سن چکے ہو۔ چھوٹے چھوٹے دو لشکر ترتیب دیئے جائیں گے، جن میں ایک ابن سندی کی کمانداری میں ہوگا دوسرا ابو رافع کے تحت رہے گا، ان دونوں کا کام یہ ہوگا کہ غلویہ شہر کے نواح میں سرگرداں رہیں گے، دشمن کا کوئی لشکر اگر ہم پر حملہ آور ہونے یا ہم پر شب خون مارنے کی کوشش کرے تو یہ اس کی راہ روک کر اس کے ارادوں کو ناکام بنانے کی کوشش کریں گے۔

رہا باقی لشکر تو وہ چار حصوں میں تقسیم ہوگا۔ ایک میرے پاس، دوسرا ابن سالم، تیسرا فرغلوش اور چوتھا ابن عافیہ کے پاس ہوگا۔ ابن عافیہ تم اپنے لشکر کے ساتھ یہیں شہر کے غربی جانب جو پڑاؤ ہے وہیں قیام کرو گے، فرغلوش اپنے لشکر کے ساتھ شمال کی طرف چلا جائے گا۔ جنوب کی طرف ابن سالم ہوگا۔ یہ ایسے ظاہر کریں گے کہ یہ شہر پر دو جانب سے حملہ آور ہوں گے، تیسری سمت میں ابن عافیہ تم ہو گے۔

عافیہ تمہارے ذمے دو کام ہیں، بلکہ یوں کہہ لو کہ تین ہیں۔ پہلا اپنے پڑاؤ کی حفاظت، دوسرا باہر سے کوئی حملہ آور ہوتا ہے تو اس سلسلے میں تم ابو رافع اور ابن سندی کی مدد بھی کرو گے۔ تیسرا یہ کہ جب غلویہ شہر پر حملے کی ابتدا ہوگی تو تم گاہے گاہے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کے سامنے رہتے ہوئے زوردار انداز میں تکبیریں بلند کرو گے، ایسا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دشمن پر یہ ظاہر کیا جائے گا، اس سمت بھی تم حملہ آور ہونے والے ہو، لہذا وہ اپنی قوت کو بانٹ کر رکھے گا۔ اب حملہ آور ہونے کا کیا طریقہ ہوگا، وہ میں تمہیں تفصیل سے بتاتا ہوں۔

جیسا کہ میں بتا چکا ہوں فرغلوش شمال میں اور ابن سالم جنوب میں ہوگا۔ میں ایک لہا کاوا کاٹتے ہوئے شہر کے شرقی جانب چلا جاؤں گا۔ گھات میں بیٹھا رہوں گا، شہر پر حملے کی ابتداء شمال کی طرف سے فرغلوش اور جنوب کی طرف سے ابن سالم کریں گے۔ مغرب کی طرف سے ابن عافیہ تم تکبیریں بلند کرتے ہوئے دشمن کو اس غلط فہمی میں مبتلا رکھو گے کہ ان سمت سے بھی حملہ ہونے والا ہے۔

یہ ساری کارروائی مغرب کی نماز کے کچھ دیر بعد کی جائے گی۔  
جہاں تک میرا اور میرے حصے کا تعلق ہے تو جب فرغلوش اور ابن سالم دشمن کو اپنے ماتحتی میں مصروف کر چکے ہوں گے تب میں حرکت میں آؤں گا۔ فرغلوش اور ابن سالم تفصیل پر حملہ کرنے کی کوشش نہیں کریں گے، صرف اپنے لشکر کو ڈھالیں سامنے رکھتے ہوئے تفصیل پر حملہ آور ہونے کے لئے کہیں گے۔ تاکہ اگر تفصیل کے اوپر سے تیر برسائے جائیں تو لشکریوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ فرغلوش اور ابن سالم کا کام یہی ہوگا کہ دشمن کو جنگ میں مصروف رکھیں اور تیز حملہ کریں تاکہ دشمن اپنی زیادہ سے زیادہ قوت کو شہر پناہ کے شمال اور جنوب میں رکھے۔

سلمان بن عافیہ جب تم مغرب کی طرف سے بار بار تکبیریں بلند کرو گے تو دشمن کو خدشہ ہوگا کہ دشمن مغرب کی طرف سے بھی حملہ آور ہو سکتے ہیں، لہذا وہ اپنے لشکر کی اچھی خاصی تعداد شہر پناہ کے غربی حصے کی طرف متعین کرے گا تاکہ اس سمت سے اگر حملہ ہو تو روکا جاسکے، جب میں دیکھوں گا کہ تم تینوں نے دشمن کو خوب مصروف کر لیا ہے تو گھات سے نکلوں گا، شرقی حصے کی طرف آؤں گا، رسوں کی سڑھیوں سے شہر پناہ پر چڑھ کر میں اوپر دفاع کرنے والے لشکر کا مقابلہ کرنے کی کوشش کروں گا اور شمال کی طرف بڑھنے کی کوشش کروں گا، ایسا کرنے کے بعد براہ راست بڑا کام یہ ہوگا کہ نیچے اتر کر شہر پناہ کا شانی دروازہ کھول دوں، جب میں ایسا کرے گا تو فرغلوش اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ شہر پناہ میں داخل ہو جائے گا، جب ایسا ہو جائے گا تو یاد رکھنا دشمن اپنی ساری قوت اور طاقت کو شہر پناہ سے نیچے منتقل کر دے گا۔

ابن سالم تم رسوں کی سڑھیوں کی مدد سے شہر پناہ پر چڑھ جانا اور جنوب کی طرف سے ٹھوس داخل ہونے کی کوشش کرنا، اس طرح جب ہم دو مختلف سمتوں سے دشمن پر دباؤ ڈالیں گے تو شہر کے اندر دشمن ہمارا مقابلہ نہیں کر سکے گا، اگر کرے گا بھی تو بہت جلد اسے ہمارے سامنے ہتھیار ڈالنے ہوں گے۔

یہ تو شہر پر حملہ آور ہونے کا طریقہ کار ہے، ابن عافیہ میرے بھائی دشمن کے ساتھ میری فرغلوش ابن سالم کی جنگ کتنی بھی طویل ہو جائے تم نے اپنا پڑاؤ نہیں چھوڑنا، اپنے حصے کے ماتحتی میں رہنا ہے۔ ابن رافع اور محمد بن سندی تم دونوں بھی حالات خواہ کیسے بھی ہوں اس کی گہری تاریکی میں شہر کے اطراف میں چکر لگاتے رہو گے، تاکہ دشمن کا کوئی بھی گروہ



ہمارے پڑاؤ یا ہماری لشکر گاہ پر شب خون مارنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

مجھے امید ہے کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے ہم شہر سے دشمن کا صفایا کر دیں۔ اور شہر پر مکمل قبضہ کر لیں گے، تم سب میری ایک اور بات بھی غور سے سننا، میں شہر میں زبردست قیام نہیں کرنا چاہتا، اس لئے کہ اور بہت سی قوتیں ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے اندر ہیں، ان میں مسینا کا رومن وال آؤ بھی ہے، ان میں جنوبی اٹلی کی ریاست لمبارڈ کا حکمران سپکارڈس بھی ہے۔۔۔۔۔ یہ بھیڑیا اٹلی کی دوسری ریاستوں کے حاکموں کو اپنے ساتھ ملا کر ہم حملہ آور ہوتے ہوئے رومنوں کی مدد کرے گا۔۔۔۔۔ بہر حال جو بھی قوتیں صقلیہ میں ہم نکرانے کے لئے آئیں گی مجھے امید ہے منہ کی کھائیں گی، رہا سوال جنوبی اٹلی کی ریاست کا تو مجھے بڑی بے چینی ہے۔۔۔۔۔ انتظار رہے گا کہ اس کا کوئی نمائندہ ہمارے پاس آئے اور:۔۔۔۔۔ یہ معاہدہ کرے کہ صقلیہ میں رومنوں کے خلاف وہ ہماری مدد کریں گے اور اٹلی میں رومن اس پر حملہ آور ہوتے ہیں یا اس کا حریف سپکارڈس اس پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے تو اس کے مقابلے میں ہم اس کی بروقت اور خوب مدد کریں گے، اس طرح جنوبی اٹلی ہمیں ایک اچھا اور پر خلوص حلیف مل جائے گا۔

ایسا میں اس لئے کر رہا ہوں کہ جو قوتیں رومنوں کی مدد کرنے کے لئے ہم پر حملہ آور ہوں گی، اپنی طاقت اور قوت کو صقلیہ میں مجتمع کرنے کے بعد میں ان قوتوں کے خلاف بحری حرکت میں آؤں گا اور انہیں اس گستاخی کی سزا ضرور دوں گا۔۔۔۔۔ بہر حال غلویہ کے بعد یہ سب سے بڑا ہدف بلرم ہوگا، بلرم کو فتح کرنا ہمارے لئے بڑا مشکل ہوگا، اس لئے کہ اتنی دیر تک یہ ساری قوتیں جن کا میں ذکر کر چکا ہوں، صقلیہ پہنچ کر ہم سے ٹکرانے کی کوشش کریں گی، لہذا میں ان کی آمد سے پہلے ہی پہلے غلویہ پر قبضہ کر کے بلرم کا رخ کر لینا چاہتا ہوں۔

ابوفہر کی اس تجویز سے سارے سالاروں نے اتفاق کیا۔۔۔۔۔ پہلے سب نے گھوم پھر کر لڑا اور پڑاؤ کا جائزہ لیا، پھر وہ اپنے خیموں کی طرف چلے گئے تھے۔

ابوفہر کو اپنے خیمے میں بیٹھے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ خیمے کے دروازے پر کیتھرینا اور تھیورہ دونوں نمودار ہوئیں۔۔۔۔۔ کیتھرینا کی حالت دیکھتے ہوئے ابوفہر کچھ پریشان ہو گیا تھا، اپنے جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا، اس نے دیکھا کیتھرینا کا چہرہ جو فلک کے جھومر ستاروں، زمین کی پائے چاندنی اور ہوا کے بن بانس اور بے انت خلاؤں میں اوس میں بھیگی نگہوں جیسا رہتا تھا،

بول بھلیوں کے مسافر، ڈکھ کے جوہر، زرد موسموں جیسا ہو رہا تھا۔۔۔۔۔ اس کی نیلی گرم آنکھیں جو ہم حالات میں نشاط آفریں ساعتوں اور انوکھے ٹھنڈے احساس سماں دیتی تھیں، وہاں سے حشر کی کیفیت تھی۔۔۔۔۔ اس کے بھیجے گاہی ہونٹ اور کپکپاتے لگاتے ہونٹوں کے سرے جن میں بیٹھ ذوق جسم اور شبہ کی کیفیت کے اندر لطیف گویائی کی تہہ جی رہتی تھی۔۔۔۔۔ وہاں شفق کی ٹھنڈی چھاؤں اور سوکھے پتوں کی کہانیوں جیسی کیفیت تھی، اس کا حلقہ رنگ و بو اور ان گنت رنگوں کے گہوارے جیسا جسم جو اپنی سرمستی اور سرشاری میں نئے روپ کے ان گنت جلوے دکھا جاتا تھا، وہاں تپتے سایوں میں بے سکونی شہر بدر حقیقتوں سی بے اطمینانی کا شکار تھا۔

تھیورہ کے ساتھ چپ چاپ کیتھرینا خیمے میں داخل ہوئی اور ابوفہر کے سامنے تھیورہ کے ساتھ ہی نشست پر بیٹھ گئی تھی۔۔۔۔۔ چپ اور خاموش تھی، لگتا تھا اس سے کسی نے اس کی ساری فزیاں اس کا سارا سکون، ساری سرشاریاں چھین کر رکھ دی ہوں۔۔۔۔۔ ابوفہر کچھ دیر تک عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

تھیورہ میری بہن یہ کیتھرینا آج ڈکھ کے سایوں، پتھرے لمحات جیسی پریشان اور مایوسی کے مرکز اور نا امید یوں کے محور جیسی بکھری بکھری کیوں ہے۔

ابوفہر کے ان الفاظ کا جواب تھیورہ دینا ہی چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی کیتھرینا بول پڑی۔

کیا آپ نے اپنی حفاظت کا کوئی سامان کیا ہے۔۔۔۔۔ کیتھرینا نے یہ الفاظ پریشان نغموں کی گونج اور خوف جان بننے لہجے میں ادا کئے تھے۔۔۔۔۔ اس پر ابوفہر نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور ہانپنے کے انداز میں کہنے لگا۔

کیوں میں کیوں اپنی حفاظت کا سامان کرنے لگا، کیا کوئی آشوب کی چٹائیں ٹوٹنے لگی ہیں یا ارض و سما کی بساط لپیٹی جانے لگی ہے، یا یہ کہ زیت کے سلسلوں میں مباحث ختم ہونے والا ہے یا سوچوں کو منتشر کرنے والے آتش فشاں چاروں طرف پھٹنے والے ہیں۔

ابوفہر کی اسی گفتگو سے کیتھرینا کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، حیا سے جھلکتی پلکیں ان کے دو تین بار چھپکائیں۔۔۔۔۔ مدھ بھری آنکھیں اس نے ابوفہر کے چہرے پر جمائیں، پھر ہمرے دھیرے گنگناتے ٹھنڈے چشموں جیسے مدہم اور رس ملے لہجے میں کہنے لگی۔

آپ مجھے ہانپنے کی کوشش نہ کریں اور نہ ہی اچھے لفظ استعمال کر کے موضوع سے ہٹنے کی

کوشش کریں..... میں نے جو سوال کیا ہے اس کا جواب دیں۔

ابوفہر نے ایک بار غور سے کیتھرینا کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

حفاظت کا سامان کرنے کی کوئی وجہ بھی تو ہو، پہلے کی طرح میں جنگوں میں حصہ ہوں، اپنے لشکر کے اندر رہتا ہوں، میرے جان نثار از خود میری حفاظت کا سامان کرتے ہیں، پھر مجھے خود یہ اہتمام کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے، نہ اس کے لئے کوئی نئی وجہ اٹھی ہے کیتھرینا نے غور سے ابوفہر کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے لہجے میں زور پیدا کرتے، کہنا شروع کیا۔

وجہ اٹھی ہے تو میں بھاگی بھاگی آپ کے پاس آئی ہوں اور آپ سے حفاظت کے کہہ رہی ہوں..... ابو رافع ہمارے پاس گیا تھا، اس نے انکشاف کیا ہے کہ قسطنطینیہ کے تھیوفلس نے آپ کو ہلاک کرنے والے کے لئے ایک بہت بڑی رقم کا انعام مقرر کیا ہے۔ ابوفہر مسکرایا، پھر کیتھرینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

کیتھرینا قسطنطینیہ کے شہنشاہ تھیوفلس نے جو کچھ کیا ہے یہ اس کا ذاتی فعل ہے، اسے کرنے کا حق ہے..... میں کوئی اور شخص اسے ایسا کرنے سے روک نہیں سکتے، اپنے دا قرطاس پر یہ بات لکھ رکھتا کہ میری موت کا وقت تھیوفلس کے ہاتھ میں نہیں ہے، اگر صقلیہ کے میدانوں میں ہلاک ہونا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت میری ہلاکت کو روک نہیں سکتی اگر مجھے صقلیہ کو مکمل طور پر فتح کرنے کے بعد کامیابی اور فتح مندی کے گیت گاتے ہوں واپس افریقہ کی طرف جانا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت سوائے میرے خداوند کے میری اس روک نہیں سکتی..... میری حیات میری موت اللہ کے ہاتھ میں ہے..... وہی زندگی دیتا وہی موت طاری کرتا ہے، اسی پر میرا یقین، اسی پر میرا بھروسہ ہے، اس نے ہمیشہ ضرورت وقت میری مدد کی اور مجھے امید ہے کہ صقلیہ میں بھی وہ میری اس طرح اعانت کرے گا، لئے کہ ہر کام کی ابتداء کرنے سے پہلے میں اپنے اللہ کو پکارتے ہوئے اپنے رب سے کہتے ہوئے اپنے کام کی ابتداء کرتا ہوں۔

ابوفہر جب خاموش ہوا تو کیتھرینا پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے پھر کہہ اٹھی۔

ابو رافع یہ بھی کہہ رہا تھا کہ ملاسین اور میگور نے کچھ دتے مقرر کئے ہیں جو ہمارے

پر حملہ آور ہونے یا شب خون مارنے کی کوشش کریں گے۔

ابوفہر نے مسکراتے ہوئے کیتھرینا کی طرف دیکھا پھر بڑے پرسکون انداز میں کہہ رہا

فنا

اس میں فکر مند ہونے کی کون سی بات ہے..... ملاسین اور میگور کو حق پہنچتا ہے کہ وہ ہم پر حملوں اور شب خون کا اہتمام کریں..... ایسا ہم بھی کر سکتے ہیں، ان کو یہ بھی حق پہنچتا ہے کہ اپنی ہلاکت کو وہ اپنی فتح مندی میں تبدیل کرنے کی کوشش کریں..... ہمیں بھی یہ حق پہنچتا ہے کہ ان کے حملوں اور شب و خون کو ناکام بنائیں اور اپنے سامنے انہیں شکست سے دوچار کریں۔

کچھ دیر خاموشی رہی، اس دوران کیتھرینا کچھ سوچتی رہی اس کے بعد اس نے پھر ابوفہر کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

بہر حال اب آپ ملاسین اور میگور کے حملوں سے بھی محتاط رہیں اور جو اعلان تھیوفلس نے کروایا ہے اس کے رد عمل کے طور پر اپنی حفاظت کا بھی انتظام کریں، اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو میں اپنے بھائی ابو رافع سے کہوں گی وہ خود یہ اہتمام کرے گا۔

ابوفہر کے چہرے پر پھر پرسکون سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور کیتھرینا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر وہ کہہ رہا تھا۔

کیتھرینا تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے..... قسطنطینیہ کے شہنشاہ تھیوفلس نے اگر میرے سر کی قیمت لگا دی ہے تو یہ قیمت وصول کرنے والا پیدا ہوگا تو میرا سر کاٹے گا، تم بے فکر ہو میں نے اپنی حفاظت کا اہتمام کر رکھا ہے..... سب سے بڑا میرا محافظ میرا اللہ ہے، اس کے بعد میرے لشکر میں بھی میری حفاظت کا خاصا اہتمام ہے، تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

ابوفہر کے اس جواب سے کیتھرینا کافی حد تک مطمئن ہو گئی تھی، کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ اس بار تھیورہ بول پڑی۔

بھائی ہم آپ کو لینے آئے ہیں، ہمارے خیمے میں چلیں..... ابو رافع نے کچھ آدمی بھیج دیئے ہیں جو سب کا کھانا وہیں لے کر آئیں گے، کھانا ہمارے خیمے میں ہوگا۔

ابوفہر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

اگر یہ بات ہے تو دیر کس بات کی چلو کھانا وہیں چل کر کھاتے ہیں..... تینوں خیمے سے باہر نکلے، ساتھ والے خیمے میں داخل ہوئے، اس خیمے میں اس وقت ابو رافع کے علاوہ

اور لیوس، لیونا، بارس بیٹھے ہوئے تھے اور لیوس اور ابورافع نے اپنی جگہ سے اٹھ کر استقبال کیا۔ اس نے آگے بڑھ کر دونوں سے مصافحہ کیا، پھر ان کے قریب ہی بیڑہ کیتھرینا ابوفہر کے پہلو میں جبکہ تھیورہ اپنی ماں کے پاس بیٹھی تھی، بارس کچھ دیر تک شفقت اور بڑی ہمدردی سے ابوفہر کی طرف دیکھتی رہی، پھر کہنے لگی۔

ابوفہر میرے بیٹے ہم نے کچھ عجیب و غریب اور دل شکنی والی خبریں سنی ہیں، یہ تمہیں نصیحت کروں گی کہ لشکر میں اپنی حفاظت کا سامان خاطر خواہ رکھنا، میرے خیال پر موضوع پر میری بیٹی کیتھرینا بات کر چکی ہوگی۔

ابوفہر نے ہونٹوں پر زبان پھیری، مسکرایا اور کہنے لگا۔

خاتون محترم اس سلسلے میں آپ کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ اس پر کیتھرینا اور تھیورہ کے ساتھ میری تفصیل کے ساتھ بات ہو چکی ہے۔ لشکر میں حفاظت کا کیا اہتمام ہے۔ ابورافع بھی اس سے واقف اور مطمئن ہے، آپ بالکل پر نہ ہوں۔ تھیو فلاس جو چاہے اعلان کرتا پھرے، ملائین اور میگور جو چاہے ہمارے خلاف عمل تیار کرتے رہیں۔ ہم بھی اپنے رد عمل کا اظہار کریں گے، ہوگا وہی جو میرے خد منظور ہوگا۔

ابوفہر کو کہتے کہتے رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ کچھ جوان کھانے کے برتن اٹھائے میں داخل ہوئے تھے۔ کیتھرینا اور تھیورہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ کھانے برتن اس سے لے کر وہ انہیں ترتیب سے رکھنے لگی تھیں، جب کھانا لانے والے جوان چلا تب ابوفہر نے کھانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنا شروع کیا۔ میرے خیال میں اگر کوئی بات کرنے کی ہے تو وہ بعد میں ہو جائے گی، پہلے کھائیں اس لئے کہ میں تو بھوک محسوس کر رہا ہوں۔ ابوفہر کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا رہی تھی، پھر کہنے لگی، ہاں پہلے کھانا کھانا چاہئے پھر سب مل کے کھانا کھائے گئے۔



ہر شے کو سحر تک اضطراب میں ڈالتے ہوئے سورج غروب ہو گیا تھا۔ زمین پر کوئی لالہ، کوئی گلاب بیدار نہ رہا تھا۔ آسمان پر کوئی ستارہ، کوئی مہتاب نہ تھا۔ افق کے خدو خال پر رنگوں کے نجوم ساشفق کا جمال زائل ہو چکا تھا۔ بساط ارض و سماں پر گہرے اندھیرے نا امیدوں اور ڈکھ کے دھاروں کی طرح پھیل گئے تھے۔ مصروف بکا پیاسی روہیں اور ٹوٹے لٹوں کی صدائیں ہر شے کے وجود کو کرب سے دوچار کرنے لگی تھیں۔

ابوفہر گہری ہوتی رات کی تاریکی میں اپنے پڑاؤ سے نکل کر شہر کے ارد گرد ایک لمبا چکر کاٹے ہوئے مشرق کی طرف بڑھا تھا۔ سورج غروب ہونے سے پہلے ہی پہلے اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ فرغلوش اور محمد بن سالم شہر کے شمال اور جنوب میں پڑاؤ کر چکے تھے اور ان کچھ چکا تھا کہ مسلمان شہر کے شمال اور جنوبی حصوں کے علاوہ مغرب کی طرف سے بھی حملہ آور ہوں گے، اس لئے کہ مغرب کی سمت سے سلیمان بن عافیہ نے اپنے حصے کے لشکر کو مستعد کر دیا تھا۔

تاہم مشرقی حصہ ابھی تک خالی تھا جس پر حملہ کرنے کے لئے گہرے سناٹوں اور گھنی تاریکیوں میں ابوفہر اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ بیان و قلم کے ماہر اور حرف و صوت کے کسی ہرگز کی طرح بڑی تیزی سے شہر کے مشرقی حصے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

شہر کے مشرقی جانب اپنی گھات میں جانے کے بعد ابوفہر کے لشکر سے جلتے ہوئے پروں والے تیرنفسا میں اٹھا تھا، بس اس تیر کا دکھائی دینا تھا کہ بیک وقت محمد بن سالم اور فرغلوش لشکر کیوں میں عقل بشر کو روشن اور ہر شے کو نور عمل سے روشن کر دینے والے وفائوں کے

پیغام کی ترسیل کی طرح خداوند کے نام کی تکبیریں بلند ہوئی تھیں..... تکبیروں کی یہ آوے کے حصار کو توڑتی آئینہ در آئینہ کس کی طرح چاروں سمت بازگشت کی طرح پھیر جس کے نتیجے میں تاریکی اڑھتے راستے بیدار خن کے پیش محل تحیرات کی دھند میں گھوٹے..... برسو خاموشی کی ذات کے گہرے نفس میں صداؤں کے کمال نے رقص شروع کیا تھا۔

ایک ساتھ تھوڑی دیر تک تکبیریں بلند کرنے کے ساتھ فرغوش اور محمد بن سالم کام کی ابتداء کی، پھر وہ شہر کے شمالی اور جنوبی حصے سے اعمال ناموں پر کالی سیاہی نڈی کی یلغار..... رگ رگ میں خوف چھادینے والی دستک کی جھنک اور لفظوں کو اور بے حرکت کر دینے والی بارودی ہواؤں کی سانسوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔ محمد بن سالم اور فرغوش کے حملوں کے ساتھ ہی ساتھ مغرب کی جانب سلیمان نے بھی تکبیریں بلند کرنا شروع کر دی تھیں، جو دشمن کے لئے یہ پیغام تھا کہ مسلمان شہر کے حصے سے بھی حملہ آور ہونے لگے ہیں، اس طرح شہر کے اندر محفوظ لشکر نے شہر پناہ شمال اور غربی حصے کو پوری طرح اپنی نگرانی میں لے لیا تھا..... تاہم مشرق کی طرف گاہ کے لئے فیصل کے اوپر اکاؤ کا یا چند پاسبان ہی رکھے گئے تھے۔

اتنے میں ابوہریرے کراں صحرائی ویرانیوں میں انجانے سرکش جذبے لئے خود سر اور اپنے ٹون پنچوں پر زائے بدلتی بے کراں موت کی آزار آفرین چاپ کی طرح شہر کی طرف بڑھا تھا۔

شہر کی کیفیت اس وقت عجیب و غریب تھی، شمال اور جنوب کی طرف فرغوش اور سالم بار بار آگے بڑھتے ہوئے تیز حملے کر رہے تھے اور ان کے حملوں کے سامنے اپنے استوار کرنے کے لئے دشمن کو دشواریوں کا سامنا تھا..... مغرب کی سمت بھی دشمن کو متنبہ پڑھ رہا تھا، اس لئے کہ اس سمت سے بار بار سلیمان بن عافہ کے لشکر میں تکبیریں بلند تھیں جو دشمن کو یہ پیغام دے رہی تھی کہ اس طرف سے بھی حملہ ہونے والا ہے، جبکہ نواح میں ابورافع اور محمد بن سندی اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے گئے تھے تاکہ پڑاؤ کے علاوہ ان کے لشکر کے کسی بھی حصے پر دشمن شب خون نہ مار سکے۔ شہر کی فیصل کے قریب آکر ابوہریرے نے دیکھا کہ شہر کی فیصل کا شرقی حصہ

مہتابے اور رائیگاں اور زائل ہوتی عبارت کی طرح چپ اور اُداس تھا..... تاہم فیصل کے اوپر برجوں کے اندر اور برجوں کے باہر اکاؤ کا پاسبان ادھر ادھر ٹپکتے ہوئے اس سمت کی حفاظت کر رہے تھے۔

ذرا مناسب فاصلے پر جا کر ابوہریرے اپنے لشکر کو روک دیا، پھر چند لشکر کی جو بہترین تیر انداز تھے..... ابوہریرے حکم پر زمین پر لیٹتے ہوئے آگے بڑھے، فیصل کے قریب گئے پھر انہوں نے ایسی سرعت کے ساتھ اور اس قدر تیز تیر اندازی کی کہ برجوں کے اندر اور باہر جس قدر پھریا رہے تھے انہیں چھلنی کر کے رکھ دیا تھا..... اس کارروائی کے فوراً بعد لشکر کا ایک حصہ حرکت میں آیا..... رسوں کی میڑھیاں فیصل کے اوپر پھینک دی گئیں اور ان میڑھیوں کے ذریعے ابوہریرے اور ان کے لشکر کی بڑی تیزی سے غلویہ شہر کی فیصل پر چڑھ رہے تھے۔

شہر پناہ کے شرقی محافظوں کے مارے جانے اور ابوہریرے اپنے لشکر کے ساتھ فیصل پر چڑھنے کی خبریں شہر کے شمال جنوب اور مغرب تک پھیل گئی تھیں اور اس سمتوں سے لشکر شہر کا دفاع کرنے کے لئے بڑی تیزی سے فیصل کے شرقی حصے کی طرف بڑھے تھے۔

اتنی دیر تک ابوہریرے فیصل کے اوپر اپنے لشکریوں کو استوار کر چکا تھا، پھر وہ دائیں بائیں سے سامنا کرنے والے دشمنوں پر ہر کوچے، ہر گلی میں رقصاں قضا، ہر سوزندگی کو ہراساں اور اپنے آؤش کو تماش کرتی مرگ اور کاسہ وقت کے گہرے اور گھنے اندھیروں کے گوشے گوشے اور گنج گنج گنج آفتاب کی خیرہ کن شعاعوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

ابوہریرے اور اس کے لشکریوں کا حملہ ایسا تیز ایسا بولناک تھا کہ فیصل کے اوپر ایسی کیفیت طاری ہونے لگی جیسے کاغذ کے کورے حصے پر ان دیکھے خونی الفاظ کی تحریریں اور ان ہونی تحریریں رقم ہونا شروع ہو گئی ہوں..... تمازت جسم و جان ختم ہونا شروع ہو گئی تھیں..... خود گری کے امور ناپید ہونے لگے تھے..... ابوہریرے اپنے سامنے آنے والے دشمنوں کو حرف و صوت کے مایوں، قافلوں کی گرد دھواں دھواں خواہشوں اور منزلوں کے آخری نوٹے کی طرح اڑاتا چلا گیا تھا۔

دشمن کا قتل عام کرتے اور انہیں پیچھے دھکیلتے ہوئے ابوہریرے لشکر کے ساتھ شہر کے شمالی حصے تک جا پہنچا تھا..... یہاں ایک حصہ اس نے فیصل کے اوپر ہی رکھا باقی حصے کے ساتھ نیچے اترے..... شہر پناہ کا شمالی دروازہ اس نے کھول دیا، دروازہ کھلتے ہی بند ٹوٹے سیلاب کی طرح

کے اندر دبا بھٹ پڑی، اس دبا کا شکار خود فرغلوش بھی ہوا۔

دبا ایسی خوفناک تھی کہ لوگ بڑی تیزی سے مرنے لگے تھے، اس دبا کا حملہ جب فرغلوش پر ہوا تو فی الفور اس کی اطلاع پڑاؤ میں ابوفہر کو دی گئی..... ابوفہر کے کہنے پر فرغلوش اور مسلح ہتھیاروں سے نکالا گیا اور پڑاؤ کے ایک سمت انہیں رکھا گیا..... غلویہ شہر کے لوگوں سے بھی کہا کہ وہ ایک دو دن شہر سے باہر نکل جائیں تاکہ وہ دبا کا شکار نہ ہوں۔

لشکر کے اندر جو طبیب تھے وہ شہر میں طب کا کام کرنے والوں کے ساتھ دبا کا شکار کرنے والوں کا بڑی تیزی سے علاج کرنے لگے تھے..... ابوفہر سلیمان بن عافہ اور محمد بن سالم فرغلوش کی دیکھ بھال کر رہے تھے، لیکن فرغلوش کی حالت سنبھلنے کے بجائے دن بدن بگڑتی جا رہی تھی۔

☆

ایک روز شام سے تھوڑی دیر پہلے جس وقت ابوفہر اپنے خیمے میں ابورافع، تھیورہ، کبیریا، بارس، لیونا اور لیوس کے ساتھ بیٹھا گفتگو کر رہا تھا کہ اسے پیغام دیا گیا کہ فرغلوش کی حالت نازک ہے اور اسے اس نے پایا ہے۔

یہ پیغام سنتے ہی ابوفہر اور ابورافع دونوں بڑی تیزی سے خیمے سے نکلے اور اس سمت جاگ رہے تھے، جس سمت دبا کا شکار ہونے والوں کو رکھا گیا تھا اور وہاں طبیب ان کا علاج کر رہے تھے۔

جب وہ اس خیمے میں داخل ہوئے جس میں فرغلوش کو رکھا گیا تھا، تب انہوں نے دیکھا کہ خیمے میں پہلے سے سلیمان بن عافہ، محمد بن سالم اور محمد بن سندی چند طبیبوں کے علاوہ فرغلوش کا ابوالعزیز محمد بن مسلم موجود تھے۔

ابوفہر جب ابورافع کے ساتھ خیمے میں داخل ہوا تو بڑی مشکل سے اپنی نگاہیں گھماتے ہوئے فرغلوش نے ابوفہر کی طرف دیکھا..... ابوفہر آگے بڑھا، پہلے بڑے پیار سے اس نے اپنا ہاتھ فرغلوش کی پیشانی پر رکھا، پھر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بلکے بلکے دباتے ہوئے کہنے لگا۔

فرغلوش میرے بھائی کیا بات ہے۔

فرغلوش تھوڑی دیر ہونٹ کاٹا رہا، اس کی آنکھیں ڈبڈبائی تھیں..... شاید ایسا ابوفہر کی

فرغلوش اپنے لشکر کے ساتھ شہر پناہ میں داخل ہو گیا اور شہر کی گلی کوچوں کے اندر بگڑے ہوئے تھے۔

دشمن کے لشکر نے جب دیکھا کہ شہر کا شامی دروازہ کھول دیا گیا ہے اور دشمن داخل ہو گیا ہے تو دشمن کے لشکر کی جس قدر تفصیل پر تھے، نیچے اتر آئے، اس صورت پر ابوفہر کا جو لشکر تفصیل کے اوپر تھا وہ بھی نیچے اتر آیا تھا۔

دوسری جانب محمد بن سالم بھی اپنی کارروائی مکمل کر چکا تھا، جس طرح ابوفہر سیزھیوں سے تفصیل کے اوپر چڑھا تھا، اس طرح وہ بھی رسوں کی سیزھیوں کے ذریعے لشکر کے ساتھ تفصیل پر چڑھ گیا، اس لئے کہ تفصیل کا وہ حصہ اب سپہ سالاروں سے ہٹ کر تھا..... تفصیل پر چڑھنے کے بعد محمد بن سالم اپنے لشکر کے ساتھ نیچے اتر، جنوبی دروازہ بچنے کے کھول دیا، اس طرح پورا لشکر شہر میں داخل ہو گیا..... رات کی گہری تاریکی میں شہر کے کچھ دیر تک بولناک رن پڑا، شہر کے اندر دشمن کا جس قدر لشکر تھا اس کا خاتمہ کر دیا گیا گھروں میں دبک رہنے والے لوگوں کو مکمل طور پر امان اور پناہ دے دی گئی تھی۔

اگلے روز کے سورج نے جب شہر کی فصیلوں کے اندر جھانکا تو شہر پر مسلمانوں کی حکومت تھی..... لوگ ابھی تک ڈرے سبے اپنے گھروں سے باہر نہیں نکل رہے تھے، ابوفہر کے کہنے پر شہر میں منادی کرا دی گئی کہ کسی سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا اور مسلمانوں کے خلاف ہتھیار نہیں اٹھائے گا اسے مکمل طور پر امان اور تحفظ حاصل ہوگا۔ اعلان کے ساتھ ہی لوگ اپنے گھروں سے نکل آئے، جوق در جوق ابوفہر کی خدمت میں ہوئے اور اپنی وفاداری کا اعلان کرنے لگے۔

اس کے بعد جو سب سے پہلا کام ابوفہر نے کیا وہ یہ کہ شہر کا نظم و نسق درست کر لئے اس نے فرغلوش کو مقرر کیا..... شہر کے اندر حفاظتی لشکر کے مارے جانے والوں کی کھوپڑیوں کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے..... فرغلوش نے چند دستے اپنے ساتھ رکھے تاکہ شہر کو لاشوں سے صاف کر کے نظم و نسق درست کر سکے، باقی لشکر کو بلے کر ابوفہر باہر پڑاؤ میں منتقل ہو گیا تھا۔ شہر کے اندر صفائی کا بڑا ناقص انتظام تھا..... فرغلوش اپنے مسلح دستوں کے ساتھ دن تک شہر کی صفائی کرانے میں مصروف رہا..... لاشوں کو اٹھا کر باہر دفن کر دیا گیا۔ اندر جو گندگی کے ڈھیر تھے..... وہ شہریوں کی مدد سے نکال باہر کئے گئے..... اس کا

بھردی کی وجہ سے ہوا تھا، کچھ دیر تک وہ اپنے آپ کو سنبھالتا رہا، پھر اکھڑی اکھڑی سی رز اور ہنکے ہنکے الفاظ میں وہ ابوفہر کو کہہ کر مخاطب کر رہا تھا۔

امیر میرادل چاہتا تھا کاش میں ساری عمر آپ کی کمنداری میں صقلیہ کے میدانوں کو ہستانوں، اس کی وادیوں میں دشمن کے خلاف جنگ کرتا رہوں، پھر ہائے حیف ازم گا۔ موت کے بجائے ایک وبا ایک بیماری نے مجھے اکیلا کر رکھا ہے۔ یہ میری قسمت، بھئی ہے۔ فرغوش تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر دوبارہ وہ کسپاتی آواز اور بجھتے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

امیر جب میری بیوی کو میرے مرنے کی خبر پہنچے گی تو اس کی ساری خواہشیں کڑھیں گی۔ سیب کی طرح ایک ایک کر کے گر جائیں گی۔ وہ چہرے پر بجھے دل کی راکھ پلکوں میں ناچے آنسو لئے بے نشین، شکستہ پر طیور کی طرح دن کے وقت شاہراہوں، گلی کوچوں، بھر بازاروں میں دھکے کھاتی رہے گی۔ رات کو صدا گنگ ستاروں کو گھورتی رہے گی۔

میرے بچے میرے مرنے کی خبر سن کر گھور ویران اندھیروں میں چمکتے جگنوؤں کی طرح میری راہ دیکھتے رہیں گے۔ ان کے چہروں کی لوزخاں کا لقمہ بننے پھولوں سی ہو جائے گی۔ زمین پر بکھرے رنگ تاروں بھرا گنگ ان کا تسخر اڑائے گا۔ آشوب کی بے کراا خلاقیں انہیں معیار شرف سے گرا کر اندھی خوش گمانیوں میں پھینک دیں گی۔

آہ میری ماں! جینے کے وسائل، محبتوں کے رشتے، شادمانیوں کی سعادتیں اور ممتاز کرنیں بانٹنے والی میری وہ ماں، میری موت کا سن کر صدیوں پرانے قبرستان میں منہ چھپا سکتی رہے گی اور میرا باپ جو قصقضا جیسا شجاع اور دلیر ہے، جسے بیماری اور وبا کی موت مرنا ناپسند ہے، جب وہ سنے گا کہ میدان جنگ کے بجائے میں وبا کا شکار ہو گیا ہوں تو وہ گنگ زمین خاموش آسمان قبروں کے بے بس کتبوں کی طرح چپ کی بکل مارے گا۔ کاش مرے کے دشت کھڑے کرتی اس وبا کے ہاتھوں مرنے کی بجائے میں موت کا سیسہ پگھلا کر کانڈر میں ڈالنے والے کسی میدان جنگ اور سانسوں کی ذوریاں کاٹنے والی کسی ازم گاہ میں موت شکار ہوتا تو میرا باپ میرے اہل خانہ مجھ پر فخر کرتے کاش۔

فرغوش کچھ نہ کہہ پایا تھا۔ اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی تھی۔ ابوفہر جان تھا کہ وہ دم توڑ چکا ہے۔ اس کا ہاتھ تھامے ہی تھامے اس کے پاس بیٹھ گیا۔ ایک بوسہ اس نے اس کی پیشانی پر دیا، کچھ دیر اس کی ہتھیلی اپنے ہاتھ سے مسلاتا رہا۔ پھر

لہجے میں وہ کہہ رہا تھا۔  
فرغوش میرے بھائی انسان کے دل کا اصل جوہر ایمان ہے، جس طرح شمع کی قسمت بد حرکت جلا لکھا ہے اسی طرح زندگی کی بدلتی شکلیں بھی موت تک اپنی سانسوں کو برقرار رکھیں۔ ہر کسی کو ایک نہ ایک روز موت کے پیانوں میں ڈھلنا ہوتا ہے۔

فرغوش ہر دست دست عصا، ہریدید بیضا نہیں ہوتا۔ ہر ضرب سے چشمے نہیں پہنچے، تو رگہ دشت میں چشمے کے متلاشیوں جیسا ایک مہربان بھائی تھا۔ تیری آنکھوں کے انہوہرے سینے میں آندھیاں، میرے دل میں ہنگاموں کے عالم کھڑا کر گئے ہیں۔ ابوفہر کو یہاں کہتے کہتے رک جانا پڑا، اس لئے کہ اس کی آنکھوں سے چند آنسو گر کر مردہ فرغوش کے ہاتھ پر گر گئے تھے۔ ابوفہر کے پیچھے کھڑے محمد بن سالم، سلیمان بن عافہ، ابو رافع محمد بن اور دیگر بھی اپنی آنسو بھاتی آنکھوں کے ساتھ اپنی گردنیں جھکائے کھڑے تھے۔ ابوفہر نے ہاتھ شروع کیا۔

آہ انسانی جسم کے زندان میں روح جھوٹے سچے خوابوں کی حیثیت رکھتی ہے اور شام کے بعدوں کی طرح کسی بھی وقت ٹوٹ کر رنعت ہو جاتی ہے اور فریب بھری دنیا سے کوچ کر جاتی ہے۔ ہائے حیف جسم سے روح کی قربت کو ایک نہ ایک روز تو جدا ہونا ہی ہے۔

فرغوش میرے بھائی تو سانسوں میں قربتوں کی خوشبو رکھنے والا بھائی، بھیرے خوابوں کے خوش منظر جیسا سالار آنکھوں میں محبت کی روشنی رکھنے والا انسان، فتح مندی کا طواف کرتے معتبر صدقاتوں جیسا شجاع زندگی کی مسافتوں میں ناممکن کو ممکن کی دہلیز پر کھڑا کر دینے والا جرات مند اُجالوں اور کرنوں کے وصال اور سنگم جیسا ناقابل تسخیر اور فتح بخندے ہوئے کو دہکتی زنجیروں اور سیاہ رنگ تقدیر کو معجز نمازیست میں تبدیل کر دینے والا ایک بے مثال خزان تھا۔ میں تیری شجاعت، تیری جرات مندی، تیری دل آوری کو صدا سلام کرتا ہوں۔

اس کے آگے ابوفہر کچھ نہ کہہ سکا، اس لئے کہ اس کا سرفرغوش کے بازو پر جھک گیا تھا۔ اس کی چند سسکیاں ابھری تھیں، جو وہاں کھڑے سب لوگوں نے سنی تھیں۔ اس نے ابوفہر کو کھڑا ہو گیا۔ اپنی عبا کے پلو سے اس نے اپنی پرخم آنکھیں خشک کیں، اپنے پیچھے سب سالاروں پر ایک آنسو بھری نگاہ ڈالی، سب پرخم آنکھوں سے اپنی گردنیں

جھکائے کھڑے تھے، ان کی یہ حالت دیکھتے ہوئے ابو فہر پس کر رہ گیا تھا، کچھ دیر سوچتا رہا:  
 کہنے لگا۔

سعد بن مسلم! میرے بھائی اگر تم پرانے مانوں تو میری یہ تجویز ہے کہ فرغلوں کی اہل خانہ کو اس کے اہل خانہ کے پاس اندلس نہ بھیجا جائے، یہیں دفن کر دیا جائے..... کچھ عرصہ پہلے اس کے اہل خانہ کو اس کی موت کی خبر نہ ہونے دینا جو لوگ بھی یہاں سے اندلس کی طرف آتے جاتے رہیں، ان کے ہاتھ اس کے اہل خانہ کو اس قدر رقم بھجوانا کہ وہ ساری زندگی زیست کی ضروریات سے بے پرواہ ہو جائیں..... جب کوئی اندلس کی طرف جانے والا ہو مجھے بتانا فرغلوں کے اہل خانہ کے لئے میں تمہیں ایک بھاری رقم دوں گا اور اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ فرغلوں کی لاش کو اندلس بھجوانا چاہئے تو میرے بھائی میں تیرے ارادوں میں دبا نہیں کھڑی کروں گا۔

ابوفہر کے ان الفاظ سے سعد بن مسلم پس کے رہ گیا تھا..... آگے بڑھ کر وہ ابوفہر۔  
 لپٹ گیا، اپنا سر ابوفہر کے کندھے پر رکھ دیا..... سسک سا پڑا تھا، کچھ دیر ایسی ہی کیفیت رہی  
 پھر ابن مسلم علیحدہ ہوا اور ابوفہر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر آپ کیسے گفتگو کرتے ہیں..... آپ کی برتجوز مجھ سعد بن مسلم کے لئے ایک عمدہ درجہ رکھتی ہے..... میں آپ پر یہ بھی انکشاف کروں کہ اس خیمے میں آپ کی آمد سے پُر غرغوش کو یقین ہو چکا تھا، وہ زندہ نہیں رہے گا..... اس لئے اس نے مجھے وصیت کر دی تھی اے اندلس بھیجے کے بجائے انہیں سرزمینوں میں دفن کر دیا جائے، یہ اس کی اپنی خواہش! تجویز تھی۔

سعد بن مسلم کا یہ جواب سن کر ابو فہر مطمئن سا ہو گیا تھا..... پھر اس نے فرغلوش کی قبر اور یقین کے انتظامات کرنے کا حکم دے دیا تھا..... فرغلوش کی موت کی خبر آن کی آن میں پورے پڑاؤ میں پھیل گئی تھی، اس کے لشکریوں کے علاوہ دیگر لوگ بھی آہوں اور سسکیوں میں ڈوب گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد فرغلوش کو غولہ شہر کے نواح میں بلند ٹیلوں پر مشتمل ایک قبرستان میں دفن کر دیا گیا تھا۔ (وبا کے ہاتھوں فرغلوش کی موت کو مورخین نے اپنی تحریروں میں تفصیل سے لکھا ہے)

فرغلوٹ کی تجبیز کے بعد ابونفر نے سارے سالاروں کو قبرستان کے باہر جمع کیا، پھر

ابورافع کے ساتھ جب ابوہریرہ اپنے خیمے کے قریب آیا تو ایک لشکری اس کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر محترم اور لیوس کے خیمے میں آپ کا بڑی بے چینی سے انتظار ہو رہا ہے۔  
 البتہ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، آگے بڑھ کر وہ البورافع کے ساتھ اور لیوس  
 کے خیمے میں داخل ہوا۔۔۔۔۔ اندر اس وقت کیتھرینا، تھیوہ کے علاوہ اور لیوس لیونا اور بلارس  
 بیٹھے ہوئے تھے۔۔۔۔۔ سب نے پہلے فرغوش کے مرنے پر گہرے دکھ اور غم کا اظہار کیا، اس موقع  
 پر تھیوہا البتہ کے قریب آئی اور منھاس بھرے لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔  
 آپ نے کافی دیر کر دی کھانا دیر سے آیا ہوا ہے، ابھی تک کسی نے نہیں کھایا۔۔۔۔۔ سب کو  
 اپنی آمد کا انتظار تھا۔

الغیر کچھ چپ اور اُداس تھا..... چند لمحے وہ کچھ نہ کہہ سکا، تاہم ابورافع بول پڑا۔  
 کیسے مرنے کی بات ہے تو کھانے کے برتن لگائیں، سب اکٹھے بیٹھ کر کھانا

کھاتے ہیں۔

کیسٹرینا اور قہورہ دونوں بڑی تیزی سے حرکت میں آئیں، کھانے کے برتن لگائے، پھر سب خیمے میں بیٹھ کر کھانا کھانے لگے تو باہر کوئی گھوڑ سوار نمودار ہوا۔  
نے خیمے سے باہر دیکھا، اس گھوڑ سوار کے ساتھ محمد بن سالم سلیمان بن عافہ اور محمد بن  
اور کچھ دیگر سالار بھی تھے۔

ابوفہر لقمہ منہ میں ڈالنے کے لئے توڑ چکا تھا کہ اس کے کانوں میں محمد بن  
آواز پڑی۔

جو خبر لے کر تم آئے ہو وہ خبر تم امیر سے مت کہنا، امیر کو کھانا کھانے دینا اس  
امیر سے بات کریں گے۔

ہاتھ میں پکڑا ہوا لقمہ ابوفہر نے واپس رکھ دیا تھا۔ کیسٹرینا پریشان ہو گئی تھی، بل  
سانپ کی طرح ابوفہر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، اس کی طرف دیکھتے ہوئے ابورافع  
ہو چکا تھا۔ پھر کچھ کہے بغیر ابوفہر باہر نکلا، اس کی حالت سے لگتا تھا جیسے وہ اعصاب  
ترپتے سلگتے جذبوں کا شکار ہو گیا ہو۔ خیمے سے وہ باہر نکلا، ابورافع کے علاوہ سب لوگ  
اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ محمد بن سالم سلیمان بن عافہ، محمد بن سندی اور دیگر سالار اور  
پاس آ کر ابوفہر نے محمد بن سالم کو مخاطب کیا، پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔  
کیا معاملہ ہے؟

ابن سالم کوئی جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ ابوفہر نے آنے والے گھوڑ سوار کی طرف  
وہ لشکر کا ممبر تھا، ابوفہر نے اس بار براہ راست اسے مخاطب کیا۔

تم کیا خبر لے کر آئے ہو، اس خبر نے ایک جواب طلب سی نگاہ ابن سالم پر ڈالی،  
نگاہوں کے زاویے کا اندازہ ابوفہر نے بھی لگالیا تھا، لہذا ڈانٹنے کے انداز میں وہ اسے  
لگا۔

ابن سالم کی طرف مت دیکھو، وہ تمہیں کچھ نہیں کہے گا، جو حقیقت ہے مجھ سے  
کرو، وہ تلخ ہے یا شیریں، تمہارا کام ہے جو خبر تم لائے ہو پوری حقیقت سے بیان کرو،  
معاملہ ہے۔ اس پر کیکپاتی ہوئی آواز میں وہ خبر بول پڑا۔

امیر بنو دستے آپ نے بیماروں کو لے جانے کے لئے روانہ کئے ہیں ان پر ڈھیر

تور ہوگا، بلکہ ان پر حملہ آور ہونے کے لئے دشمن کے کچھ دستے کوچ کر چکے ہیں۔ یہ وہی  
ہستے ہیں جنہیں رومنوں کے جرنیل ملائین اور میگور نے ہم پر حملہ آور ہونے اور ہم پر شب  
آغون مارنے کے لئے روانہ کیا تھا، وہ ایسا تو نہیں کر سکے لیکن اب وہ ہمارے ان مسلح جوانوں پر  
طاہر ہوں گے جو بیماروں کو مازر کی طرف لے جا رہے ہیں۔ یہ دشمن کے تین چار بڑے  
ہے لشکر ہیں جو غلولیہ شہر کے نواح میں سرگردہ تھے، لیکن انہیں ہم پر حملہ آور ہونے کی جرات  
نہیں۔ اب وہ اپنی ناکامی کا انتقام ہمارے مازر جانے والے مسلح دستوں سے لیں گے۔

یہ خبر سن کر ابوفہر کی آنکھوں میں ابھرتے سوالوں کی خواہشیں بربریت کھڑی کر کے  
آتش پھڑپھڑانے والے آتش فشانی آثار اور ہر طبع کو ناقص کر دینے والے انگارہ جذبے  
جوش مارنے لگے تھے۔ چہرہ ایسا ہو گیا تھا جیسے فلک پر منہ زور بادلوں کی گھٹائیں گھر کے آبی  
ہوں، جو سمندر کے سکوت کو درہم برہم کرتی لو سے گلے ملتی ساحلی ہواؤں کے ساتھ ہر شے کو  
زبردست کرنا شروع کر دیں گی، کچھ دیر تک ابوفہر کچھ نہ بول سکا، لگتا تھا اس کی سوچوں کی سطح پر  
ان خبر نے سفاکانہ حروف تن من گھائل کرتے موت کے شب خون کے آثار لکھ دیئے  
ہوں۔ مہرودہ بولا اور آتش فشانی لاوے کی طرح پھٹ پڑا۔

اگر یہ گناہ کے گماشتے خیال کرتے ہیں کہ اپنی ناکامیوں کا انتقام لینے کے لئے وہ  
ہمارے بیماروں پر حملہ آور ہوں گے تو یہ ان کی بھول ہے، میں انہیں موقع نہیں دوں گا کہ وہ  
برے بے بس لشکریوں پر بھرجلحوں کا عذاب بن کر طاری ہوں، میں تو ان کی تہذیب کے  
مارے ہی باب بند کرنا چلا جاؤں گا۔

پھر اپنے قریب کھڑے ایک چھوٹے سالار کی طرف دیکھتے ہوئے ابوفہر دھاڑا۔  
میرا گھوڑا فی الفور لاؤ۔

وہ سالار بھاگتا ہوا پیچھے ہٹ گیا تھا، اس موقع پر محمد بن سالم آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔  
لشکر کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ آرام سے خیمے میں بیٹھ کر کھانا کھائیں، اس مہم کے لئے  
ٹھکانا وقت کا ہے۔ مجھے امید ہے کہ میں آپ کو اچھی خبر سناؤں گا۔

محمد بن سالم کے ان الفاظ پر ابوفہر کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، اس نے  
میں سے ایسا ہی کہنا چاہتا تھا۔



عاف جہاد کرنا ایک سعادت مندی ہے..... ابھی تک میں یہ سعادت حاصل نہیں کر سکا،  
نی بڑی خواہش ہے کہ کسی جنگ میں میں آپ کے پہلو بہ پہلو اپنی کارکردگی کا مظاہرہ  
کر سکوں۔

ابوہر آگے بڑھا، سعد بن مسلم کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا، اس کی پیشانی چومی، پھر  
عقاب کر کے کہنے لگا۔

ابن مسلم میرے بھائی تمہیں کسی کارگزاری کی ضرورت نہیں، میں تمہاری کارگزاری سے  
بہی مطمئن اور خوش ہوں، جو کام تمہارے ذمے لگایا جا رہا ہے مجھے امید ہے تم اسے احسن  
نظم سے ادا کرو گے۔

ابن مسلم نے جواب میں کچھ بھی نہ کہا، اس لئے کہ اس موقع پر ابوہر اور ابو رافع دونوں  
ہلکے آگئے تھے..... ابوہر پلٹا خیمے کی طرف بڑھا، ابو رافع اس کے پیچھے پیچھے تھا..... خیمے  
داخل ہو کر سب کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

مجھے افسوس ہے میں آپ لوگوں کے ساتھ کھانا نہیں کھا سکا، ایک قاصد آگیا تھا، اس  
کا اطلاع کی ہے کہ دشمن کے لشکر کا ایک حصہ ان بیماروں اور مسلح جوانوں پر حملہ آور ہو رہا  
ہے، جنہیں میں نے مازر کی طرف روانہ کیا ہے..... میں ابھی اور اسی وقت ان کی حفاظت  
کے لئے روانہ ہو رہا ہوں، اس کے ساتھ ہی ابوہر پلٹا اور ابو رافع کے ساتھ خیمے سے باہر نکل  
پڑا۔

ابوہر کے ان الفاظ نے کیتھرینا اور تھیورہ دونوں کو پریشان اور فکر مند کر دیا تھا..... دونوں  
بچے کے دروازے پر آن کھڑی ہوئی تھیں، ابوہر اور ابو رافع دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار  
ہوئے، لشکر کے ایک حصے کو اپنے ساتھ لیا، پھر وہ وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔



محمد بن سالم یہ کوئی معمولی معاملہ نہیں، ایک بات یاد رکھنا دشمن یہ سب کچھ  
تدبیر کے تحت کر رہا ہوگا..... بیماروں اور ان کے ساتھ جانے والے مسلح دستوں پر حملہ  
ایک بہانہ ہوگا..... دراصل وہ ہمارے لشکر کے ایک حصے کو پڑاؤ سے باہر نکالنا چاہتا ہے  
اس پر حملہ آور ہو کر ہمیں ناقابل تلافی نقصان پہنچانا چاہتا ہے..... میرا یہ اندازہ ہے  
امید ہے کہ دشمن کی سوچ یہی ہوگی۔

بہر حال وہ جو کچھ بھی سوچیں ان کی سوچوں کو ہم نے ناکام بنانا ہے..... میں لشکر  
حصہ لے کر ابو رافع کے ساتھ نکلنے لگا ہوں، میرا فی الفور یہاں سے کوچ کرنا ضروری ہے  
دشمن بیماروں اور ان کے ساتھ جانے والے ہمارے لشکریوں کو کوئی نقصان نہ پہنچائے، تم  
دوسرا حصہ لے کر میرے پیچھے پیچھے آنا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دشمن کے لشکر کا کوئی اور حصہ  
سمت سے ہم پر حملہ آور ہو اور ہمیں ناقابل تلافی نقصان پہنچائے۔

ابوہر کے ان الفاظ پر ابن سالم چونک سا پڑا تھا، کہنے لگا۔  
امیر آپ کا اندازہ یقیناً درست ہے، آپ بے فکر رہیں..... میں لشکر کے ایک حصے  
ساتھ آپ کے اطراف میں رہوں گا اور دشمن کو موقع نہیں دوں گا کہ وہ آپ کی پشت  
پہلو سے آپ پر حملہ آور ہو۔

ابوہر نے اس بار مسکراتے ہوئے سلیمان بن عاف کی طرف دیکھا۔  
سلیمان میرے بھائی تم اس لشکر کے ساتھ پڑاؤ ہی میں رہو گے جو تمہاری کمانداری  
تھا، جہاں تک محمد بن سندی کا تعلق ہے تو یہ پہلے کی طرح اس لشکر کے ساتھ جو جنگ  
دوران اس کی کمانداری میں تھا..... غلویہ شہر اور اپنے پڑاؤ کے اطراف میں رہے تاکہ  
غیر موجودگی میں دشمن پڑاؤ پر حملہ آور ہونے کی کوشش نہ کرے یا شہر پر قبضہ نہ کرے،  
کے دوران لشکر کا وہ حصہ جو ابو رافع کی سرکردگی میں تھا..... اس کی کمانداری اب فرغ  
نائب امیر البحر سعد بن مسلم کرے گا..... اب سعد بن مسلم ہی اندلس سے آنے والے لشکر  
کا امیر البحر اور سپہ سالار اعلیٰ ہے، اس سلسلے میں کسی کو کوئی شک ہو تو بول سکتا ہے۔

قبل اس کے کہ کوئی کچھ کہتا کہ سعد بن مسلم ابوہر کے قریب ہوا اور بڑی ارادت  
میں کہنے لگا۔

امیر کیا ایسا ممکن نہیں کہ ابو رافع کی جگہ میں آپ کے ساتھ چلوں، آپ کے ساتھ

ہر کسی تاکہ کوئی بتانے والا ہمارے امیر کو جا کے بتائے کہ تیرگی کے اس اندھے فتنوں اور ہر کسی اندھے میں ہم جذب نہاں بن کر نمودار ہوئے..... بتانے والا امیر کو یہ بھی بتائے کہ دشمن کی قسم درازیوں کے سامنے ہم نے ایمان کی کوکھ اور ایقان کی گود کو ترک نہیں کیا۔

کاش کوئی طلا یہ گر کوئی مخبر ہمارے امیر کو خبر کر دے کہ دشمن ہم پر حملہ آور ہونے والے ہوں۔ اب تک وہ دشمن کی سوچوں کے آہنگ میں حالات و وقت کا زہر اور خون کے شعلے رلا رہے والا ایک طوفان بن کر نمودار ہوتا، اس کی آنکھوں کے نہاں خانوں، اس کی یادوں اور شب میں فنا کا غیر مانوس نقش ثبت کرتا چلا جاتا۔

وہ سالار جب خاموش ہوا تو اس کا نائب بڑی ارادت مندی اور عقیدت میں کہنے لگا۔ میرے عزیز! زندگی چند روزہ ہے، دشمن کو آنے دے، اگر اس کی تعداد ہم سے کئی گناہ اور بھی ہوئی تو جب تک ہم ساتھیوں کی حفاظت کر سکے خوب کریں گے، جب ہم لاشوں میں بدل ہو جائیں گے تب ہی وہ ہمارے بیمار ساتھیوں پر ہاتھ اٹھا سکیں گے۔

وہ نائب سالار تھوڑی دیر کے لئے رُکا، پھر کسی قدر بے بسی اور لاچارگی کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

میرے عزیز! تیرا کہنا ٹھیک ہے، اگر امیر ابوفہر کو ان حالات کی خبر ہو چکی ہوتی تو قسم اٹھاتے اور میرا ہر مان کی ابھی تک وہ سحر کو لہو لہو کرتے سورج کی طرح نمودار ہوتا اور دشمن کو ہمہ اور دشت زدہ کر کے رکھ دیتا، ہماری مدد کے لئے وہ یقیناً پر جوش جوان آوازوں کی راہ اٹھاتا اور دشمن کی حالت یقیناً تاریکی اور مایوسی سے لپٹی سنسان راہوں جیسی بنا کر رکھ دیتا۔

اپنے نائب کی اس گفتگو کا جواب سالار دیتا ہی چاہتا تھا کہ دونوں دنگ رہ گئے، اس نے کہا کہ ان کے پیچھے سے غنیض و غضب میں ڈوبی دھواں دھار بجکیریں بلند ہوئی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے بلند ہوتی ان بجکیروں کی گونجیں آتشیں تلواریں بن کر ہر چیز کا صفایا کرنا شروع کر دیں گی۔

تھوڑی دیر بعد پشت کی جانب سے ایک لشکر نمودار ہوا، اس لشکر کے آگے آگے ابوفہر اور اس کے ساتھ..... اس بار سالار نے اپنے نائب کو مخاطب کرنے کے بجائے اس لشکر کو مخاطب کیا۔

..... سالار نے کہا کہ اس لشکر کے آگے آگے ابوفہر اور اس کے ساتھ..... اس بار سالار نے اپنے نائب کو مخاطب کرنے کے بجائے اس لشکر کو مخاطب کیا۔

بیماروں اور وبا کے شکار اپنے ساتھیوں کو لے کر ابوفہر کے مسلح دستے جب طرف جارہے تھے تو اچانک ان دستوں کے سالار نے اپنے ساتھیوں کو رُک جانے کا اشارہ کیا کہ دائیں جانب سے دھول اڑاتا ہوا ایک لشکر نمودار ہوا، اس لشکر کو دیکھتے ہی سالار نے اپنے چھوٹے سالار کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میرے عزیز! لگتا ہے ہمارا دشمن اپنی شکست کا انتقام ہمارے بیماروں اور ہمارے شکار ساتھیوں پر حملہ آور ہو کر لینے کا تہیہ کر چکا ہے..... دائیں جانب یہ جو دھول اڑاتے ہوئے دیکھتے ہو یہ دشمن کا لشکر ہے اور یہ ہم پر حملہ آور ہونے کی ٹھان چکا ہے۔

میرے عزیز! آؤ ان ویرانوں میں اپنے خداوند قدوس سے عہد کریں کہ دشمن اگر پرستی کا آشوب، نیستی و عدم کی جھکار، اجل اور فنا کی پیاس شدت بن کر ہمارے سامنے آتا تو ان بیماروں کے چہروں پر اُداسی کی اذیت نہیں بکھرنے دیں گے..... اپنے رب سے کریں گے کہ دشمن کے کھلے ٹھہرے شہر کے سامنے ہم اپنے ان ساتھیوں کو دشمن کی خباثت گہرائیوں اور موت کے اندھے کنوئیں جیسی بربادی کا شکار نہ ہونے دیں گے۔

وہ سالار لمحہ بھر کے لئے رُکا، پھر اس نے کہنا شروع کیا..... رفیقان من اس کا نکتہ! اس چمن میں زندگی بس قفس کے چند دنوں سی ہے، آؤ اپنے بیماروں کی حفاظت کے لئے دشمن کا مقابلہ کریں، جب کوئی اللہ کا بندہ ہمارے امیر کے پاس جا کر اس خونی حادثے کی داستان کہے تو اس میں یہ الفاظ بھی ادا کئے جائیں کہ دشمن کے مقابلے میں ہم نے فکر تازہ کے باب کئے..... زمستانی طوفانوں کی طرح دشمن کی اندھی خواہشوں کے سامنے جم گئے..... آؤ اپنا فرائض

دشمنوں، تمہیں خبر ہو کہ ہمارا وہ امیر جو ہمارے لئے غل امان، ہمارے لئے سایہ اور ہمارے لئے تازگی کا شجر ہے..... ہماری مدد کو پہنچ چکا ہے..... خداوند قدوس کی قسم جہ تمہاری تعداد ہے، اگر اس سے سو گنا بھی لے آؤ تو ہمارا امیر تمہیں طوفان میں نکلے اور کی طرح اڑاتا چلا جائے گا۔

وہ سالار کچھ دیر خاموش رہا، پھر دشمن کی طرف منہ کرتے ہوئے اور اپنی تلوار فہ بلند کرتے ہوئے پر جوش انداز میں کہہ رہا تھا۔  
دشمنو! تمہیں خبر ہو کہ ہم وہ لوگ ہیں، شکستگی کے سامان میں خاموش نفسگی کی تجسیم، دریا کے نرغے میں فور خود آگاہی اور بلائے جان بنے نفرت کے قریوں میں جرات کا اظہار فکر و نظر کا جو ہر بٹا بھی جانتے ہیں۔

اپنے لشکر کے ساتھ مار دھاڑ کے انداز میں ابوہر اب بالکل قریب آ گیا تھا اور اپنے دستوں اور دشمن کے لشکر کے درمیان حائل ہوتا چلا گیا تھا، پھر اپنے مسلح دستوں کے، کو مخاطب کرتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔

حملہ آوروں سے میں نبٹ لوں گا، تم اپنے سفر پر روانہ ہو جاؤ۔

اس کے ساتھ ہی بیماروں کو لے کر وہ دستے اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے تھے، امیر ابوہر کے آجانے کی وجہ سے ان کی فکر کا جمود جاگتے شعور میں تبدیل ہو گیا تھا اور اب گہرائی میں مہرائی اور گہرائی میں ہمسفر بننے اور خود کو معتبر کرتے ذوق حریت کی طرح محفوظ بالکل مامون خیال کرنے لگے تھے۔

اپنے دستوں کو ان کی منزل کی طرف روانہ کرنے کے بعد ابوہر نے اپنے کام کی ابتداء پھر وہ روحوں کو زندگی کی حرارت، اندھی تدبیر وکل یلغار اور حدیث رزم گاہ میں عدم وجود ملاتے ریگزاروں کے سراپوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دشمن یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مسلمانوں کا سالار اعلیٰ ابوہر خود اپنے بیماروں کو جانے والے دستوں کی حفاظت کے لئے اٹھ کھڑا ہوگا..... وہ تو شاید یہ خیال کر رہے تھے کہ کوئی چھوٹا موٹا لشکر آئے گا اور بیماروں کے ساتھ وہ اس لشکر کو بھی روند کر رکھ دیں گے، لیکن ابوہر نے ان پر جان لیوا حملے کرتے ہوئے ان کی حالت نفس کے پرستہ طور، زندان سنگناخ فصیلوں کے حلقے میں جو دو جبر کی چکی کا شکار ہونے والے اسیروں کی بنا کے رکھا

نہی۔ جس وقت بیماروں کو محافظہ دستے اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے تھے اور ابوہر دشمن کے فکر کے ساتھ برسر پیکار ہو گیا، عین اسی لمحہ ظلمت کدوں میں اٹھتے مرگ و موت کے دھوئیں کی طرح دشمن کا ایک اور لشکر نمودار ہوا..... شاید یہ دشمن کی پھیلائی ہوئی سازش کا ایک جال تھا، وہ مدد کے لئے آنے والے مسلمانوں کے لشکر کو تھس نہیں کرنا چاہتے تھے..... اب نئے آنے والے لشکر کا رخ ابوہر کے لشکر کی پشت کی جانب تھا، وہ ابوہر کی جانب سے حملہ آور ہو کر مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچانا چاہتے تھے..... لیکن اسی لمحہ محمد بن سالم بھی آسمان پر اپنے مقدر کی لکیروں کو تلاش کرتے بھورے بادلوں کی طرح نمودار ہوا اور نئے لشکر پر موت کی بے کراں وادیوں میں علامات کمال اور سنائوں کے پھیلے جال میں دکھ کی پہلی صداؤں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

ابوہر اور ابوہر افح کے تیز حملوں کے سامنے دشمن کا لشکر زیادہ دیر تک نہ ٹھہر سکا، اپنے کئی لکڑیوں کو ان کے ہاتھوں کٹوانے کے بعد وہ نئے آنے والے لشکر کی طرف بھاگا، ابوہر اس کے تعاقب میں تھا، جونہی ابوہر سے مار کھانے والا لشکر اپنے دوسرے لشکر میں داخل ہوا ابوہر نے دونوں متحد ہونے والے لشکروں پر ان کی پشت کی جانب سے رگوں میں زہر گھولتے زندہ دلا کے افسانوں اور عظمت ماضی کے نشان اٹھائے..... گراں گوش بگولوں کی طرح حملہ آور ہونا ٹوٹ کر دیا تھا۔

اب دشمن ایک عجیب سی صورت حال کا سامنا کر رہا تھا..... سامنے کی طرف سے محمد بن سالم اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ان پر ضربیں لگا رہا تھا..... پشت کی جانب سے ابوہر اور ابوہر افح تیزی سے ان کو کاٹتے ہوئے ان کی تعداد کو کم کرتے جارہے تھے..... مسلمانوں کو نقصان پہنچانے والے وہ دو لشکر اب خود ایک ناقابل برداشت اذیت اور ایک ناقابل تسخیر عذاب سے لگا رہا ہو کر رہ گئے تھے۔

دشمن کے دونوں لشکر جو مقصد حاصل کرنے کے لئے آئے تھے، اس مقصد کے نزدیک پہنچنے کے بجائے وہ خود موت اور مرگ کے قریب ہوتے چلے جارہے تھے، ایک طرف سے ابوہر دوسری طرف سے محمد بن سالم نے بڑی تیزی سے ان کی حالت جو ان مرگ خواہشوں، غصت خوردہ غم، گرد آلود نوٹوں اور بے صدا ٹوٹے کھنڈروں جیسی بنانا شروع کر دی تھی، اپنے

لشکر کی کافی صفیں ابوفہر اور محمد بن سالم کے ہاتھوں کنوانے کے بعد دشمن بھاگ کھڑا ہوا۔ ابوفہر اور محمد بن سالم نے دُور تک بھاگتے دشمن کا تعاقب کیا، جب انہوں نے دیکھا کہ دشمن کے لئے بے ضرر ہو گیا ہے، تب وہ غلویہ شہر کے نواح میں اپنے پڑاؤ کا رخ کر رہے تھے۔ ابوفہر محمد بن سالم اور ابورافع اپنے لشکر کے ساتھ غلویہ شہر کے نواح میں اپنی لشکر گاہ میں داخل ہوئے۔ ابوفہر نے لشکریوں کو آرام کرنے کا حکم دیا، کچھ سپاہی ابوفہر، ابورافع اور محمد بن سالم کے گھوڑے لے گئے تھے۔ ابوفہر گھوڑے سے اترنے کے بعد ابورافع اور محمد بن سالم کے ساتھ ایک جگہ کھڑا رہا۔ اتنی دیر تک ایک طرف سے تیز تیز چلتے ہوئے سلیمان بن عافیہ محمد بن سندی، سعد بن مسلم اور کچھ دیگر چھوٹے سالار بھی تیز تیز چلتے ہوئے ان کے پاس آن کھڑے ہوئے۔

محمد بن سندی اور سعد بن مسلم کو دیکھتے ہی ابوفہر بول پڑا۔

میرے عزیزو! تم کب لشکر گاہ میں داخل ہوئے۔ ابوفہر کے اس جواب پر محمد بن سندی بول پڑا۔

امیر محترم ہم اپنی لشکر گاہ اور شہر کے اطراف میں لشکر کے ایک حصے کے ساتھ دونوں چکر لگاتے رہے۔ تھوڑی دیر ہوئی، ہم لشکر گاہ میں داخل ہوئے، اس لئے کہ مخبروں نے ہمیں اطلاع دی کہ آپ محمد بن سالم اور ابورافع نے دشمنوں کو مار بھگایا ہے، اس بنا پر ہم مطمئن ہو گئے تھے۔

ابوفہر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہنے لگا، تم لوگوں نے ٹھیک کیا۔

ابوفہر نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

میرے عزیزو! اچھا ہوا تم سب ایک جگہ جمع ہو گئے ہو۔ غلویہ شہر کے اندر اور نواح میں ابھی تک دبا کے آثار باقی ہیں۔ شہر کا نظم و نسق ہم نے درست کر دیا ہے، کل لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔ غلویہ میں ہم اپنا کام مکمل کر چکے ہیں، اب ہمارا رخ بلرم کی طرف ہوگا۔ بلرم صقلیہ کی طاقت اور قوت کا ایک بہت بڑا مرکز ہے اور بڑا اہم شہر اور بندر گاہ بھی ہے۔ قسطنطنیہ وینس اور دیگر یورپی ممالک سے جس قدر کمک اور رسد آتی ہے وہ اس بندر گاہ کا رخ کرتی ہے۔ اگر ہم اس بندر گاہ پر قبضہ کر لیں تو صقلیہ میں ہماری طاقت اور قوت مستحکم

ہم، دوسرے ہمارے لئے افریقہ سے کمک پہنچنا مزید سہل اور آسان ہو جائے گی۔ ابوفہر تھوڑی دیر کے لئے رُکا، پھر وہ کہتا چلا گیا۔

میں جانتا ہوں بلرم اتنی آسانی سے فتح نہیں ہوگا، جہاں تک مجھے بتایا گیا ہے اس کی فعل بڑی مضبوط ہے جس کے اوپر گھوڑے دوڑ سکتے ہیں اور فصیل بڑے بڑے چٹانی خروں سے بنائی گئی ہے۔ بہر حال بلرم کو فتح کرنا اب یوں جانیں ہمارا ہدف ہے، بلرم کے نواح میں ہمیں مشکلات کا سامنا بھی ہو سکتا ہے، مسینا کا رومن گورنر آئرو مدد کے لئے پہنچ سکتا ہے۔

اٹلی کی ریاست لمبارڈ کا وحشی حکمران سیکارڈس بھی صقلیہ میں رومنوں کی مدد کے لئے آسکا ہے، ان ساری قوتوں کے ساتھ ساتھ مجھے نیپلز کے حکمران کی طرف کسی قاصد کے آنے کا انتظار ہے، جو کچھ مجھے مخبروں نے بتایا ہے اس کے مطابق اسے ہم سے رابطہ قائم کرنا چاہئے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو ہمیں جنوبی اٹلی میں سیکارڈس پر ضرب لگانے میں بڑی آسانی رہے گی۔

میں مسینا کے گورنر آئرو اور لمبارڈ کے حکمران سیکارڈس کو اس قابل چھوڑنا ہی نہیں چاہتا کہ آنے والے دنوں میں وہ صقلیہ میں مسلمانوں کے لئے کسی دشواری کا کسی تکلیف کا باعث بنے۔

یہاں سے جانے کے بعد اپنے اپنے لشکریوں کو مطلع کر دو کہ کل لشکر یہاں سے کوچ کرے گا، ہمارا رخ بلرم کی طرف ہوگا۔ ابوفہر تھوڑی دیر کے لئے رُکا، اس کے بعد اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

محمد بن سندی! غلویہ پر حملہ آور ہونے سے پہلے میں نے تم سے کہا تھا کہ میں تم سے ایک مہم کا کام لوں گا، تم لوگ جانتے ہو کہ صقلیہ اور افریقہ کے راستے میں پڑنے والے چھوٹے سے جزیرے قوصہ کو رومن اپنی آماجگاہ اور اپنا مرکز بنانے کا تہیہ کر چکے ہیں، ایسا کر کے وہ چاہتے ہیں کہ افریقہ سے جو رسد ہمارے لئے آئے اس کو منقطع کر دیں، لیکن میں ان کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔

میرے عزیزو! میرے کہنے پر سلیمان بن عافیہ نے اپنے کچھ ملاح مقرر کئے ہوئے لگا، وہ جزیرہ قوصہ پر نگاہ رکھیں گے، جو نبی ہمیں وہ اطلاع دیں گے کہ رومنوں کا کوئی بحری

بیزہ یا لشکر وہاں پہنچ گیا ہے اور جزیرے کو انہوں نے اپنا مرکز بنالیا ہے تب ہم جزیرے پر چڑھ آ رہے ہیں گے، اس لئے کہ افریقہ کی طرف جانے والے اپنے راستوں کو ہم خطرہ سے دوچار نہیں کرنا چاہتے۔

محمد بن سندی جزیرہ قوسرہ کی یہ مہم خداوند نے چاہا تو میں تمہارے اور سعد بن مسلم کے حوالے کروں گا، اس لئے کہ تم دونوں کا تعلق بحری قوت سے ہے اور جزیرہ قوسرہ پر حملہ آور ہو کر اسے رومنوں سے پاک کرنا تم دونوں ہی کے ذمے لگایا جائے گا۔

آس پاس کھڑے محمد بن سندی اور سعد بن مسلم نے ایک دوسرے کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا، راز دارانہ سی گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کوئی فیصلہ کیا، پھر محمد بن سندی نے ابوفہر کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

امیر محترم اگر یہ مہم آپ مجھے اور میرے عزیز بھائی سعد بن مسلم کو سونپتے ہیں تو ہم اسے ایک سعادت سمجھ کر قبول کریں گے اور آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ جزیرہ قوسرہ میں رومنوں کی کسی قوت کا نام و نشان نہیں رہنے دیں گے۔

محمد بن سندی کا یہ جواب سن کر ابوفہر مطمئن اور خوش ہو گیا تھا، پھر اس نے سب کو اپنے خیموں میں آرام کرنے کا حکم دے دیا، خود وہ بھی ابورافع کے ساتھ اپنے خیمے کی طرف بڑھا، ابھی وہ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ سامنے کی طرف سے زبیر بن غوث آتا دکھائی دیا۔

اسے دیکھتے ہوئے ابوفہر اور ابورافع ایک جگہ رُک گئے۔ زبیر بن غوث ان دونوں کے قریب آیا، اس کی طرف دیکھتے ہوئے ابوفہر نے مسکراتے ہوئے گفتگو کا آغاز کیا۔

ابن غوث یقیناً آپ مجھ سے یہ سوال کریں گے کہ آپ کے کام کا کیا بنا۔ زبیر بن غوث مسکرا دیا، کہنے لگا۔

ابوفہر میرے بیٹے تمہارا اندازہ درست ہے تم جانتے ہو میری طبیعت دن بدن گرتی جا رہی ہے۔ میں چند دن اپنے اہل خانہ میں جا کر آرام کرنے کے ساتھ ساتھ قیروان کے شفاخانے میں علاج کروانا چاہتا ہوں۔

ابوفہر آگے بڑھا اور بڑے پیارے انداز میں اس نے اپنا ایک ہاتھ زبیر بن غوث کے کندھے پر رکھا، پھر کہنے لگا۔

ابن غوث میں نے سلیمان بن عافہ کے ماتحت کام کرنے والے چند بہترین ملاح تیز

رند کشتی میں روانہ کئے ہوئے ہیں۔ وہ دو کام کریں گے، ایک تو افریقہ اور صقلیہ میں پڑنے والے جزیرہ قوسرہ میں وہ ہمیں رومنوں کی قوت سے آگاہ کریں گے، دوسرے وہ افریقہ بھی جائیں گے۔ قیروان کا رخ کریں گے اور وہاں سلطان سے مل کر آپ کا معاملہ بھی پیش کریں گے۔ میرے خیال میں بہت جلد سلطان کی طرف سے آپ سے متعلق احکامات مل جائیں گے، پھر انہی احکامات کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

ابوفہر کا جواب سن کر زبیر بن غوث مطمئن ہو گیا تھا، پھر وہ اپنے خیمے کی طرف چلا گیا تھا، ابوفہر اور ابورافع دونوں آگے بڑھے۔ ابورافع کے خیمے کے پاس آ کر جس وقت ابورافع اپنے خیمے میں داخل ہونے لگا تھا اور ابوفہر اس سے آگے اپنے خیمے کی طرف جانا چاہتا تھا کہ دونوں جہاں تھے وہیں رُک گئے، اس لئے کہ پشت کی جانب سے تھوڑے تقریباً بھاگتی ہوئی آئی۔ ابوفہر کے قریب رُکی، پھر منٹھاس بھرے لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

ابوفہر میرے بھائی سب سے پہلے تو میں آپ دونوں کو آپ کی کامیابی پر مبارک باد دیتی ہوں، اس وقت سب لوگ ماموں کے خیمے میں موجود ہیں۔ آپ بھی آجائیں، ایک اہم معاملے پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

ابوفہر ابورافع دونوں نے ایک گہری نگاہ ایک دوسرے پر ڈالی، پھر تھوڑے کے ساتھ بولے، دونوں اور لیوس کے خیمے میں داخل ہوئے، خیمے کے اندر اس وقت بلازس، کیتھرینا، اور لیوس لیونا موجود تھے۔ ابوفہر ابھی ابورافع کے ساتھ اس خیمے کے دروازے سے دُور ہی تھا کہ اچانک خیمے کے دروازے پر کیتھرینا نمودار ہوئی، ابوفہر جونہی خیمے کے دروازے پر آیا اپنے چہرے پر گہری مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے اس پُکاتی آواز میں کیتھرینا نے ابوفہر کو مخاطب کیا۔

آپ جس مہم پر گئے تھے اس سے کامیابی اور فتح مندی کے ساتھ لوٹنے پر میں آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

ابوفہر منہ سے کچھ نہ بولا، چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، اس نے اثبات میں گردن ہلائی، پھر خیمے میں داخل ہوا۔ اس کی آمد پر سب لوگوں نے کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا، ایک خالی نشست پر دونوں بیٹھ گئے۔ قریب ہی کیتھرینا اور تھوڑے ہی آ بیٹھی تھیں۔ سب نے پہلے ابوفہر اور ابورافع کو اس مہم کی کامیابی پر مبارک باد پیش کی، پھر اور لیوس چہرے کی ایک

خاصی بڑی خرچین اٹھالایا اور وہ خرچین اس نے ابوہر کی گود میں رکھ دی تھی، ابوہر کچھ دیر تک بڑی حیرت سے سب کا منہ تکتا رہا..... پھر اس نے اوریوس کو مخاطب کیا۔

محترم اوریوس اس خرچین میں کیا ہے اور یہ آپ نے کیوں میری گود میں رکھی ہے۔ امیر اسے کھول کر دیکھ لیں خود ہی پتہ چل جائے گا اس میں کیا ہے، دھیرے دھیرے مسکراتے ہوئے اوریوس نے جواب دیا تھا۔

ابوہر نے باری باری سب کی طرف سوالیہ سے انداز میں دیکھا، کسی نے کچھ نہ کہا، آخر میں اس کی نگاہیں اپنے پہلو میں بیٹھے ابو رافع پر جم گئی تھیں..... دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا دیئے، پھر ابوہر نے خرچین کا منہ کھولا..... ابو رافع بھی اس کا منہ کھلا پر اندر جھانکنے لگا تھا..... دونوں نے دیکھا خرچین کے اندر بے حد قیمتی جواہرات، زیورات۔ علاوہ بھاری مقدار میں نقدی بھی تھی..... دونوں کچھ دیر تک اس خرچین کا جائزہ لینے رہے، پھر اس کا منہ ابوہر نے بند کیا..... اسے اٹھا کر اوریوس کی گود میں رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

محترم اوریوس اس خرچین میں کیا ہے، میں نے دیکھ لیا ہے..... میں یہ نہیں جان سکا کہ آپ نے کس مقصد کے لئے اس خرچین کو میری گود میں رکھا ہے۔ اوریوس مسکرایا اور کہنے لگا۔

امیر میں نے اس سے پہلے آپ پر انکشاف کیا تھا کہ میرے کچھ آدمی سرائے کی طرف گئے تھے..... میں نے انہیں کہا تھا کہ میرا جس قدر سرمایہ گھر پر ہے لے آئیں، اس خرچین۔ اندر جو قیمتی جواہرات اور زیورات ہیں یہ کیتھرینا اور اس کی ماں بارس کے ہیں..... زیبا نقدی بھی انہی کی ہے، کچھ زیورات اور نقدی میری ملکیت ہیں..... یہ خرچین میں نے آپ کی گود میں حفاظت کے لئے رکھی تھی، اس لئے کہ ہماری نسبت آپ اس کی بہتر حفاظت کرتے ہیں۔

اوریوس مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے ابوہر بول پڑا۔ یہ خرچین فی الحال اپنے پاس رکھیں لشکر کل یہاں سے کوچ کر رہا ہے..... ہمارا صقلیہ کی سب سے بڑی بندرگاہ بلرم کی طرف ہوگا، میری کوشش یہ ہوگی کہ زیادہ مزاحمت سامنا کئے بغیر بلرم کو فتح کر لوں..... بلرم کی فتح کے بعد میں اس شہر میں آپ لوگوں کے قیام اہتمام کروں گا، وہاں آپ کو میں ایک عمارت دوں گا جس میں آپ لوگ باعزت طور،

نہیں گے۔

ابوہر کی اس گفتگو کا جواب اوریوس دینا چاہتا تھا کہ کیتھرینا کی ماں بارس اپنی جگہ سے اٹھی، جگہ بناتے ہوئے وہ ابوہر اور ابو رافع کے درمیان ہونٹیں، پھر وہ اپنا منہ ابوہر کے کان کے قریب لگی اور راز دارانہ گفتگو کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

ابوہر میرے بیٹے اوریوس نے زیورات جواہرات اور نقدی کی جو خرچین تمہاری گود میں رکھی تھی اس میں چند انتہائی عمدہ اور بیش قیمت انگوٹھیاں بھی ہیں، میرے بیٹے تمہیں اس خیمے میں بلانے کا اصل مقصد تو یہ تھا کہ اس خرچین میں چار سب سے قیمتی انگوٹھیاں نکالی جائیں، ایک تم کیتھرینا کو، دوسری کیتھرینا تمہیں پہنائی، اسی طرح ایک انگوٹھی تھیورہ ابو رافع کو چوتھی ابو رافع تھیورہ کو پہنا دیتا، اس طرح آج آپ چاروں کی نسبت ملے ہو جاتی اور لشکر میں سب کو پتا چل جاتا کہ کیتھرینا کو میرے بیٹے تمہارے ساتھ اور تھیورہ کو ابو رافع کے ساتھ منسوب کر دیا گیا ہے۔

بارس کی اس گفتگو سے تھوڑی دیر تک ابوہر مسکراتا رہا، یہ گفتگو ابو رافع نے بھی سن لی تھی اور اس کے چہرے پر بھی مسکراہٹ تھی، ان دونوں کے علاوہ اس گفتگو کو کسی نے بھی نہ سنا تھا، اس لئے ہر کوئی شش و پنج اور تجسس میں پڑا ہوا تھا، پھر دھیمے سے لہجے میں ابوہر نے بارس کو کہنا شروع کیا۔

محترم خاتون جو کچھ آپ نے کہا ہے ہم سب کے لئے بہتر اور خوش آئند ہے، لیکن میں سمجھتا ہوں اس بڑے مقصد کے لئے یہ خیمہ مناسب نہیں..... کل لشکر یہاں سے کوچ کر رہا ہے، بلرم کی فتح کے بعد جب میں آپ لوگوں کی رہائش کے لئے عمارت لے لوں گا تو اس کام کو ان عمارت میں ہی سرانجام دیا جائے گا، اس طرح اس کام کو ہم باعزت طور پر سرانجام دے سکیں گے۔

ابوہر جب خاموش ہوا تو بارس نے پھر کہنا شروع کیا۔

بیٹے میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق کرتی ہوں، میرے خیال میں ہمیں یہاں زیادہ دیر ٹھہرنا بھی نہیں کرنا چاہئے، اس لئے کہ یہاں ابھی تک وبا کے اثرات سرگرداں ہیں..... اگر تمہاری خواہش ہے کہ اس نیست کو بلرم شہر میں آخری شکل دی جائے تو بیٹے میں تمہاری اس گفتگو سے اتفاق کرتی ہوں، لیکن جو خرچین اوریوس نے تمہاری گود میں رکھی تھی وہ خرچین تم

اپنے پاس رکھو، ہماری نسبت تم اس کی بہتر حفاظت کر سکتے ہو۔  
ابوفہر مسکرایا اور کہنے لگا۔

میرے اور ابورافع کے پاس لوہے کا ایک چھوٹا سا صندوق ہے، یوں جانیں یہ دونوں کا مشترکہ صندوق ہے۔ میرے اور اس کے حصے میں مال غنیمت سے جو کچھ ہمیں ملے وہ ہم نے اسی صندوق میں رکھا ہوا ہے۔ صندوق ابورافع کے خیمے میں ہے، ہمیں اس کی کوئی خاص حفاظت کا اہتمام نہیں کرنا پڑتا، اس لئے خیموں کے ارد گرد مسلح پہریدار رہے ہیں، آپ کو بھی اس خرچین کے متعلق فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے اسے اپنے پاس رکھ کر لشکر میں رہتے ہوئے نہ کوئی یہ آپ سے چھین سکتا ہے، نہ ہی کوئی چوری کر سکتا ہے۔ آپ مکمل مطمئن رہیں، بلرم جا کر اس کی حفاظت کا اہتمام کریں گے۔

اس کے ساتھ ہی ابوفہر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ابورافع بھی اس کی طرف دیکھ ہوئے اٹھ کھڑا ہوا، پھر دونوں اس خیمے سے نکل کر اپنے خیموں کی طرف جا رہے تھے۔ دوسرے روز لشکر نے غلولیہ شہر نواح سے بلرم کی طرف کوچ کر لیا تھا۔



**تیرگی کے صحرا میں نور کی کشتی اور آئینوں کے دریا میں اُجالوں کی شمع کی طرح سورج**  
طلوع ہوا تھا۔ رات کے آٹھ بجے کو صبح کے دامن نے تہہ کر دیا تھا۔ آسمان کی نیلاہٹیں، زمین کے بدن کے سارے زاویے عریاں اور ننگے ہو گئے تھے۔ ہر شے کی ذات کے غار حرامیں دھوپ کی تمازت اور روشنیوں کے گیت ناچ اُٹھے تھے، ایسے میں ابوفہر اپنے لشکر کے ساتھ بلرم کے قریب پہنچا۔ لشکر کو اس نے رک جانے کا حکم دیا۔ خود گھوڑے پر ہی سوار رہا، سلیمان بن عافہ ابورافع محمد بن سندی، سعد بن مسلم، محمد بن سالم اور دیگر سالار سب اس کے قریب آن کھڑے ہوئے تھے۔

انہوں نے دیکھا کہ شہر کی فصیل پر شہر کا محافظ لشکر چاق و چوبند تھا۔ شہر کے لوگ بھی فصیل پر چڑھ کر مسلمانوں کے لشکر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس موقع پر ابوفہر نے محمد بن صالح کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابن صالح لشکر میں سے چند دستے لو اور میرے ساتھ آؤ۔

ابن صالح پیچھے ہٹا، اپنے لشکر میں سے چند دستے اس نے علیحدہ کئے اور ابوفہر کے پاس آن کھڑا ہوا۔ ابوفہر نے پھر اسے مخاطب کیا۔

لشکر کو یہیں رہنے دو، تم ان مسلح دستوں کے ساتھ آؤ میں دراصل بلرم کی فصیل کا جائزہ لے کر اپنے لشکر کا پڑاؤ کرنا چاہتا ہوں۔ میں اس مناسب جگہ کا جائزہ لینا چاہتا ہوں جہاں ہمارے لئے مفید ہوگا۔ محمد بن سالم نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے ابوفہر کی اس گفتگو سے اتفاق کیا، پھر ابوفہر اور محمد بن سالم نے مسلح دستوں کے ساتھ شہر کی فصیل کے گرد

سمندر کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک چکر لگایا، پھر ایک جگہ وہ رُک گیا کہ لشکر کو اس جگہ پڑاؤ کرنا چاہئے۔

یہ حکم ملتے ہی آن کی آن میں وہاں پڑاؤ کر لیا گیا..... دُور دُور تک خیمے نصب ہو گئے جس وقت ایسا ہو رہا تھا ایک بار پھر ابوہریرہ سلیمان بن عافیہ، محمد بن سالم، سعد بن مسعود، سندری اور ابو رافع کے علاوہ چند دیگر سالاروں کے ساتھ کھڑا تھا کہ ان سب کو مخاطب ہوئے اس نے کہنا شروع کیا۔

میرے عزیز ساتھیو! گو میں نے بلرم کی فسیل کے ارد گرد دُور تک چکر لگایا ہے، اس کے استحکام کا جائزہ لے چکا ہوں..... فسیل پر چڑھ کر اسے فتح کرنا کوئی آسان کام ہے..... شہر کے اندر ایک خاصا بڑا لشکر بھی ہے، جو مدافعت کرے گا اور پھر سب سے بات یہ کہ شہر سے باہر بھی بہت سی قوتوں سے ہمیں ٹکرانا پڑے گا..... ان میں رومن، ملائین اور میگور کے علاوہ ویش کا جرنیل ٹرانسلو بھی ہے..... اٹلی کی ریاست لمبارڈ کا کارڈس بھی ان کی مدد کو پہنچے گا اور ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا..... سینا کا وال آئرو بھی اپنے لشکر کے ساتھ یہاں آئے گا اور یہ سب قوتیں مل کر ہم پر شب خون ماریں گی یا دن کے وقت ہم سے ٹکرانے کی کوشش کریں گی، تاکہ وہ ہماری توجہ بلرم پر حملہ آور ہونے سے ہٹائیں اور ہم نے شہر کے نواح میں رہتے ہوئے نہ صرف یہ کہ بلرم کو اپنے ہاتھ سے مغلوب کرنا ہے بلکہ ان ساری حملہ آور قوتوں سے ٹکرا کر ہر صورت میں ان ساری قوتوں کو شکست دے کر مار بھگانا ہے اور یہ کوئی آسان کام نہیں، اس کے لئے ہمیں بڑی محنت، جدوجہد، بڑی سعی کرنا ہوگی۔

یہاں تک کہنے کے بعد ابوہریرہ تھوڑی دیر کے لئے رُکا، کچھ سوچا، اس کے بعد خصوصاً کے ساتھ وہ باری باری سلیمان بن عافیہ اور محمد بن سالم کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ابن سالم اور ابن عافیہ میرے عزیز ساتھیو! میں تم دونوں کے ذمے ایک کام رکھتا ہوں، میں دیکھتا ہوں بلرم کے ارد گرد بے شمار چھوٹے بڑے درخت ہیں..... تم دونوں رات کو یہ کام کرو گے کہ کچھ دستوں کو اپنے ساتھ لو گے، رات ہی رات کو درخت کاٹ کر ان کے اندر ڈھیر کر دیئے جائیں گے اور اگلے روز دن کے وقت لشکر کے صنایع کئے ہوئے درختوں سے منجھتی بنانے کا کام شروع کر دیں گے..... میری بات یاد رکھنا منجھتیوں سے

بلرم کو فتح کرنا بڑا مشکل ہو جائے گا۔

ابوہریرہ تھوڑی دیر کے لئے رُکا، اس کے بعد اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

سعد بن مسلم اور محمد بن سندری تم کچھ دستوں کو اپنے ساتھ رکھو گے، رات کی تاریکی میں تم دونوں بھی ایک کام کرو گے، میں نے دیکھا ہے شہر کے نواحی علاقے کے علاوہ سمندر کے کنارے بھی بے شمار پتھر ہیں، تمہارے ذمے یہ کام ہے کہ رات کی تاریکی میں حرکت میں آؤ اور اپنے کچھ دستوں کو اس کام میں لگاتے ہوئے لشکر گاہ کے اندر پتھروں کے ڈھیر لگا دو جو منجھتیوں کے ذریعے شہر کی فسیل پر گرانے کے کام آئیں گے۔

تم لوگوں کے بعد میرا اور ابو رافع کا ہر کام ہوگا کہ ہم جا کر کچھ لشکر کو سونے کا موقع فراہم کریں گے..... باقی دستوں کے ساتھ بیدار رہتے ہوئے لشکر گاہ کی حفاظت کریں گے تاکہ رات کی تاریکی میں کوئی ہم پر شب خون نہ مار سکے..... ابن سالم یہاں سے جانے کے تھوڑی دیر بعد تم دو نذر قسم کے جوانوں کو میرے خیمے میں بھیجنا میں انہیں سارا معاملہ سمجھا دوں گا، وہ کل صبح قاصد بن کر بلرم کے رومن حاکم کے پاس جائیں گے، اسے پیغام پہنچایا جائے گا کہ اگر وہ جنگ کے بغیر بلرم شہر ہمارے حوالے کر دے تو اسے اور اٹل شہر کو مکمل طور پر امان اور تحفظ دیا جائے گا..... اسے یہ بھی بتا دیا جائے گا اس پر یہ بھی عیاں کر دیا جائے گا کہ اگر اس نے ہماری اس امن کی دعوت کو قبول نہ کیا تو اس پر وہ جنگ مسلط کریں گے کہ اسے ہمارے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہونا پڑے گا۔

محمد بن سالم نے ابوہریرہ کی اس تجویز سے اتفاق کیا..... پھر ابوہریرہ دوبارہ بول پڑا۔

آؤ اب سب مل کے جو معاملہ ہم نے طے کیا ہے اس کے انتظامات اور لشکر کے کھانے کا اہتمام کریں..... اس پر سب ابوہریرہ کے ساتھ ہو لئے تھے۔

☆

اگلے روز ابوہریرہ کے دو قاصد بلرم شہر میں داخل ہوئے اور انہی نے بلرم کے رومن گورنر مسکولہ کے سامنے پیش کیا گیا، اس وقت قصر کے کمرے میں مسکولہ کے دائیں بائیں اور سامنے عسکری سپہ سالاروں کے علاوہ بلرم کے عمائدین بھی بیٹھے ہوئے تھے، دونوں قاصدوں کو جب مسکولہ کے سامنے پیش کیا گیا تو مسکولہ نے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

میرے چوہدار نے مجھے بتایا ہے کہ تمہیں مسلمانوں کے سالار محمد بن عبداللہ نے میری



طرف بھجوا دیا ہے..... کہو تم اس کی طرف سے میرے لئے کیا پیغام رکھتے ہو؟

دونوں قاصدوں نے صلاح مشورے کی خاطر ایک دوسرے کی طرف دیکھا، بولا، پھر ان میں سے ایک بول پڑا۔

محترم مسکولہ آپ کے چوہدری نے آپ کو درست بتایا ہے..... ہمیں ہمارے سالار عبداللہ نے بھجوا دیا ہے، آپ جانتے ہیں ہمارا لشکر شہر کے مشرقی حصے میں پڑاؤ کر چکا ہے۔ دونوں کو قاصدوں کی صورت میں آپ کے پاس بھجوانے کا بڑا مقصد یہ ہے کہ ہمارا پہلا اعلیٰ جسے ہم محمد بن عبداللہ کی بجائے ابو فرہ کہہ کر پکارتے ہیں، اس کی خواہش ہے کہ تم جنگ اور ٹکراؤ کے شہر ہمارے حوالے کر دو..... اگر تم ایسا کرنے پر رضامند ہو جاتے ہو تو اور شہر کے ہر فرد کو امان دے دی جائے گی اور سب کی حفاظت کا ذمہ لیا جائے گا۔

قاصد جب خاموش ہوا تو کھا جانے والے انداز میں مسکولہ اس کی طرف دیکھتا اس نے ایک بھیانک قبچہہ لگایا اور بڑی غضبناک آواز میں وہ بول پڑا۔

تو گویا ہماری ہی سرزمین میں تمہارا سپہ سالار ہمیں ہمارا شہر حوالے کرنے کی دہم ہے..... ساتھ ہی یہ بھی بتاتا ہے کہ اگر ہم شہر اس کے حوالے کر دیں تو ہمیں امان دے جائے گی، اپنے اس سالار سے کہنا کہ بلرم شہر کی فصیلوں میں بڑے بڑے پتھر تراش کے بنائے ہیں، اگر وہ ساری عمر بھی شہر کی فصیلوں سے سر نکراتا رہے تو اسے فتح نہیں کر سکے گا، اگر کہ ماضی میں بڑے بڑے حملہ آور بڑی بڑی قومیں اس شہر کی فصیل سے ٹکرا کر پاٹھ ہوئیں اور ناکامی کا منہ دیکھتے ہوئے لوٹ گئیں۔

مسکولہ کے ان الفاظ پر قاصد نے بھی عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھا، بول اٹھا۔

محترم مسکولہ اگر ماضی میں کوئی حملہ آور بلرم شہر کی فصیلوں سے ٹکرا کر واپس چلا گیا اس کی کمزوری اس کی ناتجربہ کاری ہوگی..... مسکولہ یاد رکھنا جس سالار نے ہم دونوں تمہاری طرف روانہ کیا ہے، وہ ایسا سپہ سالار ایسا بیدار ذہن فرزند ہے کہ خواہشوں زور سمندر کو تشنگی میں سمیٹنا امید یوں اور خشک ہونٹوں پر پیاس کے پھرے لگاتا چلا جائے اپنے حملوں میں زرد چہروں پر زنج و حزن کی نیکراں آگ بھڑکانے کا بھی ہنر اور ضابطہ ہے..... ساتھ ہی میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ اپنے حملوں میں سوئے بچوں جیسی عورتوں

بچوں، دگرخت اور افسردہ بوڑھوں، کھیت کھلیانوں، باغ و تالستانوں سے کوئی غرض نہ رکھتا، ہر چیز کو محفوظ رہنے دیتا ہے..... تاہم جو لوگ تلواریں سونت کر اس کے سامنے لے کر غرض سے آئے ہیں وہ انہیں صحرا کی کوکھ سا اندھا بے مفہوم تحریروں سا بانجھ بنا کے دیتا ہے، جب وہ کسی پر حملہ آور ہوتا ہے تو اسے راہ کا پتھر سمجھ کر ٹھوکروں پر رکھتا ہے اور ہاتھ تاحہ مکان پھیلی برف سا منجمد بنا کے رکھ دیتا ہے، جب کوئی اس کے سامنے ظلم و دھوکا دیتا ہے تو اسے مسکولہ وہ اسے اس کی زیست سمیت ناپید کر دیتا ہے۔

جب تک قاصد بولتا رہا..... مسکولہ چپ چاپ اسے سنتا رہا، تاہم اس کے چہرے ہزات اس کی آنکھوں میں بل کھاتے جذبے اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ وہ مکی گفتگو کو انتہا درجے کا ناپسند کر رہا ہے..... قاصد جب خاموش ہوا تب اس نے کہنا شروع کیا۔

یقیناً تم نے اپنے سپہ سالار کی بہادری اور اس کی شجاعت کا اظہار کرنے کے لئے اچھے استعمال کئے ہیں..... یہ میری طرف سے جا کے اپنے سپہ سالار سے یہ کہنا کہ اس گردشِ دنیا میں ذرا اپنی کتاب حیات کے اوراق بھی کھول کر دیکھو، پلٹ کر کبھی بلرم کے ماضی بھی جھانکے..... گزری رتوں میں بڑے بڑے حملہ آور اس شہر پر قبضہ کرنے کے لئے آئے، لیکن ہم نے انہیں موسموں کے خمار، زیست کے ریگ رواں اور بکھری گلوں کی پتیوں طرح اڑا کے رکھ دیا..... مسلمانوں کے سپہ سالار کے قاصد! یہ وفا کا شہر ہے، اس کے دشمن گھروں میں رہنے والے تمہارے سپہ سالار کی جرات مندی کے شوق کو ہلکے کھنڈروں میں تبدیل کر کے رکھ دیں گے..... قبل از وقت تمہیں اور تمہارے سپہ سالار کو خبر دیتا ہوں کہ اگر اس نے بلرم شہر پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو اس شہر کا محافظ لاوارس شہر کے رہنے والے لوگ اس کے اور اس کے لشکروں کے منشور سے اس طرح لڑ جائیں گے جس طرح چینیائی کے محارب عد سے سے روشنی کی قوسیں نذر جاتی ہیں۔

ابا بار پہلے قاصد کی بجائے دوسرے قاصد کی چھاتی تن گئی اور اس نے مسکولہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

حاکم بلرم مسکولہ کو خبر ہو کہ جو دھمکی آمیز الفاظ اس نے استعمال کئے ہیں ان الفاظ کا اثر

سے شعلہ بن کر بھڑک اٹھے گا..... مسکولہ! اگر تم اور تمہارے لشکری بے معنی لفظوں کی رال، خوابوں کے پاتال اور بدترین لحوں کی سیال سیابی سے نہیں ٹھٹھا چاہتے تو پھر یاد ہمارا سپہ سالار ابوفہر جب اُجالوں کی جستجو میں سرد موسموں کا برہنہ دن، غنا کا لمحہ بن کر وارد ہوگا تو تم اپنے پر خوش رنگ منظر کو مردہ خوابوں کا عجائب گھر جو ان چمکتے ارادوں کو وقت میں زوال پر آمادہ قضا کے دو دوالم کی بے رحم وسعتوں سے بھی بدتر خیال کرے گے۔

قاصد رکا، پھر بہتے دریا کی رواں گی کی طرح وہ بلرم کے حاکم مسکولہ سے کہتا چلا گیا تھا ہمارا سپہ سالار صداقت کا محافظ دیانت کا امین ہے، جب وہ بلرم شہر کے محافظوں پر حوصلہ شکن اور شہر کی فسیل پر عکس حق بن کر حملہ آور ہوگا تو یاد رکھنا اس کی التہاب نگاہ اور ان نظروں کی مشعل کے سامنے جرم و عصیان کے بڑے بڑے عنان گیر اور دنیا کے سیاہ خاڑ میں جرم کی قوت کا نشان بننے والے بڑے بڑے سرکش اپنے ظلم کی بکھری چادر اپنے مہ شیرازہ بندی کو سنبھال نہیں پاتے۔

مسکولہ نے دوسرے قاصد کی گفتگو کو بھی ناپسند کیا اور انتہائی بیزاری کا اظہار کر ہوئے کہنے لگا۔

میں اب تمہارے سپہ سالار کے متعلق کوئی بات سننا نہیں چاہتا، جاؤ اسے جا کے کہ کوئی روئے گیتی کے چمن زاروں میں ہم لوگ لالہ سحر اور زمین کے چہرے پر زماں تاثرات بننے کا ہنر جانتے ہیں..... ماضی کے بڑے بڑے مہیب ماریا سپہ سالار اس شہر پر آور ہوئے تو ہم لوگوں نے ان کی سرخ انگارہ زبان کاٹ کے رکھ دی۔

اس مرتبہ پہلا قاصد انتہائی غضب اور غصے میں بول پڑا۔

اگر تم وقت کی اڑتی گرد میں بلرم شہر کو لوئے نگر کی اُداسی اور لحد میں اترتی شبِ عفریت جیسا تاریک اور ویران دیکھنا چاہتے ہو تو پھر تمہاری مرضی ہم نے اپنے سپہ سالار پیغام تم تک پہنچا دیا ہے..... ہم اپنے کام سے سرخرو ہو چکے ہیں، اگر تم شہر ہمارے سپہ سالار کے حوالے نہیں کرتے تو ہم جاتے ہیں، جو پیغام تم نے دیا ہے وہ جا کے اپنے سپہ سالار کہہ دیں گے، اس کے بعد جب وہ آگ کا دریا اور جبر کی قوت بن کر تم پر نازل ہوگا تو پھر تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اپنے سالار کے کہنے پر اسن و آشتی کے لئے ہمارا تمہارے پاس

ہم نہیں بڑا یاد آئے گا۔

اس کے ساتھ ہی مسکولہ سے دونوں قاصدوں نے اجازت لی اور وہ وہاں سے چلے گئے ہاتھی روزانہ دونوں قاصدوں نے مسکولہ کے جواب سے ابوفہر کو آگاہ کر دیا تھا..... رد عمل بطور ابوفہر نے جنگ کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔

جس روز ابوفہر نے بلرم پر حملے کی ابتداء کرنی تھی، اس سے ایک روز قبل مغرب کی رات بعد اس نے اپنے خیمے کے باہر کھلے میدان میں سارے سالاروں کو جمع کیا..... محمد عالم، ابورافع، سلیمان بن عافیہ، سعد بن مسلم، محمد بن سندی کے علاوہ دیگر بہت سے بڑے سالار ابوفہر کے خیمے کے باہر جب جمع ہو گئے..... تب ابوفہر نے انہیں مخاطب کیا۔

میرے عزیزو! ہم نے جو بلرم کے والی مسکولہ کو اسن و آشتی سے شہر حوالے کرنے کا پیغام بٹھایا وہ اس نے رد کر دیا ہے اور ایسا وہ کسی علت، کسی وجہ سے کر رہا ہے..... اسے اگر صرف اٹھ کر اندرائی طاقت پر بھروسہ ہوتا تو اب تک ہمارے سامنے ہتھیار ڈال چکا ہوتا اور شہر بے حوالے کرنے پر فخر محسوس کرتا، لیکن اسے بہت سی بیرونی قوتوں سے مدد کی امید ہے، جانتا ہے جب ہم بلرم کا محاصرہ کریں گے تو روسن جرنیل ملاسین اور میگور کے علاوہ ونسی مل رائسکو بھی ہمارے خلاف حرکت میں آئے گا..... مسینا کارومن والی آنرو اس کی مدد کے لئے آئے گا، یہ بھی امید کی جاسکتی ہے کہ اٹلی کی سب سے بڑی ریاست لمبارڈ کا وحشی حکمران اڈولف اپنے دستوں کے ساتھ بلرم کی مدد کے لئے خود لشکر لے کر آئے گا، ان ساری قوتوں کے باوجود ہم بلرم کے حاکم مسکولہ کی گردن فولاد کی طرح اکڑ گئی ہے، اس میں عاجزی اور لاپرواہی نہیں رہی، اب ہماری ہنرمندی اور صنایعی یوں ہونی چاہئے کہ ہم مسکولہ کی اکڑی ہوئی گردن کو اپنے سامنے ختم کریں اور مجھے امید ہے کہ ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

گل سے میں اپنے حملوں کی ابتداء کر رہا ہوں، میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ آج رات بھی تمہیں فحش مارا جاسکتا ہے اور ہمیں اپنا دفاع کرنا ہوگا..... دن کے وقت بھی رومنوں کے لشکر کی مختلف بیرونی قوتیں چاروں طرف سے ہم پر حملہ آور ہو سکتی ہیں اور ان ساری قوتوں سے ہمت نہ ہارنے کی ضرورت ہے اور مجھے امید ہے کہ خداوند قدوس کی

اعانت اگر ہمارے ساتھ رہی تو ہم ایسا کر گزریں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد ابوہریرہؓ کا، اس کے بعد ہاتھ کے اشارے سے اس نے مسلمان اور محمد بن سندی کو اپنے قریب بلایا۔ جب وہ دونوں بالکل اس کے قریب ہوئے گئے تب اس نے ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میرے عزیزو، تم دونوں کے سپرد میں ایک کام کر رہا ہوں۔ غلویہ میں لشکر کے دو چوتھاری کمانداری میں کام کرتے رہے ہیں۔ یہاں بھی وہ تمہاری کمانداری ہی میں رہے، میں چاہتا ہوں کہ کوئی ایسے انتظام کئے جائیں کہ دشمن اگر رات کو ہم پر شب خون مارے تب بھی اور اگر دن کے وقت حملہ آور ہو تب بھی ان انتظامات کے تحت ہم دشمن کو اپنے کے نزدیک نہ آنے دیں اور دور ہی سے مار بھگائیں۔

کافی سوچ بچار کے بعد جو بات میری سمجھ میں آئی ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ رات تم دونوں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ حرکت میں آؤ گے، اپنے پڑاؤ کے پشتی جانب علاوہ دائیں بائیں ذرا ہٹ کے مورچہ نما لمبے لمبے گڑھے کھود دیئے جائیں گے، مخالف گڑھے کھودنے سے جو مٹی نکلے گی ان ہی کے دمے بنادئے جائیں گے، انہی کھدوں اندر بہترین تیر انداز بٹھادیئے جائیں گے جو بدل بدل کر دن رات ان کھدوں کے اندر رہیں گے۔ اپنے فرائض سرانجام دیں گے۔

ان مورچوں کے اندر کام کرنے والے مجاہدوں کا کام یہ ہوگا کہ اگر دن کے وقت حملہ آور ہونے کے لئے آتا ہے تو اسے اپنے تیروں کی بوچھاڑ پر رکھ لیں، اسے چھلنی کر کے دیں۔ اگر رات کو کوئی شب خون مارنے کی کوشش کرتا ہے تب بھی اپنے تیروں سے اُٹھ چھلنی کر دیں۔ مجھے امید ہے کہ اگر ہم چند روز تک ایسا کریں تو بیرونی قوتوں کو خبر ہو جائے گی کہ ہم نے اپنے دفاع کے خاطر خواہ انتظامات کر رکھے ہیں۔

ابوہریرہؓ ڈیر تک خاموش رہا، اس کے بعد اس نے سلیمان بن عافیہ کی طرف دیکھا ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابن عافیہ میرے بھائی ماضی میں جو لشکر تمہاری کمانداری میں کام کرتا رہا ہے وہ تمہارا ماتحت ہی رہے گا۔ ابوراہف تمہارے نائب کی حیثیت سے کام کرے گا، دشمن اگر دن وقت حملہ آور ہوتا ہے یا رات کو شب خون مارتا ہے تو ہمارے وہ جوان جو سعد بن مسعود

کمانداری کے تحت کام کریں گے اور مورچوں میں بیٹھ کر اپنی تیر اندازی سے حملہ آوروں کو روکیں گے، تم ان کی مدد اور اعانت کرو گے۔

تم لوگ اس وقت تک حرکت میں نہیں آؤ گے جب تک دشمن مورچوں کو چھاند کر آگے نہ بڑھے کی کوشش نہیں کرتا۔ اگر تم دیکھتے ہو کہ ہمارے تیر اندازوں کی تیر اندازی کے باعث دشمن پیچھے ہٹ گیا ہے تو تمہیں حرکت میں آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوگی اور اگر تم یہ دیکھو کہ تیر اندازوں کی تیر اندازی کے باوجود اور اپنا بے پناہ نقصان کروانے کے باوجود بھی حملہ آور تیر اندازوں کے قریب آتے ہیں اور ہمارے پڑاؤ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرتے ہیں، تب تم دونوں حرکت میں آؤ گے اور اپنے تیر اندازوں کی مدد کرتے ہوئے حملہ آوروں کو پسپا کرنے کی کوشش کرو گے۔

ابن عافیہ تمہاری اور ابوراہف کی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ جب حملہ آور تیر اندازوں کے قریب آجائیں اور انہیں عبور کرنے کی کوشش کریں تو پہلے حملے کے طور پر تم بھی ان پر اپنے لشکریوں سے بے پناہ تیر اندازی کرو، مجھے امید ہے جب مورچوں میں بیٹھے ہوئے سعد بن مسلم اور محمد بن سندی کے جوان تیر اندازی کریں گے اور اس کے ساتھ تم دونوں کے لشکری بھی ان پر تیر اندازی کریں گے تو دشمن یقیناً بوکھلا کر پلٹ جائے گا اور اگر اس قدر تیر اندازی کے باوجود بھی دشمن آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے تو پھر تم اور ابوراہف ان پر حملہ آور ہو جاؤ، جب وہ ہمارے کھودے ہوئے مورچوں کے قریب آجائیں تب مورچوں میں بیٹھے جوان بھی نکل کر انہماک ساتھ دشمن پر حملہ آور ہو جائیں گے، اس طرح مجھے امید ہے کہ ہم بیرونی قوتوں کو روک دیں گے۔

بہر حال یہ بھی ممکن ہے کہ بیرونی قوتیں جو ایک سے زائد ہیں وہ زور مارتے ہوئے اور تم لوگوں کو پسپا کرتے ہوئے آگے بڑھنے کی کوشش کریں، ایسی صورت میں میری طرف سے کسی رد عمل کا اظہار ہوگا، وہ اس طرح کہ جب تم دشمن کے خلاف مصروف کار ہو جاؤ گے تو میں ابوہریرہؓ بن سالم تو شہر پر حملہ آور ہوتے رہیں گے، لیکن جب دشمن تمہیں پسپا کر کے پڑاؤ کی طرف آئے گا تو محمد بن سالم تو شہر کی قوتوں کے ساتھ مصروف جنگ رہے گا، میں پلٹوں گا اور تمہارا مدد کو پہنچوں گا اور مجھے امید ہے کہ اس طرح ہم بیرونی قوتوں کو اپنے پڑاؤ کے نزدیک نہ لے آئے دیں گے، یہ طریقہ کار دن اور رات دونوں وقت دہرایا جائے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد ابوفہر لمحہ بھر کے لئے خاموش ہوا..... کچھ سوچا اس کے بعد اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے پھر کہہ رہا تھا۔

اس سارے کھیل میں ایک تیسری صورت بھی ہمارے سامنے آسکتی ہے اور وہ یہ کہ اگر میں محمد بن سالم کو شہر کی قوتوں کے سامنے اکیلا چھوڑ کر ابن عافیہ تمہاری اور ابورافع کی مدد کے لئے آتا ہوں تو تیسری صورت ہمارے سامنے یہ بھی آسکتی ہے کہ شہر کے اندر جو دشمن کا لشکر ہے وہ شہر پناہ کا دروازہ کھول کر محمد بن سالم پر حملہ آور ہو سکتا ہے، اس طرح ہمیں ناقابل تلافی نقصان بھی پہنچا سکتا ہے..... ہمیں دشمن کی اس متوقع یلغار کو بھی ناکام بنانا ہے۔

میرے عزیزو، جب تم یہ دیکھو کہ میں سلیمان بن عافیہ اور ابورافع کی مدد کے لئے محمد بن سالم کا ساتھ چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا ہوں اور بلرم کی شہر پناہ کے اندر جو لشکر ہے وہ اکیلے محمد بن سالم پر حملہ آور ہونے والا ہے تو تم سب کا ایک فی الفور رد عمل ہونا چاہئے۔

سب سے پہلے محمد بن سالم فوراً پیچھے ہٹ جائے گا، اس لئے کہ دشمن کے خلاف ہم دو محاذ نہیں کھولنا چاہتے..... سلیمان بن عافیہ میں چونکہ اس وقت تمہارے اور ابورافع کے ساتھ ہوں گا، لہذا ہم سب مل کر بھی فوراً بائیں جانب پیچھے ہٹیں گے..... محمد بن سالم بھی اپنے لشکر کے ساتھ بائیں طرف ہو جائے گا، جو لشکری سعد بن مسلم اور محمد بن سندی کے ماتحت کام کر رہے ہوں گے وہ بھی ہمارے ساتھ بائیں طرف ہٹ جائیں گے، اس طرح دشمن کے دونوں لشکروں کو آپس میں مل جانے کا موقع فراہم کیا جائے گا..... یہ بات بھی ذہن میں رکھنا کہ شہر پر حملہ آور ہونے کی ابتداء ہم اپنے پڑاؤ کے دائیں جانب سے کریں گے، لہذا جب ہم بائیں طرف ہٹیں گے تو ہم اپنے پڑاؤ کے قریب آجائیں گے، دونوں لشکر شہر سے نکلنے والا اور شہر کے باہر سے ہم پر حملہ آور ہونے والا جب مل جائیں گے تب میں اپنے رد عمل کا اظہار کروں گا۔

وہ اس طرح کہ لشکر فی الفور تین حصوں میں بٹ جائے گا، ایک میرے پاس دوسرا محمد بن سالم کے پاس اور تیسرا سلیمان بن عافیہ کے پاس، محمد بن سالم اور سلیمان بن عافیہ اپنے پڑاؤ کے آگے رہتے ہوئے دشمن کے متحدہ لشکر کو اپنے ساتھ مصروف جنگ رکھیں گے، میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ بلرم شہر کی شہر پناہ کے اس دروازے کی طرف جاؤں گا جس سے نکل کر دشمن ہم پر حملہ آور ہوگا، میں دشمن کے شہر کے اندر جانے کے راستے مسدود کروں گا

اس وقت سے حملہ آور ہوں گے اس طرح سامنے اور پہلو سے جب ہم دشمن پر ضرب لائیں گے تو مجھے امید ہے کہ دشمن کو ہم اپنے آگے اس طرح بھگانیں گے جس طرح طوفان کے آنے میں خش و خاشاک کی طرح اڑتے ہیں۔

میرے عزیزو! اگر صرف بیرونی قوتیں ہم سے ٹکرائیں اور شہر پناہ سے لشکر باہر نہ نکلا اور شہر پناہ کے کسی حصے کو توڑ دیں، تب بھی اگر دشمن ٹوٹے ہوئے اس حصے سے نکل کر ہم پر حملہ آور ہو تو طریقہ کار ہم نے بنایا ہے اسی کے مطابق عمل کیا جائے گا..... میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دروازے کی طرف جانے کی بجائے شہر پناہ کے ٹوٹے ہوئے حصے کی طرف جاؤں گا اور وہ راستہ دشمن کے لئے مسدود کرتے ہوئے اس کے پہلو پر ضرب لگاؤں گا، مجھے امید ہے اس طرح دشمن کو زیر کرتے ہوئے ہم بلرم شہر پر قبضہ کر لیں گے۔

ابوفہر کا اس کے بعد دوبارہ وہ کہنے لگا۔

محمد بن سالم، ابن عافیہ ابورافع، سعد بن مسلم، محمد بن سندی اور میرے دیگر سالار بھائیو! فہم میں نے کہا اس سلسلے میں کسی کو شک ہو تو کہے تاکہ سب کی موجودگی میں وضاحت کر دی جائے اور کوئی شبہ باقی نہ رہے۔

اس پر محمد بن سندی بول پڑا۔

امیر محترم جیسا کہ لشکر میں تحقیق بننا شروع ہو چکی ہیں اور کل تک کچھ تحقیق تیار بھی ہو جائیگی، آپ صرف یہ وضاحت کر دیں کہ یہ تحقیق کہاں رکھی جائیں گی اور کس سمت سے شہر پر سنگ باری کر کے شہر کی فصیل کو توڑنے کی کوشش کی جائے گی۔

ابوفہر نے بڑی شفقت سے محمد بن سندی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

یہ تحقیق اس لشکر کے پاس ہوں گی جو میری اور محمد بن سالم کی کمانداری میں ہوگا، یہی تحقیق اس لشکر میں استعمال کر لیں گے، جب میں پلٹ کر تم لوگوں کی مدد کے لئے آؤں گا تب محمد بن سالم کی کمانداری میں رہیں گی اور اگر محمد بن سالم بھی حالات کو دیکھتے ہوئے ہٹ کر بائیں طرف ہٹا ہے تو پھر منہجیوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے گا، انہیں حرکت میں نہ لایا جائے گا۔

ابوفہر کی اس گفتگو سے سارے سالار مطمئن ہو گئے تھے، پھر ابوفہر کے کہنے پر ہر کوئی اپنے اپنے کام میں لگ گیا تھا۔



جب بلرم شہر کے محافظ لشکری شرقی دروازے کے قریب جمع ہو جائیں گے، تب شہر کی فصل کے ٹکڑی دروازے پر جو برج ہے اس میں سے چلتے ہوئے پروں کا ایک تیر فضا میں بلند ہوگا جو شب خون مارنے کی ابتداء کا اشارہ ہوگا۔

امیر محترم! ہمارے لشکر پر تین اطراف سے شب خون مارا جائے گا، دائیں طرف سے ملاسن میگور اور ٹرانسلو بھر پور شب خون ماریں گے، بائیں طرف سے مسینا کاروسن حکمران آنزو اور جنوبی اٹلی کی سب سے بڑی ریاست لمبارڈ کا حکمران سیکارڈس ہم پر شب خون مارنے کی کوشش کریں گے، یہ تو ان دو اطراف کا شب خون ہے اور یہ دونوں قوتیں شب خون کی ابتداء اس وقت کریں گی جب یہ بلرم شہر کی فصیل کے شمالی دروازے سے اٹھنے والے چلتے پروں کے تیز کو دیکھ لیں گی۔

اس دو طرفہ شب خون کے علاوہ ایک تیسری قوت بھی شب خون مارے گی، جیسا کہ میں بتا چکا ہوں آدھی رات کے وقت شہر پناہ کے شرقی دروازے پر تین بار نوبت بجے گی اور اس کے جواب میں بلرم شہر کا محافظ لشکر شہر پناہ کے شرقی دروازے کے قریب جمع ہو جائے گا۔ جب شمالی دروازے کے برج سے چلتے ہوئے پروں کا تیر فضا میں چھوڑا جائے گا تب باہر والی قوتیں دو اطراف سے شب خون ماریں گی، تیسری طرف سے یہ رد عمل ہوگا کہ شہر پناہ کا شرقی دروازہ کھلے گا اور شہر کا حاکم مسکولہ اپنے لشکر کے ساتھ ہم پر شب خون مارے گا، اس طرح آج آدھی رات کے قریب ہم پر سہ طرفہ شب خون مارا جائے گا۔

آنے والا ظاہر ہے کہ جب خاموش ہو گیا تب ابو فہر آگے بڑھا، اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا اس کی پیشانی پر اس نے طویل بوسہ دیا، پھر کہنے لگا۔

میرے عزیز! اگر سارے مخبر تیری طرح ہی دیانتداری اور جاں فدا فی سے کام کرنا شروع کر دیں تو دنیا کی کوئی قوم کوئی طاقت ہمیں شکست قبول کرنے پر مجبور نہیں کر سکی، اب تم باؤ اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنے کام میں لگ جاؤ، اس کے ساتھ ہی وہ مخبر ہٹے اور وہاں سے چلے گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد ابو فہر کچھ سوچتا رہا پھر اس نے گفتگو کا آغاز کیا۔

البرافع سب سے پہلے میں تمہارے ذمے ایک کام لگا رہا ہوں، سعد بن مسلم اور محمد بن زکریا کے تحت جو لشکری اس وقت اپنے لشکر کے اطراف میں چھوٹی چھوٹی کھائیاں مورچوں کی صورت میں کھودنے میں مصروف ہیں، انہیں آگاہ کر دو کہ جس وقت شہر پناہ کے شرقی

اسی رات عشاء کی نماز کے بعد ابو فہر جب اپنے خیمے سے باہر نکلا تو اس نے دیکھا خیمے کے قریب محمد بن سالم کے علاوہ سلیمان بن عافہ اور البرافع کھڑے ہوئے تھے، ان کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ قریب جا کر ابو فہر پہچان گیا، وہ اس کے مخبر تھے۔

ابو فہر جب خیمے سے باہر نکلا تو سب اس کی طرف بڑھے اور اپنے خیمے کے قریب ہی ابو فہر کو رُک جانا پڑا، اس لئے کہ سب اس کے قریب آ گئے تھے۔ ابو فہر نے براہ راست مخبروں کو مخاطب کیا۔

ایسا لگتا ہے جیسے میرے نماز پڑھنے کے دوران آپ سب لوگ باہر کھڑے رہے ہیں، کیا کوئی اہم معاملہ ہے۔

اس پر ایک مخبر مزید ابو فہر کے قریب ہوا اور راز دارانہ سے لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر محترم! میں اور میرے ساتھیوں نے چند اہم خبریں جمع کی ہیں، جن کا تعلق آج رات سے ہے۔

امیر آج رات دشمن ہم پر شب خون مارنے کی کوشش کرے گا اور میں اس شب خون کی تفصیل بھی آپ سے عرض کرتا ہوں۔

امیر! آدھی رات کے قریب بلرم شہر کے شرقی دروازے پر جو برج ہے اس میں تین بار ایک نوبت بجے گی، جو بلرم کے لشکریوں کو اشارہ ہوگا کہ وہ اپنے سالاروں سمیت شہر کے شرقی دروازے کے قریب ہو جائیں، اس طرح شب خون مارنے کی ابتداء کی جائے گی۔

دروازے کے اوپر تین بار نوبت بجے وہ اپنے کام کو بند کر دیں اور اپنے اپنے سالار بن بن مسلم اور محمد بن سندی کی سرکردگی میں دشمن کے خلاف کارروائی کے لئے تیار ہو جائے۔ میری طرف سے محمد بن سندی اور سعد بن مسلمہ کو بھی پیغام بھجواؤ کہ اگر تین بار نوبت بجے پہلے پہلے مورچہ بندی کر دی جائے اور مورچوں کے آگے دم سے بھی بنادئے جائیں تو دونوں سالار اپنے اپنے لشکریوں کے ساتھ رات کو شب خون مارنے والی قوتوں پر مجبور ہوں۔ اندازی کریں، اس کے بعد اگر شب خون مارنے والی قوتیں مزید نزدیک آتی ہیں تو حالات کو دیکھتے ہوئے سلیمان بن عافہ اور محمد بن سالم کے ساتھ کام کریں جس کی تفصیل تم سے کہتا ہوں۔

جس طرح قاصدوں نے انکشاف کیا تین طرف سے شب خون مارا جائے گا۔ محمد بن سالم اور سلیمان بن عافہ میرے دونوں عزیزو! محترم بھائیو جو لشکر شہر کے حاکم مسکور کی سرک میں شہر پناہ کا شرقی دروازہ کھول کر ہم پر شب خون مارنے کی کوشش کرے گا اس سے ہر نمٹوں گا اور خوب نمٹوں گا، اس کی تم فکر نہ کرو۔

محمد بن سالم تم اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دائیں جانب کے شب خون کو ناکام گے۔ سعد بن مسلم بھی تمہارے ساتھ کام کرے گا، سلیمان بن عافہ میرے بھائی تم بائیں جانب کے شب خون کو ناکام بناؤ گے، اس سلسلے میں محمد بن سندی تمہاری نیابت کرے گا جہاں تک میرا تعلق ہے تو میرے ساتھ ابورافع ہوگا، مجھے امید ہے کہ اس طرح ہم سب شب خون کو ناکام بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

ابوفہر لحد بھر کے لئے رکا پھر دوبارہ بول پڑا۔  
ابورافع میرے بھائی تم جاؤ اور جو کچھ میں نے کہا ہے اس ساری تفصیل سے محمد بن سندی اور سعد بن مسلم کو آگاہ کرو، ساتھ ہی ابورافع وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

اس کے جانے کے بعد ابوفہر نے سلیمان بن عافہ اور محمد بن سالم کو مخاطب کیا۔  
میرے بھائیو! میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ شرقی دروازے کے قریب ہی رہوں گا۔ تم دونوں بھی حرکت میں آ جاؤ اور اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دائیں بائیں طرف۔  
شب خون کو ناکام بنانے کے لئے اپنی حالت کو مضبوط و مستحکم کر لو، اس کے ساتھ ہی بن عافہ اور محمد بن سالم وہاں سے ہٹ گئے تھے۔

ان کے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد ایک طرف سے کیتھرینا اور تھیورہ بھاگتی ہوئی آئیں، دونوں پریشان تھیں۔ قریب آ کر کیتھرینا نے کسی قدر فکرمند مگر مٹھاس بھری آواز میں ابوفہر کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا۔

امیر کیا کوئی خطرے کی بات ہے، آپ سب سالاروں سے بات چیت کر رہے تھے اور ہم سب خیمے میں بڑی بے چینی سے آپ لوگوں کو دیکھ رہے تھے، مجھ سے کوئی چیز چھپائیے گا نہیں آپ کا چہرہ بتاتا ہے کہ کچھ ہونے والا ہے۔

ابوفہر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا۔  
دیکھ کیتھرینا فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اور تھیورہ واپس جا کر اپنے خیمے میں آرام کرو، کچھ بھی نہیں ہوگا۔

کیتھرینا نے اس بار کچھ زیادہ ہی بے باکی کا مظاہرہ کیا، آگے بڑھی ابوفہر کا ہاتھ اس نے اپنے ہاتھ میں لیا، پھر گلوں شکوؤں سے بھر پور آواز میں وہ کہہ رہی تھی۔

امیر میری ماں، حالات اور وقت مجھے آپ سے منسوب کر چکے ہیں۔ میری حیات اب آپ کے نام وقف کی جا چکی ہے۔ اگر آپ کے چہرے، آپ کی پیشانی پر فکرمندی کا ایک ہل بھی نمودار ہوتا ہے تو یاد رکھئے گا اس کی کک میرے دل کی گہرائیوں تک پہنچ سکتی ہے۔ میں پھر آپ سے التماس کرتی ہوں کہ مجھ سے کوئی چیز نہ چھپائیں۔ بتائیں کیا بات ہے۔

ابوفہر مسکرایا اور کہنے لگا۔

کیتھرینا فکرمندی کی بات نہیں ہے، جنگ کے دوران ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں، تمہارے لئے اتنا جان لینا ہی کافی ہے کہ آج رات دشمن ہم پر شب خون مارے گا، اس کے شب خون کی تفصیل میرے منہ پر بتا چکے ہیں اور میں اپنے کمانداروں کو ہدایات جاری کر رہا تھا کہ شب خون کے سامنے ہم نے اپنا دفاع کیسے کرنا ہے، اب بولو تم مزید کیا چاہتی ہو۔

کیتھرینا پھر فکرمند آواز میں بول پڑی۔

یہ شب خون کون کون مارے گا اور کب شب خون کی ابتداء کریں گے۔

ابوفہر مسکرا دیا۔ کہنے لگا۔

کیتھرینا تم اتنی گہرائی میں جانے کی کوشش نہ کرو۔ اگر تم سب کچھ جان جاؤ گی تو۔

پھر یاد رکھنا رات پھر تمہیں نیند نہیں آئے گی، جو کچھ تم نے پوچھا میں نے اختصار کے ساتھ تمہیں بتا دیا ہے..... بس تم میری بات کا اعتبار کرو مطمئن رہ کر اپنے خیمے میں رہو، شب خون مارنے والوں کے ساتھ ہم ایسا نہیں گے کہ آئندہ وہ شب خون مارنے کی کوشش نہیں کریں گے اور اگر وہ دن کے وقت ہمارے سامنے آتے ہیں تو ہم ان کی حالت شب خون مارنے کی کیفیت سے بھی بدتر کریں گے، میں پھر تم سے کہتا ہوں کہ تم اور تھیورہ اپنے خیمے میں جا جا کر آرام کرو مجھے اپنے لشکر کی طرف جا کے کچھ انتظامات و انصرام بھی کرنے ہیں۔

کیہ تھرینا ابوفہر کی بات مان گئی، وہ اور تھیورہ دونوں خیمے کی طرف چلی گئی تھیں، جبکہ ابوفہر اپنے حصے کے لشکر کی طرف جا رہا تھا۔

☆

رات گہری ہو گئی تھی..... اندھیرے کے جھونکے یوں ادھر ادھر بھاگ کھڑے ہوئے تھے، جیسے ریوڑ سے بچھڑا ہوا کوئی مینا ایسی راہوں پر بھاگ کھڑا ہوا ہو جو کہیں نہ جاتی ہوں لڑزاں اور ترساں چاندنی درختوں اور پتوں کی لہلہا ہٹ پر کچھ دیر رقص کرنے کے بعد ختم ہو گئی تھی، اس لئے کہ دور مغرب میں چاند غروب ہو چکا تھا..... چاند کے غروب ہوتے ہی چاروں طرف اندھیروں کے ہیولے ان گنت ابو الہول کی طرح کھڑے ہو گئے تھے، تاریکی کی زنجیروں میں جکڑی ہر شے پر اوس اس تیزی سے گرنے لگی تھی جیسے کسی غریب بچے کی آنکھ سے ٹوٹنے والے آنسو اس کی پھٹی قمیض پر گرنا شروع ہو گئے ہوں۔

ابوفہر کے خیمے کے سامنے ابوفہر کے ساتھ اس کے سارے سالار منتظر بیٹھے ہوئے تھے لشکر کے اطراف میں چھوٹی چھوٹی کہانیاں کھودنے کا عمل جاری تھا کہ ایک دم ابوفہر اس طرف اٹھ کھڑا ہوا جیسے باقی آوازیں سن کر کسی کے خون میں جوار بھانا اُٹھ پڑا ہو۔

اس لئے کہ شہر پناہ کے شرقی دروازے پر تین بار نوبت ہوئی تھی..... نوبت کی آواز سن ہی ابوفہر کے سینے میں آندھیاں آنکھوں میں چنگاریاں اور پیشانی پر اُمیدوں کی ہلکی لیر کرتے خوفناک جذبے رقص کر اٹھے تھے۔

اس کے اُٹھتے ہی دوسرے سالار بھی اُٹھ کھڑے ہوئے تھے، نوبت کی آواز سن کر کھائیاں کھودتے ہوئے لشکریوں کے ہاتھ رک گئے تھے..... کدالوں کی جگہ انہوں نے اپنے ہتھیار سنبھال لئے تھے، اس موقع پر دھیمے سے لہجے میں اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے

ابوفہر بول پڑا۔  
اپنے اپنے لشکر کی سمت چلے جاؤ اور وہاں پہنچ کر شہر کے شمالی دروازے سے جلتے پروں کے تیرے اُٹھنے کا انتظار کرو، اپنے لشکریوں سے کہنا کہ جب تک دشمن نزدیک نہیں آتا.....  
زمین پر لیٹ کر تیر اندازی کریں اور جب دشمن سے دست بستہ جنگ شروع ہو تو اپنے آپ کو دفاع تک محدود رکھیں، اس لئے کہ حملہ آوروں کی تعداد یقیناً ہم سے زیادہ ہوگی جو لشکر شہر سے کل کر حملہ آور ہوگا اس سے نمٹنے کے بعد میں بھی تم لوگوں سے آملوں گا، اس کے بعد جارحیت اختیار کی جائے گی اور رات کی تاریکی میں میرے خداوند نے چاہا تو شب خون مارنے والے اس دشمن کو وہ سبق سکھائیں گے کہ صدیوں تک یہ شب خون ان کے لئے عبرت خیزی کا سامان لازم کرتا رہے گا۔

ابوفہر کے کہنے پر سارے سالار اپنے اپنے حصے کے لشکر کی طرف چلے گئے تھے..... ابوفہر بھی اپنے حصے کے لشکر میں چلا گیا جو پہلے سے گھات لگائے ہوئے تھا..... ابوفہر کے پڑاؤ میں حافظ دستے بھی بیدار اور چوکے ہو گئے تھے..... تھوڑی ہی دیر بعد بلرم شہر کے شمالی دروازے پر جلتے ہوئے پروں کا ایک تیر فضا میں بلند ہوا تھا، اس تیر کو دیکھتے ہی سارے سالاروں کے لشکر پائی کمانیں اور تیر سنبھالے ہوئے زمین پر لیٹ گئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد گہرے گھنے اندھیرے کی بغل سے دو طرف سے دشمن نمودار ہوا، ایک باؤ کے دائیں جانب سے دوسرا بائیں جانب سے۔

شب خون مارنے والے دونوں لشکر یہ خیال کئے ہوئے تھے کہ وہ اچانک مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں گے اور ان کا خوب قتل عام کریں گے، لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ مسلمان تیر انداز اپنی کمانوں میں تیر چڑھائے بڑی بے چینی سے ان کا انتظار کر رہے ہیں، جونہی شب خون مارنے والے دونوں لشکر مسلمان لشکریوں کے تیروں کی زد میں آئے، ان پر موسلا دھار بارش کی طرح تیر برسائے گئے تھے، جس کے نتیجے میں حملہ آوروں کی اگلی کئی صفیں جھد کے رہ گئیں تھیں، اتنی دیر تک پچھلی صفیں قریب آگئی تھیں..... تیر کمان چھوڑ کر مسلمان لشکریوں نے اپنے ہتھیار سنبھال لئے، پھر وہ محمد بن سالم اور سلیمان بن عافیہ کی سرکردگی میں دشمن کے سامنے دیوار کی طرح جم گئے تھے۔

میں اسی موقع پر شہر پناہ کا شرقی دروازہ کھلا اور بلرم کا حاکم مسکولہ ایک بہت بڑا لشکر کے

ساتھ شہر سے نکلا، اس کا مقصد اور مدعا یہ تھا کہ سامنے کی طرف سے تو اس کے حمایتی ہو چکے ہیں، لہذا اب وہ مسلمانوں پر پشت کی طرف سے حملہ کرے گا اور اپنی فتح بنادے گا، لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ اندھیرے کے اندر ایک اور موت ایک مرگ بڑی ہے۔ اس کا انتظار کر رہی ہے۔

مسکولہ کا جب سارا لشکر شہر سے باہر نکل آیا، تب ابوہریرہ اپنے سارے لشکر کے چاروں طرف بچھے اندھیرے کی بکلی سے تہر بھرے جھکڑوں کی طرح نمودار ہوا، پھر وہ مسکولہ کے لشکر پر اس طرح حملہ آور ہوا جیسے سنانے کی چھاؤں اور مایوسیوں کے نقاب کے اندر کی چنگاریاں چھپائے وقت کے آگے چلنے والا کوئی نقیب اچانک ٹوٹ پڑا ہو۔ ابوہریرہ لشکر کے ساتھ شہامت کے طوفانوں، نئے قہر کی بارش کی طرح دشمن کے وسطی حصے پر آور ہوا تھا۔ بالکل اس طرح جیسے بے کراں آسمان کی پہنائیوں سے قضا و قدر کا کاروان سرود آتش سی تکبیریں بلند کرتا ہوا آشوب بھری نفرت ڈکھ کی لہر اور رد بھری پیش قدمی دشمن کے اندر گھسنا شروع ہو گیا ہو۔

یہی حالت ابوہریرہ نے دشمن کی اپنے پہلے حملے میں ہی کر دی تھی۔ مسکولہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ مسلمانوں کا کوئی لشکر اس کی گھات میں ہے اور جو نبی وہ شہر سے نکلے گا اس پرہ کر دے گا، وہ تو بڑا مطمئن تھا کہ اس کے بیرونی حمایتیوں نے مسلمانوں پر شب خون مار دیا۔ اور وہ پشت کی طرف سے حملہ آور ہو کر اپنی فتح کو یقینی بنادے گا، لیکن یہاں تو معاملہ ہی اُنر ہو رہا تھا، اس لئے کہ ابوہریرہ نے حملہ آور ہو کر اپنے سامنے آنے والے اس کے لشکریوں کی حالت کرنا شروع کر دی تھی جیسے ہر شے کو دھول بنا کر اڑاتی قضا کی خوفناک دستک نے اپنا کا شروع کر دیا ہو۔

کچھ دیر تک گھسنا کارن پڑا، بیرونی حملہ آوروں کو ابھی تک یہ خبر نہ تھی کہ مسکولہ پر کڑا اور قوت حملہ آور ہو چکی ہے، وہ تو یہی آس لگائے ہوئے تھے کہ مسکولہ جب مسلمانوں کی پشت پر حملہ آور ہوگا تو مسلمان جو ان کے سامنے دفاع کی جنگ لڑ رہے تھے، وہ پپا ہونے پر مجبور ہو جائیں گے۔

لیکن یہاں معاملہ الٹ ہو رہا تھا، ابوہریرہ نے جان بوجھ کر مسکولہ کے لشکر کے وسطی حصے حملہ کیا تھا اور اپنے پہلے ہی حملے میں اس نے مسکولہ کے لشکر کو دو حصوں میں بانٹ کر رکھ دیا

پچھلے حصے کو اس نے بری طرح روندنا شروع کر دیا تھا۔ ابوہریرہ بڑی تیزی سے کام لے رہا تھا، اس لئے کہ شہر سے نکلنے والے لشکر سے نمٹ کر وہ بہت جلد اپنے لشکر کے دوسرے حصے کی مدد کو پہنچنا چاہتا تھا، لہذا بڑی تیزی اور بڑی سرعت کے ساتھ وہ دشمن کے شہر سے نکلنے والے لشکر کی حالت ادھوری تحریروں، ناگفتہ معنی اور خلا میں دفن ہوتے سپنوں سی کرنے لگا تھا۔ ابوہریرہ نے جب شہر سے نکلنے والے لشکریوں کی تعداد بڑی تیزی سے کم کرنا شروع کر دی، تب مسکولہ بڑا پریشان ہوا، وہ اپنے لشکر کے اگلے حصے میں تھا، اسے جب خبر ہوئی کہ ان فوج نے اس کے حصے کے لشکر پر حملہ کر دیا ہے اور لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے، تب وہ آگے بڑھتے بڑھتے رُک گیا، اس نے جب حملہ آور مسلمانوں کا شور سنا تو اسے یوں لگا جیسے کاسہ دقت میں حالات نے اس کے مقدر میں صرف ادھورے خواب ہی لکھے ہوں، وہ بے بسی شوریدہ سری اور اندھی گھٹن کے خوف کا شکار ہو گیا تھا، اس لئے کہ اس کے ذہن میں پانچویں اٹھ کھڑے ہوئے تھے کہ مسلمانوں کا جو لشکر اس پر حملہ آور ہوا ہے وہ کہیں اس کے لشکر کے پچھلے حصے پر قابو پانے کے بعد شہر میں داخل نہ ہو جائے اور اگر ایسا ہو گیا تو مسلمانوں پر شب خون مارنا بالکل بیکار ہو جائے گا، اس لئے کہ مسلمان شہر پر قابض ہو جائیں گے۔

ان سوچوں کے ساتھ ہی مسکولہ آگے بڑھنے کی بجائے پلٹ پڑا، وہ اپنے آپ کو تباہ و برباد کرنے والے حالات کا شکار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ یہ بھی پسند نہیں کرتا تھا کہ وہ شہر سے باہر نہ جائے اور حملہ آور مسلمان شہر کے دروازے سے شہر میں داخل ہو جائیں جو ابھی تک کھلا ہوا تھا۔ وہ پلٹا اور پوری طاقت سے ابوہریرہ کے لشکر پر حملہ آور ہوا، وہ چاہتا تھا کہ مسلمانوں کو پیچھے ہٹائے لیکن اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا، اس لئے کہ مسکولہ کے سامنے ابوہریرہ پتھر اور نولاد کی دیوار ٹٹا گیا تھا۔ مسکولہ کے لشکر کو بے پناہ نقصان اٹھانا پڑا۔ لشکر کی کافی تعداد اس شب خون مٹا کام آگئی اور مسکولہ بڑی مشکل سے اپنے بچے کچھ لشکریوں کو لے کر شہر میں داخل ہوا اور ٹھکانا دروازہ بند کر لیا، اس طرح جو کامیابی مسکولہ حاصل کرنا چاہتا تھا اس میں اسے بری طرح ناکامی ہوئی، اب ابوہریرہ اپنے دوسرے کام کی ابتدا کرنے والا تھا۔ شہر کے شرقی دروازے سے باہر دُور دُور تک مسکولہ کے لشکریوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں، ابوہریرہ نے رات کی تاریکی میں ایک بار حالات کا جائزہ لیا پھر اپنے لشکریوں کو یکجا کیا اور فضا کے اندر تیز پرواز شاہین کی



طرح پلٹا تھا۔

محمد بن سالم اور سلیمان بن عافیہ دونوں کے لشکر کے قریب جا کر اچانک ابوہریرہ سارے لشکریوں کو رات کی تاریکی میں مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔

رسول عربیؐ کی امت کے دلیر جوانو! میری ملت کے جری پاسبانو! میری قوم کے دلیر  
چوپانو! زمین و آسمان اور سارے جہانوں کے مالک کا نام لے کر شوق ازم آرائی میں بھگو  
۔ کی طرح دشمن کے سامنے نولا دھو جاؤ، میں تمہیں یقین دلاتا ہوں آج کی رات فتح تمہارے  
قدم چومے گی۔

دیکھو تم روشنی کے پیغامبر ہو، کامیابی کی مشعلیں اٹھا کر آگے بڑھو اور اندھے مہم سب سے بلند و بالا میرے خداوند کی ذات ہے اور ہم سب دھرتی پر برابر ہیں..... اگر آج یہ شہر کے نواح سے ہم شب خون مارنے والے ان چمکاڑتے درندوں اور سرپیٹتے جنونیوں کو بھگانے میں ناکام رہے تو یاد رکھنا ہم سے وہ ابا بلیس اچھی ہوں گی جو مکہ کے افق پر نمود ہوئیں اور اپنی چونچوں میں کنکر لئے ابرہہ کے لشکر پر لپکیں اور فیل اپنے فیل بانوں سمیت کمرہ لگے۔

میرے ساتھیو! خداوند قدوس کی تکبیریں بلند کرتے ہوئے اگر تم دشمن پر حملہ آور ہو گھاس کے ہر تنکے کو شتر پر پتھر کو خنجر بنا سکتے ہو، تم چاہو تو اپنے گرم لہو میں شجاعت کا طوفان بر کر بڑی بڑی چٹانوں کو چکنا چور کر کے اپنے سامنے گولہ سار کر سکتے ہو۔

میرے عزیز ساتھیو! جنگل میں جب درخت زیادہ ہوں تو کاٹ کر کم کئے جاتے ہیں اگر ہمارے مقابل آنے والا دشمن ہم پر عددی فوقیت رکھتا ہے تو ہمیں اس کی عددی فوقیت کاٹ کر ہر صورت میں کم کرنا ہے، میں اپنے حملوں کی ابتداء کرنے والا ہوں، میرے ساتھ دشمن کی زبان کا کاٹنا اس کے حلق کا پھندا بن جانا اور چاروں طرف اس کے لئے موت کے لمحے، نحوست کی گھڑیاں، ذلت کے خرابے کھڑی کرتی تاریک اور سیاہ شکست کو استوار کرتے جانا۔

ابوفہر کے ان الفاظ نے سارے لشکریوں کے جذباتوں اور ان کے ولولوں میں ایک آنکس بھڑکادی تھی اور وہ انگاروں سے شعلے بن کر دشمن پر حملہ آور ہونے لگے تھے، ان کے ساتھ ہی ابوفہر بھی خاموشیوں کی چھٹھاؤں میں غموں کی جھلساتی دھوپ ذہن میں کانٹوں کی خلیج

ہفت میں حروف کو سیسے کی طرح جگھلا دینے والی کھولتی آتش کے طوفان کی طرح آگے بڑھا،  
 ہر دھواں بادل کھڑے کرتے سرخ تلاطم خیز آشوب ہدف ہدف کو دھواں دھواں ہر  
 گرتی بکھرتی کہر میں بے مہر سنائے کھڑے کرتی سیاہ رنگ تقدیر کے بدترین  
 قہر کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

ابو نضر اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے دشمن کی صفوں میں گھسنا تھا اور رات

منا عانیہ کے تحت کام کر رہے تھے..... انہوں نے جب دیکھا کہ ان کا سالار اعلیٰ ابو فہر دشمن کے اندر گھس کر زندگی اور موت کا کھیل شروع کر چکا ہے تو وہ بھی آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑا۔ دشمن کی صفوں کو بڑی تیزی سے کاٹنا شروع کر دیا تھا۔

رات کی گہری تاریکی میں مسلمانوں کے زوردار حملوں نے دشمن کی حالت لاچارگی اور ہتھیاروں کی چادر پھیلائی بدبختی کے دوسوں، الفاظ سے محروم صداؤں، رنگ آلود کراہوں، ہمدردی بن کر برستی گمنام راستوں کی شبیہ جیسی کرنا شروع کر دی تھی۔

ابو بکر کے حملہ آور ہونے کے تھوڑی ہی دیر بعد شب خون مارنے والوں نے اندازہ لگالیا  
 ماکہ رات کی تاریکی میں اگر انہوں نے جنگ کو طویل دینے کی کوشش کی تو وہ اپنے لشکر کے  
 ایک بہت بڑے حصے کو کٹوا لیں گے اور ان کے ہاتھ کچھ نہیں لگے گا، لہذا ایک دوسرے کی  
 طرف قاصدوں کے ذریعے پیغام بھجوانے کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ شب خون ناکام رہا ہے،  
 لہذا ہاپا ہونا چاہئے، ساتھ ہی ان تک یہ بھی خبریں پہنچ گئی تھیں کہ بلرم کا حاکم مسکولہ اپنے لشکر  
 کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر حملہ آور ہوا تھا، لیکن مسلمانوں نے حملہ کر کے اس کے لشکر کی تعداد  
 کافی حد تک کم کی اور مسکولہ شکست اٹھا کر واپس شہر میں محصور ہو گیا ہے۔

اس خبر نے شب خون مارنے والوں کے سارے حوصلوں اور ولولوں کو برف سا منجمد کر کے رکھ دیا تھا، لہذا وہ بھاگ کھڑے ہوئے..... رات کی گہری تاریکی میں ابونہر نے سلیمان بن عافہ کو اپنے پڑاؤ کی حفاظت پر چھوڑا، پھر وہ اور محمد بن سالم اندھیرے کی دُور تک پہنچا چادر میں دشمن کا تعاقب کرتے چلے گئے تھے۔

یہ تعاقب دُور تک جاری رہا..... تعاقب ترک کر کے ابوفہر اور محمد بن سالم جب واپس

اپنے لشکر میں آئے تو سورج طلوع ہو چکا تھا..... سلیمان بن عافہ ابورافع محمد بن سندی، بن مسلم اور دیگر سالاروں نے ابوفہر اور محمد بن سالم کا اور ان کے ساتھ دشمن کا تعاقب کرنے والے لشکریوں کا شاندار خیر مقدم کیا..... اپنے سالاروں کے پاس آکر ابوفہر اور محمد بن اپنے گھوڑوں سے اترے، پھر سلیمان بن عافہ کے پاس آکر ابوفہر بول پڑا۔  
ابن عافہ لشکریوں کے کھانے کا اہتمام کر دینا تھا، اس لئے کہ تھوڑی دیر بعد میں حملوں کی ابتداء کروں گا۔

سلیمان بن عافہ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا۔

امیر محترم! لشکری کھانا کھا چکے ہیں، ان کے ساتھ محمد بن سندی اور سعد بن مسلم بھی کھا کر فارغ ہو چکے ہیں، اس لئے کہ مجھے خطرہ تھا شہر سے پھر کوئی لشکر نکل کر ہم پر حملہ ہو، اس لئے کہ آپ اور محمد بن سالم کی غیر موجودگی میں ایسی توقع کی جاسکتی تھی، لیکن دشمنوں طرف سے کوئی ہلچل نہیں ہوئی..... بہر حال سعد بن مسلم اور محمد بن سندی کے ساتھ لشکری کھانا کھا چکے ہیں، اب میں آپ اور محمد بن سالم کے لشکر کے کھانے کا اہتمام کرتا ہوں۔  
ابوفہر ابن عافہ کے قریب آیا..... بڑے پیار سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا، پھر لگا۔

تم نے لشکریوں کے علاوہ محمد بن سندی اور سعد بن مسلم کے کھانے کا ذکر کیا، اپنا اور رافع کا تم نے کوئی ذکر نہیں کیا۔

سلیمان بن عافہ مسکرا دیا، پھر کہنے لگا۔

امیر دراصل میں اور ابورافع چاہتے تھے کہ آپ اور محمد بن سالم لوٹیں تو ہم آپ کے ساتھ کھانا کھائیں..... سعد بن مسلم اور محمد بن سندی کو لشکریوں سمیت کھانا اس لئے کھلادیا۔ تاکہ یہ لشکر کے ساتھ مستعد رہیں کہ شہر سے نکل کر پھر کوئی لشکر ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے۔

امیر اس کے علاوہ کچھ اور لوگوں نے بھی آپ کے انتظار میں ابھی تک کھانا نہیں کھایا۔  
ابوفہر نے گھورتے ہوئے تیز نگاہوں سے سلیمان بن عافہ کی طرف دیکھا جو کہنے لگا۔

اور لوگوں سے تمہارا کیا مطلب؟

سلیمان بن عافہ مسکرایا، کہنے لگا۔

امیر وہ ایسے لوگ ہیں جو آپ کے بہت قریب ہیں..... آپ کی ذات کا ایک حصہ ہیں، ان میں میری بہن کیتھرینا ہے، تھیورہ ہے..... دونوں کی مائیں اور تھیورہ کا ماموں اور لیوس ڈال ہے، ان میں سے ابھی تک کسی نے کھانا نہیں کھایا..... وہ بڑی بے چینی سے آپ کی رہائی کا انتظار کر رہے ہیں..... امیر وہ آپ کا اور اپنا کھانا اپنے خیمے میں رکھے ہوئے ہیں۔

سلیمان بن عافہ کو رُک جانا پڑا، اس لئے کہ ابوفہر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بول پڑا۔  
اچھا میں تمہارا مطلب سمجھ گیا ہوں..... آؤ چاروں ان کے خیمے میں جا کے کھانا کھاتے ہیں، اس پر محمد بن سالم سلیمان بن عافہ اور ابورافع تینوں ابوفہر کے ساتھ ہو لئے تھے۔

ابوفہر جب اس خیمے کے پاس گیا جس کے اندر کیتھرینا اور اس کی ماں بلارس کا قیام تھا تو ایک دم اس خیمے کے اندر سے کیتھرینا اور تھیورہ نکلیں..... کیتھرینا نے مسکراتے ہوئے ابوفہر کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگی۔

امیر اس شاندار فتح پر میں، آپ اور اپنے بھائی محمد بن سالم کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتی ہوں..... اس سے پہلے میں بھائی سلیمان بن عافہ، ابورافع اور دیگر سالاروں کو مبارک باد دے چکی ہوں..... آپ اسی خیمے میں آجائیں..... کھانا ہم نے یہاں رکھا ہوا ہے، آپ ہی کا انتظار تھا۔

کیتھرینا کے بعد تھیورہ نے سب کو مبارک باد دی..... پھر وہ خیمے میں داخل ہوئے، خیمے میں اس وقت اور لیوس، بلارس، لیونا بیٹھے ہوئے تھے..... وہ سب اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے کیتھرینا اور تھیورہ نے کھانے کے برتن لگا دیئے تھے اور سب مل کر کھانا کھانے لگے تھے۔



بغیرنا کی طرف اشارہ کیا۔

اگر میں غلطی پر نہیں تو یہ میری بہن کیتھرینا ہے اور یہ اس کے ساتھ تھیورہ ہے اور یہ ان کی ماں اور تھیورہ کا ماموں اور لیوس ہو سکتا ہے۔

ابوہر نے اچنبھے کے انداز میں محمد بن عبداللہ کی طرف دیکھا، کہنے لگا۔  
محمد بن عبداللہ میرے بھائی تمہیں کیسے ان لوگوں کی خبر ہو گئی۔

ابن عبداللہ مسکراتے ہوئے بول پڑا۔

ابوہر میرے بھائی میں کافی دیر سے آیا ہوا ہوں، اس کی بات کاٹتے ہوئے ابوہر بول

پڑا۔

تو پھر میری طرف دیر سے کیوں آئے؟

دیکھ میرے بھائی مجھے خبر ہو گئی تھی کہ تم دشمن کے تعاقب سے ابھی ابھی لوٹے ہو اور کھانا کھا رہے ہو، بھائی میرے ستم نے اتنی جانفشانی اور محنت سے کام کرتے ہوئے دشمن کو بدترین شکست دی اور اس کے بعد تم کھانا کھا رہے تھے، ایسے موقع پر میں کیسے خل ہو کر تیرے لئے زہت کا باعث بنتا..... میں چاہتا تھا کہ تو بالکل آرام اور پرسکون ماحول میں کھانا کھائے، اس کے بعد مجھ سے ملے میں بھی کھانا کھا چکا ہوں..... لشکریوں نے مجھے پورے حالات بتادیئے ہیں کہ کیتھرینا صرف تمہیں ہی نہیں بلکہ تم بھی کیتھرینا کو پسند کرتے ہو اور عنقریب تم دونوں کی نسبت ہونے والی ہے اور یہ کہ ابو رافع اور تھیورہ بھی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔

میرے بھائی یہ تو کچھ ضمنی سے حالات تھے، اب جو میں خبریں لے کر آیا ہوں وہ بھی غور سے سنو۔

پہلی بات یہ کہ مجھے سلطان نے عارضی طور پر صقلیہ کا والی مقرر کیا ہے، اس لئے کہ سلطان اس وقت سخت بیمار ہے، چل پھر نہیں سکتا..... صقلیہ کا والی میرے بڑے بھائی ابراہیم بن عبداللہ کو مقرر کیا جانا تھا، لیکن سلطان نے اسے اپنے پاس رکھ لیا ہے اس لئے کہ سلطنت کا نظم و انتظام چلانے کا میرا بڑا بھائی بہترین تجربہ رکھتا ہے اور پھر مزید یہ کہ افریقہ کے وحشی قبائل سائیک بار پھر بغاوت کر دی ہے اور مسلمان علاقوں پر حملہ آور ہونا شروع کر دیا ہے۔

جہاں سلطان نے مجھے صقلیہ کا والی مقرر کیا ہے، وہاں میں تمہارے لئے ساتن کا یہ کیمٹ لے کے آیا ہوں کہ میرے یہاں پہنچتے ہی تم واپس افریقہ کا رخ کرو اور ان علاقوں میں

کھانا کھانے کے بعد ابوہر کیتھرینا کے ساتھ جو گفتگو تھا..... باقی سب لوگ بھی دبا بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک مسلح نوجوان کھنکارتے ہوئے خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا اور ابوہر مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر آپ نے جو ملاح صقلیہ اور افریقہ کے درمیان پڑنے والے جزیرہ قوصہ کے حالات جاننے کے لئے روانہ کئے تھے، وہ لوٹ آئے ہیں اور ان کے ساتھ سلطان زیادہ ابن ابراہیم کا چھوٹا بھتیجا محمد بن عبداللہ بھی ہے، اسے زبیر بن غوث کی جگہ صقلیہ کا والی مقرر کیا گیا ہے۔

اس خبر پر ابوہر فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا..... خیمے سے باہر نکلا باقی لوگ بھی اس کے پیچھے پیچھے باہر آئے تھے..... کیتھرینا، تھیورہ، بلارس، اور لیوس اور لیونا سب خیمے سے باہر کھڑے ہو گئے تھے..... ابوہر ابھی چند قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ سامنے کی طرف سے محمد بن عبداللہ اپنے کچھ ملاحوں کے ساتھ آتا دکھائی دیا، ابوہر کو دیکھتے ہی اس کے چہرے پر گہرے مسکراہٹ نمودار ہو گئی تھی..... اس لئے کہ محمد بن عبداللہ جو سلطان زیادہ اللہ کا چھوٹا بھتیجا تھا ابوہر کے بہترین دوستوں اور شیدائیوں میں شمار کیا جاتا تھا۔

جب وہ قریب آیا تب ابوہر نے مسکراتے ہوئے اپنے بازو پھیلا دیئے، اس پر محمد بن عبداللہ بھاگا اور ابوہر سے گلے لگ گیا تھا۔

ابوہر سے علیحدہ ہونے کے بعد محمد بن عبداللہ نے باقی سب لوگوں سے پر جوش مصافحہ کیا..... کچھ دیر وہ کیتھرینا اور تھیورہ کا جائزہ لیتا رہا، پھر ابوہر کی طرف دیکھتے ہوئے اس -

اٹھنے والی بغاوت کو فرو کرو، باغی قبائل کو خبر ہو چکی ہے کہ سلطان علیل ہے، چلے پھرتے قاصر ہے..... باغی یہ بھی جانتے ہیں کہ ابوفہر صقلیہ میں ہے اور انہیں زیر کرنے والی کوئی قوت افریقہ میں نہیں، لہذا وہ اپنی من مانی کر سکتے ہیں..... رہا سوال زبیر بن غوث کا تو اس کا پیٹا بھی سلطان تک پہنچ گیا ہے اور زبیر بن غوث کو واپس افریقہ جانے کی اجازت مل چکی ہے اور کی جگہ میں صقلیہ کا والی ہوں گا۔

محمد بن عبد اللہ کو کہتے کہتے رک جانا پڑا، اس لئے کہ محمد بن سالم بول پڑا۔

ابن عبد اللہ امیر ابوفہر فی الفور تو یہاں سے روانہ نہیں ہو سکتے، یہ تو یہاں آنے کے بعد آپ کو خبر ہو چکی ہے کہ بلرم شہر سے باہر ہم دشمن کو بدترین شکست دے چکے ہیں..... بیرونی قوتیں جو بلرم شہر کے حاکم مسکولہ کی مدد کے لئے آئی تھیں وہ فرار ہو چکی ہیں، لیکن ابھی بلرم شہر فتح کرنا باقی ہے..... بلرم شہر پر ہم آج سے حملوں کی ابتدا کرنے والے ہیں، اس موقع پر میں یہ کہوں گا کہ امیر کو بلرم شہر فتح کرنے سے پہلے نہیں جانا چاہئے، اس لئے کہ شہر کے فتح کرنے میں امیر کی یہاں سخت ضرورت ہے۔

ابوفہر کی واپسی کے متعلق سن کر کیتھرینا اُداس اور پریشان ہو گئی تھی، گہری سوچوں میں ڈوبی ہوئی تھی..... ایک چوری نگاہ ابوفہر نے اس پر ڈالی، پھر محمد بن سالم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ابن سالم تم فکر مند نہ ہو، میں بلرم پر قبضہ کرنے کے بعد ہی یہاں سے کوچ کروں گا..... بلرم پر میں حملوں کی ابتداء تھوڑی دیر تک کرنے والا ہوں، مجھے امید ہے کہ بلرم ہمارے سامنے زیادہ دیر تک ٹھہر نہیں سکے گا..... بہت جلد ہم اسے فتح کریں گے، شہر کا نظم و نسق درست کرنے اور محمد بن عبد اللہ کو سارے احوال بتانے کے بعد میں یہاں سے رخصت ہو جاؤں گا..... ابورافع میرے ساتھ جائے گا۔

ابوفہر تھوڑی دیر کے لئے رکا، پھر محمد بن عبد اللہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔  
ابن عبد اللہ میرے بھائی جو معاملہ اب پیش آتا ہے اس کے متعلق میں تمہیں تفصیل سے بتا دینا چاہتا ہوں..... تھوڑی دیر تک میں شہر پر حملوں کی ابتداء کروں گا اور شہر کو فتح کرنے اور نظم و نسق درست کرنے کے بعد میں اور ابورافع یہاں سے کوچ کریں گے، ہمارے ساتھ محمد بن سندی اور سعد بن مسلم بھی اپنے آدھے بحری بیڑے کے ساتھ کوچ کریں گے..... افریقہ

ہوتے ہوئے میں جزیرہ قوسرہ پر حملہ آور ہوں گا۔  
ابوفہر کو رک جانا پڑا، اس لئے کہ محمد بن عبد اللہ بول پڑا۔

ابوفہر میں تمہیں جزیرہ قوسرہ کے حالات بتانا تو بھول ہی گیا، وہاں رومنوں نے بہت بڑی قوت جمع کر لی ہے..... یہاں سے تم نے جو ملاح جزیرہ قوسرہ کا جائزہ لینے کے لئے بھیجے تھے اگر وہ میری مدد نہ کرتے تو میں زندہ سلامت یہاں نہ پہنچتا، جس وقت میں اپنی چند کشتیوں کے ساتھ افریقہ سے لوٹا نہ ہونے کے بعد صقلیہ کا رخ کر رہا تھا تو راستے میں سمندر کے اندر ٹوٹ کرنے والی رومنوں کی کشتیاں مجھ پر حملہ آور ہو گئیں..... بھلا ہوتا تھا رے ملاحوں کا کہ انہوں نے مجھے دیکھ لیا، بڑے زوردار انداز میں انہوں نے ان کشتیوں پر حملہ کیا اور انہیں مار بھاگنے میں کامیاب ہو گئے اور مجھے بحفاظت یہاں لے آئے، ان ملاحوں سے تفصیل کے ساتھ میں نے بات کی ہے، تم ان سے خود تفصیل جان سکتے ہو۔

ابن عبد اللہ سے ہٹ کر آنے والے ملاحوں کی طرف ابوفہر نے دیکھا، ان سے کچھ پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ اس کے سوال پوچھنے سے پہلے ہی ایک ملاح بول پڑا۔

امیر محترم آپ نے ہمیں جس کام کے لئے بھیجا تھا اسے ہم احسن طریقے سے مکمل کر کے لوٹے ہیں..... جزیرہ قوسرہ میں رومنوں نے واقعی ایک بہت بڑی قوت جمع کر لی ہے، ان کے پاس بحری جہازوں کے علاوہ چھوٹی کشتیاں بھی ہیں جو ہم وقت سمندر کے اندر گشت کرتی رہتی ہیں تاکہ افریقہ کی طرف سے کوئی صقلیہ کی طرف آئے یا صقلیہ سے افریقہ کی طرف جائے تو اسے روک کر مکمل طور پر ناکہ بندی کی جائے۔

ملاح جب خاموش ہوا تب محمد بن سندی بول پڑا۔

اس نے ابوفہر کو مخاطب کیا۔

امیر محترم آپ نے مجھ سے کچھ پوچھا تو نہیں لیکن حالات ایسا رخ اختیار کر گئے ہیں کہ مجھے خود ہی بولنا پڑا ہے، امیر جیسا کہ آپ کہہ چکے ہیں کہ آدھے بحری بیڑے کے ساتھ سعد بن مسلم اور میں آپ کے ساتھ روانہ ہوں گے..... امیر آپ کی سرکردگی میں ہم جزیرہ قوسرہ پر ملکہ آور ہوں گے اور وہاں جو رومنوں کی طاقت اور قوت ہے، اسے تباہ و برباد کر دیں گے..... سعد بن مسلم آدھے بحری بیڑے کے ساتھ یہاں واپس آجائے گا اور میں آپ کے ساتھ آپ کی حفاظت کے لئے افریقہ جاؤں گا..... امیر یہ میرا التماس ہے انکار مت کیجئے گا، ٹھکرایئے گا

نہیں..... امیر محترم قسم خداوند قدوس کی آپ کی سلامتی ہم سب کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے، میں کسی بھی صورت آپ کو چھوٹی چھوٹی چند کشتیوں میں اکیلے افریقہ کا رخ نہیں کرنے دوں گا۔

ابوہر تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر محمد بن سندی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ابن سندی فکر مند مت ہو جیسا تم چاہتے ہو ایسا ہی ہوگا، جزیرہ قوسرہ پر رونوں کی طاقت و قوت کو تباہ و برباد کرنے کے بعد آدھے بحری بیڑے کے ساتھ سعد بن مسلم ہلال لوٹ آئے گا اور تم میرے ساتھ افریقہ تک جاؤ گے..... ابوہر زکا پھر دوبارہ وہ کہہ رہا تھا۔

محمد بن سندی میں تمہارے ذمے ایک اور کام لگا رہا ہوں، جس وقت ہم اپنے آدھے بحری بیڑے کے ساتھ یہاں سے کوچ کریں گے تو تم تیز رفتار ملاح افریقہ کی طرف روانہ کرنا، لیکن یہ کام تم جزیرہ قوسرہ پہنچ کر کرو گے، کیونکہ اگر تم پہلے ان کو روانہ کرو گے تو جزیرہ قوسرہ کے نواح میں رومن ان کی ناکہ بندی کر دیں گے، جس وقت ہم قوسرہ پہنچیں گے..... قوسرہ کی ناکہ بندی کر لیں گے، پھر تم ان ملاحوں کو افریقہ روانہ کرنا جیسا کہ محمد بن عبد اللہ بتا چکا ہے کہ سلطان ان دنوں بیمار ہے اور ابراہیم بن عبد اللہ ان کی تیار داری میں مصروف ہے، لہذا فضل بن یعقوب کو میرا یہ پیغام دینا کہ جس قدر لشکر تمہارے پاس ہے اس کو دو حصوں میں تقسیم کر دو، ایک حصہ اپنے پاس رکھے، ایک حصہ سوسہ کی بندرگاہ کی طرف روانہ کر دے..... جب میں سوسہ پہنچوں تو آدھا لشکر سوسہ میں میرا منتظر ہونا چاہئے۔

فضل بن یعقوب کو یہ بھی پیغام بھجوانا کہ سوسہ پہنچ کر میں اسے اپنی آمد کی اطلاع کروں گا، جو نہی میرا قاصد اسے بتائے کہ میں سوسہ پہنچ چکا ہوں وہ اپنے حصے کا لشکر لے کر باقی قوتوں سے نمٹنے کے لئے نکل کھڑا ہو۔

ساتھ ہی اسے یہ بھی تنبیہ کرنا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو کہ میں صقلیہ سے افریقہ میں داخل ہو چکا ہوں..... ظاہر ہے جب فضل بن یعقوب اپنے حصے کا لشکر کو لے کر باغی قوتوں کے خلاف نکل گیا تو باغی قبیلوں کے سب سردار سمجھیں گے کہ اکیلا فضل بن یعقوب ان کے مقابلے پر آیا ہے۔

ابوہر تھوڑی دیر تک رکا، اس کے بعد وہ کہتا چلا گیا تھا۔

میرے عزیز میں نہ قیروان جا کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوں گا نہ فضل بن یعقوب

ہوں گا، اگر میں ایسا کرتا ہوں تو باغی قبائل محتاط ہو جائیں گے، میں روز روز کی یہ بغاوتیں نے دن ان کی سرکشی کا مکمل خاتمہ کر دینا چاہتا ہوں..... میں فضل بن یعقوب کے ساتھ معاملے کر لوں گا..... اسے کہوں گا کہ اپنے حصے کا لشکر کے ساتھ وہ باغی قبائل کے لشکر کا رخ کرے، ظاہر ہے باغی قبیلے فضل بن یعقوب کا مقابلہ کرنے کے لئے پیش قدمی کریں گے۔ میں ایک انتہائی قدم اٹھاؤں گا، میں سوسہ سے سیدھا لمبا چکر کاٹتے ہو باغی قبائل کے تختوں کا رخ کروں گا، ان کی آبادیوں، ان کے گھروں کو اجاڑتا آگ لگاتا چلا جاؤں گا..... میں وہ سارے مسکن تباہ و برباد کر دوں گا جہاں سے اٹھ کر باغی مسلمانوں کے لئے درد مہینے ہیں..... اگر میں ایسا کرنے میں کامیاب ہو گیا تو مجھے امید ہے آنے والے دنوں میں کوئی وحشی قوت افریقہ کے دشت میں مسلمانوں کے خلاف بغاوت نہیں کھڑی کر سکے گی اور مجھے امید ہے کہ میں اپنے اس مقصد میں ضرور کامیاب ہوں گا۔

ابوہر تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر کہتا چلا گیا۔

میرے عزیز! گو یہ انتہائی مشکل کام ہے، سوسہ سے باغی قبائل کے تختوں تک ایک لمبا سفر ہے اور لقمہ و دق صحرا سے گزرنا ہے، لیکن مجھے یہ سفر کرنا ہے اور صحرائی ویرانیوں کو طے کر کے باغیوں کا سر کچلا جاسکتا ہے، جب میں باغیوں کے تختوں کو تباہ و برباد کر دوں گا کچھ لوگوں کو چھوڑ دوں گا..... باقی کو گرفتار کر کے کچھ دُور تک جاؤں گا، جن کو چھوڑ دوں گا وہ یقیناً اپنے سرداروں کی طرف بھاگیں گے اور انہیں جاکے یہ اطلاع دیں گے کہ میں ان پر حملہ آور ہوا ہوں، ان کے تختوں کو تباہ و برباد کر دیا ہے اور ان کے بیوی بچوں کو گرفتار کر کے لے جا رہا ہوں۔

یہ خبر یقیناً ان کے لئے ناقابل برداشت ہوگی، فضل بن یعقوب کا مقابلہ کرنے کی بجائے وہ اپنے تختوں کی طرف بھاگیں گے، فضل بن یعقوب کو میں پہلے سے بتا دوں گا کہ جب وہ اپنے تختوں کی طرف بھاگیں تو وہ ان کے پیچھے نکل کھڑا ہو۔

دوسری جانب میں خود بھی ان کے گرفتار شدہ لوگوں کو چھوڑ دوں گا اور اپنے لشکر کے ساتھ اس سمت پیش قدمی کروں گا جس سمت سے وہ اپنے تختوں کی طرف آئیں گے، میں سامنے کی طرف سے راہ روک کر کھڑا ہوں گا، سامنے کی طرف سے میں خود حملہ آور ہوں گا، ہٹ کی جانب سے فضل بن یعقوب پہلے ہی ان کا تعاقب کر رہا ہوگا، اس طرح دو طرفہ حملے

سے ہم باغی قبائل کے سرداروں کے علاوہ ان کے ہر لشکری کو پیس کر رکھ دیں گے۔

دمن کے خلعتوں پر حملہ آور ہوتے وقت سی عورت، کسی بوڑھے، کسی بچے کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا..... بس ان مسلح جوانوں کا خاتمہ کر دیا جائے گا جو آئے دن ہمارے خلاف بغاوتیں کھڑی کرتے ہیں..... اگر ہم اپنا یہ مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو افریقہ میں آنے والے دنوں میں کوئی قوت ہمارے خلاف بغاوت کھڑی نہیں کر سکے گی۔

۔ جب تک ابو فہر بولتا رہا، سب ہمہ تن گوش ہو کر اسے سنتے رہے۔ وہ خاموش ہوا، تب محمد بن عبد اللہ نیا والی حقلیہ بول پڑا۔

ابو نھر میرے بھائی تمہارا لائحہ عمل انتہائی دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی سودمند بھی ہے جو کچھ تم نے کہا ہے اگر اس پر عمل ہو گیا تو واقعی دشت افریقہ میں کوئی قوت مسلمانوں کے خلاف بغاوت کھڑی نہیں کر سکے گی، میرے بھائی اب جبکہ بلرم کے حاکم مسکولہ کی مدد کے لئے آنے والی بیرونی قوتوں کو تم شکست دے کر بھگا چکے ہو، اب بلرم کا تم نے کیا کرنا ہے۔

البوفہر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا۔

آپ میرے ساتھ آئیں، سب چیپ چاپ البونہر کے ساتھ ہولے تھے۔

ابوفہر اس جگہ آیا جہاں بنی بنے والی منجیقیں رکھی ہوئی تھیں..... منجیقیں چلانے والوں کو اس نے حکم دیا، منجیقوں کو شہر کے قریب لایا جائے..... آنا فانا ابوفہر کے حکم پر منجیقیں درست کر دی گئیں، ان کے قریب پتھروں کے ڈھیر لگا دیئے گئے، جب ایسا ہو چکا تب محمد بن سالم اور سلیمان بن عافیہ کو ابوفہر نے اپنے قریب بلایا، پھر انہیں مخاطب کیا۔

میرے عزیز! میں شہر پر سنگ باری کی ابتداء کرنے لگا ہوں اور مجھے اُمید ہے کہ آج ہی ہم شہر پناہ کا کوئی نہ کوئی حصہ توڑنے میں کامیاب ہو جائیں گے، جس جگہ مخفیقیں کھڑی ہیں وہاں محمد بن سالم تم بائیں جانب اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ مستعد ہو جاؤ..... سلیمان بن عافہ تم دائیں جانب رہو گے، مخفیقوں کے سامنے اور پیچھے میں ابورافع محمد بن سندی اور سعد بن مسلم رہیں گے، اب جو صورت حال ہمارے سامنے آئے گی وہ میں پہلے سے تم پر واضح کر دیتا ہوں۔

جب منجھقیوں کی سنگ باری سے شہر پناہ کا ایک حصہ توڑیں گے تو دو طرح کے رد عمل کی میں توقع رکھتا ہوں..... پہلا رد عمل یہ کہ دشمن چپ اور خاموش رہے گا، ہم سے صلح کرنے کی

پیش کرے گا یا تھیا رڈال دے گا، اس لئے کہ رات کے شب و خون کے باعث ہم نے نئی طاقت اور قوت کی کمر توڑ رکھی ہے، مجھے امید ہے کہ وہ ایسا ہی کرے گا، اگر میری مدد کے خلاف وہ ایسا نہیں کرتا تو پھر اس کا دوسرا عمل یہ ہوگا کہ جو نبی فصیل ٹوٹی ہے.....

ابن کمال مسکولہ اپنے سر سے تاج بڑھاتا ہے تو تم اس کے حملے کو روکنا پشت کی طرف  
محمد بن سالم اگر مسکولہ تمہیں اپنا ہدف بناتا ہے تو تم اس کے حملے کو روکنا پشت کی طرف  
سے سلیمان بن عافیہ ان پر حملہ آور ہوگا، سامنے کی طرف سے میں حملہ آور ہو کر دشمن کو کچل کر  
رکھ دوں گا اور اگر مسکولہ سلیمان غافیہ کو اپنا ہدف بناتا ہے، تو محمد بن سالم پشت کی طرف سے تم  
ملا آور ہونا، سامنے کی طرف سے میں اس پر ٹوٹ پڑوں گا، اس طرح جو بھی صورت حال  
ہم نے آئے میرے خداوند کو منظور ہوا تو مسکولہ کی قسمت میں شکست اور ذلت کے سوا کچھ نہ  
ہے گا۔

محمد بن سالم سلیمان بن عافیہ اور دوسرے سالاروں نے جب ابوفہر اس کی تجویز کو پسند کیا، تب ابوفہر نے اپنے قریب کھڑے نئے والی محمد بن عبداللہ کو مخاطب کیا۔

ابن عبداللہ میرے عزیز تم ایک لمبے سفر سے آئے ہو، میں چاہوں گا کہ تم خیمے میں جا کے آرام کرو۔

محمد بن عبد اللہ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا۔

الوفہ میرے بھائی میں اس بات کو تو تسلیم کرتا ہوں کہ میں تمہارے جیسی جتنی مہارت اور تجربہ نہیں رکھتا، لیکن میں کوئی ایسا بوزہا نہیں ہوں کہ جا کے آرام کروں، میں جوان آدمی ہوں..... یہیں مسلح ہو کر اپنے لشکر کے اندر رہوں گا، اس طرح میرے لشکریوں کے حوصلے بھی بخوان رہیں گے اور دوسرے تمہارے ساتھ کام کرتے ہوئے مجھے جنگ کا تجربہ بھی ہوگا، میں تمہارے پہلو سے پہلو دشمن کے ساتھ جنگ کروں گا، تم بالکل بے فکر رہو۔

محمد بن عبد اللہ کا جواب سن کر ابو فہر خوش ہو گیا تھا..... محمد بن سالم اور سلیمان بن عافہ کی طرف پلٹا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم ذرا دائیں بائیں اپنے لشکروں کو استوار کرو، پھر میں اپنے کام کی ابتداء کرتا ہوں۔

سلمان بن عافہ اور محمد بن سالم حرکت میں آئے اور جس طرح ابوہریر نے کہا اپنے لشکروں کے ساتھ وہ منجیقوں سے ذرا ہٹ کر دائیں بائیں اپنے لشکروں کی صفیں باندھ کر

نہے ہوئے حصے سے کچھ لوگ نکلے، وہ اپنے ہاتھوں میں سفید علم اٹھائے ہوئے تھے جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ امن و آشتی کے خواہاں ہیں۔

نہے ہوئے حصے سے گزر کر سفید جھنڈے اٹھائے وہ لوگ آگے بڑھے راستے میں ان کی ملاقات محمد بن سالم سے ہوئی..... انہوں نے ابوفہر کا پوچھا جس پر محمد بن سالم نے انہیں ابوفہر کی طرف روانہ کر دیا تھا..... خود اپنے لشکر کے ساتھ مستعد رہا تھا..... تھوڑی دیر بعد جب وہ سب ابوفہر کے سامنے آئے، تب ان میں سے ایک ابوفہر کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

اگر ہم غلطی پر نہیں تو آپ مسلمانوں کے لشکر کے سالار اعلیٰ ابوفہر ہیں، ہم یہ تسلیم کرنے آئے ہیں کہ شہر کے اندر جو لشکر ہے وہ آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا، ہم امن و صلح چاہتے ہیں۔  
ابوفہر کچھ دیر تک انہیں بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر پوچھا۔  
تم لوگ کون ہو اور کس نے تمہیں بھیجا ہے۔  
اس پر آنے والوں میں سے ایک بول پڑا۔

ہم شہر کے معززین میں سے ہیں اور ہمیں شہر کے حاکم مسکولہ نے آپ کی طرف روانہ کیا ہے۔

ابوفہر کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر اس نے پوچھ لیا۔  
خود حاکم شہر مسکولہ کہاں ہے؟

وہ شہر کے اندر موجود ہے، اس نے ہمیں آپ کی طرف روانہ کیا ہے۔

ابوفہر نے کچھ سوچا پھر وہ فیصلہ کن انداز میں کہہ رہا تھا۔

اگر یہ معاملہ ہے تو واپس چلے جاؤ، میں تم میں سے کسی کے ساتھ گفتگو کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں..... شہر کے حاکم مسکولہ سے جا کے کہو کہ وہ صلح کا جھنڈا خود اٹھا کر اپنے عمامہ میں لپیٹ لے کر میرے پاس آئے، جب تک وہ خود نہیں آتا میں صلح کی کسی بھی پیشکش کو کوئی اہمیت نہیں دوں گا..... تمہارے جانے کے تھوڑی دیر بعد تک میں اس کا انتظار کروں گا، اگر وہ نہ آیا تو اس کے نہ آنے کو میں اپنے خلاف بغاوت خیال کروں گا اور فیصلہ کے ٹوٹے ہوئے حصے سے شہر لے کر داخل ہوں گا، جو بھی مسلح جوان ملا اسے قتل کروں گا اور شہر کی اینٹ سے اینٹ بوسہ رکھ دوں گا۔

کھڑے ہو گئے تھے..... جب یہ کام ہو چکا، تب ابوفہر منجیقین چلانے والوں کے پاس آیا ان سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیزو تم دیکھتے ہو شہر پناہ کے جس حصے کو ہم ہدف بنانے لگے ہیں اس کے باجانب محمد بن سالم اپنے لشکر کے ساتھ کھڑا ہے اور دائیں جانب سلیمان بن عافہ ہے تمہارے پیچھے میں خود ہوں، اب تم منجیقوں سے سنگ باری شروع کرو، سنگ باری کچھ اس طرح کہ پتھر فیصلہ کے اوپر والے حصے سے برساتے ہوئے نیچے گرنا، میرا کہنے کا مقصد یہ ہے فیصلہ کو اوپر سے گراتے ہوئے نیچے تک آنا اور فیصلہ کے کافی بڑے حصے کو تباہ و برباد کر رکھ دینا میں چاہتا ہوں کہ آج کا دن بلم کے لئے فیصلہ کن دن ہو۔

جب تم فیصلہ کے حصے کو گرا چکو تب تم بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ میرے لشکر پشت کی جانب چلے جانا اور پڑاؤ میں جا کر آرام کرنا، اس لئے کہ تمہارا کام ختم ہو چکا ہوگا، کے بعد ہمارا کام شروع ہوگا اور ہم اپنا کام خوب نبھائیں گے، اب دیر نہ کرو اپنے کام ابتداء کرو۔

ابوفہر کے کہنے پر منجیقین چلانے والوں نے منجیقوں کو درست کیا، پھر بڑی تیزی کے ساتھ انہوں نے شہر کی فیصلہ پر سنگ باری شروع کر دی تھی، سنگ باری اس تیزی سے شروع ہوئی تھی کہ فیصلہ بری طرح بول اٹھی تھی..... فیصلہ کے اوپر پہرہ دینے والے مسکولہ کے محاذ دنگ پریشان اور حواس باختہ ہو کے رہ گئے تھے۔

تھوڑی دیر کی سنگ باری کے بعد فیصلہ کا اوپر والا حصہ ٹوٹنا شروع ہو گیا، جب ایسا ہو منجیق چلانے والوں نے بڑی تیزی کے ساتھ نعرے بلند کرنا شروع کئے، اب وہ نئے نئے اور نئے جوش کے ساتھ فیصلہ پر سنگ باری کرنے لگے تھے..... یہاں تک کہ انہوں نے فیصلہ کا کافی بڑا حصہ توڑ کر زمین بوس کر دیا تھا۔

اب صورت حال یہ تھی کہ فیصلہ کا ایک حصہ گر چکا تھا، لیکن کوئی رد عمل نہ تھا..... بالکل خاموشی تھی، گرے ہوئے حصے کے بائیں جانب محمد بن سالم و دائیں طرف سلیمان بن عافہ بالکل مستعد تھے..... سامنے ابوفہر بھی اپنے لشکر کی صفیں استوار کر چکا تھا اور اس کے ساتھ محمد بن عبد اللہ ابوفہر محمد بن سندی اور سعد بن مسلم بھی دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھے۔ منجیقین چلانے والے ابوفہر کے لشکر کے پیچھے جا چکے تھے، کچھ دیر خاموشی رہی پھر فیصلہ

ہوں سے زور بھاگنے والے گناہ گاروں کی طرح فرار ہو گئی ہیں، وہ ہم پر شب کی دہلیز  
دوران کرنے والے عناصر کی طرح حملہ آور ہوئے تھے، لیکن ہمارے ہاتھوں ان کی جو  
مات ہوئی وہ تو نے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھی، آخر تو نے اپنے کسی عمل کو مدد بنا کر ہمارے  
ظاف سرکشی اختیار کرنے کی کوشش کی۔

ہمارے سامنے نہ صرف یہ کہ بیرونی حملہ آوروں کی قوت نحیف لمحات میں ڈھل گئی اور  
ان کی زندگی کی عبارتوں میں ہم نے شکست کے حروف رقم کئے، بلکہ تو اپنی حالت بھی دیکھ،  
نیرے دل کی راہ گزر پر بھی ہم نے ہزیمت کے نقوش کی منیت کاری کی ہے، جس وقت ہم  
نے ہمیں شہر حوالے کرنے کے لئے قاصد بھجوائے تھے اس وقت تو ستم کے اندھیروں اور  
نولادی قوتوں کی دھمکی جیسا لہجہ اختیار کر کے ہمارے قاصدوں کے ساتھ پیش آیا تھا اور  
انہیں ناکام لوٹا دیا تھا، اب اس وقت تو اپنی حالت دیکھ تو دور سنسان دیرانوں میں کھجور کے تنہا  
بوزے درخت کی طرح میرے سامنے بے بس اور انصاف کے متلاشیوں کی طرح کھڑا  
ہے کیا وقت نے تمہیں برزخ اور قیامت کے دورا ہے پر لا کھڑا نہیں کیا؟

کیا تو بھول گیا، میں نے تیری طرف قاصد بھجوائے..... انہوں نے تیرے سامنے  
ٹاداب اور شگفتہ پھولوں اور شبنم کے لمس سازم رو یہ اختیار کیا اور ہماری طرف سے تمہیں  
امت میں ڈوبی آوازوں اور شب کی جبین پر چمکتے چاند ستاروں کا سا پرکشش پیغام دیا، لیکن  
تو نے ہمارے اس پیغام کو ہماری کمزوری جانا، تم نے خلاؤں کی دہلیز پر کھڑے ہو کر ذہن کا  
نیرازہ نکھیرتے طوفانوں، موت اور قضا کا راستہ اختیار کرتے فنا آفرین لحوں کو اپنے لئے  
پکارا، تو نے اپنے کئے کا انجام دیکھا کہ گزرتے وقت نے ہمارے سامنے تیرے ہر مسام جاں  
میں زرد ویران سمندر جیسی تلخیاں بھر کے رکھ دیں تو اپنے گھمنڈ، اپنے لاف و گزاف میں حد  
سے بڑھ گیا تھا..... یاد رکھ! نفرت اور محبت دونوں میں حد سے گزر جانا ہولناک ہوتا ہے.....  
میں نے جو کچھ تمہارے متعلق اب تک اندازہ لگایا ہے وہ یہ کہ تو ابھی جنگ کا کوئی خاص تجربہ  
نہیں رکھتا، جنگ کے معاملے میں تو کچی عمر کی دھند جیسا اور ابھی تیری ذات کی کھو میں کسی  
سے جنگ کرنے کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔

جنگ کے معاملے میں تو بالکل غیر تربیت یافتہ ثابت ہوا، تجھ جیسے بہت سے لوگ اس  
سے پہلے میرے ساتھ نکرائے جنہوں نے بے رنگ لامکان جزیروں اور زمانے سے پرے

ابوفہر کے اس فیصلے سے آنے والے عجیب سی شش و پنج میں پڑ گئے تھے، کچھ دیر اور  
مشورہ کرتے رہے پھر ان میں سے ایک ابوفہر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

مسلمانوں کے امیر آپ ناراض نہ ہوں، ہم واپس جاتے ہیں..... ہم سمجھتے ہیں کہ  
فیصلہ بہتر اور صائب ہے، صلح کی گفتگو کرنے کے لئے واقعی مسکولہ کو آپ کی خدمت میں  
ہونا چاہئے تھا..... ہمیں امید ہے کہ بہت جلد ہم مسکولہ کو اپنے ساتھ لے کر آئیں گے  
کے ساتھ ہی وہ واپس چلے گئے تھے۔

☆

تھوڑی دیر بعد پھر سفید جھنڈوں کا قافلہ شہر پناہ کے ٹوٹے ہوئے حصے سے نکلا، اب  
کے آگے آگے بلرم شہر کا حاکم مسکولہ تھا..... سب ابوفہر کے سامنے آکر رُکے، پھر عمال کو  
سے ایک نے مسکولہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

مسلمانوں کے امیر یہ بلرم کا حاکم مسکولہ ہے، آپ نے اسے لانے کی شرط  
تھی..... سو ہم مسکولہ کو لے کر آئے ہیں، اب ہم آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ بلرم  
امان دیں، لوگوں کی خطاؤں اور غلطیوں کو معاف کر دیں..... شہر ہم آپ کے حوالے  
ہیں۔

ابوفہر کچھ دیر تک سر جھکائے مسکولہ کی طرف دیکھتا رہا، کبھی وہ بے حد سنجیدہ ہوا،  
کبھی اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ کھیل جاتی تھی، اس کے دائیں جانب محمد بن  
باکس جانب سلیمان بن عافہ اور محمد بن عبداللہ محمد بن سالم کے قریب ہی ابو رافع، محمد بن  
اور سعد بن مسلم کے علاوہ ابوفہر کے پیچھے دوسرے سالار کھڑے تھے..... پھر ابوفہر کھڑا  
کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

مسکولہ! تو نے اپنی طاقت اور قوت پر بھروسہ نہیں کیا، بلکہ تو بیرونی طاقتوں اور قوتوں  
سہارا لے کر ہم سے سود خوروں کے لہجے میں بات کرتا رہا تو یہ سمجھتا تھا کہ بلرم شہر کی  
نا قابل تسخیر ہے، ذرا فیصل کی طرف دیکھ کیا تو اس بے صدا صدیوں کے چوٹے سے  
پر فخر کرتا تھا جسے ہم نے گرا دیا ہے، تو نے اپنی قوت کا اندازہ لگائے بغیر صرف روغن  
ملاسن اور میگوں کے علاوہ وینس کے جرنیل ٹرانسلو لمبارڈ کے حکمران سیکارڈس اور  
روغن والی آنرو کی طاقت اور قوت پر بھروسہ کیا اور تو دیکھتا ہے یہ ساری قوتیں نکلا



چاند کو چھونے کی طلب کی تھی، اپنی روایت کی مجبوریوں کو سامنے رکھتے ہوئے میرے مارے آئے اور ضمیر کی گھٹن کی طرح میں نے انہیں بے بس کر کے نابود کر دیا۔

تو ذرا اپنی حالت بھی دیکھ جس وقت میں نے تیرے پاس قاصد بھجوائے تھے اس تیری گردن اکڑی ہوئی تھی..... میرے قاصدوں نے واپس آ کے مجھے بتایا تھا کہ تو پیغام میں نے ان کے ہاتھ بھجوا دیا تھا اسے کوئی اہمیت نہیں دی، تجھے اپنے شہر کی مضبوطی بڑا فخر اور گھمنڈ تھا..... تجھے اپنے باہر سے حملہ آور ہونے والے حلیفوں کی طاقت اور تو بھی بڑا ناز تھا، اب بتا تیری اپنی طاقت اور قوت کہاں گئی، تیرے باہر سے آنے والے کہاں سراب بن کر تجھے چھوڑ گئے۔

مسکولہ ابھی تک چپ چاپ کھڑا ہوا تھا، اچانک وہ آگے بڑھا اور نیچے جھکتے ہوئے ابو فہر کے دونوں پاؤں پکڑ لئے اور انتہائی گڑ گڑاتے ہوئے کہنے لگا۔

مسلمانوں کے امیر مجھ سے غلطی ہوئی..... میری خطا، میری تفسیر کو معاف کر دو! آپ مجھے امان دیں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ شہر چھوڑ کے یہاں سے چلا جاؤں گا، شہر آ کر حوالے ہو گا۔

ابو فہر نے ٹپ کر اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے، ناپسندیدہ سے انداز میں اس کی دیکھا، پھر کہنے لگا۔

میرے پاؤں پکڑ کر اپنے آپ کو انسانیت کے شرف اور آدمیت کے وقار سے مت سیدھے کھڑے ہو جاؤ جو کچھ میں کہتا ہوں غور سے سنو۔

ابو فہر کا لہجہ سن کر مسکولہ لرز کا نپ گیا تھا، ایک دم سے سیدھا کھڑا ہو گیا..... ابو فہر اسے مخاطب کیا۔

ابھی ابھی تم نے کہا کہ تم شہر چھوڑ کر چلے جاؤ گے اور شہر ہمارے حوالے کر دو۔ جملہ اس سے پہلے تمہارے ایک سردار نے بھی ادا کیا تھا..... اس وقت میں نے اعتراض کیا تھا، لیکن تم نے جو جملہ ادا کیا تو اب میں اعتراض کرتا ہوں..... اب تم کس شہر کو حوالے کرنے کی بات کرتے ہو، اس شہر کو جس کی تفصیل ہم نے گرا دی ہے اور اب ہمارے سامنے سرنگوں ہو چکا ہے، میں تمہاری اور تمہارے سرداروں کی بات کو اس وقت دیتا، جب تفصیل گرانے سے پہلے تم شہر سے باہر نکلتے اور ہم سے امان طلب کرتے،

نہیں کرتا کہ تم لوگ اپنی رضا اپنی مرضی سے شہر ہمارے حوالے کر رہے ہو، اب جبکہ باہر سے آنے والے تمہارے حلیفوں کو بھی ہم نے مار بھگایا ہے اور تم نے جو رات کی تاریکی میں شہر سے نکل کر ہم پر شب خون مارنے کی کوشش کی تو تمہارے شب خون کو بھی ناکام بناتے ہوئے ہم نے تمہارے آدھے سے زیادہ لشکر کو کاٹ کے رکھ دیا تھا، اب جبکہ ہم نے شہر کی تفصیل کا یہ حصہ بھی گرا دیا ہے، اب تم کون سا شہر ہمارے حوالے کرنے کی بات کرتے ہو۔

اگر اب بھی تم میں دم خم ہے اور تم یہ سمجھتے ہو کہ تم شہر ہمارے حوالے کر کے ہم پر احسان کر رہے ہو تو میں یہ احسان قبول کرتے ہوئے شہر پر قبضہ نہیں کروں گا..... اگر تم سمجھتے ہو کہ اب تمہارے پاس قوت ہے تو جاؤ! پس چلے جاؤ..... اپنے لشکر کو استوار کرو، میں تمہیں ایک دو دن دیتا ہوں، اپنے لشکر کو اکٹھا کر لو باہر سے بھی کسی طاقت اور قوت کو ہمارا مقابلہ کرنے کی بات دینی ہے تو اس کے لئے میں تمہیں وقت دوں گا، پھر ہم سے ٹکراؤ پھر دیکھتے ہیں..... شہر تمہارے قبضے میں رہتا ہے یا ہم شہر پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔

ابو فہر کے ان الفاظ پر مسکولہ ہی نہیں اس کے ساتھ آتے ہوئے اس کے عمائدین بھی پریشان ہو گئے تھے..... سب کے چہرے پیلے پڑ گئے تھے اور وہ سب عجیب سے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے تھے۔

ابو فہر خاموشی سے ان کا جائزہ لیتا اور مسکراتا رہا، پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

لگرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے..... تمہیں شہر ہمارے حوالے کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ شہر ہم بزور بازو فتح کر چکے ہیں اور شہر کے اندر اس وقت کوئی قوت نہیں جو ہمارا مقابلہ کر سکے..... پریشان مت ہو، میں تم سے کوئی تعرض نہیں کروں گا..... سنو! تم اور تمہاری قوم کے دیگر افراد میں جانتا ہوں، ہر موقع پر اپنی رعایا کے سامنے مسلمانوں کی بڑی قبیح اور ناپسندیدہ صورت پیش کرتے ہو تم اپنے لوگوں سے کہتے ہو کہ حملہ آور مسلمان وحشی ہیں، چیر باز کرتے ہیں..... تباہی و بربادی پھیلاتے ہیں خوزیری کے شوقین ہیں..... ہرگز نہیں! ایسی بات نہیں ہے میں تمہیں اور تمہارے سارے سرداروں کو معاف کرتا ہوں..... مسکولہ! تمہارے غلام جو بھی اس شہر میں رہنا چاہے اسے اجازت ہے، لیکن تم یہاں نہیں رہ سکتے..... تمہیں شہر خالی کرنا ہو گا، اپنے لواحقین اپنے جس قدر رشتے داروں کو تم اپنے ساتھ لے جانا چاہو لے جاتے ہو، تم جہاں جانا چاہو مجھے بتا دو، وہاں تک جانے کے لئے تمہیں سواروں کی ضرورت

مسکولہ ہی نہیں اس کے ساتھی بھی بڑے تعجب اور حیرت سے دیکھ رہے تھے..... منہ سے  
 بولی کچھ نہ بولا، اس دوران بڑی رازداری اور بڑے پیار سے کیتھرینا کو مخاطب کرتے ہوئے  
 ابھر کھینے لگا۔

کیتھرینا کیا تم اسے جانتی ہو۔

کیتھرینا مسکرائی، اپنا چہرہ ابوفہر کے قریب لے گئی، پھر کہنے لگی۔

میں اسے اچھی طرح جانتی ہوں، یہ بلرم کا حاکم مسکولہ ہے، اسے یہاں کا والی میرے  
 باپ ہی نے مقرر کیا تھا..... قسطنطنیہ میں اسے کئی بار دیکھ چکی ہوں، یہ ہمارا کوئی قریبی یا دور کا  
 عزیز تو نہیں ہے..... یقیناً یہ مجھے بھی پہچان چکا ہوگا کہ تھوڈوٹس نے ہم سب کو اس کی طرف  
 ہیجا تھا۔

کیتھرینا جب خاموش ہوئی تو اپنے سامنے مسکولہ کو دیکھتے ہوئے ابوفہر نے پوچھ لیا۔  
 مسکولہ میں نے پوچھا تھا کہ تو اس لڑکی کو جانتا ہے، لیکن تو ابھی تک گہری سوچوں میں  
 ڈوبا ہوا ہے..... تیرے چہرے پر تعجب کی لہریں اور تاثرات بھی ہیں، کیا ہوا، کیا تو اس لڑکی کو  
 نہیں جانتا، تو نے اسے نہیں پہچانا۔

مسکولہ کے علاوہ اس کے ساتھی گہرے تعجب میں ڈوبے ہوئے تھے، ابوفہر کے سوال  
 کرنے پر مسکولہ چونکا، کہنے لگا۔

مسلمانوں کے امیر اس لڑکی کو میں اچھی طرح جانتا ہوں..... یہ قسطنطنیہ کے سابق  
 شہنشاہ مانگیل کی بیٹی کیتھرینا ہے، اس کے ساتھ جو لڑکی ہے اسے بھی میں جانتا ہوں..... یہ اس  
 کی دور کی عزیز ہے، نام اس کا تھیوہرہ ہے، آگے سابق ملکہ بلارس ہے، اس کے ساتھ اوریوس  
 اور اس کی بہن ہے، یہ آپس میں ایک دوسرے کے رشتے دار اور عزیز ہیں۔

مسکولہ رکا، اس کے بعد دوبارہ بول پڑا۔

مسلمانوں کے امیر مجھے ایک بات پر بڑی حیرت ہو رہی ہے، جس لڑکی کو آپ نے مجھے  
 پہچاننے کے لئے کہا اور جس کا نام کیتھرینا ہے اس نے تو اپنی سلطنت میں اعلان کر رکھا تھا کہ  
 جو شخص آپ کو زندہ یا مردہ گرفتار کرے گا یا آپ کا سر کاٹے گا یہ اس سے شادی کرے گی، اب  
 آپ کے لشکر میں ہے جس پر مجھے بڑی حیرت اور تعجب ہے، ہاں میں نے اتنا ضرور سنا تھا کہ  
 اپنے باپ کے مرنے کے بعد دونوں ماں بیٹی کہیں روپوش ہو گئی ہیں..... پھر اچانک یہ سارے

ہو تو سواریاں مہیا کی جائیں گی، اگر تم قسطنطنیہ جاؤ تو اس کے لئے کشتیوں کا اہتمام چلا  
 تمہاری بندرگاہ میں موجود ہے۔

ابوفہر کے ان الفاظ پر مسکولہ ہی نہیں اس کے ساتھ آنے والے اس کے سردار بھی با  
 خوش ہو گئے تھے..... بڑی ممنونیت سے سب ابوفہر کی طرف دیکھ رہے تھے، کچھ کہنا چاہتے  
 کہ ابوفہر نے پھر مسکولہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

مسکولہ! مجھے بتایا گیا ہے کہ بلرم شہر میں تمہاری ایک نہیں کئی قیام گاہیں ہیں اور ہر قیام  
 ایک محل کی حیثیت رکھتی ہے۔

ابوفہر رکا، اس کے بعد دوبارہ کہنا چلا گیا۔

جھوٹ مت بولنا تمہارے پاس بلرم میں کتنی رہائش گاہیں ہیں جو تمہاری یا تمہارے  
 واقارب یا تمہاری بیویوں کے تصرف میں رہتی ہیں، اس لئے کہ میں نے سنا ہے تمہاری  
 سے زائد بیویاں ہیں۔

میں نے یہ بھی سنا ہے تمہارے پاس ایک بہت بڑا خزانہ بھی ہے، اس کا کیا کرو گے  
 بھی سنو کہ تمہاری قیام گاہوں میں جو سب سے خوب صورت سب سے پر آرائش اور عمدہ تر  
 ہے، وہ میں ایسے لوگوں کو دینا چاہتا ہوں جو کسی دور میں قسطنطنیہ کی سلطنت میں سب سے  
 محترم اور قابل عزت خیال کئے جاتے ہوں گے، میرے خیال میں تم انہیں جانتے بھی ہو  
 میں انہیں بلاتا ہوں..... ساتھ ہی ابوفہر نے ابورافع کو مخصوص اشارہ کیا۔

ابوفہر کے ان الفاظ پر ہاتھ کے اشارے سے ابورافع نے کام کیا..... ابوفہر خاموش  
 اس کے دائیں بائیں اور اس کے پیچھے کھڑے سالار اس کی طرف کھڑے رہے، جب  
 سامنے کھڑا مسکولہ اور اس کے ساتھی بھی چپ چاپ خاموشی سے منتظر رہے کہ دیکھیں ابوفہر  
 کرنے اور کہنے والا ہے۔

تھوڑی دیر بعد دائیں جانب سے کیتھرینا تھیوہرہ اور اوریوس بلارس اور لیونا آتے دکھا  
 دیئے، جب وہ قریب آئے تو کیتھرینا اور تھیوہرہ ابوفہر کے قریب آن کھڑی ہوئی اور ان  
 دائیں طرف بلارس لیونا اور اوریوس کھڑے ہو گئے تھے..... کیتھرینا کی طرف اشارہ کر  
 ہوئے ابوفہر نے مسکولہ کو مخاطب کیا۔

کیا تم اس لڑکی کو جانتے ہو۔

امیر بنا کر میری طرف بھیجے گئے اور.....

مسکولہ زکا، اس کے بعد پہلے سے بھی زیادہ حیرت اور تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہنا تھا۔

مسلمانوں کے محترم امیر جس طرح قسطنطنیہ کے سابق شہنشاہ کی بیٹی کیتھرینا بے پھر ہو کر آپ کے سامنے آئی اور آپ سے رازدارانہ گفتگو اس نے کی ہے، اس سے لگتا ہے یہ کم کو بے پناہ اور دل کی گہرائیوں سے پسند کرتی ہے، امیر کیا یہ تبدیلی ابو فہر نے بولتے ہوئے مسکولہ کی بات کاٹ دی تھی۔

مسکولہ میں جانتا ہوں تو اس تبدیلی پر بڑا حیران اور پریشان ہو رہا ہے، پھر میرا جوردائے سحر کو نہری کرنیں، صبا کی ہر سانس کو مستی، سحر کے ہر لمحے کو روشنی، میرا خاق جو نہرندویوں کی کوکھ کو لمس کہکشاں عطا کرتا ہے..... میرا آقا جو احساس کو شعور کی دولت انکار کو مل بصیرت، حیات کو رگوں کا دوڑتا ہوا لہو اور تاریک افق کو صبح کا جمال اور رعنائی عطا کرتا ہے اس ذات، اس آقا کے سامنے یہ تبدیلی ایک معمولی سا واقعہ ہے..... مسکولہ میرے اس اماں کے صرف ایک لفظ کن کہنے سے کائنات کے اندر بڑی بڑی حیرت انگیز تبدیلیاں رونما ہو جاتی ہیں تو صرف اس بات پر حیران ہے کہ کیتھرینا کی نفرت میرے ساتھ محبت میں کیسے تبدیل ہو گئی۔

میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ کیتھرینا کے دل میں میرے لئے کھر درے الفاظ نفرت تاریکیوں کے پھیلے داغ جیسی بیزاری اور لامحدود آشوب جیسا کردار تھا، لیکن اب میرے لئے محبت کی حمد گاتی صبح، راز صداقت کھولتے اور رگوں میں امرت گھولتے الہام چشموں جیسی بے ضرر اور پرکشش ہے۔

مسکولہ یہ اکیلی نہیں بلکہ یوں سمجھو ہم دونوں ہی زندگی کے سمندر میں ایک دوسرے کے لئے قرب کی خواہش، محبت کی بارش مہربان عہد اور بوئے رفاقت سے جذبات رکھتے ہیں یہ مت خیال کرنا کہ کیتھرینا کی محبت کو نفرت میں تبدیل کرنے کے لئے میں نے کوئی جرم ہو س کا کام کیا ہوگا..... ہرگز نہیں، اس لئے کہ میں نے نہ کوئی دانہ و دام نہ سنگ الزام نہ انعام نہ کوئی حیلہ اور کمر کی شام سے کام لیا، بس ہم دونوں ایک دوسرے کے قریب اپنے آگئے، جیسے صحرا کی خاموشی میں دل پر ہوتی قرب کی بارش جیسے اچانک مصحف دل پر رونما

الہام ہونا اور دل کا احوال سناتے تار صدا اور ساز کو ایک دوسرے کے قریب لے آتے ہیں۔ مسکولہ تو حیرت زدہ نہ ہو، اس لئے کہ دنیا کی وضع ہر روز بدلتی ہے، کبھی اندر قلب بخشنے ہوتا ہے..... اور پر آگ جلتی ہے اور کبھی اس کا الٹ ہوتا ہے۔

مسکولہ کبھی قلم کے ایک قطرے کے کروٹ لینے پر بڑی بڑی تبدیلیاں رونما ہو جاتی ہیں، کبھی بے نور اجالوں میں سورج کے سامنے بچوں کی کلکاریوں میں ایک دعائے بارسا اور زیادہ با اثر کی طرح معمولی سی کسی صبح کی درفشانی بھی بڑے بڑے انقلاب برپا کر کے رکھ دیتی ہے..... بس یوں جانو ایسا ہی کوئی معاملہ میرے اور کیتھرینا کے درمیان ہوا..... شاید یہ بات نہارے لئے مزید تعجب اور پریشانی کا باعث ہو کہ میں اور کیتھرینا ایک دوسرے سے منسوب ہو چکے ہیں۔

مسکولہ میں ساری تفصیل تم سے اس لئے کہہ رہا ہوں کہ تم نے قسطنطنیہ جانا ہے اور وہاں کے لوگوں کو یہ پیغام دینا کہ تم لوگ تو اپنے سابق شہنشاہ کی بیٹی کیتھرینا کی حفاظت نہ کر سکے، نہارے مرنے والے شہنشاہ میکائیل نے زبردستی کیتھرینا کو اپنے حرم میں داخل کرنا چاہا لیکن خدا کی قسم میں نے کیتھرینا کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں کیا، مجھے خبر تھی کہ اس نے میرے سر کی نبت لگا رکھی ہے، پھر بھی میں نے اس کا انتقام نہیں لیا، بلکہ اس کے ہر پرانے جذبے کو فراموش کرتے ہوئے اس کی عزت، اس کی عصمت کا پاسبان بن گیا۔

قسطنطنیہ والوں سے جا کے یہ بھی کہنا کہ جس عزت، جس آبرو، جس ناموس کی تم سب لوگ حفاظت نہ کر سکے اس کی حفاظت ہم مسلمانوں نے کر کے دکھائی، انہیں مزید جا کے یہ پیغام بھی دینا کہ کیتھرینا اور اس کی ماں نے ہم لوگوں کے اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا ہے اور اب یہ ہمارے ساتھ ایسے ہی رہتی ہیں جیسے کوئی اپنے انتہائی قریبی عزیزوں میں رہتا ہے۔

ابو فہر کہتے کہتے خاموش ہو گیا، پھر اس نے دوبارہ مسکولہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

مسکولہ دراصل تمہاری حیرت کو دور کرنے کے لئے میں اصل موضوع سے ہٹ گیا تھا، میں پھر واپس آتا ہوں..... سنو میں تم پر کوئی زیادہ شرائط عائد نہیں کروں گا، شہر تو ہم نے فتح کر لیا ہے..... میں تمہیں چند شرائط کا پابند کروں گا، سنو اولاً میں تمہیں اور تمہارے اہل خانہ اور

ان تمام لوگوں کو جنہوں نے تمہارے ساتھ ہم مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ لیا تھا کرتا ہوں۔

ثانیاً! تمہیں تمہارے عزیز و اقارب اور دیگر لوگوں کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ اپنی دور اور وہ چیزیں جسے وہ پسند کرتے ہیں لے کر قسطنطنیہ جاسکتے ہیں۔

تمہارا وہ لشکر جو ابھی تک شہر کے اندر موجود ہے اسے کوشام سے پہلے پہلے شہر سے اُجائے۔ شام کے بعد اگر کوئی مسلح جوان مجھے شہر کے اندر دکھائی دیا تو میرے لشکریوں اگر ان کا قتل عام کیا تو ہم حق بجانب ہوں گے۔

مسکولہ کے لئے یہ شرائط بڑی پرکشش تھیں، وہ تو اپنی زندگی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے اور جو اتنی پرکشش شرائط ابوفہر نے اس کے سامنے پیش کیں تو وہ اس قدر متاثر ہوا کہ ایک بار اس نے آگے بڑھ کر ابوفہر کے گھٹنے پکڑ لئے اور کہنے لگا۔

مسلمانوں کے امیر خدا کی قسم ہمارے حکمرانوں نے مسلمانوں کا جو نقشہ اپنے لوگوں سامنے پیش کیا ہے، وہ بڑا بھیاں یک اور غیر حقیقت پسندانہ ہے، جبکہ اصلیت بالکل اس کے اُپ ہے، قسم یسوع مسیح کی اخلاق و کردار کے لحاظ سے ہم لوگ آپ کی گرد کو بھی نہیں پہنچے۔

ابوفہر نے مسکراتے ہوئے مسکولہ کا شانہ تھپتھپایا اور کہنے لگا۔  
اب تم جاؤ تمہیں میرا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر عمل کرو اور سنو میرے طلا یہ گروں نے مجھے یہ بھی بتایا کہ بلرم کے اندر ایک بہت بڑا خزانہ ہے جس کی چابیاں تمہارے پاس رہتی ہیں۔ میں

تمہیں تمہارے عزیز و اقارب کو اپنا ذاتی اثاثہ ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی ہے۔  
سے چھینا نہیں جائے گا، لیکن جو اثاثے ایک والی کی حیثیت سے تمہاری نگرانی میں تھے انہیں

ہاتھ نہیں لگاؤ گے، میں اپنے چند سالار اور مسلح دستے تمہارے ساتھ روانہ کرتا ہوں، شہر کے اگر کسی نے میرے ان سالاروں اور مسلح دستوں سے الجھنے یا کسی نے ان پر حملہ آور ہونے

کوشش کی تو اہل شہر کے علاوہ جو شہر میں تمہارے مسلح جوان ہیں انہیں بتا دینا کہ میں شہر کا گروں کا اور جس طرح کسان ایک طرف سے فصل کاٹتا ہوا دوسری طرف نکل جاتا ہے،

طرح میں بھی فاسدوں، باغیوں اور سرکشوں کے سر کاٹتا ہوا ایک طرف سے شروع ہوں شہر کے دوسری طرف نکل جاؤں گا، کسی کو بھاگنے، کسی کو بچ نکلنے کا موقع نہیں دوں گا۔

اس کے ساتھ ہی ابورافع کو ابوفہر نے اپنے قریب بلایا، جب وہ نزدیک آکھڑا ہوا تب ابوفہر نے اسے مخاطب کیا۔

ابورافع چند مسلح دستوں کو ساتھ لو اور مسکولہ کے ہمراہ شہر میں داخل ہو، سعد بن مسلم اور عرو بن سندی کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ، سب سے پہلا کام تم نے جو کرنا ہے وہ یہ کہ بلرم شہر کا

جو خزانہ حکومت کی طرف سے مسکولہ کی تحویل میں ہے اس کی چابیاں مسکولہ سے لے لینی ہیں اور اس پر قبضہ کر لینا ہے، دوئم یہ کہ تم نے نگاہ رکھنی ہے کوئی بھی اپنے اثاثوں کے علاوہ یہاں

سے کوئی بھی چیز فالتو نکالنے نہ پائے جو لوگ شہر چھوڑ کر جانا چاہیں کسی کو روکنا نہیں، کوئی راحت نہیں کرنی، کسی پر کوئی جبر، ظلم نہیں کرنا، لوگوں کو ان کی مرضی پر چھوڑنا ہے، جو شہر میں

رہنا چاہیں ان کی حیثیت شہر کے اندر ہمارے بھائی بہنوں جیسی ہوگی اور جو اپنی مرضی سے کسی دوسری سمت نکلنا چاہیں ان کے راستے میں دیوار نہیں کھڑی کی جائے گی۔ شہر میں داخل ہونے

کے بعد عورتوں کا احترام کرنا بچوں، بوڑھوں کے ساتھ پیار محبت اور احترام سے پیش آنا۔  
مسکولہ کے شہر چھوڑنے سے پہلے پہلے اسے ساتھ لے کر اس کی ساری رہائش گاہوں کا

ہائزہ لینا جو سب سے عمدہ اور اچھی رہائش گاہ ہو اسے میرے بھائی محمد بن عبداللہ کے لئے مختص کر دینا، اس کے بعد جو اچھی ہو اسے کیتھرینا، تھیورہ ان دونوں کی ماؤں اور تھیورہ کے

ماموں اور لیوس کی رہائش کے لئے مختص کرنا اس کے بعد۔  
یہاں تک کہتے کہتے ابوفہر کو رُک جانا پڑا، اس لئے کہ صقلیہ کا نیا والی محمد بن عبداللہ

بل پڑا۔  
ابوفہر میرے بھائی میں تمہارے اس فیصلے سے اختلاف کرتا ہوں، میں جانتا ہوں تم

میں نہیں افریقہ میں بھی لشکریوں کے سپہ سالار اعلیٰ ہو اور تمہارا فیصلہ یقیناً ہمارے لئے آخری فیصلہ ہے، لیکن ہم لوگ تمہارے فیصلے کے خلاف اعتراض کھڑا کرنے کا حق محفوظ رکھتے ہیں۔

ابوفہر میرے بھائی تم نے یہ کہا ہے کہ مسکولہ کی جو سب سے اچھی رہائش گاہ ہے اسے میرے لئے مختص کر دیا جائے، میں اس سے اتفاق نہیں کرتا۔

محمد بن عبداللہ نے ابورافع کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔  
مسکولہ کی جو سب سے اچھی جگہ ہے اسے میری بہن کیتھرینا تھیورہ، ان کی ماؤں اور

ماموں اور لیوس کے لئے مختص کرنا کیتھرینا اور تھیورہ ابوفہر تمہارے اور ابورافع کے



کہنے لگا۔

ایسا کون سا فرض آن پڑا ہے جس کی تم ادائیگی چاہتے ہو..... دراصل میں آج پہلے اس شہر کے اندر اپنے لشکریوں کے کھانے کا اہتمام اپنی نگرانی میں کروانا چاہتا ہوں۔

محمد بن عبد اللہ نے بڑی بے باکی اور بڑی بے تکلفی سے ابو فہر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں اور اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہنے لگا۔

ابو فہر میرے بھائی لشکر کے کھانے کی نگرانی چھوٹے سالار کریں گے، پہلے بھی وہ یہ کرتے تھے، آپ کھانا یہاں نہیں کھائیں گے، کھانے کے لئے بڑی بے چینی سے تمہارا اور رافع کا انتظار کیا جائے گا..... سب لوگ میرے ساتھ چلیں جو کام میں کرنا چاہتا ہوں وہ یہ سمجھیں سلطان کے بعد آپ کی حیثیت سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے، میں اگر صقلیہ کا وال ہوں کر دیا گیا ہوں، تب بھی آپ کے ماتحت ہوں..... آپ چاہیں لیں، پہلے آپ خود خزانہ جائزہ لیں گے، اس کے بعد آپ جو چیز میری تحویل میں دیں گے میں اس کی خوب حفاظت کروں گا۔

ابو فہر نے نفی میں گردن ہلائی، کہنے لگا۔

ابن عبد اللہ میں تمہاری تجویز سے اتفاق نہیں کرتا، پھر ابرارِ فاضل کی طرف دیکھتے ہو  
ابو فہر کہنے لگا۔

ابورافع چاہیاں محمد بن عبد اللہ کی طرف بڑھاؤ۔ ابورافع نے چاہیاں محمد بن عبد اللہ کی طرف بڑھائیں، محمد بن عبد اللہ اپنی جگہ ساکت کھڑا رہا، ابوفہر نے اسے مخاطب کیا۔

محمد بن عبد اللہ بلرم کے خزانے کی چابیاں سنبھالو..... محمد بن عبد اللہ نے احتجاجی انداز میں ابو نفیر کی طرف دیکھا اور کہا، یہ میرے بھائی کا حکم ہے؟

یوں ہی سمجھ لو بڑی سنجیدگی میں ابو فہر نے کہا تھا۔

اس پر محمد بن عبداللہ نے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے چاہیاں لے لیں، ابوفہر کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر وہ کہنے لگا۔

میرے عزیز! تمہاری آمد سے پہلے میں سلیمان بن عافیہ اور محمد بن سالم سے ملنا تھا..... میں انہیں یہ کام سونپ رہا تھا کہ سب سے پہلے گری ہوئی فسیل کو دوبارہ تعمیر کیا جائے گا، تاکہ باہر سے کوئی قوت رات کے وقت ہم پر شب خون مارنے کی کوشش نہ کرے۔

محمد بن سالم اور سلیمان بن عافیہ لشکر کے اندر جس قدر جوان تعمیر کے ماہر ہیں انہیں بابلو، تعمیر کا کام شروع کر دو..... بازار سے تعمیر کے لئے جو جو مصالحے چاہئے وہ منگوا لو، جس سے بھی مصالحہ خریدو اسے پوری پوری قیمت ادا کرو، رقم صفلیہ کا نیا والی محمد بن عبد اللہ جہیں مہیا کرے گا۔

پھر محمد بن عبد اللہ کی طرف ابو فہر نے دیکھا۔

ابن عبد اللہ میرے بھائی بلرم کے خزانے کی چابیاں تمہارے پاس ہیں..... فیصل کے نوٹے ہوئے حصے کو بحال کرنے کے لئے جس قدر اخراجات ہوں محمد بن سالم اور سلیمان بن ہاشم کو مہیا کرنا۔

محمد بن عبد اللہ مسکرا دیا، کہنے لگا۔

امیر آپ فکر نہ کریں، ایسا ہی ہوگا..... پھر سب سے پہلے میں ایک کام کی تکمیل چاہتا ہوں۔

امیر میں جانتا ہوں آپ افریقہ جانے میں بڑی جلدی کریں گے، اس لئے میں آپ کی روانگی سے پہلے ایک کام کرنا چاہتا ہوں..... اس وقت میرے سارے سر کردہ بھائی کھڑے ہیں..... میں چاہتا ہوں پہلے آپ اور کیتھرینا ابورافع اور تھیورہ کی جو نسبت ہے وہ باقاعدہ طور پر طے کی جائے، اس کے بعد کوئی اور کام کیا جائے۔

الوفہ نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

محمد بن عبداللہ تمہارا کہنا ٹھیک ہے، لیکن سب سے پہلے فیصل کے ٹوٹے ہوئے حصے کو درست کیا جائے گا..... اس کے بعد کوئی اور کام کیا جائے گا، جب تک فیصل کے اس حصے کی دوبارہ تعمیر نہیں کی جاتی میں یہیں رہوں گا..... کام کی نگرانی کروں گا، اس کے بعد جو تم چاہو گے ویسا ہی ہوگا..... اس کے بعد میں آنے والی شب کو محمد بن سندی اور سعد بن مسلم کے ساتھ ان کے بھائی جیزے میں ان کے لشکر کے ساتھ افریقہ کی طرف کوچ کروں گا، راستے میں تیزی سے قوسہ قبضہ کر کے اسے اپنا مستقر بنانے والے رومنوں سے بھی میں نہتا چلا جاؤں گا۔

سب نے ابو نضر کی تجویز سے اتفاق کیا، پھر سلیمان بن عافہ اور محمد بن سالم محمد بن قیسؓ کے ساتھ مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے۔ وہ بول سمجھیں۔ میرے اولین فرائض میں سے ہے اور اپنے سارے فرائض کی موجودگی میں کرنا چاہتا ہوں۔

ابوفہر کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ محمد بن عبداللہ نے بڑی رازداری سے قریب کھڑے ہو کر، سالم اور سلیمان بن عافیہ سے کچھ کہا، جس پر وہ دونوں ابوفہر کے قریب آئے۔ پھر محمد بن سالم نے ابوفہر کو مخاطب کیا۔

امیر! جو کچھ محمد بن عبداللہ کہہ رہا ہے، یہ درست ہے۔ میرے خیال میں چلیں جو یہ کرنا چاہتا ہے وہ واقعی بہت اہم اور ضروری ہے۔ پھر ابوفہر کا ایک ہاتھ سلیمان بن عافیہ نے، دوسرا محمد بن سالم نے پکڑ لیا اور محمد بن سالم دوبارہ اپنی نگاہیں ابوفہر کے چہرے پر گاڑ ہوئے کہنے لگا۔

امیر اب چلے ناں۔

ابوفہر نے مسکراتے ہوئے محمد بن سالم کی طرف دیکھا، پھر ان کے ساتھ ہولیا۔ سالار بھی محمد بن عبداللہ سمیت مسکراتے ہوئے ان کے ساتھ ہو لئے تھے۔

محمد بن عبداللہ اور ابورافع کی رہنمائی میں سب شہر کے وسطی حصے میں ایک شاندار محل میں داخل ہوئے، حویلی میں داخل ہوتے ہوئے محمد بن عبداللہ نے ابوفہر سے مخاطب کر ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابوفہر میرے بھائی یہ حویلی کبھی بلرم کے حاکم مسکولہ اور اس کے اہل خانہ کی قیام گاہ اب اس میں میری دونوں بہنیں کیتھرینا اور تھیورہ کے علاوہ ان دونوں کی مائیں اور ماں اور لیوس قیام کریں گے، اس حویلی سے ذرا ہٹ کر دائیں جانب اس جیسی ایک اور حویلی۔ اس میں میں نے اپنے رہنے کا اہتمام کیا ہے جس حویلی میں ابوفہر تم داخل ہوئے ہو، ضروریات کی ہر چیز مہیا کر دی گئی ہے، ان لوگوں کا کھانا اب لشکر گاہ سے نہیں آیا کرے گا، یہاں یہ خود اپنے کھانے کا اہتمام کیا کریں گی۔

محمد بن عبداللہ کو کہتے کہتے رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ وہ حویلی کے سکوتی حصے تک چکے تھے، اچانک اندر سے کیتھرینا، تھیورہ، لیونا، بلارس اور اور لیوس نکل آئے تھے، سب پہلے کیتھرینا ابوفہر کے قریب آئی اور مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

میں آپ کو آپ کے سارے ساتھیوں سمیت اس حویلی میں خوش آمدید کہتی ہوں۔ کیتھرینا جب خاموش ہوئی تو ابوفہر نے بھی اس کی طرف دیکھتے ہوئے خوش کن میں پوچھ لیا۔

کیتھرینا اور میری بہن تھیورہ کیا تم دونوں نے اس حویلی کو اپنی قیام گاہ کے طور پر پسند کیا ہے۔

نہیں اس کے کیتھرینا یا تھیورہ میں سے کوئی کچھ کہتی، اس موقع پر کیتھرینا کی ماں بلارس بول پڑی۔

ابوفہر میرے بیٹے ان سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے، قسطنطنیہ سے نکل کر جو میں اور بری بیٹی نے براءت دیکھا وہ بیان کے قابل نہیں ہے۔ بحر و بر میں کافی دن دھکے کھائے، بحر خداوند قدوس نے اور لیوس کی سرانے میں ایک اچھی پناہ گاہ مہیا کی، لیکن وہاں بھی ہمیں جین سے رہنا نصیب نہ ہوا۔ ابوفہر وہاں اگر تم ہماری عزت، ہماری عصمت نہ بچاتے تو اب تک ہم زمانے میں لیر لیر ہو کر کہاں سے کہاں تک کھڑے ہوتے، یہ جو تمہارے کہنے پر ہمیں رہائش گاہ مہیا کی گئی ہے، میں سمجھتی ہوں ان حالات میں اس سے بہتر قیام گاہ ہمیں مل ہی نہیں سکتی بیٹے۔ اس کے لئے میں میری بیٹی کیتھرینا، تھیورہ، لیونا اور میرا بھائی اور لیوس جتنا بھی تمہارا شکر یہ ادا کریں کم ہے۔

بلارس جب خاموش ہوئی تو مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ابوفہر نے کہنا شروع کیا۔

آپ کچھ زیادہ تکلفات میں نہیں پڑ رہیں، جو کچھ آپ کو مہیا کیا گیا ہے یہ آپ کا حق بنتا ہے۔ آپ پر کوئی احسان نہیں کیا گیا۔ اس کے لئے آپ کو میرا اور کسی اور کا شکر یہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ابوفہر کی اس گفتگو کا جواب بلارس دینا ہی چاہتی تھی کہ بلارس اور ابوفہر کے درمیان کیتھرینا حائل ہو گئی، پھر کہنے لگی۔

یہاں باہر کھڑے ہو کر وقت ضائع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، نہ کسی کا شکر یہ ادا کرنے کی ضرورت ہے، پہلے اندر چل کر بیٹھیں کھانے کا اہتمام ہم کر چکے ہیں۔ آرام سے بیٹھ کر کھانا کھائیں، اس کے بعد جس موضوع پر بھی گفتگو کریں گے، ہر کسی کو بولنے کی آزادی ہوگی۔

کیتھرینا کے ان الفاظ پر سب ہنس دیئے تھے، پھر سب حویلی میں داخل ہوئے۔ کافی ایک دیوان خانہ تھا جس میں سب بیٹھے تھے وہیں کیتھرینا اور تھیورہ نے سب کے لئے کھانا

لگا دیا، خاموشی سے سب نے مل کر پرسکون ماحول میں کھانا کھایا تھا۔

☆

جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہو چکے، تب محمد بن عبداللہ کیتھرینا کی ماں بارس اور تھیوہرہ کی ماں لیونا کی طرف دیکھتے ہوئے دھیمے سے لہجے میں کہا۔  
میرے خیال میں آپ دونوں اپنے کام کی ابتداء کریں۔

اس پر بارس اور لیونا ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہی اٹھ کھڑی ہوئیں، ایک ہا دیوان خانے سے نکل کر وہ حویلی کے دوسرے حصے کی طرف چلی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد لوٹیں، اس حالت میں کہ بارس کے پاس ایک کافی بڑی فرجین تھی، دونوں جہاں سے اٹھیں وہیں آکر بیٹھ گئیں۔ بارس نے مخصوص انداز میں محمد بن عبداللہ کی طرف دیکھا، محمد بن عبداللہ بول پڑا۔

ابو فہر! میرے بھائی میں جانتا ہوں، تم آج ہی یہاں سے افریقہ جانا پسند کرو گے اور فیصلہ تم کرتے ہو اس پر اٹل ہو کر رہتے ہو۔

ابو فہر میرا پہلا فیصلہ تو یہ تھا کہ میں یہاں تمہاری کیتھرینا، ابورافع اور تھیوہرہ کی شادی کا اہتمام کروں۔ اگر تم نے آج یہاں سے کوچ نہ کرنا ہوتا تو یقیناً میں شادی کا اہتمام کر ہوتا، لیکن آج میں صرف تم دونوں کی باقاعدہ نسبت طے کرنے کا اہتمام کر رہا ہوں۔ دونوں کی افریقہ سے واپسی کے بعد میں چاہوں گا کہ اسی شہر میں تم چاروں کی شادی کا بہتر اہتمام کروں۔ پھر محمد بن عبداللہ اپنی جگہ سے اٹھا، بارس کے پاس آیا اور رازداری میں لگا۔

خاتون محترم جو انگوٹھیاں آپ نے مختص کی ہیں وہ ذرا مجھے دکھائیں۔

اپنے قریب ہی ہاتھ مارتے ہوئے بارس نے اسے بیٹھنے کے لئے کہا۔ محمد بن عبداللہ بیٹھ گیا۔ بارس نے چرمی فرجین کا منہ کھولا، اس میں سے چار انتہائی قیمتی جواہرات جڑ انگوٹھیاں نکالیں، وہ اس نے محمد بن عبداللہ کو دکھائیں اور کہنے لگی، یہ انگوٹھیاں انتہائی قیمتی ہیں۔ یہ اس وقت سے میرے پاس ہیں جب میرا شوہر قسطنطنیہ کا شہنشاہ ہوا کرتا تھا۔

ان انگوٹھیوں کو دیکھتے ہوئے محمد بن عبداللہ تھوڑی دیر مسکراتا رہا، پھر کہنے لگا۔

اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اپنے کام کی ابتداء کروں۔

بارس اور لیونا دونوں نے مسکراتے ہوئے جب اثبات میں سر ہلادیا تب محمد بن عبداللہ، اپنے پاس آیا، اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے اسے کہنے لگا۔

میرا اپنی جگہ سے انھیں ابو فہر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ محمد بن عبداللہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب لایا اور کہنے لگا، یہاں کیتھرینا کے پاس بیٹھیں۔

ابو فہر چپ چاپ کیتھرینا کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ اس موقع پر جب ابو فہر کیتھرینا کے پہلو سے پہلو ملا کر بیٹھا تھا، کیتھرینا کی گلابی ہونٹوں کی پیش پر مسرت انگیزیاں اور نئے نئے جاتی ان گت خوشیاں رقص کر گئی تھیں۔ ابو فہر کے بیٹھنے پر وہ تھوڑا الجائی، کسمپاسی لیکن بدنی زردیدہ نگاہوں سے ابو فہر کی طرف دیکھتے ہوئے وہ سنہل گئی تھی، اس کی حالت بڑی زانیہ سے بدلنے لگی تھی، ایسے ہی جیسے جلتی دھوپ میں شبنمی ٹھنڈک اور ہواؤں کی سرگوشی میں لہو کے بندھن نزول کر گئے ہوں۔ اس کی آتش صفت زبانی اپنی انتہائی حدود کو پہنچ گئی۔ لیوں کی نرمیوں پر ریشمی رعنائی رقص کر گئی تھی۔ اس کے رخساروں کا رس گلوں سا۔

افواش رنگ صبح اور پر نور شاموں کی شفق سا ہو کر رہ گیا تھا۔ مجموعی طور پر اس کی حالت ہاتھ کے بیٹھنے کے بعد گلتا تھا جیسے کسی دیدہ گل میں شبنم قطرہ قطرہ اپنا رس پٹکانے لگی ہو۔

اس کے بعد محمد بن عبداللہ حرکت میں آیا۔ ابورافع کو اٹھا کر اس نے تھیوہرہ کے پہلو میں بٹھایا۔ ایک انگوٹھی اس نے کیتھرینا کو، ایک ابو فہر کو، تیسری انگوٹھی تھیوہرہ کو اور چوتھی انگوٹھی اپنے لیے ابورافع کو تھمائی، پھر خوشیوں بھری آواز میں کہنے لگا۔

اب آپ چاروں ایک دوسرے کو انگوٹھیاں پہنائیں تاکہ آپ چاروں کی نسبت کی نسبت کی نسبت دی جائے۔

محمد بن عبداللہ اس موقع پر تھوڑی دیر کے لئے زکا پھر کیتھرینا کی طرف دیکھتے ہوئے بیٹھ گیا۔

کیتھرینا میری بہن میں ہی نہیں اس موقع پر یہاں موجود سب لوگ پسند کریں گے کہ تم سب پہلے امیر ابو فہر کو انگوٹھی پہناؤ۔

اس نے جرات سے بولے کیتھرینا حرکت میں آئی، اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ آہستہ آہستہ اپنے ریشمی اور گداز ہاتھ میں لیا۔ انگوٹھی پہنائی اور اپنا چہرہ قریب لے



گئی اور رس برساتی شہد میں ڈوبی آواز میں اس نے ابوہر سے سرگوشی کی۔

امیر مجھے آپ سے ایسی محبت ہے جو بھوک اور نیند تک سب کچھ چھین لیتی ہے۔ آپ مجھے زندگی کا ساتھی بنانے کے بعد گرم کھولتے دوزخ بخ بستہ ٹھہراہٹ، چھوڑا کچے گھر وندوں میں بھی رکھیں گے تب بھی امیر آپ کی محبت جو میری رگوں میں لپوکی میں موجزن ہے اس کے تاظم میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

یہ الفاظ ادا کرتے وقت کیتھرینا کی حالت عجیب و غریب سی ہو گئی تھی..... کپکار شرمارہی تھی، سیلاب کی صورت میں بہتا اس کا حسن ایسے ہو گیا تھا جیسے ساکت لہروں آتش جیسے رگوں کے طوفانوں میں نغموں کی موج، جیسے بشارت طلب دل پر خوشیوں کا نئے اپنا نزول کرنا شروع کر دیا ہو۔

کیتھرینا جب ابوہر کو انگوٹھی پہنا چکی تب ابوہر حرکت میں آیا، ہاتھ آگے بڑھا کر کیتھرینا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا..... کیتھرینا کپکپائی، ہچکچائی، چورنگاہوں سے ابوہر دیکھا..... ابوہر نے اس کے ہاتھوں کی طرف دیکھتے ہوئے اسے انگوٹھی پہنادی تھی، بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے..... اس کے بعد محمد بن عبداللہ کے کہنے پر قصور نے کو اور ابوہر نے تھیورہ کو انگوٹھی پہنادی تھی۔

ابوہر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، پھر بارس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ کیا میں اس حویلی کا جائزہ لے سکتا ہوں جسے محمد بن عبداللہ نے آپ لوگوں کے لئے مختص کیا ہے۔

اس پر تیز اور احتجاجی نگاہوں سے بارس نے دیکھا، پھر کہنے لگی۔ بیٹے اب جبکہ تو کیتھرینا سے منسوب ہو چکا ہے اور میں کیتھرینا کو تیری زندگی بنا چکی ہوں، تیری حیثیت اب میرے سنگے بیٹوں جیسی ہے..... اس حویلی کا جائزہ لئے تمہیں مجھ سمیت کسی سے بھی اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

بارس کی اس گفتگو کے جواب میں ابوہر کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ دیوان دیوان خانے کے دروازے پر نمودار ہوا..... کھنکارہ پھر ابوہر کی طرف دیکھنے لگا۔

امیر اٹلی کی ریاست نیپلز کے حکمران سارنٹیو کی طرف سے ایک قاصد آیا ہے

نے فی الفور ملنے کا خواہش مند ہے۔

آنے والے اس مسلح جوان کے الفاظ پر ابوہر کے چہرے پر بے پناہ خوشیاں بکھر گئی تھیں..... کہنے لگا اس وقت دیوان خانے میں سب لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، حویلی میں کوئی ایسی جگہ جہاں ہم اس قاصد سے مل سکیں۔

اس پر ابوہر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

ابوہر میرے بھائی اس وقت ہم جس کمرے میں بیٹھے ہوئے ہیں اس سے متصل ایک اور کمرہ ہے..... جواٹ میں بالکل اس جیسا ہے وہاں بیٹھ کے اس قاصد سے بات ہو سکتی ہے۔

پھر ابوہر کے علاوہ محمد بن عبداللہ محمد بن سالم، سلیمان بن عافیہ، ابوہر بن محمد بن سندی، محمد بن مسلم اور دیگر سالار وہاں سے نکلے، سب پر جوش انداز میں نیپلز سے آنے والے قاصد سے ملے اور اس کے ساتھ دوسرے کمرے میں جا کے بیٹھ گئے۔

پھر ابوہر نے آنے والے قاصد کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

میرے عزیز تو اپنے حاکم کی طرف سے ہمارے لئے کیا پیغام لایا ہے..... اس پر آنے والا قاصد بڑی نرمی، بڑی انکساری میں بول اٹھا۔

سب سے پہلے آپ لوگ مجھے یہ بتائیں کہ کیا میں ابوہر سے مخاطب ہوں۔

ابوہر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور کہنے لگا، ہاں میں ہی ابوہر ہوں، کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔

قاصد نے خوشی کا اظہار کیا، پھر کہنے لگا۔

مجھے ہمارے حکمران سارنٹیو نے آپ کی طرف روانہ کیا ہے..... آپ کو علم ہوگا کہ اکثر و بیشتر اٹلی کی ریاست لمبارڈو کا حکمران سیکارڈس ہم پر حملہ آور ہوتا رہتا ہے..... ہمارے علاقوں کو عورتوں کو گرفتار کر کے لے جاتا ہے..... لونڈیاں بنا لیتا ہے، مردوں کو گرفتار کرتا ہے، انہیں قتل یا لیتا ہے..... اس نے ہماری ریاست کے لوگوں کا جینا حرام کر رکھا ہے۔

نمارا حکمران آپ کو یہ پیش کش کرتا ہے کہ اگر صفیہ میں آپ کو اس کی طرف سے کسی فائدہ کی ضرورت ہو تو وہ بلا جھجک مہیا کرے گا..... آپ کی طرف سے وہ یہ چاہتا ہے کہ نیپلز والوں کو آپ لمبارڈو کے حکمران سیکارڈس کی ترکتاز سے نجات دلائیں..... اگر آپ ایسا کرنے

میں کامیاب ہو جائیں تو ہمارے حکمران سارنیو نے یہ عہد لے کر بھیجا ہے کہ جب تک وہ ہے مسلمانوں سے اپنی وفاداری کا اظہار کرتا رہے گا۔

ابوفہر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، کچھ دیر بڑی خاموشی کے ساتھ اس نے عبداللہ محمد بن سالم، سلیمان بن عافہ اور دیگر سالاروں سے مشورہ کیا، پھر کسی نتیجے پر پہنچے بعد اس نے آنے والے قاصد کو مخاطب کیا۔

ہم لوگ تمہارے حکمران سارنیو کی پیشکش کا احترام کرتے ہیں..... واپس جا کر اسے کہہ دینا کہ صقلیہ میں اس کی طرف سے ہمیں کسی مدد اور کسی شے کی ضرورت نہیں ہے۔ غفریرہ لمبارڈ کے حکمران سیکارڈس کے خلاف حرکت میں آئیں گے..... اس موقع پر صرف یہ چاہوں گا کہ تمہارا حکمران سارنیو اس کے علاقوں تک ہماری رہنمائی کرے، ہمارے لئے اسے رسد کے سامان کا اہتمام کرے..... اس کے علاوہ ہم اس سے کچھ نہیں چاہیں گے اور مجھے ہے کہ سیکارڈس کے سارے بل خم ہم نکال کر رکھ دیں گے اور نیپلز کے لوگ آنے والے دنوں میں سیکارڈس کی یلغار اور اس کے حملوں سے محفوظ ہو جائیں گے۔

ابوفہر رُکا، پھر آنے والے قاصد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میں آج ہی ایک مہم پر نکل رہا ہوں، لہذا میری تم سے کوئی ملاقات نہ ہو گی..... واپس جا کر اپنے حکمران کو میری طرف سے یقین دلانا کہ جیسا وہ چاہے گا ویسا ہی! اور ہم اسے عہد دیتے ہیں کہ آنے والے دنوں میں سیکارڈس اس کے لئے خطرہ ثابت نہ ہوگا۔

اس کے بعد ابوفہر نے محمد بن سندی کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔  
ابن سندی قاصد کو اپنے ساتھ لے جاؤ، لگا تار سفر کرتے ہوئے یہ تھکا ہوا ہے.....  
پہلے اس کے کھانے کا اہتمام کرو، اس کے بعد مستقر میں اس کو عمدہ رہائش مہیا کرو۔  
اس پر محمد بن سندی اٹھ کھڑا ہوا اور نیپلز سے آنے والے قاصد کو اپنے ساتھ لے گیا۔

قاصد کے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک خاموشی رہی، اس کے بعد ابوفہر نے صقلیہ کے نئے والی محمد بن عبداللہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابن عبداللہ اگر مجھے ناگزیر حالات میں صقلیہ سے نکل کر افریقہ کی طرف نہ جانا پڑتا

برہم کی اس شاندار فتح کے بعد میں دو کاموں کی ابتداء کرتا..... پہلا یہ کہ صقلیہ کے شہر قسریانہ پر حملہ آور ہوتا اور اسے اپنے سامنے زیر کرتا، دوسرا یہ کہ ایک لشکر محمد بن سالم کو دے کر طبرین کی طرف روانہ کرتا اور امید رکھتا کہ طبرین کو محمد بن سالم زیر کر لیتا۔

قسریانہ کے بعد میں طبرین کو اس لئے اہمیت دے رہا ہوں کہ یہ صقلیہ کے مشرقی ساحل پر آباد ہے..... اس کے آس پاس کی سرزمین انتہائی زرخیز ہے، یہ علاقہ اگر ہمارے تسلط میں نہ جاتا ہے تو یاد رکھنا صقلیہ کے اندر ہم اپنی ضرورت سے زیادہ اناج پیدا کر کے ضروریات کی اشیاء افریقہ بھی روانہ کر سکتے ہیں۔

ابوفہر جب خاموش ہوا تو محمد بن عبداللہ بول پڑا۔

ابوفہر میرے بھائی آپ کے جانے کے بعد ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھیں گے، قسریانہ کے لئے میں خود نکلوں گا اور جیسا کہ تمہاری خواہش ہے کہ ایک لشکر دے کر اپنے بھائی محمد بن سالم کو طبرین کی طرف روانہ کروں گا اور جب تم افریقہ میں اٹھنے والی بغاوتوں کو فرو کر کے آؤ گے تو مجھے امید ہے ہم قسریانہ کو اپنے سامنے جھکا چکے ہوں گے اور طبرین شہر پر بھی قبضہ کر چکے ہوں گے۔

محمد بن عبداللہ کے ان الفاظ پر ابوفہر کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔

اگر میری واپسی تک تم لوگ ایسا کر چکو تو یاد رکھنا میرے لئے کام بڑا آسان ہو جائے گا، قسریانہ اور طبرین اگر ہمارے سامنے زیر ہو جاتے ہیں تو پھر ہمارے سامنے ایک شہر سر قوسہ رہ جاتا ہے، اس کو بھی اگر ہم اپنا فرمان بردار بنا لیتے ہیں تو پھر پورے صقلیہ پر ہمارا قبضہ ہو جائے گا، ایسا کرنے کے بعد مزید یہ چاہتا تھا کہ سب سے پہلے مسینا کا رخ کیا جائے، وہاں کے ملایں گورنر نے دشمن کی مدد کی تھی، مسینا کو فتح کرنے کے بعد اٹلی اور صقلیہ کے درمیان مسینا ہماری خلیج کو عبور کر کے جنوبی اٹلی میں داخل ہوا جائے اور لمبارڈ کی ریاست کے حکمران میکڈس سے دودو ہاتھ کئے جائیں، اس سلسلے میں نیپلز کا حکمران بھی ہماری مدد کرے گا.....

بھائی! تمہاری دیر پہلے اس کا قاصد ہم پر انکشاف کر چکا ہے۔

ابوفہر کی اس گفتگو کے جواب میں محمد بن عبداللہ پھر بول پڑا۔

ابوفہر میرے خداوند کو منظور ہوا تو قسریانہ اور طبرین کی مہموں کو سر کرنے کے بعد میں اور محمد بن سالم دونوں یکجا ہو کر سر قوسہ شہر کا رخ کریں گے اور اسے بھی اپنے سامنے زیر کر کے

ابوفہر میرے بھائی یہ بات تو طے شدہ ہے کہ آج مغرب کی نماز کے بعد تم یہاں سے کوچ کر جاؤ گے، میں تمہیں اپنے لائحہ عمل سے بھی آگاہ کرتا ہوں، تمہارے جانے کے دوسرے روز یعنی کل میں اور محمد بن سالم خداوند نے چاہا تو حرکت میں آئیں گے، میں قصریانہ ہارخ کروں گا، جبکہ تمہاری تجویز کے مطابق محمد بن سالم طبرین پر حملہ آور ہوگا اور مجھے امید ہے کہ چند یوم تک ابھی تمہارا قیام سوسہ ہی میں ہوگا کہ ہم تمہیں تیز رفتار ملاحوں کے ذریعے کوئی اچھی خبر سنائیں گے۔

محمد بن عبد اللہ کے ان الفاظ پر ابوفہر ہی نہیں دوسرے لوگ بھی خوش ہو گئے تھے، اس کے ساتھ ہی محمد بن عبد اللہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

امیر ابوفہر! آپ اور ابو رافع فی الحال یہیں رہیں، آپ دونوں نے رخصت ہونا ہے، رخصت سے پہلے کیتھرینا اور تھیورہ آپ دونوں سے بہت کچھ کہنا پسند کریں گی..... ہم سب لوگ مستقر کی طرف جاتے ہیں، آپ نے چونکہ بحری بیڑے کے ساتھ کوچ کرنا ہے، لہذا محمد بن سندی اور سعد بن مسلم کے ساتھ ہم آپ کی کوچ کی تیاریوں کو آخری شکل دیتے ہیں، اس کے ساتھ ہی محمد بن عبد اللہ سب کو لے کر وہاں سے نکل گیا تھا۔

ابوفہر اور ابو رافع سب کو حویلی کے بیرونی دروازے تک چھوڑنے کے لئے گئے، جب دونوں واپس آئے تو سامنے کیتھرینا کھڑی تھی..... ابوفہر کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

آئیے میں آپ کو ساری حویلی دکھاتی ہوں۔

ابو رافع دیوان خانے میں داخل ہو کر تھیورہ بلارس، لیونا اور اوریوس کے پاس بیٹھ گیا تھا، جبکہ کیتھرینا ابوفہر کو حویلی کے دوسرے حصے کی طرف لے گئی تھی۔

ایک دوسرے کمرے میں داخل ہونے کے بعد اچانک کیتھرینا رک گئی، پھر ابوفہر کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

میں علیحدگی میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔

ابوفہر مسکرایا اور کہنے لگا۔

علیحدگی تو ہے کہو کیا کہنا چاہتی ہو۔

کیتھرینا مسکرائی، اس کے بعد اس نے کہنا شروع کیا۔

کیا یہ ممکن ہے کہ میں اور تھیورہ بھی آپ اور ابو رافع کے ساتھ افریقہ جاسکیں۔ میری

وہاں کے لوگوں کو بھی اپنا فرمان بردار بنانے کی کوشش کریں گے۔

اس موقع پر ابوفہر نے چند خطرات کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

محمد بن عبد اللہ سر قوسہ پر حملہ آور ہوتے ہوئے بڑا محتاط رہنا، وہاں رومنوں کی ایک بڑی طاقت ہے..... اگر تم دونوں شہر کا محاصرہ کرتے ہو تو دن رات چوکنے رہنا، رومن شہب خون مارنے کی کوشش کریں گے محمد بن سالم کو زیادہ عرصہ اس علاقے میں رہنے کا نہیں ملا، میں اس علاقے کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں..... اگر خدا نہ کرے تمہیں کیمرہ رومنوں کے سامنے پسپا ہونا پڑے تو یاد رکھنا سر قوسہ کے نواح میں گھنا جنگل ہے، اس میں کر پناہ لی جاسکتی ہے، بلکہ اس میں گھس کر اپنی طاقت کو بحال کرنے کے بعد رومنوں خلاف چھاپہ مار جنگ کی ابتداء بھی کی جاسکتی ہے۔ یہ ساری باتیں میں تم سے اس لئے کہ ہوں کہ محمد بن عبد اللہ تم ابھی نووارد ہو، یہاں کی زمینوں سے یہاں کے حالات سے واقف نہیں ہو..... اگر کوئی برا وقت آتا بھی ہے تو یاد رکھنا سر قوسہ کے نواح میں جو جنگل ہے اسے پناہ لے کر اپنی طاقت اور قوت کو بحال کر کے از سر نو دشمن کے خلاف حرکت میں آیا ہے..... ابوفہر یہاں تک کہنے کے بعد رُکا، اس کے بعد وہ محمد بن عبد اللہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

ابن عبد اللہ میرے بھائی یہاں سے کوچ کرنے کے بعد جیسا کہ میں پہلے بتا چکا تھا: میں جزیرہ قوسہ کا رخ کروں گا اور وہاں جو رومنوں نے طاقت قوت جمع کی ہے اس کو برباد کر کے اپنی بندرگاہ سوسہ کا رخ کروں گا۔

میرا قیام سوسہ ہی میں ہوگا، میں قیرواں نہیں جاؤں گا..... اس کی تفصیل میں ہوں..... جزیرہ قوسہ میں رومنوں کا خاتمہ کرنے کے بعد افریقہ اور صقلیہ کے درمیان رکاوٹ نہیں ہوگی، لہذا قاصدوں کے ذریعے میرے بھائی مجھے حالات سے آگاہ کرنے اس لئے کہ تم دونوں کی کارگزاری جاننے کے بعد افریقہ میں مجھے ایک طرح کا اطمینان ہوگا۔

محمد بن عبد اللہ مسکرایا، پھر کہنے لگا۔

ابوفہر میرے بھائی یہ بات تم نہ بھی کہتے تب بھی سوسہ میں تمہیں صقلیہ کے ہمارے قاصد پہنچاتے رہتے۔

ابوفہر مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی محمد بن عبد اللہ والی صقلیہ بول پڑا۔

باتوں کا سوچ سمجھ کر جواب دیجئے گا، اس لئے کہ آپ جانتے ہیں آپ کے جانے کے بعد میں  
راتیں کس کرب میں اور دن کس آشوب میں گزاروں گی۔

کیتھرینا کے اس سوال پر ابوفہر گردن جھکائے کچھ دیر تک سوچتا رہا، پھر اس کی طرف  
دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

کیتھرینا تم نے بڑا میزھا سوال کر دیا ہے..... میں تمہاری خواہش کا احترام بھی نہیں  
کر سکتا، ایسے حالات میں تم میرے ساتھ نہیں جا سکتیں..... اس کی دو جوہات ہیں۔

اول یہ کہ میری تمہاری ابھی صرف نسبت طے ہوئی ہے..... ان حالات میں اگر میں  
تمہیں اپنے ساتھ رکھتا ہوں تو لوگ طرح طرح کی باتیں بنائیں گے..... اگر میرا تمہارا نکاح  
ہو چکا ہوتا تو پھر میں خود تم سے کہتا کہ میرے ساتھ افریقہ چلو، اس لئے ان حالات میں میں  
تمہیں اپنے ساتھ افریقہ لے جانا پسند نہیں کروں گا..... دوسری وجہ یہ کہ میں افریقہ میں  
کہیں چین سے نہیں بیٹھوں گا، جتنا عرصہ وہاں رہوں گا بھاگ دوڑ ہی میں رہوں گا..... میں  
یہاں سے سیدھا سوسہ نام کی بندرگاہ کا رخ کروں گا اور وہیں سے اپنے کام کی ابتداء کرتے  
ہوئے انتہائی جنوبی دشت میں باغی سرداروں کے نخلستانوں کا رخ کروں گا، میں اپنے مرکز  
شہر قیروان کی طرف نہیں جاؤں گا، اس لئے تم میرے ساتھ بے آب و گیاہ دشت میں کہاں  
دھکے کھاتی پھرو گی اور پھر میں بہت جلد لوٹ آؤں گا..... ابھی صقلیہ میں میرے لئے بہت  
سے کام ایسے ہیں جن کی میں تکمیل کرنا چاہتا ہوں، تاکہ صقلیہ میں آنے والے دنوں میں  
مسلمان پرسکون ماحول میں زندگی گزار سکیں۔

ابوفہر خاموش ہو گیا..... کیتھرینا کی گردن ابھی تک جھکی ہوئی تھی، پھر بڑے تاسف آمیز  
انداز میں وہ کہہ رہی تھی۔

آپ نے بھی وہی جواب دیا ہے جو ماں نے دیا تھا، ان سے بھی میں نے آپ کے  
ساتھ جانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا، اس نے بھی یہی کہا تھا کہ نکاح سے پہلے میں ایسا نہیں  
کر سکتی، ورنہ بدنام ہو جاؤں گی۔

کیتھرینا کے ان الفاظ کے جواب میں ابوفہر کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ وہ پھر بول پڑی۔  
بہر حال میں آپ کے ساتھ جانے کی ضد نہیں کروں گی، کیونکہ جن حالات میں میں  
اپنے آپ سے آپ کو جدا کر رہی ہوں، وہ میں ہی جانتی ہوں..... صرف دوبارہ ملنے کی سرت

میں، میں آپ کو الوداع کہوں گی ابوفہر جب آپ افریقہ گئے تھے تو آپ کی غیر موجودگی میں جو  
دن میں نے گزارے تھے وہ میں اور میرا اللہ جانتا ہے..... میں باصطبل میں آپ کے گھوڑے  
کی گردن سے لپٹ لپٹ کر روتی تھی اور آپ کی واپسی کا انتظار کرتی تھی، آپ جانتے ہیں  
میرے لب و رخسار کی تازگی اور میرے ذہن و دل کی تمازت آپ کی ذات سے وابستہ  
ہے..... آپ کے پہلو پہ پہلو آپ کے دوش بدوش میں اوہام کے اندیشوں تک میں بھی زندگی  
بر کر سکتی ہوں، آپ اب میری جان کا جزو میری روح کا حصہ ہیں، اس کرۂ بے مثال کی  
برائ و سعوتوں میں میرے جسم کی حرارت تک آپ کی ذات سے وابستہ ہے..... یہ نہ ہو آپ  
آنے میں تاخیر کریں اور میں اپنی بھلائی اور عافیت کی خاطر رنگ و بو کی جستجو کی طرح سمندر کو  
پار کر کے آپ کے پاس افریقہ پہنچ جاؤں..... ایسا نہ ہو یہاں انتظار کرتے کرتے میری حالت  
بیرون کی فکر سے آزاد بادبانوں سے لپٹی ابا بیلوں کی طرح ہو اور میں منزل کا آخری نوحہ  
گاتے گاتے انتظار کے خم سبتے سبتے منجمد ہو کے رہ جاؤں..... اگر آپ نے وہاں جا کر واپس  
آنے میں تاخیر کی تو یاد رکھئے گا، آپ سے پھڑکنے کے ملال میں میری حالت پتھروں کے  
ریگ میں یادوں کے خوابوں اور زندان کی آہوں میں افسردہ چرانوں کے دھوئیں سے مختلف نہ  
ہوگی۔

میں دل پر پتھر رکھ کر آپ کو جدا کروں گی اور ہر روز شہر سے باہر نکل کر آپ کی واپسی کا  
انتظار کرتی رہوں گی، آپ میرے ساتھ وعدہ کریں کہ جس مہم پر آپ جارہے ہیں اس کی تکمیل  
کے بعد ایک لمحہ بھی آپ افریقہ میں ضائع نہیں کریں گے اور واپس صقلیہ آئیں گے۔  
جب تک کیتھرینا بولتی رہی، ابوفہر مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا..... جب وہ  
خوش ہوئی تب بڑے پیار اور محبت سے وہ بول پڑا۔

کیتھرینا تم کس قسم کی باتیں کر رہی ہو، کیا تم خیال کرتی ہو کہ میں تمہیں بھول سکتا ہوں،  
میں فراموش کر سکتا ہوں۔

کیتھرینا نے بڑے پیار سے اپنا ہاتھ ابوفہر کے کندھے پر رکھ دیا، پھر اس کی آنکھوں میں  
نمیں ڈالتے ہوئے اس نے نفی میں گردن ہلا دی تھی..... اس پر ابوفہر بھی مسکرا دیا، پھر وہ  
تم مطمئن رہو میں جس کام کے لئے جا رہا ہوں، اس کی تکمیل کے بعد میں وقت ضائع

رہیں گے..... رات کا کھانا بھی میرے ساتھ کھائیں گے اور یہیں سے رخصت ہونے کے بعد آپ پھر افریقہ کی طرف روانہ ہوں گے۔

ابوفہر نے کیتھرینا کی اس تجویز کو مان لیا، پھر کیتھرینا اسے حویلی کے سارے کمرے دکھانے لگی تھی..... شام تک ابوفہر اس کے پاس ہی رہا، ابورافع نے بھی وہیں قیام کیا..... شام کا کھانا دونوں نے کیتھرینا اور تھیوہرہ کے ساتھ کھایا، پھر جو رقم کیتھرینا نے ابوفہر کو دی وہ لے کر وہ مستقر میں گئے..... رقم سلیمان بن عافیہ کو دینے کے ساتھ ساتھ اسے تفصیل بھی سمجھا دی، پھر رات کی گہری تاریکی میں ابوفہر اور ابورافع دونوں صقلیہ سے افریقہ کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔



کئے بغیر تمہارے پاس آؤں گا..... ایک بات اپنے ذہن میں رکھنا جسمانی طور پر عمل نمونہ افریقہ میں ہوں گا، لیکن دلی اور ذہنی طور پر میں یہاں تمہارے پاس ہوں گا..... تم فکر مند نہ ہونا، میں بہت جلد لوٹ کر تمہارے پاس آؤں گا۔

ابوفہر کے ان الفاظ سے کیتھرینا خوش ہو گئی تھی، پھر وہ دوبارہ بول پڑی۔

ایک مسئلہ تو حل ہوا، اب میرا ایک دوسرا مسئلہ بھی ہے اور وہ یہ کہ جس وقت ہم سب ہلرم سے سرقوسہ کی طرف لے جایا جا رہا تھا تا کہ مجھے تھیوڈؤس کے حرم میں داخل کر دیا جا۔ تب میں نے ایک منت مانی تھی، بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ میں نے اپنے خدا قدوس سے دعا مانگی تھی کہ اے اللہ اگر میں تھیوڈؤس کے پاس جانے سے بچ جاؤں اور ابوفہر کے پاس پہنچ جاؤں تو میں اپنے مال میں سے ایک خاصا بڑا حصہ تیری راہ میں خرچ کروں گا اب جس قدر ہمارے پاس مال و متاع ہے وہ سرائے سے یہاں پہنچ چکا ہے۔ ہمارے پاس کافی نقدی اور زیورات ہیں..... دوسری قیمتی اشیاء بھی ہیں ان میں سے ایک میں اپنی مانی ہوئی منت کے مطابق خرچ کرنا چاہتی ہوں، اب بتائیں میں کیا کروں۔ ابوفہر نے کچھ سوچا پھر اس کے لبوں پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی اور وہ کیتھرینا مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

کیتھرینا اس کا ایک حل میں تمہیں بتاتا ہوں..... یاد رکھنا یہ تجویز ہے آخری فیصلہ نہ دیکھو جو رقم تم خرچ کرنا چاہتی ہو میرے خیال میں وہ تم سلیمان بن عافیہ کے حوالے کر آج شام رواں لگی سے قبل میں اسے پوری تفصیل سمجھا دوں گا، وہ اس رقم میں سے ایک بڑا سعد بن مسلم کے حوالے کر دے گا اور سعد بن مسلم اپنے چند ملاحوں کے ذریعے وہ رقم ان میں فرغلوش کے اہل خانہ تک پہنچانے کی کوشش کرے گا، باقی رقم کے لئے میں سلیمان بن سے کہہ دوں گا کہ گزشتہ جنگوں میں جو لوگ شہید ہوئے ہیں ان کا جائزہ لے اور افریقہ ان کے لواحقین غریب ہیں جن کی گزر بسر مشکل ہے وہ رقم ان میں تقسیم کر دی جائے میرے خیال میں اس سے بہتر اس رقم کا کوئی اور مستحق نہیں ہو سکتا۔

ابوفہر کی اس تجویز سے کیتھرینا مطمئن ہو گئی تھی، پھر کہنے لگی۔

آپ ایسا کیوں نہیں کرتے، رقم مجھ سے لے لیں اور آپ خود سلیمان بن عافیہ کو ساری تفصیل بھی اسے سمجھا دیں..... یہ ایک شرط ہے، آج شام تک آپ یہیں میرے

ہمدی اور طوفان کی طرح حرکت میں آیا اور مشرقی ساحل کے ساتھ ساتھ جس قدر شہر اور  
جہے تھے ان پر یلغار کرتے ہوئے اس نے ان پر اپنا تسلط قائم کرنا شروع کر دیا تھا۔

☆

دوسری طرف ابوہر اور ابو رافع اپنے بحری بیڑے کے ساتھ جس میں محمد بن سندی اور  
سعد بن مسلم جیسے امیر البحر تھے..... افریقہ کا رخ کیا، ابوہر کا ارادہ تھا کہ پہلے وہ جزیرہ قوسرہ کا  
رخ کرے گا اور رومنوں نے جو وہاں اپنی قوت جمع کی ہے، اس کو نیست و نابود کرتا ہوا افریقہ  
کے ساحل کا رخ کرے گا۔

لیکن حالات کچھ اور ہی رخ اختیار کر گئے، اس لئے کہ رومنوں کو خبر ہو گئی تھی کہ ابوہر  
ایک بحری بیڑے کے ساتھ جزیرہ قوسرہ کا رخ کر رہا ہے، لہذا ابوہر کا نام سنتے ہی ان کے  
ہاں تلے سے زمین نکل گئی تھی..... جزیرہ قوسرہ خالی کر کے وہ گمنام جزیروں کی طرف چلے  
گئے تھے۔

ابوہر جب محمد بن سندی اور سعد بن مسلم کو لے کر اپنے بحری بیڑے کے ساتھ قوسرہ پہنچا  
تو اس نے دیکھا، جزیرہ بالکل خالی تھا..... چند روز اس نے جزیرے میں احتیاطاً قیام کیا، اس  
کے بعد وہ پھر حرکت میں آیا..... آدھے بحری بیڑے کو اس نے سعد بن مسلم کی کمانداری میں  
سلم شہر کی طرف واپس روانہ کر دیا تھا، جبکہ دوسرے آدھے بحری بیڑے اور محمد بن سندی کے  
ساتھ وہ افریقہ کا رخ کر رہا تھا۔

جس وقت بحری بیڑا سوسہ کی بندرگاہ پہنچا، تب ساحل پر اترنے سے پہلے ہی جس کشتی  
میں ابوہر رافع اور محمد بن سندی بیٹھے ہوئے تھے اس سے باہر نکلنے کی بجائے اپنی نشست پر  
بیٹھے ہی بیٹھے محمد بن سندی کو مخاطب کرتے ہوئے ابوہر کہنے لگا۔

ابن سندی! اپنے سارے جوانوں کو بتا دو کہ کسی سے میرا ذکر نہ کریں کہ میں اور ابو رافع  
یہاں پہنچ گئے ہیں..... بالکل ہمیں گمنام رکھا جائے، ظاہر یہی کرو کہ صرف تم ہی اپنے بحری  
بیڑے کے ساتھ یہاں پہنچے ہو..... شہر کے حاکم سے بھی میرا کوئی ذکر مت کرنا، اس طرح وہ  
یہاں آکر مجھ سے ملے گا..... اس کے ملنے سے کئی قباحتیں اٹھیں گی، لوگوں کو خبر ہو جائے گی کہ  
یہاں پہنچ چکا ہوں، لہذا جس طریقے سے میں باغی قبائل کے خلاف حرکت میں آنا چاہتا  
ہوں..... اس میں کامیاب نہ ہو سکوں گا۔

**ابوہر اور ابو رافع کے صقلیہ سے افریقہ کی طرف جانے کے بعد محمد بن عبد اللہ والی  
صقلیہ اور سپہ سالار محمد بن سالم نے بھی اپنے کام کی ابتداء کی۔**

دو لشکر تیار کئے گئے ایک کے ساتھ والی صقلیہ محمد بن عبد اللہ نے قسریانہ شہر کا رخ کیا،  
دوسرے لشکر کو لے کر محمد بن سالم صقلیہ کے مشرقی ساحل کی طرف بڑا، اس کا بڑا مقصد طبرین  
شہر کو اپنا ہدف بنانا تھا اور اس کے اطراف اور ارد گرد جتنے چھوٹے بڑے شہر تھے انہیں فتح کرنا  
تھا۔

محمد بن عبد اللہ جب قسریانہ پہنچا تو قسریانہ شہر میں خود رومنوں کا لشکر تھا..... شہر سے باہر  
نکل کر اس نے محمد بن عبد اللہ کا مقابلہ کیا، صبح سے لے کر سہ پہر تک خونریز جھڑپیں ہوتی رہیں،  
آخر محمد بن عبد اللہ کے ہاتھوں قسریانہ کے لشکر کو بدترین شکست ہوئی اور وہ شہر میں محصور ہو گیا۔  
اس طرح کئی روز تک یہ جھڑپیں ہوتی رہیں..... شہر کے باہر جنگوں کا یہ سلسلہ جاری رہا  
اور ہر جنگ میں محمد بن عبد اللہ نے اپنے سامنے شہر سے باہر نکل کر مقابلہ کرنے والے رومنوں  
کو بدترین شکست دی..... یوں قسریانہ والوں نے ایک طرح سے محمد بن عبد اللہ کے سامنے  
ہتھیار ڈال دیئے تھے اور تسلیم کر لیا تھا کہ وہ مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

دوسری طرف محمد بن سالم جب اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ صقلیہ کے مشرقی ساحل کی  
طرف بڑھا تو طبرین کے باہر پہلے اس کا وہاں کے حفاظتی لشکر سے زبردست مقابلہ ہوا، اس  
معرکے میں محمد بن سالم نے دشمن کے لشکر کو جڑوں سے اکھاڑ کر پھینک دیا تھا..... دشمن کو اس  
نے بدترین شکست دی اور آگے بڑھ کر طبرین شہر پر قبضہ کر لیا تھا، اس کے بعد محمد بن سالم

بنوب کی طرف سے میرے پاس آئے گا۔۔۔۔۔ اسے لے کر میں ابو رافع کے ساتھ رات کی پہلی تاریکی میں بڑی برق رفتاری سے جنوب کا رخ کروں گا، میرا ہدف جھیل جرید ہوگی، میں براہ راست دشمن سے نہیں ٹکراؤں گا، بلکہ اُس بار میں ان کو جڑ سے اکھاڑ پھینکوں گا، ان کے ٹکٹانوں کو تباہ و برباد کروں گا تاکہ جہاں سے باغی اُٹھتے ہیں اس سرزمین ہی کو بخر کر دیا جائے۔

ابوفہر تھوڑی دیر کے لئے رکا اس کے بعد وہ کہتا چلا گیا تھا۔

اب ہم لوگ روز روز کی بغاوتوں کے متحمل نہیں ہو سکتے۔۔۔۔۔ جنوبی صحرائی خطوں کو ہم مسلمانوں کے لئے بالکل پر امن اور بے ضرر بنانا چاہتے ہیں اور اس کا طریقہ کار یہی ہے کہ باغیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے۔۔۔۔۔ محمد بن سندی اب تم اُٹھو اور اپنے کام کی ابتداء کرو۔



ابوفہر اور ابو رافع نے ابھی تک سوسہ ہی میں قیام کیا ہوا تھا۔۔۔۔۔ ایک روز جب ساحل پر اپنے لشکریوں کے ساتھ ابوفہر اور اس کے ساتھی مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد فارغ ہوئے تو ایک لشکری اس جگہ آیا جہاں ابوفہر ابو رافع اور محمد بن سندی کھڑے تھے۔۔۔۔۔ پھر وہ ابوفہر کا خطاب کر کے کہنے لگا۔

امیر صقلیہ کی طرف سے ایک کشتی آئی ہے، اس میں تین ملاح ہیں، وہ کچھ خبریں لے کر آئے ہیں اور فی الفور آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔ ان کے چہرے بتاتے ہیں کہ وہ کوئی اچھی خبر لے کر نہیں آئے۔

آنے والے قاصد کو رُک جانا پڑا، اس لئے کہ اس کے الفاظ سے ابوفہر محمد بن سندی اور ابو رافع تینوں پریشان ہو گئے تھے۔۔۔۔۔ پھر اس کی بات کانٹے ہوئے ابوفہر بول پڑا۔

آنے والے وہ قاصد کہاں ہیں۔

اس مسلح جوان نے سمندر کنارے کھڑی ہوئی ایک کشتی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

میں نے انہیں اپنی کشتی میں بیٹھنے کے لئے کہا، میں پہلے آپ کو ان کی آمد سے مطلع کرنا

میں اور ابو رافع دن کے وقت اسی چھت والی کشتی کے اندر قیام کیا کریں گے، رات کے وقت ہم ساحل پر اتر آکر کریں گے۔۔۔۔۔ تم ایسا کرو اپنے لشکریوں میں سے دو کو قیروان روانہ کر انہیں کہو تیزی سے سفر کریں، ان کے لئے سوسہ کے والی سے عہدہ قسم کے گھوڑے حاصل کر یہ دونوں قاصد قیروان جا کر میری طرف سے پہلے سلطان کی مزاج پرسی کریں، پھر فضل بن یعقوب سے میں اور میری طرف سے فضل بن یعقوب کو پیغام دیں کہ قیروان میں جس وقت لشکر ہے، اسے دو حصوں میں تقسیم کرے، ایک حصہ جو قاصد یہاں سے جائیں گے ان کے ساتھ سوسہ کی طرف روانہ کر دے، دوسرے حصے کے ساتھ وہ قیروان سے اس طرح نکلے اندازہ لگالے کہ ایک سوار قیروان سے سوسہ یا سوسہ سے قیروان کتنے عرصے میں پہنچتا ہے اتنا وقفہ رکھ کر وہ اپنے لشکر کے ساتھ قیروان سے نکلے اور دشمن کی طرف پیش قدمی کرے۔ آنے والے قاصدوں کے ذریعے مجھے دشمن کے محل وقوع سے بھی آگاہ کرے گا۔ اس وقت صحرا کے کس حصے میں ہے، اس کے بعد لشکر کا دوسرا حصہ جو یہاں پہنچے گا اسے۔

میں اپنے کام کی ابتداء کروں گا۔

محمد بن سندی تم اپنے بحری بیڑے کے ساتھ یہیں سوسہ میں قیام کرو گے۔ ابوفہر کو کہتے کہتے رُک جانا پڑا، اس لئے کہ بڑی عاجزی اور انکساری سے ابوفہر کا دیکھتے ہوئے محمد بن سندی کہنے لگا۔

امیر محترم کیا ایسا ممکن نہیں کہ اس مہم میں میں بھی آپ کا ساتھ دوں۔۔۔۔۔ یہ میرے ایک بہت بڑی سعادت ہوگی۔۔۔۔۔ ابوفہر کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا محمد بن سندی میں تمہارے جذبے کی قدر کرتا ہوں، لیکن سوسہ میں تمہارا رہنا مفید ہے۔۔۔۔۔ میں جانتا ہوں سوسہ میں ہمارا ایک کافی بڑا لشکر موجود ہے جو بندرگاہ کی حفاظت ہے۔۔۔۔۔ چھوٹا سا ایک بحری بیڑہ بھی یہاں رہتا ہے، لیکن ایک بات یاد رکھنا، قوسرہ رومنوں کی بحری قوت تھی وہ سمندر میں کہیں کہیں منڈلاتی پھر رہی ہوگی۔۔۔۔۔ کہیں ایسا نہ سوسہ کو ہدف بنانے کی کوشش کریں، اس لئے سوسہ میں تمہارا قیام کرنا ضروری ہے۔ ابو رافع اپنے کام کی ابتداء کریں گے۔

محمد بن سندی میں اس لشکر کو بھی استعمال کر سکتا تھا جو اس وقت سوسہ میں ہے سوسہ کو نہتا نہیں کرنا چاہتا، وہ لشکر سوسہ ہی میں اس کی حفاظت کے لئے رہے گا جو لشکر

میں نے کہا: "میں نے یہ سب سنا ہے۔"

قاصد جب رکا تو ابو فہر نے جس کی گردن دکھ اور غم سے جھک گئی تھی، پھر اسے مخاطب

کے

اور تمہارے پاس دوسری بری خبر کون سی ہے۔

چاند نے اپنے لبوں پر زبان پھیری، ایک بھر پور نگاہ اس نے ابو فہر پر ڈالی پھر انتہائی کمزور صدمے میں وہ کہہ رہا تھا۔

امیر محترم دوسری خبر اس سے بھی بری ہے، وہ بولی کہ آپ کے کہنے پر محمد بن سالم ایک فکّر لے کر طبرین کی طرف گیا تھا اور ایک دوسرا لشکر لے کر والی صقلیہ محمد بن عبد اللہ نے فرمانہ کا رُخ کیا تھا..... قسریانہ کے باہر کئی جھڑپیں ہوئیں، جن میں محمد بن عبد اللہ نے یمنوں کے لشکر کو بدترین شکست دیتے ہوئے انہیں اپنا مطیع بنایا۔

دوسری جانب محمد بن سالم جب طبرین کی طرف گیا تو طبرین کے باہر اس نے دشمن کو رزین ٹکست دی، طبرین شہر پر اس نے قبضہ کر لیا، جس وقت وہ طبرین کے نواح میں یلغار کر رہا تھا، کچھ لوگ اس پر حملہ آور ہوئے اور اسے قتل کر دیا۔

محمد بن صالح کے قتل کا سن کر ابو نفیر ذکھ اور غم سے نڈھال ہو گیا تھا، گردن اس کی جھک گئی تھی، چہرہ آتش آنکھیں قبر برسانے لگی تھیں..... کچھ دیر وہ سوچتا رہا پھر اس نے قاصد کو طلب کیا۔

جو کچھ تم نے کہا ہے اس سے میری تسلی نہیں ہوئی، تفصیل سے بتاؤ کیا وہ کسی جنگ میں لڑا گیا یا کسی سازش کا شکار ہوا۔

قاصد نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

امیر محترم جو تفصیل ہم تک پہنچی وہ یہ کہ مقلیہ میں رومنوں کی پے در پے شکستوں نے  
مقلیہ میں رومنوں کے شہنشاہ تھیو فلاس تک پہنچی تھیں، اس نے اپنی سلطنت کے تین  
تین لاکھ فوجوں کو تیار کیا، انہیں ہر قسم کی آسائش مہیا کی گئی، کافی بڑی رقم بھی دی گئی، پھر  
مقلیہ کی طرف روانہ کیا۔

ابنیں عقلیہ کی طرف روانہ کرنے کا مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طریقے سے وہ آپ پر حملہ آور ہوں اور آپ کا خاتمہ کر دیں..... اس لئے کہ تھو فلس کا خیال تھا، عقلیہ میں مسلمانوں کی

ابو نھر اس کشتی کی طرف ہولیا، پھر اس نے مڑ کر دیکھا اور محمد بن سندی اور ابو رافع، مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے ساتھ آؤ، پھر تینوں اس مسلح جوان کے ساتھ بڑی تیزی سے اس کشتی کی طرف بڑھے تھے۔

جب وہ کشتی کے قریب گئے تو کشتی میں بیٹھے ہوئے تین آدمیوں نے جو خود بھی مر تھے..... ابو فہر اور اس کے ساتھیوں کو پہچان لیا، تیزی کے ساتھ وہ کشتی سے باہر نکلے اور سارا پر آن کھڑے ہوئے..... ابو فہر اور اس کے ساتھیوں نے ان سے پر جوش مصافحہ کیا، پھر ابو نے انہیں مخاطب کیا۔

میرے عزیزو! جو مسلح جوان تمہاری طرف سے میرے پاس گیا اس کا کہنا ہے کہ تم خبریں لے کر آئے ہو اور وہ خبریں اچھی نہیں..... یہ بات اس نے تمہارے چہروں سے اٹھا لگا کر کہی ہے، کہو تم کیا خبر لائے ہو۔

آنے والے ان تینوں میں ایک بول پڑا۔

امیر محترم ہم دو انتہائی بری خبریں لے کر آئے ہیں..... پہلی خبر یہ ہے کہ آپ جاہ ہیں کہ آپ کی منسوبہ کیتھرینا کا بھائی انتونیو لاپتہ ہو گیا تھا، جس وقت اس کی بہن ماں تھیں لیونا، اور لیوس کو گرفتار کیا گیا وہ گھر پر نہ تھا..... بعد میں جب اسے ان کی گرفتاری کا پتا چلا وہ کہیں روپوش ہو گیا..... اب آپ کے ادھر آنے کے بعد اور لیوس کی سرائے سے دو آئے تھے..... انہوں نے یہ اطلاع دی ہے کہ انتونیو کچھ دن تو سرقوسہ کے ایک نواحی گاؤں میں چھپا رہا اور ایک سرائے میں اس نے قیام کئے رکھا..... وہ حالات کا جائزہ لیتا رہا، جب اسے خبر ہوئی کہ اس کی بہن اور ماں کو گرفتار کر کے بلرم کی طرف روانہ کر دیا گیا ہے وہ بھی ان کے پیچھے بلرم کی طرف نکلا، لیکن انتونیو کی بد قسمتی کہ اسے گرفتار کر لیا گیا۔

اسے رومن جرنیل ملاسین اور میگور کے سامنے پیش کیا گیا، انہیں جب خبر ہوئی کہ کیتھرینا کا بھائی ہے تو انہوں نے ایک بہت بڑا فیصلہ کیا، اس لئے کہ انہیں اس وقت تک خبر بھی پہنچ چکی تھی کہ کیتھرینا کو آپ کے ساتھ منسوب کر دیا گیا ہے، لہذا ملاسین نے انتونیو قتل کا حکم دیا۔ انتونیو کی گردن ماری گئی۔۔۔۔۔ امیر یہ ایک خبر ہے، انتونیو کے مرنے کا، سے اس کی بہن کیتھرینا اور اس کی ماں بارس غم سے نڈھال ہو گئی تھیں۔۔۔۔۔ ان کی حالت



اس کا ہاتھ اپنی دستار پر اس طرح رکھا تھا جیسے مغموم و حسرت زدہ اور بے ضمیری کے خوابوں میں کسی کو اپنی دستار کے گر جانے کا اندیشہ ہو گیا ہو۔

کچھ دیر کی خاموشی کے بعد ابوہریرہ نے اپنے سامنے کھڑے قاصد کو مخاطب کیا۔

ہمارے لشکر میں شامل وہ نو مسلم جن کی مدد سے ان تین تیغ زنوں نے محمد بن صالح کا فائدہ کیا، کیا انہیں گرفتار کیا گیا۔

قاصد کی گردن جھک گئی اور کہنے لگا۔

امیر محترم وہ غیر مسلم جن کی سلاش کے تحت محمد بن صالح کو قتل کیا گیا وہ رات کی تاریکی میں بھاگ کر وینس کے جرنیل ٹرانسلو کی پناہ میں چلے گئے ہیں، یہ بھی سنا گیا ہے قسطنطنیہ سے آنے والے وہ تین تیغ زن بھی اس وقت وینس کے جرنیل ٹرانسلو ہی کے پاس ہیں۔

قاصد کا، اس کے بعد وہ کہتا چلا گیا۔

امیر محترم قسطنطنیہ سے آنے والے ان تین تیغ زنوں کے حوصلے بڑھے ہوئے ہیں، وہ حقیقت میں آپ کا خاتمہ کرنے کے لئے آئے تھے، لیکن جب انہیں پتہ چلا کہ آپ افریقہ کی طرف آرہے ہیں تو انہوں نے محمد بن سالم کا خاتمہ کرنے کا تہیہ کر لیا اور وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب رہے۔

امیر محترم ہمارے وہ غلامیہ مگر جو دشمن کے اندر کی خبریں لاتے ہیں..... انہوں نے یلیمان بن عافیہ اور محمد بن عبداللہ تک یہ خبریں بھی پہنچائی ہیں کہ عنقریب قسطنطنیہ کے وہ تینوں قاتل آپ کے خلاف بھی حرکت میں آئیں گے۔

جب تک آپ افریقہ سے واپس صقلیہ نہیں جاتے وہ وینسی جرنیل ٹرانسلو ہی کے پاس قیام رکھیں گے اور جب آپ صقلیہ میں داخل ہو جائیں گے تو ان کا آپ کے خلاف حرکت میں آنے کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ وہ پادریوں کے بھیس میں تینوں بلرم کا رخ کریں گے، اس سلسلے میں بلرم کے بڑے کلیسا کا جو بڑا پادری ہے اس سے بھی انہوں نے ساز باز کر لی ہے، وہ اس کے پاس آکے قیام کریں گے..... موقع کی تلاش میں رہیں گے، جب انہیں موقع ملے گا تو آپ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے۔

ابوہریرہ کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا۔

جب ایسا وقت آئے گا تو حالات خود دیکھیں گے..... وہ تینوں پادری بن کر زندہ رہتے ہیں یا میں ان کی گردنوں کے خون سے اپنی تلوار کی پیاس بجھاتا ہوں، بہر حال آج رات تم

ساری فتوحات آپ ہی کی وجہ سے ہیں، اس کی سوچ یہ ہے کہ اگر آپ کو ختم کر دیا جائے مسلمانوں کی یلغار صقلیہ میں رک جائے گی، بلکہ مسلمان صقلیہ سے نکل کر واپس افریقہ جلا پر مجبور ہو جائیں گے۔

یہ تینوں ماہر رومن تیغ زن رومنوں کے جرنیل ملاسین اور میگور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا مدعا بیان کیا..... ملاسین اور میگور نے ان تینوں کو وینس کے جرنیل ٹرانسلو سے حوالے کیا، اس لئے کہ ٹرانسلو اس سے پہلے آپ کا خاتمہ کرنے کا ایک منصوبہ بنائے ہو تھا۔

اندر ہی اندر کچھڑی پکتی رہی..... ہمارے لشکر میں افریقی قبائل کے کچھ نو مسلم تھے۔ ٹرانسلو کے مجبوروں نے ان سے رابطہ قائم کیا، انہیں بھاری رقم کے عوض خرید لیا، ان سے ان تینوں تیغ زنوں کا رابطہ قائم کیا گیا..... طریق کی فتح کے بعد جس وقت محمد بن سالم اس کے نواح میں اپنی فتوحات کا دائرہ پھیلا رہا تھا، ایک رات جب وہ اپنے خیمے میں آرام کر رہا تھا، اِن کے بکے ہوئے نو مسلموں کی وجہ سے تینوں تیغ زن لشکر گاہ میں داخل ہوئے اور محمد بن سالم کو ان کے خیمے میں سونے کی حالت میں قتل کر دیا۔

اس خبر نے ابوہریرہ کو سر سے لے کر پاؤں تک ہلا کر رکھ دیا تھا، اس کی حالت بڑی تیز سے بدل گئی تھی..... ایسا لگتا تھا جیسے اس کی آنکھوں کی خاموشیوں میں تصادم کے سرفراز کھڑے ہوئے ہوں یا یادوں کے پاتال سے زندگی کو ناپید اوار بانجھ کر دینے والی پیاسا ساعتیں رقص کرنے لگی ہوں، اس کے چہرے کی کیفیت کچھ اس تیزی سے بدل گئی تھی، چپ زمین پر سکوت آسمان اور خوفزدہ فضاؤں میں کسی کو کسی نے اچانک ملا متوں کا ہدف بنا شروع کر دیا ہو، لگتا تھا پتھروں کے شہر میں وہ ششے کی کرچیوں جیسا ہو کر رہ گیا ہو..... کچھ دن تک وہ بالکل بے حس و حرکت کھڑا رہا، جیسے اس خبر نے اس کے تن کو کرب خیز آزمائش و حشت کی مسافتوں اور دار کی منزلوں سے روشناس کروا دیا ہو، اس کے ہونٹوں پر جم خاموشیاں اس کے دلی کرب کا اظہار کر رہی تھیں۔

دشمن کو اپنے سامنے دھند کی شاموں کی طرح لپیٹ دینے والا مجاہد اُدا اس تھا، لفظوں پہ کھلا کر سیسہ بنا دینے والا وہ فرزند یہ خبر سن کر کچھل سا گیا تھا..... باغی آوازوں میں خون جوار بھانے کی طرح اُٹھ کھڑا ہونے والا وہ زندہ دل پاسبان گہری سوچوں میں کھو گیا تھا۔

تینوں یہاں آرام کرو کل صبح ہی صبح واپس جانا وہاں جانے کے بعد پہلا کام یہ کرنا کہ طرف سے انتونیو کی ماں اور بہن دونوں میں انتونیو کے مرنے پر دلی افسوس کرنا میری طرف سے انہیں تسلی دینا، اس طرح انہیں کچھ نہ کچھ سکون ملے گا۔۔۔۔۔ دوسرا کام تم یہ کرنا کہ سلیمان عافیہ اور محمد بن عبداللہ سے جا کے کہنا کہ کسی کو کانوں کان یہ خبر نہیں ہونی چاہئے کہ آئے وہ دنوں میں وہ تینوں تیغ زن پادریوں کے بھیس میں بلرم شہر میں داخل ہونے کی کوشش کر گئے، یہ خبر تم نے میرے علاوہ کسی سے کہی تو نہیں؟

قاصد نے فوراً بوفہر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

امیر محترم یہ خبر میں نے اس وقت کہی جب سلیمان بن عافیہ اور محمد بن عبداللہ آئے تھے۔۔۔۔۔ سلیمان بن عافیہ نے بڑی سختی سے ہمیں منع کر دیا تھا کہ اس خبر کی تشہیر نہیں چاہئے، ایسا ہی محمد بن عبداللہ نے بھی کیا تھا۔

بوفہر کے چہرے پر پرسکون سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا۔

اگر ایسا ہے تو بہت اچھا ہے۔۔۔۔۔ محمد بن سالم کو جن تین تیغ زنوں نے قتل کیا ہے، میر خداوند کو منظور ہوا تو میں انہیں سچ کر واپس قسطنطنیہ نہیں جانے دوں گا۔۔۔۔۔ ان کا خاتمہ جو قرض ہو کے رہ گیا ہے اور میں یہ قرض بہت جلد اتاروں گا، جہاں تک وینسی جرنیل ٹرانسلو اس کے پاس ہمارے نو مسلموں کے پناہ لینے کا تعلق ہے تو اس کا فیصلہ بھی میں بہت جلد کر گا، لگتا ہے ٹرانسلو کی زندگی کے دن بھی گئے جانچکے ہیں، اس کا خاتمہ ضروری ہو چکا ہے، ار جاؤ اور جا کے آرام کرو۔

پھر بوفہر پیچھے ہٹا، محمد بن سندی اور ابورافع اس کے ساتھ تھے۔۔۔۔۔ تھوڑا آگے جا کر ایک جگہ رُک گیا اور ابورافع کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابورافع۔۔۔۔۔ تھوڑی دیر تک تم یہاں سے کوچ کرو، محمد بن سندی تمہارے ساتھ جا کے لئے چند دستے کر دے گا۔۔۔۔۔ ان کے ساتھ یہاں سے قیروان کا رخ کرو جو نئی صور حال صقلیہ میں پیدا ہوئی ہے، اسے جا کے پہلے سلطان کو آگاہ کرو میری طرف سے تم سلطان کی بیمار پرسی کرنا، پھر فضل بن یعقوب سے ملنا جو باتیں میں کہنے لگا ہوں: سلطان سے بھی کہنا۔۔۔۔۔ قیروان پہنچتے ہی فضل بن یعقوب کو یہاں میرے پاس بھیج دے اس کا اس وقت صقلیہ پہنچنا انتہائی ضروری ہے تاکہ وہ محمد بن سالم کی جگہ کام کر سکے، پہلے فضل بن یعقوب نے کرنا تھا وہ ابورافع اب تم کرو گے۔۔۔۔۔ قیروان میں جس قدر

ہے، آدھا میری طرف روانہ کر دینا اور آدھا اپنے پاس رکھنا سوسہ سے قیروان کی طرف جاتے ہوئے خیال رکھنا کہ تم کتنے وقت میں وہاں پہنچتے ہو، جس وقت فضل بن یعقوب وہاں سے روانہ ہوا تو اندازہ لگا لینا کہ فضل بن یعقوب کس وقت سوسہ پہنچے گا، بس جو اس کے سوسہ پہنچنے کا وقت ہوگا اسی وقت تم اپنے لشکر کو لے کر قیروان سے نکلتا اور باغی قبائل کے لشکر کے خلاف حرکت میں آنا فضل بن یعقوب سے پوری تفصیل حاصل کرنا کہ دشمن کا علی وقوع کہاں ہے اور صحرا کے کس حصے میں اس وقت دشمن ریشہ دوانیوں میں مصروف ہے۔۔۔۔۔ تم دشمن سے الجھنا نہیں، بس صحرا کے اندر دشمن کے لشکروں کے آس پاس رہنا۔

جس وقت فضل بن یعقوب یہاں پہنچے گا میں اسی وقت اسے صقلیہ کی طرف روانہ کر دوں گا، اس کی روانگی کے بعد میں بھی سوسہ سے کوچ کروں گا۔۔۔۔۔ میں سیدھا باغی قبائل کے نخلستانوں کا رخ کروں گا، ان کے نخلستانوں میں میں تباہی کا وہ کھیل کھیلوں گا کہ ایسا کھیل کبھی ان نخلستانوں کے کینوں نے دیکھا نہ ہوگا۔۔۔۔۔ بوڑھے بچوں اور عورتوں پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا، کسی کا قتل عام نہیں کروں گا۔۔۔۔۔ بس ایک ایسا کھیل کھیلوں گا کہ دشمن زندگی بھر یاد رکھے گا، ان کے کچھ لوگوں کو چھوڑ دوں گا وہ کچھ کو ہانک کر صحرا کے اندر لے جاؤں گا، جن کو چھوڑوں گا ظاہر ہے وہ اپنے لشکر کو جا کر کہیں گے کہ بوفہر نے ان کے نخلستانوں پر حملہ کر دیا ہے اور ان کے مرد و عورتوں کو گرفتار کر کے لے جا رہا ہے۔ یہ خبر سننے ہی باغی قبائل کے سردار اپنے لشکروں کو لے کر اپنے نخلستانوں کا رخ کریں گے، تم بھی ان کے پیچھے پیچھے صحرا کے اندر لگ جانا۔

میں بھٹ گھات میں رہوں گا۔۔۔۔۔ اپنے طلایہ گر صحرا کے اندر پھیلا دوں گا، جب دشمن کے قریب آنے کی خبر ملے گی تب سامنے کی طرف سے میں حملہ آور ہوں گا۔۔۔۔۔ پشت کی طرف سے تم ٹوٹ پڑنا، اس طرح صحرائی حصے میں ہم دونوں بھائی مل کر دشمن کا قلع قمع کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔ ابورافع اگر ہم دونوں ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو یاد رکھنا آنے والے دنوں میں مسلمانوں کے خلاف کوئی بھی بغاوت اٹھنے نہیں پائے گی۔

بوفہر کی اس تجویز سے ابورافع اور محمد بن سندی دونوں نے اتفاق کیا تھا۔۔۔۔۔ پھر اسی شام کھانا کھانے کے بعد بوفہر کے حکم پر ابورافع ایک مسلح دستے کے ساتھ سوسہ سے قیروان کا رخ کر رہا تھا۔



اس وقت میرا جی چاہ رہا ہے کہ کاش ابوفہر ہمارے پاس ہوتا اور میں اس سے صلاح  
شورہ کرتا، لیکن اس نے جو اپنے آپ کو اس وقت سوسہ میں گمنامی کی حالت میں رکھا ہوا ہے  
اس میں بھی ہماری بہتری ہی ہوگی، اس لئے کہ وہ جو کام کرتا ہے کسی بہتر مقصد کے بغیر نہیں  
ہوتا۔

سلطان جب خاموش ہوا تو ابورافع بول پڑا۔

سلطان محترم ابوفہر آپ کی بیماری کی وجہ سے بڑا پریشان تھا، اس نے میری روانگی پر بار  
بار مجھے آپ کی مزاج پرسی کے لئے کہا..... سلطان محترم اس کا ارادہ ہے کہ بار بار ہم باغی قبائل  
کی بغاوت کو فرو کرتے ہیں..... یہ سلسلہ ختم ہونا چاہئے، وہ اب پوری طرح ان کا قلع قمع کرنا  
چاہتا ہے تاکہ آنے والے دنوں میں افریقہ کا کوئی قبیلہ مسلمانوں کے لئے دوسرہ بن سکے۔  
ابورافع جب خاموش ہوا تو ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں سلطان نے کہنا شروع کیا۔

ابورافع ان ساری بری خبروں میں تم نے ایک ایسی خبر بھی کہی ہے جو یقیناً میری خوشی کا  
بٹ ہے اور وہ یہ کہ قسطنطنیہ کی شہزادی کیتھرینا صقلیہ پہنچ چکی ہے اور ابوفہر کو پسند کرتی ہے اور  
اسے ابوفہر کے ساتھ منسوب کیا جا چکا ہے..... کاش حالات ایسے ہوتے کہ میں ابوفہر اور اس کی  
نصوبہ کیتھرینا کو یہاں بلاتا اور انتہائی شان و شوکت سے ان دونوں کی شادی کا اہتمام کرتا۔

سلطان تھوڑی دیر خاموش رہا پھر وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔  
ابورافع تم آج کی شب آرام کرو کل صبح ہی صبح میرا بھتیجا ابراہیم بن عبداللہ کچھ آدمی  
فرار کرے گا جو تمہیں اس جگہ پہنچا دیں گے، جہاں اس وقت صحرا کے اندر فضل بن یعقوب  
اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔

سلطان جب خاموش ہوا تو ابورافع کی طرف دیکھتے ہوئے ابراہیم بن عبداللہ بھی بولی  
پڑا۔

ابورافع میرے بھائی یہ بہتر ہے، میرے خیال میں آج کی شب تم آرام کرو..... کل  
تمہاری روانگی کا اہتمام کروں گا۔

ابورافع نے نورانی فی میں سر ہلادیا، پھر کہنے لگا۔

سلطان محترم میں آرام نہیں کروں گا..... ابوفہر کی طرف سے مجھے جو احکامات ملے ہیں،  
انہیں سخت ہیں..... میں ابھی اسی وقت یہاں سے لشکر کی طرف روانہ ہونا پسند کروں گا اور

ابورافع ایک روز مغرب کی نماز کے بعد قیروان کے قصر کے اس کمرے میں داخل  
ہو رہا تھا، جس میں سلطان زیادۃ اللہ بن ابراہیم اور ان کا بھتیجا اور نئے والی صقلیہ محمد بن  
عبداللہ کا بڑا بھائی ابراہیم بن عبداللہ بیٹھے ہوئے تھے۔

سلطان ایک آرام دہ نشست پر نیم دراز تھا..... قریب ہی ابراہیم بن عبداللہ بیٹھا  
تھا..... ابراہیم بن عبداللہ نے آگے بڑھ کر پرچوں انداز میں ابورافع کا استقبال کیا، اس نے  
گلے ملا..... سلطان نے ابورافع کی آمد پر سیدھا ہو کر بیٹھنا چاہا، لیکن ابورافع آگے بڑھا.....  
سلطان کے دونوں شانے پکڑ کر پہلے والی حالت میں لے گیا..... سلطان سے مصافحہ کیا، پھر  
سامنے بیٹھ گیا..... اس کے بعد پورے حالات اس نے تفصیل کے ساتھ سلطان اور اس کے  
بھتیجے ابراہیم بن عبداللہ سے کہہ دیئے تھے۔

سارے حالات سن کر سلطان اور ان کا بھتیجا دونوں پریشان ہو گئے تھے..... پھر سلطان  
نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابورافع صقلیہ میں ابن سالم کا اس طرح مارا جانا ہمارے لئے ایک بہت بڑا نقصان  
نا قابل برداشت صدمہ ہے..... افریقہ میں اگر باغی سرداروں کی وجہ سے حالات زیادہ خراب  
نہ ہوتے تو میں کبھی بھی ابوفہر کو واپس نہ بلاتا..... ابوفہر کی وہاں سے غیر موجودگی ہی کی وجہ سے  
محمد بن سالم کے ساتھ یہ حادثہ پیش آیا..... اگر ابوفہر وہاں ہوتا تو یقیناً احتیاطی تدابیر اختیار کرتا،  
بہر حال جیسا تم نے بتایا ہے کہ میرے اللہ کو منظور ہوا تو ابوفہر واپس جا کر محمد بن صالح  
قاتلوں سے انتقام ضرور لے گا۔

وہاں پہنچتے ہی فضل بن عبد اللہ کو فارغ کردوں گا تا کہ وہ بھی وقت ضائع کے بغیر سوسہ ابوہر سے ملے، جونہی وہ ابوہر سے ملے گا ابوہر اسے حقلیہ کی طرف روانہ کرتے ہوئے جنوب کی طرف چلا جائے گا۔

اس بار ابراہیم بن عبد اللہ ابورافع کی بات کانٹتے ہوئے بول پڑا۔

لیکن جس لشکر نے سوسہ میں جا کے ابوہر کے تحت کام کرنا ہے، وہ تو یہاں سے رٹ ہو چکا ہے۔

ابورافع مسکرایا اور کہنے لگا۔

اس کے متعلق آپ فکر مند نہ ہوں، وہ لشکر مجھے راستے میں ملا ہے، میرے خیال میں تک وہ لشکر سوسہ پہنچ چکا ہوگا۔ میں تو اس آدھے لشکر کی کمانداری سنبھالنا چاہتا ہوں جو بن یعقوب کے پاس ہے۔ میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا، اس لئے کہ فضل بن یعقوب سوسہ جاتا ہے۔

اس پر ابراہیم بن عبد اللہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، ایک استفہامیہ سی نگاہ اس نے پر ڈالی۔ سلطان نے جب مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تب ابراہیم بن نے ابورافع کو مخاطب کیا۔

ابورافع میرے بھائی اگر ابوہر کی طرف سے تمہیں سخت احکامات ملے ہیں تو بے ساتھ آؤ، بس ابھی اور اسی وقت یہاں سے لشکر گاہ کی طرف تمہاری روانگی کا اہتمام ہوں۔ اس کے ساتھ ہی ابورافع اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ سلطان کے ساتھ از مصافحہ کیا، پھر ابراہیم بن عبد اللہ کے ساتھ وہ قصر کے اس کمرے سے نکل گیا تھا۔

سورج رو پہلی آبشاروں جیسی اپنی کرنیں سینٹا ہوا غروب ہو چکا تھا۔ ٹھنڈے پانی ندیاں کھارے سمندر، سرسبز وادیاں، بوڑھے درختوں کی اونچی شاخیں خوشبودار پودوں۔ سائے، سب اندھیروں کے گہرے جنگل میں کھو گئے تھے۔ پھر آہستہ آہستہ تہاؤں کے کی ردا پھاڑ کر تنہائیوں کی جھیل سے چاند نمودار ہوا اور گنگن پرستاروں کے ساتھ چاند کی سجتے ہی نور کی کرنیں زمین پر اپنی بساط بچھنا شروع کر چکی تھی۔ تاہم چاروں طرف دبا میں کھوئے راستوں، کوہستانوں میں گھاؤں کے مگر اور سوئے نعمات جیسی خاموشی طاری تھی۔

ایسے میں ابوہر سوسہ کے ساحل پر ایک بڑی کشتی میں اپنے چند جانثاروں کے ساتھ بیٹھا عربی خاموشیوں میں کھویا ہوا تھا کہ اچانک وہ چونک پڑا، اس لئے کہ کشتی میں محمد بن سندی داخل ہوا اور اس کے ساتھ فضل بن یعقوب بھی تھا، ابوہر فضل بن یعقوب کو دیکھتے ہی فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، اس کی طرف دیکھتے ہوئے کشتی میں بیٹھے ہوئے دوسرے مسلح جوان بھی کمرے ہو گئے تھے۔

ابوہر آگے بڑھا بازو پھیلاتے ہوئے اس نے فضل بن یعقوب کو اپنے ساتھ لپیٹ لیا تھا، اس کے بعد فضل بن یعقوب نے دوسرے لوگوں سے معافہ کیا۔ ابوہر نے فضل بن یعقوب کو اپنے پاس بٹھا دیا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی، پھر فضل بن یعقوب نے محمد بن سالم کی موت پر ابوہر سے ڈکھ اور رنج کا اظہار کیا، اس کے بعد گفتگو کا آغاز ابوہر نے کیا تھا فضل بن یعقوب میرے بھائی تم بڑے وقت پر پہنچے ہو، اگر تم تھکے ہوئے نہیں ہو تو میں پسند کروں گا کہ ابھی تھوڑی دیر تک تم حقلیہ کی طرف کوچ کر جاؤ اور میں اپنی منزل کی طرف روانہ ہوں گا، اس لئے کہ جس لشکر کے ساتھ میں نے اپنے کام کی ابتداء کرنی ہے وہ چند دن پہلے ہی یہاں پہنچ چکا ہے۔

ابوہر جب خاموش ہوا تو فضل بن یعقوب نے کہنا شروع کیا۔

امیر محترم آپ جانتے ہیں کہ میں حقلیہ میں نووارد ہوں گا، وہاں کام کرنے کا نہ مجھے کوئی تجربہ ہے نہ میں وہاں کے بڑے بڑے شہروں کے محل وقوع سے واقف ہوں۔ آپ تھوڑی سی برک رہنمائی کیجئے، اس کے بعد مجھے وہاں اپنے کام کرنے میں بڑی آسانی رہے گی۔

رات کے پھیلے گہرے سکوت میں ابوہر نے ایک گہری نگاہ اپنے سامنے بیٹھے فضل بن یعقوب پر ڈالی، پھر اس نے اختصار کے ساتھ حقلیہ کے سارے حالات کے علاوہ شہروں کے محل وقوع اور جہاں جہاں اپنے لشکر تھے، تفصیل فضل بن یعقوب سے کہہ دی تھی۔

ابوہر جب خاموش ہوا تو فضل بن یعقوب بول پڑا۔

امیر محترم جو کچھ محمد بن سالم کے ساتھ پیش آیا وہ اس کے لئے تو ایک ناگہانی حادثہ تھا، میں ہمارے لشکر کا بڑا نقصان ہوا، وہاں پہنچنے کے بعد میں کوشش کروں گا کہ ہمارے لشکر میں ہر کوئی ایسا حادثہ پیش نہ آئے جہاں تک آپ کا یہ کہنا ہے کہ میں وہاں پہنچ کر اپنے طلایہ گروں سے زریعہ قسطنطنیہ سے آنے والے تین قاتلوں کے علاوہ ہمارے لشکر سے نکل کر دغس کے

جرنیل ٹرانسلو کے پاس جانے والوں پر بھی نظر رکھوں تو آپ بالکل بے فکر ہیں۔ میرے پر گہری نگاہ رکھوں گا اور جب آپ واپس افریقہ سے حقلیہ آئیں گے تو میرے خداوند کو بتا دیں گے کہ آپ کے لئے بہتر اطلاعات فراہم کروں گا۔

فضل بن یعقوب جب خاموش ہوا تو ابوہریر نے پھر کہنا شروع کیا۔

فضل میرے بھائی یہاں سے روانہ ہونے کے بعد سیدھا بلرم کا رخ کرنا وہاں جہ سلیمان بن عافیہ ملے گا، وہ میری غیر موجودگی میں رونما ہونے والے سارے حالات تمہیں آگاہ کرے گا جو قاصد محمد بن صالح کی موت کی خبر لے کر آئے تھے ان کے ذریعے یہ تو پتا چل گیا تھا کہ محمد بن صالح نے حقلیہ کے مشرقی ساحل کے بڑے شہر طبرق کے آس پاس کے علاقوں کو بھی فتح کر لیا تھا۔ انہوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ قسریانہ شہر کے با بن عبد اللہ نے کئی بار دشمن کو بدترین شکستیں دیں اور دشمن کی طاقت کو کچل کے رکھ دیا، حقلیہ میں سرقوسہ واحد شہر رہتا ہے جہاں رومنوں کی ایک بڑی جمعیت ہے وہاں انہوں اپنی طاقت اور قوت کا مرکز بنا رکھا ہے۔

فضل بن یعقوب بلرم پہنچ کر تم سلیمان بن عافیہ اور محمد بن عبد اللہ سے صلاح مشورہ پھر جو فیصلہ وہ دونوں مل کر کریں گے وہی آخری ہوگا، میرا مشورہ یہی ہے تم دونوں کو مل کر سرقوسہ کو اپنا ہدف بنانا چاہئے، اس طرح حقلیہ کے اندر ہم دشمن کی ساری قوت اور طاقت یکسر مٹا کر رکھ سکتے ہیں۔

ابوہریر جب خاموش ہوا تو مسکراتے ہوئے فضل بن یعقوب بول پڑا۔

امیر میں آپ کو نسبت ملے ہونے پر بھی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ ہماری کیتھرینا کی خوش قسمتی ہے کہ اسے آپ کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی بھی خوش بختی ہے کہ کیتھرینا جیسی زندگی کی ساتھی آپ کو میرا آ رہی ہے۔ جب تک افریقہ میں ہیں آپ بے فکر رہیں، میں اپنی بہن اور اس کی ماں کا بہترین خیال رکھوں گا۔ ابوہریر جواب میں کچھ نہ بولا، اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، اس کی طرف دیکھتے ہوئے بن یعقوب، محمد بن سندی اور دیگر لوگ بھی کھڑے ہو گئے تھے۔ سب کشتیوں سے ساحل پر آئے، پھر ابوہریر نے فضل بن یعقوب کے شانے پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگا۔

ابن یعقوب میں تمہیں الوداع کہتا ہوں، میں تھوڑی دیر تک اپنے لشکر کے ساتھ

کوچ کروں گا۔ محمد بن سندی اپنے بحری بیڑے کے ساتھ یہیں قیام کرے گا۔ ہر حال چند تیز رفتار کشتیوں کے ذریعے جن میں تمہارے ساتھ محافظ بھی ہوں گے، یہ ابھی اور بہت حقلیہ کی طرف تمہاری روانگی کا اہتمام کر دے گا، اس کے ساتھ ہی فضل بن یعقوب اور محمد بن سندی کے علاوہ دیگر لوگوں سے مکمل کر ابوہریر علیحدہ ہو گیا تھا، پھر تھوڑی دیر بعد فضل بن یعقوب چند کشتیوں کے ساتھ حقلیہ کی طرف روانہ ہو گیا تھا، جبکہ ابوہریر اپنے لشکر کے ساتھ پہاڑی رازداری کے ساتھ جنوبی صحرا کے اندر آمدھی اور طوفان کی طرح سفر کر رہا تھا۔

☆

سارا عالم رات کی سحر خیزیوں میں ڈوبا ہوا تھا، چہروں کی لومنزوں کی آگ، آگہی کی مدد کے اس پار نیند کی جنوں آمیز یوں کے ہم رکاب تھی، بوندوں میں بہہ جانے والے اور رات سے کٹ جانے والے بے ضرر لمبے صحرا کے اندر چلتی تیز ہواؤں کے سامنے ایک جگہ سے دوسری جگہ دھکے کھاتے پھرتے تھے، وقت تاریخ کی لوحوں پر آیات نو لکھنے کی تیاری کر چکا تھا آسمان پر قانون فطرت کی روایتوں کے پابند ستارے اپنے دامن میں حروف تہذیب طغیانی کے نشان اور اپنے دل میں یادوں کے فانوس روشن کئے خاموشیوں کی گفتگو میں روشنی سے روشنیوں کا سلسلہ ملاتے ہوئے ویران گلیوں میں جھانکنے والے رات کے سرگرداں لبوں کی طرح اپنی منزلوں کی طرف رواں دواں تھے۔

ابوہریر اپنے لشکر کے ساتھ ویران و سنان صحرا میں سماعت اور بصارت کی دہلیزیوں اور آسمان کی آندھیوں، آرزوؤں کے صنم خانوں میں لبو کی شبنم پینے والے خوف اور دہشت کے طوفانوں اور رنج و الم کی دہشت کی طرح مسافروں کو اپنے سامنے سمیٹا ہوا باغی قبائل کے قسطنطنیہ کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔

جس وقت سورج مشرق سے دھرتی کے ننگے پنڈے سے تانک جھانک کر رہا تھا۔ ابوہریر اپنے لشکر کے ساتھ باغی قبائل کے نخلستانوں میں داخل ہوا، نخلستانوں کے لوگ ابھی نیند میں تھے، ابوہریر نے ان کے ابر سے نزول کرنے والے قضا کے حروف و صوت، کسی انسان کی اور زمین یا تہہ خاک سے اچانک نکلنے والے عناصر کی طرح ان پر وارد ہوا، اپنے شانے والے ہر مسلح جوان کو اس نے کاٹتے ہوئے نخلستانوں کے اندر ہاتھوں کی دھیمی دھیمی اور کانٹوں کی طیلسمان کی طرح پھیلنا شروع کر دیا تھا۔

یادوں کو یہ اطلاع دی کہ ابوفہر ان کی غیر موجودگی میں ان کے نخلستانوں پر وارد ہوا، سارے  
سرخ چٹانوں کو اس نے تہہ تیغ کر دیا ہے اور سارے نخلستانوں کی عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو  
بند بواہ قیروان کی طرف روانہ ہوا ہے۔

اس خبر نے باشمیل ہی نہیں دوسرے سرداروں اور ان کے بیٹوں کے علاوہ سارے  
قربوں کے پاؤں تلے سے زمین کھینچ کر رکھ دی تھی، وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ابوفہر صحرا  
کے اندر ایک لمبا چکر کاٹتے ہوئے ان کے نخلستانوں پر وارد ہوگا اور ان کے مخبر انہیں اطلاع  
نہ دیں گے، بہر حال اس خبر نے باغی سرداروں کو ہلا کر رکھ دیا۔ صحرا کا وہ حصہ انہوں  
نے بڑی تیزی سے چھوڑا اور اپنے نخلستانوں کی طرف تیز گولوں کی طرح بڑھے تھے۔

ابورافع چونکہ اپنے طلائے گروں کے ساتھ ان پر نگاہ رکھے ہوئے تھا، لہذا جونہی باغی  
سردار اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آئے اور انہوں نے اپنے نخلستانوں کا رخ کیا، ابورافع  
بھی اپنے کام کی ابتداء کرتے ہوئے اپنے لشکر کے ساتھ باغی سرداروں کے لشکر کے تعاقب  
میں لگا گیا تھا۔ باغی سردار بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ اپنے لشکر کے ساتھ اپنے  
نخلستانوں کا رخ کر رہے تھے، دوسری جانب ابوفہر بھی بڑا محتاط تھا، اس نے سارے نخلستانوں  
کی عورتوں، مردوں، بچوں، بوڑھوں کو نخلستانوں کے قریب ہی ایک جگہ جمع کر دیا تھا۔ وہ  
انہیں ڈر نہیں لے کر گیا تھا، بلکہ نزدیک ہی ایک جگہ جمع کرنے کے بعد خود اپنے لشکر کے  
ساتھ نخلستانوں کے قریب ہی گھات لگا گیا تھا۔

اب صورت حال یہ تھی کہ آندھی اور طوفان کی طرح باغی سردار اپنے لشکر کے ساتھ اپنے  
نخلستانوں کی طرف بڑھ رہے تھے اور انہی کی طرح ابورافع صحرا کے اندر ان کے پیچھے لگا ہوا  
تھا۔ جونہی باغی سردار اپنے لشکر کے ساتھ نخلستانوں کے قریب آئے، تب ابوفہر اپنی گھات  
کھلا، ان کی راہ روک کر کھڑا ہوا پھر ان پر وہ قصر تم کو مسمار کرتے سمندر کے تلاطم جبر و الم  
ن غلامتوں کو برباد کر دینے والے انسانی عظمتوں کے افکار سیاہ بختیوں کے عناصر اور  
ہشمتوں کے ہمزاد کو اپنے سامنے زیر کرنے کے علاوہ افق کے سندوری کناروں تک پہنچا  
دینے والی طلسم کی رواں موجوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

باغی سردار اور ان کے لشکر کی اس اچانک حملہ کی قطعاً اُمید نہیں رکھتے تھے، وہ تو یہ سوچ  
رہے تھے کہ وہ پہلے اپنے نخلستانوں کا رخ کریں گے، وہاں سے نکلنے کے بعد وہ ابوفہر اور اس

نخلستانوں کے اندر ان کی حفاظت کے لئے جو مسلح دستے تھے، انہوں نے ابوفہر کی راہ  
روکنے کی کوشش کی لیکن انہیں ناکامی ہوئی، اس لئے کہ وقت کے آگے چلنے والے جھگڑوں اور  
یادوں کے اُجالوں کو ادھیڑ دینے والے جنگی عقاب کی طرح ابوفہر ان پر چھاتا چلا گیا اور انہیں  
پیچھے دھکیلتا چلا گیا تھا۔ نخلستانوں کے مسلح جوان محسوس کر رہے تھے، جیسے گھنے آسمان سے ان  
کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر ان کے دروازوں پر تالے لگا کر قضا و قدر کے عناصر نے ان کے  
لئے انہی کی انگلیاں لہو میں ڈبو کر ان کی انا کے بت توڑنے کا سلسلہ شروع کر دیا ہو۔

نخلستانوں کے مسلح دستے ابوفہر کے سامنے مزاحمت نہ کر سکے۔ عورتوں، بوڑھوں،  
بچوں اور ہتھیار نہ اٹھانے والوں سے ابوفہر نے کوئی مزاحمت نہیں کی، نہ ان پر حملہ کیا نہ کسی کے  
گھر کو برباد کیا، نہ کسی بستی کو آگ لگائی، نہ نخلستانوں کے پھل دار درختوں کو نقصان پہنچایا گیا،  
نہ کھیتیاں روندی گئیں، جو بھی مسلح جوان مزاحمت کی خاطر سامنے آیا اسے کاٹنا چلا گیا اور نخلستان  
کی عورتوں، بچوں، بوڑھوں کو ایک جگہ جمع کرتا چلا گیا۔

ایک نخلستان کے لوگوں کو دوسرے نخلستان کی طرز پر دوسرے نخلستان کے مکینوں کو  
تیسرے نخلستان اور تیسرے نخلستان کے لوگوں کو چوتھے نخلستان کی طرف ہانکتا چلا گیا تھا، اس  
طرح صحرا کے اندر ان سے نخلستانوں کے مرد عورتوں، بچوں، بوڑھوں کو ایک جگہ جمع کر دیا،  
ساتھ ہی اس کے لشکر کی اس کے کہنے پر بلند آوازوں میں یہ تاثر دے رہے تھے کہ وہ ان  
نخلستانوں کے مکینوں کو ہائب کر قیروان کی طرف لے جائیں گے، دراصل ابوفہر ایسا اس لئے  
کر رہا تھا تاکہ اس کے ہاتھوں بچ جانے والے جا کے صحرا کے اندر اپنے سردار کو صورت حال  
سے آگاہ کریں اور وہ سردار پلٹ کر اپنے نخلستانوں کا رخ کریں، تاکہ وہ اپنی مہم کے دوسرے  
پہلو کی ابتداء کر سکے۔

اور ایسا ہی ہو، اس لئے کہ کھلے وسیع اور ویران صحرا کے اندر ابورافع باغی سرداروں سے  
ذرا دور اور فاصلے پر رہتے ہوئے ان پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ ان کی نقل و حرکت پر کڑی نگرانی  
تھی، اس کے طلائے گروں کے مخبر لگاتار دشمن کی ایک ایک نقل و حرکت کو اپنی نگاہ میں رکھ  
ہوئے تھے۔

جب ابوفہر قضا اور مرگ کا پیغامبر بن کر ان کے نخلستانوں پر وارد ہوا، تب وہ لوگ جو  
مرنے سے بچ نکلے وہ اپنے لشکر کی طرف بھاگے، صحرا میں انہوں نے باشمیل اور دوسرے

کے لشکریوں کا تعاقب کریں گے جو ان کے اہل و اہلیال کو ان کے نخلستانوں سے نکال  
قبردان کی طرف لے جا رہا ہوگا، لیکن یہاں معاملہ ان کی سوچوں کے اُلٹ ہو گیا تھا اور پھر ان  
پر دوسری ضرب اس وقت پڑی جب ابوہریرہ کے حملہ آور ہونے کے ساتھ ہی پشت کی جانب سے  
ابو رافع بھی اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور اپنی فتح کے گیت گاتے شکست و ریخت کے  
قاصد، ہر شے کی سانسوں پر زہر آلود تشدد کے نشان چھوڑ دینے والی خونی انقلاب کی کرنٹوں  
اور آگ بھڑکاتی ہواؤں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

اس دو طرفہ حملے نے باغی سرداروں اور ان کے لشکریوں کے سارے دم غم نکال کر رکھ  
دیئے تھے..... صحرا کے اندر گھمسان کارن پڑا باغی سرداروں نے اپنی طرف سے پوری کوشش  
کی کہ کسی نہ کسی طرح دائیں بائیں سے ہو کر جنگ کا رخ بدلیں، کوئی نیا پینٹرالیس اور سب  
انداز سے دشمن پر حملہ آور ہو کر انہیں اپنے نخلستانوں سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیں، لیکن  
ان کی ہر کوشش ان کا ہر جتن ناکام رہا، سامنے کی طرف سے ابوہریرہ اور پشت کی طرف سے ابو  
رافع نے بڑی تیزی سے ان کا قتل عام کرتے ہوئے ان کی تعداد کو کم کرنا شروع کر دیا تھا۔  
لحمہ بہ لحمہ باغیوں کی حالت ابوہریرہ اور ابو رافع کے سامنے جنگوں میں کھوئی آوازوں،  
فاختاؤں کے اُجڑے بسیروں، کتاب نحوست کی بدترین فالوں اور بددعا کے لئے اٹھے بے مہر  
ہاتھوں جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

باغی سرداروں اور ان کے بیٹوں نے جب دیکھا کہ ان کے لشکر کی ایک بڑی تعداد کو ابوہریرہ  
اور ابو رافع نے تہ تیغ کر دیا ہے اور ان کی کل تعداد ابو رافع اور ابوہریرہ کے لشکر سے آدمی بھی نہیں  
رہی، تب انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور جنگ بند کر کے صلح کے متنبی ہوئے۔

ابوہریرہ نے جب دیکھا کہ دشمن نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں، تب اس نے بھی جنگ روک  
دی اور ابو رافع کو بھی ایسا کرنے کا حکم دیا..... ان کی آن میں جنگ رُک گئی، پھر باغی سرداروں  
اور ان کے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے ابوہریرہ بلند آواز میں بولا تھا۔

اگر تم امن اور صلح کے خواہاں ہو تو اپنے ہتھیار ایک جگہ ڈھیر کر دو اور پھر ہتھیاروں سے  
ہٹ کر دائیں جانب کھڑے ہو جاؤ۔

ابوہریرہ کا یہ حکم ملنا تھا کہ باغی سرداروں کے کہنے پر ان کے لشکریوں نے سارے ہتھیار  
ایک جگہ ڈھیر کر دیئے..... پھر کیا باغی سردار اور کیا ان کے بیٹے اور ان کے لشکری ہتھیاروں

کے دائیں جانب ابوہریرہ کے حکم کے مطابق کھڑے ہو گئے تھے۔  
تب ابوہریرہ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، شاید یہ اس کی کامیابی، اس کی کامرانی اور  
عقلمندی کی مسکراہٹ تھی..... کچھ دیر تک وہ بڑے غور سے باغی قبائل کے سرداروں اور ان  
کے لشکریوں کی طرف دیکھتا رہا، پھر اپنے قریب ہی کھڑے ابو رافع کو مخاطب کرتے ہوئے وہ  
کہہ رہا تھا۔

ابو رافع شاید ان صحراؤں کے اندر قدرت تیرا اور میرا بھرپور ساتھ دے رہی ہے، اس  
مذاق و قدوس کا صد شکر اور احسان ہے کہ اس نے مجھے اور تمہیں تو فیق دی کہ ہم ان باغیوں  
پر غالب رہیں، ان کی طرف غور سے دیکھو، یہ وہی باغی قبائل ہیں جو ایک عرصے سے ہم  
مسلمانوں کے لئے وبال جان بنے ہوئے تھے، جب انہیں موقع ملتا مسلمان بستیوں پر چڑھ  
دڑتے اور اپنی جانیں بچا کر ان نخلستانوں میں پناہ لے لیتے تھے، آج یہ ہمارے سامنے  
مرگئے ہیں۔

یہاں تک کہتے کہتے ابوہریرہ رُک گیا، کچھ سوچا اس کے بعد وہ ابو رافع کو مخاطب کرتے  
ہوئے کہہ رہا تھا۔

ابو رافع میرے بھائی باغی قبائل کے سردار اور ان کے بیٹوں کو ایک طرف کر دو، ان کے  
بچے ہوئے لشکر کی جن کی تعداد اب تھوڑی رہ گئی ہے، انہیں اپنے ہتھیاروں سے اور پیچھے  
نکالنے کے ارادہ رکھتا ہوں تیرا انداز کھڑے کر دو، جب ایسا کر چلو تب باغی سرداروں اور ان  
کے بیٹوں کو لے کر میرے پاس آؤ۔

ابوہریرہ کا یہ حکم ملتا ہی ابو رافع کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی، فوراً وہ حرکت  
نہ لیا، باغی لشکریوں کے ارادہ رکھتا ہوں تیرا انداز کھڑے کر دیئے تھے، پھر چند مسلح جوانوں  
کے ساتھ باغی سرداروں اور ان کے بیٹوں کو مائتک ہوا وہ ابوہریرہ کے پاس لے آیا تھا۔

ابوہریرہ نے دیر تک ان سب باغی سرداروں اور ان کے بیٹوں کو دیکھتا ہوا پھر اس کی نگاہیں  
سے سردار ہاشمیل کے چہرے پر جم گئی تھیں۔ ہاشمیل کی گردن جھکی ہوئی تھی، کچھ دیر کے  
بعد ابوہریرہ نے ہاشمیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ہاشمیل! ہم مسلمان رنگ و نسل اور وطن کے جاذو سے بے اثر ہو کر اپنے گداز سینوں  
میں انوثہ کی رشتہ دار شہزادہاؤں، دل میں انسانی چاہتیں لئے نہیں امن کی دعوت دیتے

رہے، تمہیں اپنے لبو کے رشتے میں پرونے کی چاہ کا اظہار کرتے رہے، لیکن تو نے ہمیشہ ہمارے اس پیشکش کو ہماری کمزوری جانا اور دھوپ کے تیکھے تیور اور جبری گرم آغوش میں جاستے لحوں کی طرح ہم سے دور بھاگتا رہا۔

باشمیل تو اپنی تخلیق کی پرکھ کو بھول گیا..... تعمیر کی لگن اور نیک عمل کی خواہش اور فخر کی ہر سعی اور آزمائش سے دور بھاگتا رہا..... اب ذرا اپنی حالت کا جائزہ لے تو کیسے بے سروسامانی کے مسافر، زندگی کی ناقص آرزوؤں اور سروں کا بوجھ اٹھائے بے کار جدوجہد کی طرح میرے سامنے بے بس اور لاچار کھڑا ہے۔

باشمیل میں نے تمہیں کئی بار سمجھایا، لیکن تو نفرت پرستی کے طوفان اوڑھ کر نازک ترین اجسامات پر پرواز کرتا رہا، دیکھ باشمیل صفحہ قرطاس پر قلم چلتا ہے تو وہ خود کچھ نہیں لکھتا، لکھنے والا چاہے تو اس پر زرد صحراؤں کی کوکھ کی کہانیاں خزاں کے تسلسل کی داستانیں لکھ دے، چاہے تو جہان مہتاب اور مسکراتے تصورات جیسی روداد اس پر رقم کر دے..... ان سارے فکاہ کی باگ دور تیرے ہاتھ میں تھی تو چاہتا تو انہیں نیکی اور خیر کے راستے پر لگا سکتا تھا، پھر تو نے انہیں بھڑکا کر گمراہی کی دلدل کا راستہ دکھایا، اب ذرا اپنا انجام دیکھ تو کیسے بے لفظ نفلے جس کی دیوار اپنے مفہوم سے نا آشنا جملوں کی طرح میرے سامنے بے بس کھڑا ہوا ہے۔

باشمیل کچھ نہ بولا، بس گردن جھکائے زمین کی طرف دیکھتا رہا..... ابوفہر کچھ دیر مزید اس کا جائزہ لیتا رہا، پھر نجانے اسے کیا سوچھی، ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار کو بے نیام کیا..... تلوار کا نیام سے باہر آتا تھا کہ باشمیل کے علاوہ دوسرے سردار اور ان کے بیٹے چونک کر اس طرف دیکھنے لگے تھے، اس موقع پر باشمیل بول پڑا۔

مسلمانوں کے سالار اعلیٰ میں ایک بار پھر تم سے التماس کرتا ہوں کہ ہماری غلطیوں سے درگزر کر کے ہمیں معاف کر دیا جائے۔

باشمیل یہیں تک کہنے پایا تھا کہ بے پناہ غصے اور خفگی کا اظہار کرتے ہوئے ابوفہر بول پڑا۔ کیسے تجھ وحشی انسان کو معاف کر دوں، پہلے کتنی بار تم معافی مانگ چکے ہو..... میرے ساتھ وعدہ کر چکے ہو کہ آئندہ تم مسلمانوں کے خلاف حرکت میں نہیں آؤ گے، پچھلی بار جب تم اسیر ہو کر میرے سامنے پیش کئے گئے تو میں نے تمہیں کہا تھا کہ آئندہ نہ کوئی میرے ساتھ وعدہ خلافی کرنا اور نہ مسلمانوں کے خلاف کوئی بغاوت کھڑی کرنا، میں نے تمہیں یہ بھی تنبیہ کی تھی

میں تمہیں دوبار معاف کر چکا ہوں..... تیسری بار اگر میرے خلاف بغاوت کھڑی کر دو گے تو تمہاری گردن کاٹنے میں تاخیر سے کام نہیں لوں گا۔

باشمیل تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ اور بننے بگڑنے والا گھروندہ اور ہر شب سونی بخر مرنے کے نئے خواب دیکھنے والا ایک وحشی انسان ہے تو اپنے اور دوسرے قبیلے کے لوگوں کو بولی آس کی چھتری تلے نئی زندگی کے رشتوں کے خواب دکھاتا رہا۔

باشمیل گوگناہ کا سب سے بڑا شاہد میرا خدا ہے، لیکن اس صحرا کا ہر خورہ اس صحرا کا ہر نشان اور یہاں کا رہنے والا ہر باسی تیرے گناہوں سے خوب واقف ہے تو ہمیشہ وقت کی زلی گرد میں بھیڑیوں کی آنکھوں سی وحشت اور تلخ حقیقتوں کے زخم دیتا رہا..... فضاؤں کے آنے پر اور وقت کی رفتار میں تو وحشت ہی وحشت پھیلاتا رہا تو زمین سے لاشیں اگانے والا رشت انسان ہے جو ہمیشہ خیر کی حدتوں سے بھاگتا رہا..... گناہوں کی تمازتوں کو گلے لگاتا رہا۔

ابوفہر کو خاموش ہو جانا پڑا، اس لئے کہ اچانک باشمیل آگے بڑھا، نیچے جھکا اور ابوفہر کے سامنے پاؤں پکڑ لئے تھے۔

اس کی اس حرکت پر ابوفہر اور زیادہ سنج پا ہو گیا تھا، اسے پکڑ کر اوپر نہیں اٹھایا بلکہ زور کے ساتھ پاؤں کی ٹھوک ماری کہ باشمیل گیند کی طرح لڑھکتا ہوا باشمیل دور جا کر اٹھا، شہر بھری آواز میں ابوفہر نے پھر اسے مخاطب کیا۔

اب تو لاکھ بار معافی مانگے پر میں تجھے معاف نہیں کروں گا، اب وہ وقت آ گیا ہے کہ نئی زندگی میں جدائی کی کوئی شام وصال کی کوئی صبح واپسی کی گرد کا کوئی سفر اور دھواں دھواں فلاب تک نہ رہنے دوں گا..... ظالم ذرا اپنے ماضی کو دیکھ تو مسلمانوں کے خلاف کبھی الزام کی صورت، کبھی دشنام کی صورت آتا رہا..... پھر بھی تو کہتا ہے کہ میں تجھے معاف کر دوں، ہرگز نہیں اب میں تیرے مقدر کے مے خانے میں کوئی پیازی شراب کا چھلکتا جام نہیں رہنے دوں..... تیرے قصر آرام و نشاط میں جہالت کا کوئی موضوع نہیں بچنے دوں گا، اب تو اپنی موت کو مٹنے دیکھ کر لرزاں کیوں ہے..... ڈرتا کیوں ہے، یاد رکھ موت ہی زندگی کا سبب ہے تو اس وقت کہاں تھا جب اپنے عصر کی بدترین روح بن کر تو اپنے سیاہ گھناؤنے عزائم لئے لوگوں کے نادل پر ستم کے حروف لکھتا رہا..... بے گناہوں کی پلکیوں پر آنسوؤں کے گوہر سجاتا رہا،



والے دور میں مسلمانوں کے خلاف مسلح ہو کر بغاوت مت کھڑی کرنا..... اگر تم ان نخلستانوں میں امن اور چین کے ساتھ رہو گے تو ہم تمہارے ساتھ پورا پورا تعاون کریں گے، اب تم لوگ اپنے نخلستانوں کو جاسکتے ہو۔

وہ لوگ جنہیں یہ خدشہ تھا کہ ان کا خاتمہ کر دیا جائے گا، جب انہیں اجازت دے دی گئی ان میں کچھ خوشی کے نعرے بلند کرنے لگے، پھر وہ سب اپنے اپنے نخلستانوں کا رخ کر رہے تھے، جبکہ ابوفہر اور ابورافع بھی اپنے لشکر کو لے کر بڑی برق رفتاری سے قیروان کی طرف کوچ کر گئے تھے۔



لوگوں سے بڑھاپے کی آنے والی شام اور نئی ایک سے بچنے کے قرب کی گرمی تک چھینٹا رہا۔ اس وقت کہاں تھا تو اس وقت تجھے خیال یوں نہ آیا، اس وقت تو نے اپنے سیاہ ماضی پر غم نہ نگاہ دوڑائی اور مسلمانوں کے سامنے ہتھیار ڈال کر امن اور آتش کا اظہار کیوں نہ کیا، اب وہ وقت جسے تم استعمال کرنا چاہتے ہو، گزر چکا ہے..... سے نے تمہیں بہت سے مواقع دیئے کہ ان سے فائدہ اٹھا کر ان صحراؤں میں تم پر سکون زندگی بسر کر سکو، پر تو نے ایسے ہر وقت ہر سے ہر ساعت کو ضائع کیا۔

اس سے آگے ابوفہر نے کچھ بھی نہ کہا، اچانک وہ ٹک گیا تھا..... شاید اسے کوئی خیال گزرا، ابورافع کے کان میں سرگوشی کی، ساتھ ہی اس کی اپنی تلوار کے دستے پر گرفت خن ہو گئی تھی..... ابورافع سے بٹنے کے بعد اچانک ابوفہر حرکت میں آیا اور تینوں سرداروں کے علاوہ ان کے بیٹوں کی گردنیں کاٹا چلا گیا تھا، اسی وقت اپنے لشکریوں کو ابورافع نے اشارہ کیا جس پر انہوں نے تیز تیر اندازی کی اور جس قدر باغی لشکری اسیر ہوئے ان کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔

اپنے لشکر کے ساتھ ابوفہر اور ابورافع نے وہاں قیام نہیں کیا، بلکہ کوچ کیا..... ابوفہر نے سیدھا اس سمت کا رخ کیا جہاں اس نے نخلستانوں کے بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور ان بے ضرر جوانوں کو ایک جگہ جمع کیا تھا جنہوں نے ہتھیار نہیں اٹھائے تھے، ان کے قریب آکر اپنے لشکر کو ابوفہر نے روک دیا، وہ لوگ بے چین اور پریشان ہو گئے تھے..... کچھ واہلا کرنے لگے تھے..... شاید انہیں یہ خیال گزرا تھا کہ مسلمان سپہ سالار ان کے قتل کا حکم دے دے گا۔

اپنے لشکر کو روکنے کے بعد ابوفہر نے انہیں بلند آواز میں مخاطب کرتے ہوئے کہا شرمناک کیا۔

میں تم لوگوں سے معذرت خواہ ہوں کہ میں تمہیں تمہارے نخلستانوں سے نکال کر ادھر لایا، دراصل اس طرح میں چند باغی عناصر کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا..... سو وہ میں کر چکا ہوں، اب تم لوگوں کو اجازت ہے، اپنے اپنے نخلستانوں میں جا کے پر سکون زندگی بسر کرو اور میں تم پر بھی واضح کر دوں کہ میں نے تمہارے سارے نخلستانوں کے سرداروں کا خاتمہ کر دیا ہے، ان کے ساتھ جو باغی لشکری تھے وہ بھی موت کے گھاٹ اتارے جا چکے ہیں..... میں یہاں سے کوچ کروں گا اور یہاں سے کوچ کرتے وقت تم لوگوں کو نصیحت کروں گا کہ کبھی بھی آنے

پچھیں کہ آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتائیں۔  
کیسے تھرینا پھر بول پڑی۔

آپ اندر آکر بیٹھیں تو سہی، پھر بتاؤں گی کہ ہمیں کیا چاہئے۔

محمد بن عبد اللہ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی..... سوالیہ سے انداز میں اس نے باری باری سلیمان بن عافیہ اور سعد بن مسلم کی طرف دیکھا، کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ان کی پشت پر چند گھوڑے سوار نمودار ہوئے..... محمد بن عبد اللہ اور سلیمان بن عافیہ نے جب مڑ کر دیکھا تو دونوں دنگ رہ گئے، اس لئے کہ جو سوار آرہے تھے ان کے آگے آگے نیا سپہ سالار اعلیٰ فضل بن یعقوب تھا۔

محمد بن عبد اللہ اور سلیمان بن عافیہ کو دیکھتے ہوئے قریب آکر فضل بن یعقوب اپنے گھوڑے سے اتر گیا، بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے محمد بن عبد اللہ اور سلیمان بن عافیہ بھی آگے بڑھے اور باری باری فضل بن یعقوب سے بغلگیر ہو رہے تھے، اس موقع پر کیتھرینا نے اور یس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ماموں آنے والا کوئی اہم شخص ہے، جس سے سلیمان بن عافیہ اور محمد بن عبد اللہ اس قدر جوش و خروش اور احترام کے ساتھ گلے مل رہے ہیں۔

اور یس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، کیتھرینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔  
بیٹی ابھی پتا چل جاتا ہے کہ آنے والا کون ہے۔

محمد بن عبد اللہ سعد بن مسلم اور سلیمان بن عافیہ پھر مڑے، فضل بن یعقوب بھی ان کے ساتھ تھا..... فضل بن یعقوب کے ساتھ جو سوار آئے تھے وہ لوٹ گئے تھے..... دروازے پر آکر سب کو مخاطب کرتے ہوئے محمد بن عبد اللہ کہنے لگا۔

یہ فضل بن یعقوب ہیں، ان کا نام آپ لوگوں نے سن رکھا ہوگا..... محمد بن سالم کی جگہ ہاضقہ میں نئے سپہ سالار اعلیٰ مقرر ہوئے ہیں، انہیں ابو فہر نے صقلیہ کی طرف روانہ کیا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن عبد اللہ خاموش ہو گیا..... پھر سب کا ایک دوسرے سے اس نے تعارف کروایا، اس کے بعد اور یس کے کہنے پر سب اس حویلی کے دیوان خانے میں بیٹھ گئے تھے۔

محمد بن سالم کے قتل ہونے کے بعد اس کے چھوٹے سالار لشکر کو بلرم لے آئے تھے، ادھر نیا والی صقلیہ بھی اپنی قصریانہ مہم سے فارغ ہو کر بلرم پہنچ چکا تھا، انہیں اب سلطان یا ابو فہر سے نئی پیش آنے والی صورت حال کے متعلق نئی حکمت عملی کا انتظار تھا، ایک روز محمد بن عبد اللہ سلیمان بن عافیہ اور سعد بن مسلم اس حویلی کے صدر دروازے پر مائے جس میں کیتھرینا، تھیورہ، لیونا، بلارس اور اور یس کا قیام تھا..... دروازے پر کھڑے ہو کر محمد بن عبد اللہ نے کچھ سوچا پھر اس نے دروازے پر دستک دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا، دروازہ کھولنے والا اور یس تھا..... محمد بن عبد اللہ سلیمان بن عافیہ اور سعد بن مسلم کو وہاں دیکھتے ہوئے اس کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی، دروازہ اس نے پورا کھول دیا پھر کہنے لگا۔

آپ اندر تشریف لائیں۔

اس پر محمد بن عبد اللہ کہنے لگا۔

اور یس میرے محترم آپ کا شکریہ ہم بیٹھیں گے نہیں۔

محمد بن عبد اللہ کو کہتے کہتے رک جانا پڑا، اس لئے کہ اور یس کے پیچھے کیتھرینا، لیونا اور بلارس بھی آن کھڑی ہوئی تھیں، کیتھرینا فوراً بول پڑی۔

ابن عبد اللہ میرے بھائی آپ اندر آئیں، باہر کیوں کھڑے ہو گئے..... اس پر محمد بن عبد اللہ پھر بول پڑا۔

میری بہن دراصل میں سلیمان بن عافیہ اور سعد بن مسلم اس غرض سے آئے تھے کہ آپ

ہوتا ہے۔

ان الفاظ پر سلطان چونکا، تیز نگاہوں سے اپنے چوہدار کی طرف دیکھا اور بول اٹھا۔  
اسے فوراً اندر لاؤ تاکہ میں جانوں میرے بیٹے ابوہریرہ نے کیا پیغام بھجوایا ہے اور وہ اپنی  
ہم میں کہاں تک گیا ہے۔

چوہدار باہر نکل گیا، تھوڑی دیر بعد آنے والے مخبر کو اپنے ساتھ لے کر آیا، اس نے آتے  
ن سلطان کو تعظیم دی..... سلطان کچھ پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی آنے والا بول  
ڈال۔

سلطان محترم میں ایک اچھی خبر لے آیا ہوں، امیر ابوہریرہ اور ابو رافع دونوں نے باغی قبائل  
کامل طور پر خاتمہ کر دیا ہے، اس کے بعد آنے والے مخبر نے باغیوں سے ٹکراؤ کی پوری  
تفصیل سلطان اور اس کی سلطنت کے عمائدین سے کہہ دی تھی۔

یہ خبر سن کر سلطان تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا، پھر اپنے چوہدار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔  
اس مخبر نے ایسی خبر دی ہے جس نے میری زندگی میں خوشیاں بکھیر دی ہیں، اسے اپنے  
ہاتھ لے کر جاؤ اسے بہترین انعام و اکرام سے نوازو اور اس کے طعام کا عمدہ بندوبست کرو،  
ان کے ساتھ ہی چوہدار آنے والے مخبر کو باہر لے گیا تھا..... اس کے جانے کے بعد سلطان  
وہاں بیٹھے ہوئے سب لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

میرے عزیزو! ابوہریرہ جب تکمیریں بلند کرتے ہوئے دشمن پر وارد ہوتا ہے تو دشمن ایسے  
ی چونکتا ہے جیسے اذان کی آواز سن کر مرغ جاگتے اور پرندے چونک اٹھتے ہیں، بارش کی  
لوفانی بوند کی طرح دشمن پر حملہ آور ہوتا ہے اور اپنے سامنے آنے والی ہر قوت کو اندھی  
دراشت، جلد سفر اور گوئی منطق میں تبدیل کرتا چلا جاتا ہے۔

میرے جانشینو! ابوہریرہ ہماری سلطنت کے لئے سیارہ آرزو و نشاط حرارت کی آشنائی، سینون  
س جانتی دھڑکن اور ایک منقش اُجالا ہے، کم خواہش کا مرقع ہونے کے باوجود یہ ہم سب کے  
لئے تسکین دل و جان ہے..... یہ ابوہریرہ ہی ہے جو اپنی جرات مندی اور بہادری سے ملت کا  
ہر تقدیر اور مسلم قوم کی سوچوں کے آگینوں میں شادمانیوں کی ساعتیں اور کامرانیوں کی  
بہشت میں گھرتا چلا جاتا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان تھوڑی دیر کے لئے رُکا اس کے بعد ایک عقیدت اور

فضل بن یعقوب نے سب سے پہلے کیتھرینا کی طرف دیکھا، پھر اسے مخاطب کر کے  
کہنے لگا۔

کیتھرینا میری بہن سب سے پہلے تو میں تم سے یہ کہوں کہ امیر ابوہریرہ خیریت سے سوار  
پہنچ گئے تھے..... سو سے پہنچنے کے بعد ہی انہیں محمد بن عبداللہ صالح کے مرنے کی خبر ملی تو انہیں  
نے مجھے قیروان سے بلایا اور اس طرف روانہ کر دیا..... میری جگہ انہوں نے جو ہم شروع کرنی  
تھی اس کے لئے ابو رافع کو مقرر کیا تھا، ان کے حالات میں یہیں تک جانتا ہوں، اس کے  
آگے انہوں نے کیا کیا ہے، میں نہیں جانتا بہر حال وہ خیریت سے ہیں، میری بہن ان کے  
متعلق تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے..... ساتھ ہی میں تم سے یہ بھی کہوں کہ جوئی  
افریقہ میں اٹھنے والی بغاوت کی مہم سے وہ فارغ ہوں گے وقت ضائع کئے بغیر وہ مصلیہ کارخانہ  
کریں گے، یہ ایک طرح سے آپ کے لئے پیغام بھی تھا..... بہر حال میری بہن تم مطمئن  
رہو، امیر ابوہریرہ بہت جلد لوٹیں گے۔

فضل بن یعقوب مزید کہنا چاہتا کہ محمد بن عبداللہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، کہنے لگا۔  
ابن یعقوب میرے خیال میں اب چلیں، میرا اور سلیمان بن عافیہ کا قیام ایک ہی حویلی  
میں ہے، تم بھی ہمارے ساتھ ہی ٹھہرو گے..... یہ سعد بن مسلم ہے، اس کا تعارف میں تم سے  
کراچکا ہوں..... میرے خیال میں اب اٹھو، ان کو بھی آرام کرنے دو۔  
اس پر کیتھرینا بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔  
بھائی آج کھانا یہیں سے کھا کر جائیں۔

محمد بن عبداللہ بڑی عاجزی اور انکساری سے کہنے لگا۔  
نہیں میری بہن وہاں بھی کھانا تمہارا ہی ہے..... پھر وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں  
سے نکل گیا تھا۔

☆

سلطان زیادۃ اللہ بن ابراہیم ایک روز اپنے بڑے بھتیجے ابراہیم بن عبداللہ کے ساتھ نصر  
کے ایک بڑے کمرے میں اپنے سرکردہ عمائدین کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اس کا چوہدار اندر آیا  
اور بڑی عقیدت سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم ایک مخبر امیر ابوہریرہ کی طرف سے آیا ہے، آپ کی خدمت میں حاضر ہوا

ان کے ساتھ مقلیہ جائیں گے اور جو وہاں ان کے گھوڑے ہیں ان کو لگیں گے۔  
یہ پہلا کام ہے۔ دوسرا کام یہ کہ بہت عرصہ ہوا ابوہریرہ کی رہائش کے لئے میں نے  
وہاں مختص کر دی تھی، اسے بہترین انداز میں سجادیا جائے۔ ضرورت کی ہر شے جو کوئی شخص  
خواہش کر سکتا ہے اس میں سجادہ دی جائے، میں چاہوں گا جب ابوہریرہ اس لڑکی سے جس سے اس  
کی نسبت طے ہوگئی ہے جس کا نام کیتھرینا ہے۔ جب وہ اس سے شادی کرے تو دونوں  
وہاں بیوی اس حوٹلی کے اندر رہیں۔ تیسرا کام یہ کرو کہ جو اہرات کی دو بہترین انگوٹھیاں  
پارکراؤ، اس کے علاوہ ان دونوں کی منگیتروں کے لئے انتہائی قیمتی زیورات کا بھی اہتمام کرو،  
میں جانتا ہوں مقلیہ کے حالات کو دیکھتے ہوئے ابوہریرہ یہاں زیادہ دیر تک رکننا پسند نہیں کرے  
گا، جب وہ دونوں جائیں گے تو جن لڑکیوں سے ان کی نسبت طے ہوئی ان کے لئے یہاں  
سے زیورات لیتے جائیں گے۔  
جب تک سلطان بولتا رہا۔۔۔۔۔ سلطنت کے عمائدین اور ابراہیم بے پناہ خوشی کا اظہار  
کرتے ہوئے مسکراتے رہے، یہاں تک کہ سلطان کی آواز پھر سنائی دی۔  
اب میں اس مجلس کو تمام کرتا ہوں۔۔۔۔۔ ابراہیم میرے بیٹے جو کام میں نے سوچے ہیں  
انہیں آخری شکل دو یہ سارے کام ابوہریرہ اور رافع کی آمد سے پہلے پہلے مکمل ہو جانا چاہئے، اس  
کے ساتھ ہی وہ مجلس برخواست کر دی گئی تھی۔  
دروازہ بعد جب ابوہریرہ اور رافع اپنے لشکر کے ساتھ قیروان شہر میں داخل ہوئے تو دنگ رہ  
گئے، اس لئے کہ جوہی شہر میں داخل ہوئے۔۔۔۔۔ شہر کے کیا بچے کیا بوڑھے، کیا عورتیں، کیا  
بچیاں سب اپنے گھروں کی چھتوں اور گلیوں میں کھڑے ہو کر ان کی فتح مندی کے گیت گانے  
کے ساتھ ساتھ ان پر پھول پتیوں کی بارش کرنے لگے تھے۔۔۔۔۔ یہ ایسا سماں تھا کہ لشکر کی ہی نہیں  
ابوہریرہ اور رافع بھی دنگ رہ گئے تھے۔  
قیروان کی شاہراہوں پر گزرتے ہوئے اور اپنے لشکر کو مستقر کی طرف بھیجنے کے بعد  
ابوہریرہ اور رافع دونوں جب قصر کے سامنے آئے تو ان کی حیرت میں مزید اضافہ ہوا، اس لئے  
کہ قصر کی میزبانیوں کے سامنے سلطان ابراہیم بن زیادہ اللہ اپنے بازو پھیلائے اس طرح کھڑا  
توجہ کوئی شاہین خطرے کے وقت اپنے بچوں کی حفاظت کے لئے پرواز کرنے کی خاطر  
بازو پھیلا دیتا ہے۔

رقت میں کہتا چلا گیا تھا۔  
میرے عزیزو! گو اس سلطنت کا میں سلطان ہوں، لیکن پس پردہ ابوہریرہ ایک ایسا چٹان  
ہے جس سے ہمارے دشمن ٹکرا کر پاش پاش ہو کر بکھرتے چلے جاتے ہیں۔ مجھے ابوہریرہ کی  
ذات پر فخر ہے، یہ ہمیشہ تاریخ کے گنگ راستوں پر گمراہی سے گام ملا کر چلنے والوں کے سامنے  
سچ کا سورج اور غم کی اندھی طوفانی راتوں کے سامنے انت کا مجید بن کر نمودار ہوا۔  
ابوہریرہ یقیناً ایسا جوان ہے جس کے ماتھے پر سورج چمکتا ہے، ایسے جوان دنیا کی بغل پر  
ہاتھ رکھ دیں تو سنگ دلی کی سیاہ راتوں کو تصورات تک کو صقل کرتی روشنی، راہوں کے آشوب  
کو خواہشوں کی مٹھاس اور بنجر زمین کے بخت کوئی جہت کے عکس میں تبدیل کرتے جائیں۔  
ابوہریرہ وہ نو جوان ہے جس کے مساموں تک میں برق دوڑتی ہے، جب تک زندہ ہوں مومنوں  
کی دُھند میں فوز مند یوں کی یلغار جیسی اس کی جرات مندی، کامرانیوں کی برسات جیسی اس کی  
دلیری اور ریاض شوق جیسی اس کی شجاعت اور بے باکی کو ہمیشہ سلام کرتا رہوں گا۔  
یہاں تک کہنے کے بعد سلطان زکا، ایک نگاہ اس نے اپنے سامنے بیٹھے اپنے عمائدین  
پر ڈالی، پھر اس کی نگاہیں اپنے بھتیجے ابراہیم بن عبد اللہ کی طرف جم گئی تھیں۔۔۔۔۔ تھوڑی دیر مسکرایا  
پھر ابراہیم بن عبد اللہ کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔  
ابراہیم میرے بیٹے چند دن تک ابوہریرہ اور ابو رافع دونوں اپنے لشکر کے ساتھ قیروان میں  
داخل ہوں گے، ان کی آمد پر ان کا فقید المثال استقبال کیا جانا چاہئے۔۔۔۔۔ شہر کی وہ شاہراہیں  
جو قصر تک آتی ہیں، انہیں بے یقینی کی حد تک سجایا جائے۔۔۔۔۔ شہر کے اندر منادی کرا دی جائے  
کہ جب ابوہریرہ اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہو تو اس کا ایسا استقبال کریں جو تاریخ کے  
اوراق میں ایک یادگار بن کر رہے۔  
یہاں تک کہنے کے بعد سلطان زکا، پھر کہنے لگا۔  
ابراہیم تو جانتا ہے، ابوہریرہ اور ابو رافع صرف دوست ہی نہیں بھائی بھی ہیں۔۔۔۔۔ آپس میں  
ان کے تعلقات بھائیوں جیسے ہی ہیں، تمہیں یہ بھی خبر ہے کہ ان کا ایک ایک گھوڑا مقلیہ میں  
اور ایک یہاں ہے، لہذا ان دونوں کے گھوڑوں کے لئے چاندی کے آٹھ نعل ان کی آمد سے  
پہلے پہلے تیار کرواؤ، نعل بند کو بھی تیار رکھو، اسے کہنا جوہی وہ دونوں یہاں آئیں تو جو گھوڑے  
ان کے یہاں ہیں، ان کے پہلے نعل اتار کر ان کی جگہ چاندی کے نعل لگا دیں۔۔۔۔۔ باقی چار نعل

اس صورت حال پر ابوفہر اور ابورافع ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرائے، پھر بھاگے پہلے ابوفہر سلطان کے ساتھ بغلگیر ہوا تھا..... سلطان نے کئی بار ابوفہر کی پیشانی چومی، پھر اسی طرح وہ ابورافع سے بھی بغلگیر ہوا تھا۔

سلطان کے بعد ابوفہر اور ابورافع ابراہیم بن عبد اللہ اور دیگر لوگوں سے ملے پھر سب نعر میں داخل ہوئے، قصر کے بڑے کمرے میں جب سب بیٹھ گئے تب سلطان نے اپنے دائیں بائیں ابوفہر اور ابورافع کو بٹھایا، پھر ان دونوں کی آمد سے پہلے جو انتظامات اس نے ابراہیم بن عبد اللہ کے سپرد کئے تھے، اس کی تفصیل ان دونوں سے کہی۔

اس پر بڑی عقیدت سے ابوفہر سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

• سلطان محترم آپ کو ایسی زحمت کرنے کی کیا ضرورت تھی..... آپ جانتے ہیں جو کچھ میں کرتا ہوں یہ میرے فرائض منصبی میں شامل ہے..... بہر حال آپ نے ہم دونوں کے گھوڑوں کے لئے چاندی کے نعل مہیا کئے، یہ آپ کی طرف سے ہمارے لئے شفقت ہے جہاں تک حویلی کو آراستہ کرنے کا تعلق ہے تو سلطان محترم اس کے بغیر بھی رہا جاسکتا ہے، زندگی کے دن گزارے جاسکتے ہیں۔

سلطان نے گھورنے کے انداز میں ابوفہر کی طرف دیکھا، ابوفہر کی نگاہیں جھک گئیں۔

سلطان بڑی پدرانہ شفقت میں بول رہا تھا۔

ابوفہر میں اب تمہاری کوئی بات نہیں مانوں گا، تم میری خواہش کے مطابق کافی عرصہ سرائے میں مقیم رہے ہو، اب تم ایسا نہیں کرو گے جس لڑکی کی تمہارے ساتھ نسبت ہوئی ہے، ایسی لڑکی نہیں ہے، جسے سرائے میں ٹھہرایا جائے..... بیٹے میری پہلی خواہش یہ ہے کہ یہاں سے جانے کے بعد تم دونوں شادی کر لینا، یاد رکھنا یہ میری سب سے بڑی خواہش ہے، تم دونوں کی بیویوں کے لئے میں نے کچھ زیورات بنوائے ہیں جو تمہاری رواگلی کے وقت ابراہیم تمہیں مہیا کرے گا۔

رہا سوال حویلی کا اسے پوری طرح آراستہ کر دیا گیا ہے..... صقلیہ میں اپنے کام کی تکمیل کے بعد جب تم لوگوں کے تو اس حویلی میں تمہارا قیام تمہاری بیوی کے ساتھ ہی ہوگا۔

سلطان تھوڑی دیر کا پھر دوبارہ کہنے لگا۔

ابوفہر میرے بیٹے یہ معاملہ تو طے ہوا، اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارا کیا لائحہ عمل ہے۔

ابوفہر نے ایک گہری نگاہ ابورافع پر ڈالی، دونوں نے نگاہوں ہی نگاہوں میں کوئی فیصلہ کیا، پھر سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے ابوفہر کہہ رہا تھا۔

سلطان محترم میں زیادہ دیر یہاں قیام نہیں کروں گا، کل میں اور ابورافع دونوں یہاں سے کوچ کر جائیں گے..... ابورافع کی خواہش تھی کہ میں ایک رات اس کے اہل خانہ کے ساتھ بسر کروں، بس ایک رات قیام کرنے کے بعد اگلے روز سلطان محترم میں ابورافع کے ساتھ یہاں سے کوچ کروں گا..... صقلیہ کے حالات ایسے نہیں ہیں کہ میں یہاں پرسکون ہو کر بیٹھا جاؤں، ابھی وہاں بہت کام ہیں..... سلطان محترم صقلیہ پہنچ کر۔

یہاں تک کہتے کہتے ابوفہر کو رک جانا پڑا، اس لئے کہ سلطان سچ میں بول پڑا۔

ابوفہر میرے بیٹے پہلے یہ بتاؤ کہ فضل بن یعقوب کا تم کیا کرو گے، اگر تم اور ابورافع یہاں سے چلے جاتے ہو تو یہاں کسی سالار کی ضرورت تو پڑے گی..... بے شک تم نے صحرا کے اندر اٹھنے والی بغاوتوں کو فرو کر دیا ہے اور اگر کوئی ناگہانی صورت آن بھی پڑتی ہے تو ابراہیم بن عبد اللہ بڑی آسانی سے اس سے نمٹ سکتا ہے، لیکن پھر بھی کسی سالار کا یہاں ہونا ضروری ہے..... محمد بن سالم کے مرنے کا مجھے بے حد دکھ ہے، اب تم آگے ہو تو میں نے اپنے دل میں ایک فیصلہ کر رکھا تھا جس کا اظہار میں نے ابھی تک نہیں کیا..... تمہارے بعد سالار اول فضل بن یعقوب تھا اور سالار دوم محمد بن سالم، کی جگہ پر کرنے کے لئے میں نے ابورافع کا انتخاب کیا ہے، سلطنت کے سالار اعلیٰ بدستور تم رہو گے، سالار اول فضل بن یعقوب اور سالار دوم ابورافع ہوگا..... اگر تم ابورافع کو یہاں رکھنا چاہو تو۔

سلطان رک گیا، اس لئے کہ ابوفہر بول پڑا۔

سلطان محترم ابورافع میرے ساتھ جائے گا وہاں کوئی بڑی بے چینی سے اس کی راہ دیکھتا ہوگا، اس کے آنے کا منتظر ہوگا، سلطان محترم میں صقلیہ پہنچتے ہی فضل بن یعقوب کو یہاں بھیج دوں گا اور صقلیہ میں جو میرا کام ہے اس کی تکمیل میں لگ جاؤں گا۔

سلطان تھوڑی دیر تک ابوفہر کی طرف دیکھتے ہوئے مسکراتا رہا، پھر ابوفہر مخاطب کر کے کہنے لگا۔

جو کام تم وہاں کرنا چاہتے ہو اس کی ذرا تفصیل بتاؤ تاکہ میں جان سکوں کہ تم کب تک نصیب سے افریقہ لوٹ سکو گے۔

ابوفہر مسکرایا، اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر کہنے لگا۔

سلطان محترم یہاں سے جانے کے بعد سب سے پہلے میں صقلیہ میں جو رومنوں کی قوت ہے اس پر ضرب لگاؤں گا، اسے پاش پاش کروں گا اور اسے اس قابل نہیں چھوڑوں گا کہ آنے والے دنوں میں وہ ہم سے ٹکرائے۔

سلطان محترم اس کے علاوہ صقلیہ پہنچنے ہی جو سب سے اہم اور ضروری کام ہے وہ مجھ بن سالم کے قاتلوں سے انتقام لینا ہے۔ قاتل ابھی تک صقلیہ میں ہے اور مجھے امید ہے کہ میں انہیں بھاگنے نہیں دوں گا۔

ان دو کاموں سے فارغ ہونے کے بعد صقلیہ کے انتہائی شمالی شہر اور عظیم بندرگاہ مسینا کا رخ کروں گا، وہاں کے رومن حاکم آنزو نے ہمارے خلاف ہماری مخالف قوتوں کو بڑا لشکر مہیا کیا تھا۔ اس رومن گورنر سے نمٹنے اور مسینا شہر پر اپنا قبضہ مستحکم اور مضبوط کرنے کے بعد میں اپنے بحری بیڑے کے ذریعے خلیج مسینا کو عبور کروں گا اور اٹلی کی حدود میں داخل ہوں گا۔

اٹلی میں اس وقت دو اہم طاقتیں ہیں، ایک ریاست لمبارڈ کا حکمران سیکارڈس اور دوسرا نیپلز کا حکمران سارنیو جو ہم سے تعاون کرنے پر آمادہ ہے، اس لئے کہ لمبارڈ کے حکمران کے ساتھ اس کی پرانی عداوت اور دشمنی چلی آرہی ہے۔ اگر ہم اٹلی پر حملہ آور ہوتے ہیں تو سارنیو ہمیں ہر قسم کی مدد کے علاوہ سیکارڈس کے علاقوں تک رہنما مہیا کرے گا۔ ضرورت پڑنے پر وہ کمک بھی مہیا کر سکتا ہے۔ بہر حال اٹلی میں مسلمانوں کے خلاف سرائٹھانے والی ساری قوتوں کا قلعہ قمع کرنے کے بعد میں لوٹوں گا۔

سلطان محترم جب ایسا ہو چکے گا تب۔

ابوفہر کو کہتے کہتے رک جانا پڑا، اس لئے کہ سلطان بول پڑا۔

بیٹے جو کچھ تم نے کہا ہے کیا اس کی تکمیل کے لئے طویل عرصہ درکار نہیں۔

ابوفہر مسکرایا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم اس کام کی تکمیل کے لئے میرے خدا نے چاہا تو چند ماہ ہی لگیں گے۔

سلطان ایک بار پھر بول پڑا۔

بیٹے اگر ایسا ہے جب تم اس کام کی تکمیل کر لو تو فوراً واپس آؤ گے، لشکریوں کے سالار اعلیٰ کی حیثیت سے تمہارا قیروان میں رہنا ضروری ہے۔ غنقریب میں محمد بن عبد اللہ کی

یہاں کے بڑے بھائی ابراہیم بن عبد اللہ کو صقلیہ کا والی بنا کر روانہ کروں گا اور جب تم اپنے ہمراہی تکمیل کر چکو گے تو تم یہاں آ جاؤ گے اور تمہاری جگہ وہاں فضل بن یعقوب رہے گا، اس راجہ ابراہیم بن عبد اللہ اور فضل بن یعقوب صقلیہ کے علاقوں کا تحفظ کر سکیں گے۔

جب صقلیہ اور اٹلی کی حدود میں ہمارے کام کی تکمیل ہو جائے گی تو ابوفہر میرے بیٹے تم بنائی ہوئی کیتھرینا اور ابورافع اپنی بیوی تھیورہ کے ساتھ یہاں قیروان میں آ کر رہو گے، میں تمہارے کہ وہ جو ملی جو تمہارے لئے مختص کر دی گئی ہے، اس کے صحن میں تمہارے بچے کھیلیں گے اور والے دور میں تاریخ کے اوراق میں تمہارے بچے وہی کردار ادا کریں جو اس وقت تم رہ رہے ہو۔

سلطان کی اس گفتگو کے جواب میں ابوفہر مسکرایا، سلطان پھر بول پڑا۔

اب تم آٹھ آرام کرو، باقی باتیں تمہاری روانگی کے وقت ہوں گی۔

اس پر ابوفہر اور ابورافع دونوں قصر کے اس کمرے سے چلے گئے تھے، دوسرے روز اٹلی سے صقلیہ جانے کے لئے سوسہ کی بندرگاہ کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

ابوفہر صقلیہ میں اپنی آمد کے چند روز بعد فضل بن یعقوب نے اپنے کام کی ابتداء کی، لیمان بن عافیہ اور سعد بن مسلم کو حسب سابق بلرم شہر کی حفاظت پر چھوڑا، جبکہ صقلیہ کا نیا والی محمد بن عبد اللہ اور خود فضل بن یعقوب ایک لشکر لے کر سوسہ شہر کی طرف روانہ ہوئے تاکہ اُس میں رومنوں کی جو طاقت ہے اسے کچل کر پورے صقلیہ کو مسلمانوں کے لئے محفوظ کر دیا جائے۔

فضل بن یعقوب اور محمد بن عبد اللہ جب اپنے لشکر کے ساتھ سوسہ پہنچے تو ان کی یورش ان کے حملے کی اطلاع شاید دشمن کو پہلے ہی ہو چکی تھی، اس لئے کہ جس وقت وہ اپنے لشکر کے ساتھ سوسہ کے نواح میں پہنچے رومن جرنیل ملاسین میگور اور وینس کا جرنیل ٹرانسلو اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گئے ہوئے تھے۔

جونی فضل بن یعقوب اور محمد بن عبد اللہ وہاں پہنچے تو دشمن کے لشکر میں جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے بڑے بڑے طبل بج اٹھے تھے، اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے محمد بن عبد اللہ اور فضل بن یعقوب نے اپنے لشکر کی صفوں کو درست کرنا شروع کر دیا تھا۔

جنگ کی جب ابتداء ہوئی تو فضل بن یعقوب اور محمد بن عبد اللہ دشمن کے لشکر پر آندھیوں

رہے کے بعد انہیں مسلمانوں کے مقابلے میں فتح نصیب ہوئی تھی، لہذا فتح کے نشے نے ان کا غلبہ خراب کر دیا تھا۔ مسلمانوں کو اس قدر بے ضرر اور اپنے سامنے اس قدر لاچار اور حقیر بنانے کے لئے تھے کہ پڑاؤ کرنے کے بعد رومن لشکریوں نے ہتھیار کھول دیئے اور فتح کا جشن منانے لگے۔

☆

جنگل میں گھسنے کے بعد ایک محفوظ جگہ فضل بن یعقوب نے اپنے لشکر کو رُک جانے کا حکم دے دیا، لشکر جب اس کے حکم کے مطابق رُک گیا تب فضل بن یعقوب محمد بن عبد اللہ کے پاس ایک موٹے تنے کے درخت کے پاس کھڑا ہو گیا، کچھ دیر سوچتا رہا پھر محمد بن عبد اللہ کو طلب کر کے کہنے لگا۔

ابن عبد اللہ تمہیں اور مجھے قوسر کے نواح میں جو شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے، اس کا مجھے تسکین دہکھ اور صدمہ ہوا ہے میں بیان نہیں کر سکتا۔ یوں جانو میرے منصب پر سر قوسر کی شکست نے ایک بدنامی دھبہ اور داغ لگا دیا ہے۔ ابن عبد اللہ میں نہیں جانتا کہ تمہارے کیا خیالات ہیں، لیکن میں شکست کا داغ اٹھائے بلرم کا رخ نہیں کروں گا۔

فضل بن یعقوب تھوڑی دیر کے لئے رُکا، اس کے بعد وہ کہتا چلا گیا تھا۔

ابن عبد اللہ امیر ابوفہر کو جب خبر ہوگی کہ سر قوسر کے نواح میں دشمن کے مقابلے میں شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے تو یاد رکھنا میری کارگزاری سے اسے انتہا درجہ کی مایوسی ہوگی اور مسائل حالت میں کون سا منہ لے کر ابوفہر کے سامنے جاؤں گا۔

ابوفہر قوم کا وہ فرزند ہے جو ظلمتوں کے سفر درد کی آگ اور وقت کی سلگتی صداؤں تک ٹھہرا ہو کر دشمن کے ہر حربے کو ناکام بنانے کا ہنر جانتا ہے، اپنی شمشیر کی نوک سے وہ چاک برف، چاندنی کی راہ اور راہوں کی اوس تک کو امرت برساتے حروف میں تبدیل کرنے کا ہنر بھی جانتا ہے۔ میں غم کی تاریک شب میں بربادی کی داستان جیسی اس شکست، مجبوری کے قصے میں بے بسی کو لے کر کسی بھی صورت ابوفہر کا سامنا نہیں کر سکتا۔ میں شکست اٹھا کر ابوفہر کے سامنے جانے کے بجائے ابن عبد اللہ کسی گمنام راہ کا بے مصرف پتھر بن جانا پسند کر لوں گا، لیکن شکست کا داغ لے کر اپنے امیر ابوفہر کے سامنے نہیں جاؤں گا۔

اس شکست نے میری سانسوں، میری عصاب، میری آہوں، میرے فوجوں تک میں

کی راہوں پر بجلیوں کی یورش اور تیروں کی طوفانی بارش کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے، لگتا تھا ابوفہر کے صقلیہ سے افریقہ جانے کے باعث رومن جرنیلوں کی تیوریوں کی شکنوں میں بغاوت کے نقوش گہرے ہو گئے تھے، لہذا جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ پچھلے حوصلوں میں بڑھتے ہوئے اور چڑھتے زہر کی طرح فضل بن یعقوب اور محمد بن عبد اللہ کے لشکر پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

اگر بات یہیں تک رہتی تو یقیناً فضل بن یعقوب اور محمد بن عبد اللہ دونوں بڑی جرات مندی سے دشمن پر حملہ آور ہوتے ہوئے اس کو پسپا کر دیتے لیکن یہاں فضل بن یعقوب اور محمد بن عبد اللہ دونوں سے غلطی ہوئی۔ اپنے لشکر سے آگے آگے انہوں نے کوئی تلائیہ کر نہیں بھیجی، لہذا جب جنگ اپنے عروج پر آئی تو شہر کے دوسرے دروازے سے نکل کر دائیں بائیں سے بھی رومنوں کے لشکر ان پر حملہ آور ہو گئے تھے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ محمد بن عبد اللہ اور فضل بن یعقوب کو پسپا ہونا پڑا، اس پسپائی کے وقت محمد بن عبد اللہ کو ابوفہر کے یہ الفاظ یاد آئے کہ قوسر کے نواح میں جنگل میں پناہ لے کر اپنے آپ کو محفوظ کیا جاسکتا ہے، یہ بات اس نے فضل بن یعقوب کو بتائی۔ لہذا دونوں نے یہ فیصلہ کیا کہ کھلے میدانوں میں دشمن کے آگے نہیں بھاگنا چاہئے۔ دشمن تعاقب کرے گا اور لشکر کو بے پناہ نقصان پہنچائے گا۔ لہذا محمد بن عبد اللہ اور فضل بن یعقوب دونوں پسپا ہونے کے بعد اپنے لشکر کو لے کر سر قوسر کے نواح میں جو جنگل تھا اس میں گھس گئے۔

محمد بن عبد اللہ اور فضل بن یعقوب کو شکست دینے کے بعد ملاسین میگور اور ٹرانسلوکی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ تھی، اس سے پہلے وہ بار بار ابوفہر سے پتے رہے۔ ہر میدان میں انہیں اس کے سامنے شدتوں کا سامنا کرنا پڑا تھا، اب جو انہوں نے مسلمانوں کے لشکر کو پسپا کر کے جنگل میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا تو یہ بات یقیناً ان کے لئے خوش آمد تھی، ان کو یقین ہو گیا تھا کہ دشمن اپنی جانیں بچانے کے لئے جنگل میں گھسا ہے اور کسی دوسرے راستے سے بلرم کی طرف بھاگ کر جائے۔

تاہم احتیاط کے طور پر ملاسین میگور اور ٹرانسلوکی نے مشورہ کرنے کے بعد جنگل کے کنارے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔ تاکہ لشکریوں کو سستانے اور جو زخمی ہیں ان کی دیکھ بھال کرنے کا موقع مل جائے۔

اس فتح کو رومن جرنیلوں کے علاوہ وینس کے جرنیل نے ایک نعمت عظمیٰ خیال کیا کہ

ایک آشوب بھر کر رکھ دیا ہے اور میں اس آشوب کو اپنے گلے کا ہار بنا کر امیر ابوفہر کا سامنا نہیں کرنا چاہتا، ابن عبد اللہ میں تمہیں اپنے عزائم، اپنے ارادوں کا اسیر بنا کر اپنے ساتھ نہیں رکھنا چاہتا، اگر تم شکست اٹھا کر بلرم کا رخ کرنا چاہتے ہو تو تمہیں اجازت ہے، میں تمہاری راہ نہیں روکوں گا، لیکن میں دشمن سے انتقام لئے بغیر اور اپنی شکست کا داغ دھوئے بغیر اس جنگل سے نکل کر کسی بھی صورت بلرم کا رخ نہیں کروں گا..... ابن عبد اللہ میں مصلوب ہو جانا پسند کروں گا، پھر ایک شکست خوردہ سپہ سالار کی حیثیت سے بلرم شہر میں داخل نہیں ہوں گا۔

فضل بن یعقوب جب خاموش ہوا تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے محمد بن عبد اللہ کہنے لگا۔ ابن یعقوب تم میرے خیالات کا غلط اندازہ لگا رہے ہو، خدا کی قسم جن خیالات کا تم نے اظہار کیا ہے ویسے ہی خیالات میرے بھی ہیں، اس سے پہلے ابوفہر دشمن کے ہر لشکر کو اپنے سامنے بے ضرر بھیڑ بکریوں کی طرح ہانکتا رہا ہے..... آج اگر وہی بھیڑ بکریاں ہمیں شکست دے کر پسپا ہونے اور بھاگنے پر مجبور کر دیں تو میں سمجھتا ہوں اس سے بڑھ کر ذلت کا کوئی کام ہو ہی نہیں سکتا..... میں خود دشمن سے انتقام لئے بغیر نہیں جاؤں گا۔

محمد بن عبد اللہ کے ان الفاظ پر فضل بن یعقوب کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی، پھر وہ کہنے لگا۔

ابن عبد اللہ جو الفاظ تم نے ادا کئے ہیں ان کے لئے میں تمہارا شکر گزار اور ممنون ہوں..... اگر یہ بات ہے تو سنو رات کا کچھ حصہ گزرنے دو اس کے بعد میں اپنے کام کو ابتداء کروں گا، فی الوقت میں اپنے طلائے گردش کے پڑاؤ تک پھیلانے لگا ہوں، اس کے بعد انہیں اس کی رہنمائی میں میں اپنے کام کی ابتداء کروں گا اور مجھے امید ہے کہ آج رات ہی کی تاریکی میں میں دشمن کے خلاف ایسا آشوب اور انقلاب کھڑا کروں گا کہ اپنی عارضی شکست و سارا نشہ بھول کر وہ بھاگ کر قوسہ شہر میں پناہ لینے پر مجبور ہو جائیں گے۔

محمد بن عبد اللہ نے فضل بن یعقوب کی اس تجویز سے مکمل طور پر اتفاق کیا تھا، پھر اپنے لشکریوں کے آرام کی دیکھ بھال کے علاوہ وہ شب خون مارنے کی تیاریوں میں لگ گئے تھے۔

☆

رات جب آدھی سے زائد بیت گئی اندھیرے نے چار سونا چنا شروع کر دیا..... ہر نیند سے ہم آغوش تھی..... چاروں طرف ایک چپ اور ہو کا عالم تھا، ایسے میں محمد بن عبد اللہ

فضل بن یعقوب اپنے لشکر کے ساتھ سر قوسہ کے نواحی جنگل سے اس طرح نکلے جیسے خوابوں کے زندان سے محرومیوں کی آگ اور گردش کائنات سے آنکھوں کو اندھا، کانوں کو بہرہ کر دینے والی دہکتی گرم صدائیں نمودار ہوتی ہیں، پھر محمد بن سالم کی سرکردگی میں اسلامی لشکر رومنوں کے خوابیدہ لشکر پر جسوں پر کوڑے برسائی تیز آندھیوں اور غرور و گھمنڈ کے قلعے گراتے جنوں خیز بولوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے، فضل بن یعقوب کا حملہ ایسا پر جوش، ایسا انتقامی تھا کہ اس نے اپنے شب و خون کا سلسلہ دشمن کے لشکر کے ایک حصے سے شروع کیا، پھر وہ آتش کی لپٹوں پر گر کر دھندے اور ہواؤں کے اڑتے ہیولوں کی طرح دشمن کے پڑاؤ کے اندر تک گھستا چلا گیا تھا۔

فضل بن یعقوب ایک عجیب سے جذبے میں دشمن پر حملہ آور ہو رہا تھا، اپنے سامنے آنے والے دشمن کے ہر دستے کو دائرہ در دائرہ بیجان خیزیوں کا شکار کرتا ہوا چاروں سمتوں نے خوابوں کی دھجیوں اور اندھی پر چھائیوں کی کیفیت برپا کرتا چلا گیا تھا۔

فضل بن یعقوب کے حملوں سے لگتا تھا جیسے اپنی فتح کو یقینی بنانے کے لئے اس نے اپنی رگیں تک موت کے سامنے کھول دی ہوں اور بے ضمیروں کی صفوں میں اپنے ڈوبنے تک لہو کی کہانیاں کھڑی کرنے کا عزم کر لیا ہو یا یہ کہ اس نے کوئی آسودہ عبیدوں کے شہد پڑھ لئے ہوں اور اپنے ضمیر کا دفاع کرنے کے لئے اپنے خون کے ہر قطرے سے فتح کے چراغ روشن کرنے کا عزم و ارادہ کر لیا ہو۔

رومنوں کے لشکر میں ایک شور، ایک کہرام، افراتفری کا عالم برپا ہو گیا تھا..... محمد بن عبد اللہ اپنے چند دستوں کے ساتھ ایک طرف سے شروع ہو کر دشمن کے پڑاؤ کے وسط میں جا کر موت کا کھیل کھیلنا شروع ہو گیا تھا..... اس کی اس بے باکی، اس کی جرات مندی سے رات کی گہری تاریکی میں رومن بوکھلا گئے تھے..... وہ یہ خیال کر رہے تھے کہ ابوفہر لوٹ آیا ہے..... یا یہ کہ دشمن کا کوئی اور لشکر ان پر حملہ آور ہو گیا ہے اور ان کے سامنے ایسی کیفیت طاری کرنا شروع کر دی جیسے لہو کے دشت میں روشنی کے کھلتے بھید کے سامنے اندھیرا خاموش ہونے لگا ہو۔

بہر حال فضل بن یعقوب نے اپنی فتح کو یقینی بنانے کے لئے اپنی عمر بھر کے مقدر کو داؤد ہانکا تھا اور فتح مندی کی گمشدہ سمتوں کو اس نے انجانی گردش کی دلیلیوں پر لا کھڑا کرنے کا



ابن عبد اللہ تمہارا کہنا درست ہے، میں تمہاری تجویز سے اتفاق کرتا ہوں، یہ فیصلہ ہونے کے بعد دونوں حرکت میں آئے..... پہلے لشکریوں کے کھانے کا اہتمام کیا گیا۔ رخیوں کی دیکھ بھال کی، اس کے بعد لشکر سرقوسہ کے نواح سے بلرم کی طرف کوچ کر گیا تھا۔



اپنا کافی نقصان کروانے کے بعد رومنوں کے جرنیل ملاسین، میگور اور وینس کا جرنیل ٹرانسوسینے، جو ابی کارروائی بھی کی، لیکن اس وقت تک فضل بن یعقوب نے بری طرح ان کے لشکر کے بچنے اُدھڑنے شروع کر دیئے تھے، وہ جس سمت کا بھی رخ کرتا اپنے پیچھے لاشوں کی کئی فصل بچھاتا چلا جاتا تھا، کچھ دیر تک جنگل کے نواح میں رومن لشکر کے اندر آگ و خون کا یہ کھیل جاری رہا..... ملاسین اور میگور نے جب دیکھا کہ شب خون مارنے والی قوت ان کے قابو میں نہیں آتی اور اگر یہی حالت رہی تو وہ اپنے لشکر کی کافی تعداد سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے، لہذا آپس میں صلاح مشورہ کرنے کے بعد انہوں نے اپنے لشکر میں پسائی کے ہگل بجا دیئے تھے۔

ہگل بجتے ہی رومن سر پر پاؤں رکھ کر اپنے جرنیلوں کی سرکردگی میں سرقوسہ کی طرف بھاگے تھے، شہر کے دروازوں تک فضل بن یعقوب نے ان کا تعاقب کیا اور اپنی گزشتہ دن کی شکست کا ان سے بھرپور انتقام لیا۔

رومن جرنیل شہر میں محصور ہو گئے، اس وقت تک سورج نے مشرق سے طلوع ہونا شروع کر دیا تھا..... فضل بن یعقوب اور محمد بن عبد اللہ اپنے لشکر کے ساتھ لوٹے اور اس جگہ آئے جہاں رومنوں کا پڑاؤ تھا، شکست اٹھانے کے بعد جو مسلمانوں کا نقصان ہوا تھا، رومنوں کے پڑاؤ سے انہیں کہیں زیادہ مل گیا..... دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹا جا چکا، تب محمد بن عبد اللہ فضل بن یعقوب کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابن یعقوب میرا خیال ہے کہ ہمیں زیادہ دیر یہاں قیام نہیں کرنا چاہئے..... سرقوسہ شہر کے اندر دشمن کے لشکر کی تعداد اب بھی ہمارے لشکر سے کئی گنا زیادہ ہے اور یاد رکھنا وہ اپنی اس شکست کا انتقام لینے کے لئے ضرور نکلے گا..... ہم پر شب خون مارنے کی کوشش کرے گا اپنی شکست کا داغ دھونے کے لئے کوئی اور طریقہ کار استعمال کرے گا..... ہمارے لئے بہتر ہے کہ ہم نے جو کچھ کیا اس پر اکتفا کرتے ہوئے بلرم کا رخ کریں، سرقوسہ شہر کی قسمت کا فیصلہ ہم ابونہر کی واپس تک ٹالتے ہیں..... میرے خیال میں وہ ان رومن جرنیلوں سے بہتر انداز میں نمٹے گا۔

محمد بن عبد اللہ کو کہتے کہتے رک جانا پڑا، اس لئے کہ فضل بن یعقوب بول پڑا۔

امیر کھانا تو کب کا تیار ہے۔  
جواب میں محمد بن عبد اللہ کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ حویلی کے دروازے پر زوردار دستک ہوئی

فی۔

اس پر محمد بن عبد اللہ کہنے لگا۔

پہلے جاؤ دیکھو دستک کس نے دی ہے، اس کے بعد کھانا لگاؤ اور سب بیٹھ کر کھانا کھائیں۔  
وہ شخص باہر چلا گیا قلعہ دیوان خانے میں سب اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگے  
تھوڑی دیر بعد دیوان خانے کے دروازے پر ابو فہر ابو رافع، محمد بن سندی اور صقلیہ کا نیا  
والی اور محمد بن عبد اللہ کا بڑا بھائی ابراہیم بن عبد اللہ نمودار ہوئے۔

ان کو دیکھتے ہوئے سب چونک سے پڑے تھے، بڑی تیزی سے سب پہلے ابو فہر کی  
طرف لپکے، اس سے گلے ملے، پھر باقی لوگوں سے گلے مل کر وہ اپنی بے پناہ خوشی اور مسرت  
کا اظہار کر رہے تھے۔

جب سب دیوان خانے میں بیٹھ گئے تب سلیمان بن عافیہ نے ابو فہر کی طرف دیکھتے  
ہوئے کہنا شروع کیا۔

امیر خدا کی قسم آپ بڑے وقت پر آئے ہیں، آج محمد بن عبد اللہ نے ہم سب کی دعوت  
کی تھی، کافی دیر سے ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں..... انہوں نے ہمیں باتوں میں لگا رکھا ہے،  
آپ کی آمد سے تھوڑی دیر پہلے میں نے ان پر زور دیا تھا کہ کھانے کو کچھ دینا ہے تو دیں ورنہ  
ہم واپس جا کر لشکر گاہ میں جا کر کھا لیتے ہیں۔

سلیمان بن عافیہ کو زک جانا پڑا، اس لئے کہ ابو فہر اور دیگر لوگوں نے بھی ایک قہقہہ لگایا  
تھا..... اس پر محمد بن عبد اللہ بول پڑا۔

اب کھانے کو مزید ویر ہوگی، اس لئے کہ امیر اور ان کے ساتھیوں کے آنے کے بعد  
زیادہ کھانا تیار کرنا پڑے گا..... میرے خیال میں آپ کو مزید انتظار کرنے پڑے گا۔

اس پر سلیمان بن عافیہ نے مسکراتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابھی عبد اللہ خدا کی قسم امیر ابو فہر کے لئے تو ہم قیامت تک انتظار کر سکتے ہیں، اب آپ  
بے چارے کھانا دیں ہمیں کوئی فکر نہیں۔

سلیمان بن عافیہ جب خاموش ہوا تو ابو فہر نے کہنا شروع کیا۔

رات بڑی تیزی سے بھاگتی جا رہی تھی..... کائنات کے سینے کے صفحے پر پھر تاریکیاں  
بے منہدم شکستہ خط تحریروں کی طرح پھیل گئی تھیں..... لمبے اپنی تہائیوں کے تعاقب میں  
نادریافت کروں اور نامعلوم منطقوں کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے تھے، چاروں طرف ریت  
کے ٹھہرے سمندر جیسی خاموشی تھی، ایسے لگتا تھا جیسے ہر چیز نے بے سماعت اور بے زبان ہو کر  
چپ کی بکل ماری ہو۔

ایسے میں بلرم شہر میں صقلیہ کے والی محمد بن عبد اللہ کی حویلی میں محمد بن عبد اللہ کے علاوہ  
فضل بن یعقوب، سلیمان بن عافیہ، سعد بن مسلم اور کچھ دیگر سلاطین بیٹھے خوش کن انداز میں کسی  
موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک سلیمان بن عافیہ نے محمد بن عبد اللہ کو مخاطب کرتے  
ہوئے کہنا شروع کیا۔

آج آپ نے ہمیں دعوت پر بلایا تھا..... میرا خیال ہے آپ کا ارادہ آج ہمیں بھوکا  
رکھنے کا ہے..... رات بڑی تیزی سے بھاگتی جا رہی ہے، اگر آپ نے کھانے کو کچھ دینا ہے تو  
دیں ورنہ ہم مستقر میں جا کر کھا لیتے ہیں۔

سلیمان بن عافیہ کے ان الفاظ پر سب نے ایک بھر پور قہقہہ لگایا تھا..... پھر محمد بن  
عبد اللہ نے کسی کو آواز دی، حویلی کے محافظوں میں سے ایک بھاگتا ہوا آیا اور اسے غالب  
کر کے محمد بن عبد اللہ کہنے لگا۔

کیا کھانا تیار ہے؟

اس شخص کے لبوں پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔

کیا مجھے بھی بولنے کا حق ہے..... میں حقلیہ میں نووارد ہی تھی، لیکن یہاں کے حالات سے تو پوری واقفیت رکھتا ہوں، پھر ابراہیم بن عبداللہ نے اپنے بھائی محمد بن عبداللہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

محمد بن عبداللہ تم بے فکر رہو، تمہاری پہلی خواہش یہ ہے کہ تمہارے جانے سے پہلے پہلے ابراہیم اور کیتھرینا تھیورہ اور ابو رافع کی شادی کا اہتمام کیا جائے، میں سمجھتا ہوں یہ اہتمام آج رات ہی ہونا چاہئے..... دیکھو رات ابھی اتنی گہری نہیں ہوئی، ہم نے ابھی عشاء کی نماز ادا کر لی ہے، میرے خیال میں عشاء کی نماز سے پہلے پہلے اس فرض کی ادائیگی سے ہمیں سرخرو ہونا چاہئے۔

ابراہیم بن عبداللہ خاموش ہوا، تب ابو فہر نے انتہائی سنجیدگی میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ابن عبداللہ میں تم بھائیوں اور دیگر سب سالاروں کو یہ کام کرنے سے روکتا تو نہیں لیکن بری ایک خواہش ہے کہ یہ کام انتہائی سادگی اور انکساری سے ادا کیا جائے۔

جواب میں ابراہیم بن عبداللہ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

امیر ابو فہر آپ کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے..... آج انتہائی سادگی سے آپ اور کیتھرینا ابو رافع اور تھیورہ کے نکاح کا اہتمام کیا جائے گا اور آپ مستقر کے بجائے اسی حویلی میں قیام کریں گے جس میں کیتھرینا اور تھیورہ دونوں اپنی ماؤں اور تھیورہ کے ماموں کے ساتھ رہتی ہیں۔

ابراہیم بن عبداللہ محمد بن عبداللہ کی طرف دیکھتے ہوئے بول پڑا۔  
تمہارے ایک کام کی تکمیل کا تو اہتمام ہو گیا، اب تم دوسرا کام کہو، وہ کون سا ہے جس کی تکمیل کے بعد تم حقلیہ سے افریقہ کی طرف روانہ ہونا چاہتے ہو۔

محمد بن عبداللہ نے کچھ دیر سوچا، پھر اپنے بڑے بھائی ابراہیم بن عبداللہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

بھائی آپ کو معلوم ہوگا کہ قسطنطنیہ کے شہنشاہ تھیوفلس نے اپنی سلطنت کے تین بہترین قاذوؤں کا انتخاب کیا جو طاقت اور قوت میں بھی اس کی سلطنت میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے، انہیں اس غرض کے لئے قسطنطنیہ سے حقلیہ روانہ کیا گیا تاکہ وہ امیر ابو فہر پر حملہ آور ہو کر

ابن عبداللہ حقلیہ سے تمہاری جان چھوٹ گئی ہے، تمہارا بڑا بھائی ابراہیم بن عبداللہ فیما والی حقلیہ مقرر ہو کر آ گیا ہے..... دراصل پہلے سلطان کا ارادہ اس کو بعد میں بھیجے کا تھا، میں اور ابو رافع قیروان سے سوسہ کی طرف کوچ کر گئے تھے، لیکن دوسرے ہی دن ابراہیم بن عبداللہ ہمیں سوسہ کی بندرگاہ پر آن ملا، ہمارے جانے کے بعد سلطان نے فیصلہ کیا کہ یہ ہمارے ساتھ ہی حقلیہ کی طرف روانہ ہو جائے، اب تمہارے لئے یہ حکم ہے کہ تم کل واپس حقلیہ جاؤ گے..... سلطان کی خدمت میں حاضر ہو گے، سلطان اب بالکل صحت یاب ہیں، ابراہیم بن عبداللہ حقلیہ کے والی کی حیثیت سے منصب سنبھال لے گا۔

ابو فہر جب خاموش ہوا تب محمد بن عبداللہ بول پڑا۔

ابو فہر جو کچھ آپ نے کہا وہ درست ہے لیکن میں دو کاموں کی تکمیل سے پہلے حقلیہ چھوڑنا پسند نہیں کروں گا، مجھے امید ہے کہ امیر ابو فہر کے علاوہ میرا بڑا بھائی ابراہیم بن عبداللہ بھی مجھ سے اتفاق کرے گا۔

ابو فہر نے تیز نگاہوں سے محمد بن عبداللہ کی طرف دیکھا، پھر پوچھ لیا۔

تمہارا مطلب کون سے دو کاموں کی طرف ہے۔

محمد بن عبداللہ نے ایک نگاہ وہاں بیٹھے سب لوگوں پر ڈالی، اس کے بعد مسکراتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

پہلا کام تو یہ ہے کہ یہاں میری موجودگی میں آپ اور کیتھرینا ابو رافع اور تھیورہ کی شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔

یہاں تک کہتے کہتے محمد بن عبداللہ کو رک جانا پڑا، اس لئے کہ سلیمان بن عافیہ بول پڑا۔  
محمد بن عبداللہ تم فکر نہ کرو، میری خواہش ہے کہ یہ کام آج رات ہی ادا کر دیا جائے گا۔ اس سلسلے میں میں ابھی تھیورہ کے ماموں اور لیوس اور کیتھرینا کی والدہ بلارہ سے بات کرتا ہوں..... انہیں ابھی تک خبر نہیں ہوگی کہ امیر ابو فہر ابو رافع اور محمد بن سندی اور ان کے ساتھی افریقہ سے لوٹ آئے ہیں۔

سلیمان بن عافیہ کے کہنے پر ابو فہر بول پڑا۔

ابن عافیہ تمہارا کہنا درست ہے، بندرگاہ سے ہم سیدھے تمہاری طرف ہی آئے ہیں اس موقع پر نیا والی ابراہیم بن عبداللہ بول پڑا۔

امیر محترم شہر کے دائیں جانب سمندر کے کنارے جو دور تک پھیلی چٹانیں ہیں ان کے اندر وہ روزانہ گھوڑ دوڑ کرتے ہیں..... وہاں چٹانوں پر بھی ہمارے آدمی مقرر ہیں، جب وہ اداں جاتے ہیں تو ہمارے آدمی روزانہ ان پر نگاہ رکھتے ہیں، تاکہ وہ کہیں بھاگنے نہ پائیں..... مجھے یہ فخر تھا کہ انہیں کہیں یہ بھٹک نہ پڑ جائے کہ ہمیں خبر ہوگئی ہے کہ وہ محمد بن سالم کے قتل میں ہیں، لہذا میں نے ان کی نگرانی کڑی کر دی ہے، تاکہ وہ بھاگنے نہ پائیں، اب جو حکم آپ دینا گے اس پر عمل کیا جائے گا۔

ابوفہر نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

یقیناً وہ گھوڑ دوڑ کے لئے مغرب سے پہلے سمندر کے کنارے کا رخ کرتے ہوں گے۔  
سلیمان بن عافیہ نے گردن ہلائی اور کہنے لگا۔

بالکل مغرب سے پہلے ہی وہ سمندر کے کنارے کی طرف جاتے ہیں۔

غصے میں ابوفہر کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا..... آنکھوں میں انتقام کی چنگاریاں جوش مارنے لگی تھیں..... پھر وہ کہنے لگا۔

میرے عزیزو! مطمئن رہو، ان تینوں قاتلوں سے میں خود اکیلا ہی نمٹوں گا، اس لئے کہ قسطنطنیہ کے شہنشاہ تھیوفلس نے تینوں کو مجھے قتل کرنے کے لئے مقرر کیا تھا اور ان تینوں سے نمٹوں گا بھی میں خود ہی..... میں کل سمندر کے کنارے اکیلا ان سے ملاقات کروں گا اور دیکھوں گا وہ میرا سر کاٹتے ہیں یا وہ تینوں میرے ہاتھوں اپنے سر کٹواتے ہیں۔

ابوفہر کی اس گفتگو سے سلیمان بن عافیہ چونکا، فضل بن یعقوب بھی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ سلیمان بن عافیہ پہلے بول پڑا۔  
نہیں امیر ایسا نہیں ہو سکتا، ان تینوں کے مقابلے میں ہم آپ کو اکیلا نہیں جانے دیں گے۔

ابوفہر نے گھورنے کے انداز میں سلیمان بن عافیہ کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

ابن عافیہ مطمئن رہو، میں اکیلا ہی ان تینوں سے نمٹوں گا۔

اس موقع پر فضل بن یعقوب جو کافی دیر سے چپ رہ کر سن رہا تھا، بول پڑا۔

امیر ان تینوں کے مقابلے میں آپ کا اکیلا جانا مناسب نہیں ہے..... اگر آپ زیادہ لوگوں کو اپنے ساتھ لے جانا نہیں چاہتے تو کم از کم میں اور سلیمان بن عافیہ یا میں اور ابورافع ضرور آپ کے ساتھ جائیں گے۔

اس پر ابوفہر فیصلہ کن انداز میں بول پڑا۔

نہیں میرے ساتھ کوئی نہیں جائے گا، ان تینوں سے میں اکیلا ہی نمٹوں گا اور ایسا نمٹوں گا کہ وہ یاد رکھیں گے کہ کسی نے ان سے انتقام لیا تھا، وہ کیا سمجھ رہے ہوں گے کہ دھوکہ دہی سے کام لے کر محمد بن سالم کو قتل کر کے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے..... میں ان کی گردنیں ان کے تن سے جدا کروں گا اور انہیں واپس قسطنطنیہ جانے کا کوئی موقع نہیں فراہم کروں گا۔

ازوں گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد ابوفہر زکا، پھر محمد بن عبداللہ کی طرف دیکھتے ہوئے بول پڑا۔  
ابن عبداللہ میرے خیال میں اس موضوع پر مزید گفتگو نہیں ہونی چاہئے، ہم سب کو بھی بول لگی ہے..... پہلے کھانے کا اہتمام کرو۔

محمد بن عبداللہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، پھر اس نے اپنے قریب ہی بیٹھے سعد بن مسلم کو بلایا۔

ابن مسلم تم بھاگ کے جاؤ، بلا رس کی حویلی کا رخ کرو اور وہاں میری بہن کی تھرینا اور پردہ کو اطلاع کرو گے کہ امیر ابوفہر اور ابورافع لوٹ آئے ہیں۔

اس موقع پر ابوفہر سعد بن مسلم کو روکنا چاہتا تھا کہ محمد بن عبداللہ بول پڑا۔

امیر ابوفہر یہ ہمارا آخری فیصلہ ہے کہ آپ سعد بن مسلم کو روکے گا نہیں۔

ابوفہر مسکراتے ہوئے خاموش رہ گیا تھا..... سعد بن مسلم بھاگتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

محمد بن عبداللہ نے اسے پکارتے ہوئے پھر کہنا شروع کیا۔

ابن مسلم جلد لوٹنا تم واپس آؤ گے تو کھانا شروع کیا جائے گا اور ذرا زکو میری بات سنتے

ا۔

اس پر بڑی تیزی سے محمد بن عبداللہ باہر نکلا، سعد بن مسلم رک چکا تھا..... محمد بن عبداللہ نے کہاں آیا اور بڑی رازداری میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

وہاں جا کر امیر ابوفہر اور ابورافع کی آمد کی اطلاع دینے کے ساتھ ساتھ اور یسوس اس کی نذر اور کی تھرینا کی ماں بلا رس سے بات کرنا کہ اس وقت سارے سالار یہاں جمع ہیں اور بے متفقہ فیصلہ کیا ہے کہ آج ہی امیر ابوفہر اور کی تھرینا ابورافع اور تھیورہ کے نکاح کا اہتمام ہائے..... پھر وہ جو جواب دیں اس سے مجھے فوراً مطلع کرو۔

اس پر سعد بن مسلم مسکراتا ہوا باہر نکل گیا تھا، جبکہ محمد بن عبداللہ کھانا تیار کرنے والوں کو بت جاری کرنے کے لئے مطبخ کا رخ کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا دوبارہ دیوان خانے میں آیا، ابوفہر کے قریب بیٹھ گیا، پھر ابوفہر کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

امیر ابوفہر کھانا تیار ہونے میں تھوڑی سی دیر ہے، اگر زحمت نہ سمجھیں تو پھر ہمیں افریقہ

کے حالات تفصیل سے سنائیں تاکہ ہم جانیں کہ وہاں کی صورت حال اب کیسی ہے۔ محمد بن عبد اللہ کے اس سوال پر ابوہریر نے اپنے سامنے بیٹھے سب لوگوں کا جائزہ لیا پھر افریقہ کے حالات اس نے سب کو تفصیل کے ساتھ سنا ڈالے تھے۔

ابوہریر سے افریقہ کے حالات سن کر سلیمان بن عافیہ بن یعیقوب، محمد بن عبد اللہ اور دیگر لوگ مطمئن اور خوش دکھائی دے رہے تھے۔ پھر سلیمان بن عافیہ نے ابوہریر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

امیر جو صورت حال آپ نے افریقہ میں بتائی ہے، اس کے لئے میرے خیال میں پوری قوم کو آپ کا شکر گزار اور رومنوں ہونا چاہئے، اب خداوند نے چاہا تو آنے والے دنوں میں افریقہ میں مسلمانوں کے خلاف جنوب کی طرف باغی قبائل کی کوئی بغاوت نہیں اٹھے گی، کوئی سرکشی نہیں جنم لے گی۔ اس کے بعد ابوہریر کی غیر موجودگی میں جو کچھ صقلیہ میں ہوا تھا وہ سلیمان بن عافیہ نے تفصیل سے کہہ دیا تھا۔

جواب میں ابوہریر کچھ دیر خاموش رہا، مسکراتا رہا۔ پھر فضل بن یعیقوب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

فضل بن یعیقوب اچھا ہوا سرقوسہ میں پسائی کے بعد تم نے نواحی جنگل کا رخ کیا۔ صقلیہ سے افریقہ جاتے وقت میں نے محمد بن عبد اللہ اور محمد بن صالح دونوں کو مشورہ دیا تھا کہ اگر سرقوسہ کے نواح میں کبھی بھی انہیں ہزیمت کا سامنا کرنا پڑے تو دشمن کے تعاقب سے بچنے کے لئے قریبی جنگل میں پناہ لی جاسکتی ہے۔ بہر حال تم نے اچھا کیا کہ وہاں پناہ لینے کے بعد اپنی طاقت اور قوت کو مجتمع اور مستحکم کیا، پھر دشمن کو بدترین شکست دینے میں کامیاب ہوئے۔

ابوہریر جب خاموش ہوا تو فضل بن یعیقوب نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اب امیر ابوہریر صقلیہ میں آپ کا کیا لائحہ عمل ہوگا۔

ابوہریر نے کچھ سوچا، پھر وہ کہتا چلا گیا تھا۔

ابن یعیقوب میرے سامنے ابھی کئی مہمیں ہیں، دیکھو صقلیہ میں رومنوں کی قوت ابھی تک پوری طرح کچلی نہیں گئی، اس لئے اس پر ضرب لگانا باقی ہے، لیکن میں براہ راست اس پر ضرب نہیں لگاؤں گا۔ صقلیہ میں رومنوں کی قوت کے علاوہ دو اور قوتیں بھی ہیں جن سے ہم

نے نمٹنا ہے۔ اگر ہم ان سے احسن طریقے سے نمٹ لیں تو صقلیہ میں مسلمانوں کو ایک دم تک سکون اور امن نصیب ہوگا۔

پہلی مہم مسینا میں رومنوں کے گورنر آزد کے خلاف ہوگی اور دوسری مہم اٹلی میں ریاست لبارڈ کے حکمران سیکارڈس کے خلاف ہوگی، اس کی طرف جانے سے پہلے میں نیپلز کے حمران سارنیو سے رابطہ قائم کروں گا۔

بہر حال تمہاری تسلی کے لئے میں کہوں کہ میں اب براہ راست رومنوں کے جرنیل ماسین میگور اور وینسی جرنیل ٹرانسلو کا رخ نہیں کروں گا، بلکہ میں انہیں ایسے حالات سے دوچار کروں گا کہ وہ سرقوسہ سے باہر نکل کر ہم سے ٹکرائیں گے، جب ایسا ہوگا تب میں انہیں پاش پاش کر کے رکھ دوں گا۔ خصوصیت کے ساتھ میں ٹرانسلو سے خوب نمٹوں گا، اس لئے کہ اس نے مسلمانوں کے خلاف بدترین سازشیں کی ہیں اور محمد بن سالم کے مارے جانے میں بھی اس کا ہاتھ ہے، اسے میں زندہ بچ کر اٹلی قسطنطنیہ یا وینس نہیں جانے دوں گا۔

فضل بن یعیقوب میرے عزیز بھائی اس وقت جبکہ تم بھی ہو، سلیمان بن عافیہ بھی ہے، دیگر سالار بھی موجود ہیں۔ میں اپنے نئے کام کی ابتداء کرنے میں زیادہ دن نہیں لوں گا، یہاں کے امور نمٹانے کے بعد میں فی الفور مسینا کا رخ کروں گا، اس بار صورت حال کچھ ٹھیک ہوگی۔

ابراہیم بن عبد اللہ صقلیہ کے والی کی حیثیت سے ہلرم میں قیام کرے گا، اس کی کمانداری میں ہلرم میں ناصر ایک لشکر ہوگا، بلکہ بحری بیڑے کے ایک حصے کے ساتھ سعد بن مسلم بھی ہلرم میں قیام کرے گا، اس طرح یہ دونوں مل کر کسی ناگہانی صورت حال کا سامنا کر سکتے ہیں اور ہلرم کا دفاع بھی کر سکتے ہیں۔

میں خشکی کے راستے مسینا شہر کا رخ کروں گا، میرے ساتھ ابورافع ہوگا، جبکہ آدھے بحری بیڑے کے ساتھ سلیمان بن عافیہ اور محمد بن سندی دونوں بحری بیڑے کو لے کر خلیج مسینا کا رخ کریں گے، اس لئے کہ مسینا پر قبضہ کرنے اور اسے فتح کرنے کے بعد خلیج مسینا کو اپنے بحری بیڑے کے ذریعے پار کیا جائے گا اور اٹلی پر حملوں کی ابتداء کی جائے گی۔ میں اٹلی میں لبارڈس کو ہر صورت میں سبق سکھانا چاہتا ہوں تاکہ آنے والے دور میں کبھی بھی وہ صقلیہ میں ہلرمسوں کی مدد کے متعلق سوچ نہ سکے۔

ہن میں ایک تجسس رہے گا اور میں آپ کی سلامتی سے متعلق بھی فکر مند رہوں گا، لہذا میری گزارش ہے کہ کل کے بجائے ہم پرسوں افریقہ کے لئے روانہ ہو جائیں تو یہ بہتر ہوگا۔  
ابوفہر مسکرایا، پھر کہنے لگا۔

چلو کوئی بات نہیں..... اگر تم دونوں کل نہیں جانا چاہتے تو پرسوں روانہ ہو جانا، ہاں میں نہیں یہ بھی بتا دوں کہ اس وقت راستے میں پڑنے والے جزیرہ قوسرہ میں کوئی دشمن قوت نہیں ہے، راستہ بالکل محفوظ ہے..... جزیرہ قوسرہ میں رومنوں کی جو قوت تھی، اس نے جزیرہ ہانی کر دیا ہوا ہے..... راستہ محفوظ ہے، لہذا اقلیہ تک کشتی پر تم دونوں کے ساتھ چند محافظ دستے جائیں گے، تم دونوں کو اپنی بندرگاہ سوسہ تک چھوڑنے کے بعد واپس آ جائیں گے اور کشتی میں بنے والے ان محافظ دستوں کا اہتمام سلیمان بن عافہ کر دے گا۔

ابوفہر تھوڑی دیر کے لئے رُکا، پھر فضل بن یعقوب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ابن یعقوب اس وقت افریقہ میں تمہیں کسی بھی سمت سے کوئی خطرہ نہیں، کوئی بغاوت نہیں سے نہیں اٹھے گی..... لہذا میں تمہارے ذمے ایک کام لگا رہا ہوں، امن کے ان دنوں میں لشکری بھرتی کرتے ہوئے ان کی تربیت کا کام شروع کر دینا، اس سلسلے میں میں ملطان سے بات کرنا چاہتا تھا..... پر افسوس میرے ذہن میں یہ بات نہیں آئی، اس لئے کہ نالبت میں اس طرف کوچ کرنے والا تھا، اب واپس جا کر تم اس تربیت کا اہتمام کرنا۔

ابوفہر کو کہتے کہتے رُک جانا پڑا، اس لئے کہ دروازے پر ایک شخص نمودار ہوا اور محمد بن عبداللہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

کھانا تیار ہے، اگر آپ کہیں تو لے آؤں؟

محمد بن عبداللہ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ابوفہر بول پڑا۔

نہیں تھوڑی دیر رُکو، سعد بن مسلم لوٹ آئے پھر کھانا کھاتے ہیں، اس کے ساتھ نبی وہ فضل واپس مطبخ کی طرف چلا گیا تھا۔



جب ہم لشکر لے کر مسینا کی طرف روانہ ہوں گے تو دُور دُور تک ہمارے لشکر کے کوچ کی خبریں پھیلانی جائیں گی اور یہ خبریں ہم خود پھیلانیں گے، اس طرح رومن جرنیل ملاہین میگور اور وینس کے جرنیل ٹرانسلو کو بھی مسینا کی طرف ہماری پیش قدمی کی اطلاع ہو جائے گی..... مجھے امید ہے کہ وہ اتنے احمق نہیں ہیں کہ قوسرہ سے نکل کر ہمارا تعاقب نہ کریں ہر صورت میں وہ مسینا کے حکمران آنرو کی مدد کرنے کی کوشش کریں گے اور جب وہ اپنے قلعے اور پنجرے سے باہر نکلیں گے تو ان کے خلاف ایسا لائحہ عمل اختیار کروں گا کہ انہیں ازم گاہ اور میدان جنگ سے بھاگنے نہیں دوں گا..... ان کا خاتمہ کروں گا تاکہ مستقبل میں متقلیہ ان کی ریشہ دوانیوں سے پاک ہو جائے۔

ابوفہر تھوڑی دیر کے لئے رُکا، مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ان کی بات کاٹتے ہوئے فضل بن یعقوب بول پڑا۔

امیر ابوفہر اس ساری مہم کے لئے آپ نے سب کا ذکر کیا..... سلیمان بن عافہ محمد بن سندی اور ابورافع کا بھی ذکر کیا..... ابراہیم بن عبداللہ اور سعد بن مسلم کے یہاں رہنے کا بھی تذکرہ کیا، لیکن میرا نام کہیں نہیں لیا۔

ابوفہر کے چہرے پر گہرا غم نمودار ہوا، پھر بڑی شفقت سے وہ فضل بن یعقوب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ابن یعقوب تم محمد بن عبداللہ کے ساتھ واپس افریقہ جاؤ گے، پہلے یہ سوچو افریقہ میں لشکریوں کا سالار کون ہے، کوئی بھی نہیں..... محمد بن سالم مارا جا چکا ہے، میں تمہارے سامنے یہاں ہوں، لہذا تمہارا قیروان جانا انتہائی اہم اور ضروری ہے..... میں چاہوں گا کہ کل تم دونوں یہاں سے کوچ کر جاؤ۔

اس پر فضل بن یعقوب بڑی عاجزی اور انکساری سے ابوفہر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

امیر کیا ایسا ممکن نہیں کہ کل کے بجائے میں اور محمد بن عبداللہ پرسوں افریقہ کے لئے روانہ ہو جائیں..... آج رات تو آپ کا نکاح ہوگا، اس میں ہم شرکت کریں گے..... کل شام کے وقت ان تین قاتلوں سے بھی نمٹنا ہے اگر میں آپ کی اس مہم سے پہلے روانہ ہو گیا تو یاد رکھئے گا، جب تک افریقہ میں مجھے کوئی اطلاع نہیں کرتا کہ ان تین قاتلوں کا کیا بنا میرے

منا بول پڑی۔

سعد بن مسلم میرے بھائی خیریت تو ہے؟  
سعد بن مسلم مسکرا دیا، کہنے لگا۔

کیترینا میری بہن فکر مند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے..... آپ اپنی جگہ پر  
بہن میں اچھی خبریں لے کر آیا ہوں، آپ بیٹھیں تو پھر میں اپنی گفتگو کا آغاز کرتا ہوں۔  
کیترینا جب بیٹھ گئی تو سعد بن مسلم بھی اور لیوس کے پاس بیٹھ گیا..... پھر سب کی  
زلف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

سب سے پہلی بات جو میں آپ لوگوں سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ امیر ابو نفیر اور ابو رافع  
وٹ آئے ہیں۔

سعد بن مسلم مزید کچھ کہنا چاہتا تھا، لیکن اسے رک جانا پڑا، اس لئے کہ اس کے ان  
الفاظ سے کیترینا اور تھیورہ دونوں کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ تھی..... کیترینا اپنی نشست پر تقریباً  
اٹھ بی پڑی اور پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس نے سعد بن مسلم کو مخاطب کیا۔

اگر امیر ابو نفیر اور ابو رافع لوٹ آئے ہیں تو پھر اس وقت وہ کہاں ہیں؟  
سعد بن مسلم کیترینا کی اس حالت سے تھوڑی دیر لطف اندوز ہوتا رہا، پھر مسکراتے  
ہوئے کہنے لگا۔

کیترینا میری بہن آپ اس قدر بے چینی کا اظہار نہ کریں، ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی  
امیر ابو نفیر اور ابو رافع لوٹے ہیں، ان کے ساتھ صقلیہ کا نیا والی ابراہیم بن عبد اللہ بھی ہے جو  
نوجوہ والی محمد بن عبد اللہ کا بڑا بھائی ہے..... اگر وہ ساتھ نہ ہوتا تو شاید وہ دونوں سیدھے آپ  
کی طرف آتے، وہ محمد بن عبد اللہ کی حویلی میں گئے ہیں، اس وقت وہیں بیٹھے ہوئے ہیں.....  
جب میں آیا تو وہ آپس میں گفتگو کر رہے تھے..... گفتگو کا موضوع یہی تھا کہ کل محمد بن عبد اللہ  
اور فضل بن یعقوب یہاں سے افریقہ کی طرف چلے جائیں گے، جبکہ امیر ابو نفیر صقلیہ میں  
دوبارہ اپنے کام کی ابتداء کریں گے۔

سعد بن مسلم جب خاموش ہوا تو کیترینا نے پھر شکوؤں بھری آواز میں اس کی طرف  
دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اگر امیر کے ساتھ صقلیہ کا والی ابراہیم بن عبد اللہ تھا تو اسے محمد بن عبد اللہ کی حویلی میں

مغرب کی نماز کے بعد کیترینا، تھیورہ، لیونا، بلارس اور لیوس دیوان خانے میں بیٹھے  
باہم گفتگو کر رہے تھے کہ حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی۔

اس پر اور لیوس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

اس وقت کون آ سکتا ہے؟

پھر وہ کسی کے جواب کا انتظار کئے بغیر دیوان خانے سے نکلا، صدر دروازے کی طرف  
بڑھا، جب اس نے دروازہ کھولا تو دروازے پر سعد بن مسلم کھڑا تھا۔

اسے دیکھ کر اور لیوس کے چہرے پر خوشگوار تبسم نمودار ہوا، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے  
لگا۔

ابن مسلم خیریت تو ہے؟

سعد بن مسلم نے بھی خوشگوار انداز میں اور لیوس کو مخاطب کیا۔

محترم اور لیوس کیا آپ مجھے اندر آنے کے لئے نہیں کہیں گے، میں آپ کے علاوہ آپ  
کی بہن لیونا بھانجی، تھیورہ، کیترینا اور اس کی ماں بلارس سے ایک انتہائی اہم موضوع پر بات  
کرنا چاہتا ہوں۔

بلارس ایک طرف ہٹ گیا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

اگر یہ بات ہے تو اندر آؤ باہر کیوں کھڑے ہو۔

سعد بن مسلم اندر داخل ہوا..... اور لیوس نے حویلی کا دروازہ بند کر دیا، پھر وہ سعد بن  
مسلم کو لے کر دیوان خانے میں داخل ہوا، اسے دیکھتے ہی کیترینا کسی قدر فکر مند سے انداز



نکاح کا اہتمام کرنا چاہتے ہیں..... سب نے مل کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ شادی دھوم دھام سے ہوگی، بڑی خاموشی اور سادگی کے ساتھ آپ چاروں کا نکاح آج عشاء کے بعد ادا کر دیا جائے گا، اس کے بعد خاموشی کے ساتھ امیر ابوہریرہ اور ابو رافع یہاں آپ کی حویلی میں آپ کے پاس قیام کر لیں گے۔

یہ ایسا موضوع تھا جس پر کیتھرینا اور تھیوہرہ دونوں کچھ نہ بول سکیں، دونوں کی گردنیں اور حجاب کے باعث جھک گئی تھیں..... یہاں تک کہ ان کے کانوں ان کی سماعت میں مدہن مسلم کی آواز بھر پڑی وہ اور لیوس، لیونا اور بلارس کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ اب مجھے اس لئے آپ کی طرف روانہ کیا گیا ہے تاکہ میں آپ سے یہ جانوں کہ کیا پ آج عشاء کی نماز کے بعد کیتھرینا اور تھیوہرہ کے نکاح کے لئے تیار ہیں۔

اس موقع پر کیتھرینا اور تھیوہرہ دونوں نے چورنگا ہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، ران دونوں کی نگاہیں بلارس اور لیوس اور لیونا پر جم گئی تھیں..... بلارس اور لیونا نے پہلے ہی میں مشورہ کیا، پھر انہوں نے اور لیوس سے گفتگو کی تھی..... اور لیوس ان کی نمائندگی کرتے ہوئے سعد بن مسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

ابن مسلم اگر محمد بن عبداللہ نے تمہیں اس کام کے لئے بھیجا ہے تو میرے بیٹے ہم نراض کرنے والے کون ہوتے ہیں..... کیتھرینا کو پہلے ہی امیر ابوہریرہ اور تھیوہرہ کو ابو رافع کے اٹھ منسوب کیا جا چکا ہے..... ہم تو اس سے بہت پہلے تیار تھے کہ ان دونوں کے نکاح کا تمام کیا جائے..... اگر سب نے مل کر یہ متفقہ فیصلہ کیا ہے کہ آج عشاء کی نماز کے بعد ان دونوں کے نکاح کا اہتمام بڑی سادگی سے کیا جائے گا، تو مجھے میری بہن کے علاوہ کیتھرینا کی لہ بلارس کو اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں ہے..... تم واپس جا کر ہم سب کی طرف سے کہہ لئے ہو کہ آج عشاء کی نماز کے بعد ان دونوں کے نکاح کا اہتمام کیا جائے گا۔

اور لیوس کا جواب سن کر سعد بن مسلم خوش ہو گیا تھا، اس کے بعد اس نے کچھ سوچا پھر اٹھ کر صبحی آواز میں سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

مجھے آپ لوگوں سے یہ دو ہی باتیں کرنے کے لئے کہا گیا تھا، لیکن میں اب اپنی طرف سے ایک تیسری بات کی بھی ابتداء کر رہا ہوں..... تیسری بات میں آپ سے اس وقت کہوں گا کہ آپ لوگ مجھ سے وعدہ کریں کہ جو بات میں کہوں اسے راز میں رکھیں گے اور یہ کہ اس کا

چھوڑنے کے بعد ان دونوں کو یہاں ہمارے پاس آنا چاہئے تھا۔ سعد بن مسلم پھر مسکرایا اور کہنے لگا۔

میری بہن آپ کا شکوہ بجا اور درست ہے لیکن ابھی میں نے ایک ہی بات کی ابتداء کی ہے، دوسری بات کی جب میں ابتداء کروں گا تو آپ خود ہی سمجھ جائیں گی کہ وہ یہاں کیوں نہیں آئے، بلکہ آپ خود کہیں گی کہ انہیں اس وقت یہاں نہیں آنا چاہئے تھا۔ اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کیتھرینا بول پڑی۔

انہیں کیوں نہیں یہاں آنا چاہئے تھا، ایسے کون سے حالات درپیش ہیں جن کی بنا پر ہم خود یہ کہتے کہ ان دونوں کو یہاں نہیں آنا چاہئے، ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔

ایسا ہونے والا ہے، بڑے خوشگوار سے انداز میں سعد بن مسلم نے کیتھرینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

سعد بن مسلم رکا، اس کے بعد اس نے دوبارہ گفتگو کا آغاز کیا۔

یہ تو ایک بات تھی جو میں نے آپ سے کہہ دی کہ امیر ابوہریرہ اور ابو رافع دونوں محمد بن سندی اور اس کے بحری بیڑے کے ساتھ یہاں پہنچ چکے ہیں اور تھوڑی دیر ہوئی وہ یہاں آئے ہیں، اب جو دوسری بات میں آپ سے کہنے لگا ہوں وہ اس سے بھی زیادہ اہم ہے۔

جیسا کہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ امیر نے آتے ہی محمد بن عبداللہ اور فضل بن یعقوب سے کہا تھا کہ وہ کل یہاں سے افریقہ کی طرف روانہ ہو جائیں، لیکن انہوں نے صقلیہ روانگی کے لئے دو شرائط پیش کی تھیں..... پہلی یہ کہ میری دونوں بہنوں کی شادی امیر ابوہریرہ اور ابو رافع سے ہو جائے، اس کے علاوہ قسطنطنیہ کے شہنشاہ تھیوفلس نے تین تیغ زن ابوہریرہ کا خاتمہ کرنے کے لئے مقرر کئے تھے..... انہوں نے ہی چھپ کر حملہ آور ہوتے ہوئے محمد بن سالم کا خاتمہ کیا تھا..... فضل بن یعقوب اور محمد بن عبداللہ کی شرط یہ ہے کہ وہ صقلیہ سے افریقہ اس وقت روانہ ہونا چاہتے ہیں جب ان تین تیغ زنیوں کا خاتمہ ہو جائے۔

اب مجھے صرف دو امور پر آپ سے گفتگو کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے..... دوسرا موضوع بڑا نازک ہے، اس پر میں بعد میں بات کروں گا، اب پہلی بات تو ختم ہو چکی کہ امیر ابوہریرہ اور ابو رافع یہاں پہنچ چکے ہیں..... دوسرے موضوع پر مجھے محمد بن عبداللہ نے آپ سے بات کرنے کے لئے کہا ہے کہ وہ آج عشاء کے بعد کیتھرینا میری بہن آپ اور امیر ابوہریرہ اور تھیوہرہ اور ابو رافع

نماز کے بعد امیر اور کیتھرینا کا نکاح ہو جائے گا اور دونوں میاں بیوی کے رشتے میں ڈال دیئے جائیں گے..... ایک بیوی کی حیثیت سے کیتھرینا امیر کو اس بات کے لئے راضی کر سکتی ہے کہ وہ کل عصر اور مغرب کے درمیان ان قاتلوں کے مقابلے میں اکیلے نہ جائیں بلکہ اپنے کچھ سالاروں کو ساتھ جانے کی اجازت دیں۔

سعد بن مسلم کے ان الفاظ پر کیتھرینا کا چہرہ پریشانی اور فکر مندی کا شکار ہو کر سرسوں ہو گیا تھا، کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اور لیوس بول پڑا۔

پران تینوں قاتلوں نے شہر میں کہاں قیام کر رکھا ہے؟

سعد بن مسلم شاید ان کے قیام کا ذکر ان سے نہیں کرنا چاہتا تھا..... لہذا بات کو ٹالتے ہوئے کہنے لگا۔

یہ تو مجھے بھی نہیں پتہ کہ ان تینوں نے کہاں قیام کر رکھا ہے، لیکن امیر نے جو اپنے مخبر اور نائب پھیلا رکھے ہیں، انہوں نے امیر کو بتا دیا ہے کہ وہ تینوں اس شہر کے نواح میں کس جگہ قیام کئے ہوئے ہیں اور امیر وہاں جا کر ان سے نمٹنے کا ارادہ رکھتے ہیں..... سب لوگ فکر مند ہیں کہ وہ تینوں رومن سلطنت کے بہترین تیغ زن ہیں اور امیر کا ان تینوں کے مقابلے میں اکیلے جانا خطرے سے خالی نہیں ہے۔

کیتھرینا سارے حالات کو سمجھ گئی تھی، کچھ دیر اس نے سوچا پھر سعد بن مسلم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

ابن مسلم مطمئن رہو میں امیر کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کروں گی کہ وہ ہرگز اکیلے ان تینوں کے مقابلے پر نہ جائیں۔

اس پر سعد بن مسلم اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا، اگر یہ بات ہے تو پھر میں چلتا ہوں، جس کام کے لئے میں آیا تھا وہ پورا ہو چکا ہے..... اب سب لوگ وہاں بیٹھے میرے منتظر ہوں گے، اس لئے کہ میں جاؤں گا تب کھانے کی ابتداء کی جائے گی..... اس کے ساتھ ہی سعد بن مسلم دیوان خانے سے نکلا اور لیوس اس کے پیچھے پیچھے تھا..... سعد بن مسلم وہاں سے چلا گیا اور لیوس نے حویلی کے صدر دروازے کو اندر سے زنجیر لگا دی تھی۔

☆

سعد بن مسلم دیوان خانے میں داخل ہوا اور لیوس کے ہاں جو گفتگو ہوئی تھی اس کی

ذکر آپ لوگوں میں سے کوئی بھی امیر ابوفہر سے نہیں کرے گا کہ میں نے آپ سے اس بات کا ذکر نہیں کیا..... اگر آپ وعدہ نہیں کرتے تو میں اٹھ کر جاتا ہوں، اگر وعدہ کرتے ہیں تو پھر میں اس بات کا انکشاف آپ لوگوں پر کرتا ہوں۔

سعد بن مسلم کی اس گفتگو پر سب کے چہروں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی، پھر کیتھرینا بول پڑی۔

ابن مسلم میرے بھائی وہ کون سا راز ہے جو تم کہنا چاہتے ہو، بہر حال تم بے فکر رہو، میرے کچھ نہیں کہیں گے..... میں سب کی طرف سے وعدہ کرتی ہوں کہ اگر تم کوئی راز کی بات کہنا چاہتے ہو تو کہو اس راز کو راز ہی رکھا جائے گا۔

اور اگر اس راز سے متعلق امیر ابوفہر سے گفتگو بھی کرنا پڑی تو تمہارا نام اس میں نہیں آئے گا۔

کیتھرینا کے ان الفاظ سے لگتا تھا سعد بن مسلم مطمئن ہو گیا تھا..... پھر دوبارہ وہ کہ رہا تھا۔

دراصل جن تین تیغ زنوں نے محمد بن سالم کا خاتمہ کیا تھا یہ وہی ہیں جنہیں قسطنطین کے شہنشاہ تھیوفلس نے امیر کا خاتمہ کرنے کے لئے کہا تھا اور امیر کے خاتمے کے لئے اس نے ایک بہت بڑی رقم انعام کے لئے بھی مقرر کی تھی..... وہ تینوں قاتل اب امیر ابوفہر کو ہدف بنانا چاہتے ہیں، وہ اسی شہر میں قیام کئے ہوئے ہیں..... انہوں نے کہاں قیام کیا ہوا ہے، امیر ابوفہر کو اس کا علم ہے اور امیر ابوفہر کل مغرب کی نماز سے پہلے یعنی عصر اور مغرب کے درمیان اکیلے ان تینوں کے مقابلے پر جائیں گے اور ان سے نمٹیں گے، ان پر حملہ آور ہو کر ان کا خاتمہ کرنے کی کوشش کریں گے، ان سے نمٹنے کا یہ معاملہ شہر سے باہر سرانجام پائے گا۔ سلیمان بن عابد کے علاوہ ابورافع محمد بن عبداللہ فضل بن یعقوب سب نے امیر سے التجا کی کہ ان تینوں کے مقابلے پہ امیر کو اکیلے نہیں جانا چاہئے..... ابورافع اور فضل بن یعقوب دونوں لے جانا چاہئے، لیکن امیر نہیں مانے ان کا کہنا ہے کہ ان تینوں کو چونکہ ان کے خاتمے کے لئے مقرر کیا گیا ہے، لہذا وہ اکیلے ہی ان تینوں کی گردنیں کاٹیں گے، اب امیر کے اس فیصلے سے سب لوگ پریشان اور فکر مند ہیں۔

اس موضوع پر یہاں آپ لوگوں سے میرا گفتگو کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آج عشاء کی

تفصیل سب سے کہہ دی تھی..... اسے دیکھتے ہی عبداللہ بن مسلم نے کھانا پکانے والوں کو آواز دی جس کے جواب میں انہوں نے فی الفور کھانے کے برتن دیوان خانے میں لگا دیئے تھے اور سب خاموشی سے بیٹھ کر کھانا کھا۔ کئے تھے..... کھانے کے بعد جب برتن اٹھائے گئے تب کچھ دیر تک محمد بن عبداللہ سلیمان بن عافیہ ابراہیم بن عبداللہ، فضل بن یعقوب، ابو رافع محمد بن سندی، سعد بن مسلم آپس میں صلاح مشورہ کرتے رہے، جب تک وہ ایسا کرتے رہے ابوہریرہ خاموشی سے اپنی جگہ پر بیٹھا رہا اور ہلکا سا تبسم چہرے پر لئے ان کی طرف دیکھتا رہا، جب وہ کسی صلاح مشورہ سے فارغ ہوئے تب ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے ابوہریرہ بول اٹھا۔

میرے عزیزو کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ کیا صلاح مشورہ ہوا ہے، میرے خلاف کوئی سازش تو تیار نہیں کی گئی۔

اس پر فضل بن یعقوب نے ہلکا سا قہقہہ لگایا، پھر کہنے لگا۔

امیر محترم کیا ہم ایسا کرنے کی جرات اور جسارت کر سکتے ہیں..... بہر حال ہم نے آپ اور ابو رافع کے نکاح کے سلسلے میں ایک مشورہ کیا ہے، آپ اور ابو رافع فی الحال یہیں رہیں گے..... میں محمد بن عبداللہ سلیمان بن عافیہ، ابراہیم بن عبداللہ، محمد بن سندی اور سعد بن مسلم محترم اور لیوس کے ہاں جاتے ہیں..... وہاں جا کر آپ دونوں کے نکاح کا اہتمام کرنے کے ساتھ ساتھ حویلی کی تزئین کا بھی کچھ کام سرانجام دیں گے، اس لئے کہ حویلی کے کروڑوں کو تین حصوں میں بانٹنا ہوگا..... ایک حصہ آپ کے تصرف میں، دوسرا ابو رافع اور تیمر اور لیوس، لیونا اور بارس کے تصرف میں رہے گا..... یہ سارے کام نمٹانے کے بعد میں محمد بن سندی کو آپ کی طرف بھیجوں گا..... آپ دونوں ان کے ہاں آجائیں، پھر نکاح کا اہتمام کیا جائے گا..... ہم نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ نکاح خود ابراہیم بن عبداللہ پڑھائے گا، میرے خیال میں آپ دونوں ہماری اس تجویز سے اتفاق کریں گے۔

ابوہریرہ نے مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلا دی تھی، اس پر سب اٹھ کھڑے ہوئے، ابو رافع اور ابوہریرہ وہیں بیٹھے رہے، باقی سب دیوان خانے سے باہر نکل گئے تھے۔

دیوان خانے سے تھوڑی دُور جا کر اچانک فضل بن یعقوب مڑا اور ابوہریرہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

امیر آپ دونوں عشاء کی نماز یہیں ادا کر لیں، ہم لوگ اور لیوس کی حویلی میں عشاء کی

نماز پڑھ لیں گے، اس کے ساتھ ہی فضل بن یعقوب وہاں سے چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد فضل بن یعقوب نے اور لیوس کی حویلی پر دستک دی، دروازہ اور لیوس نے کھولا، سب کو اپنی حویلی کے دروازے پر کھڑا دیکھ کر اس کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی..... ایک طرف ہٹ گیا اور سب کو اندر آنے کے لئے کہا، سب اندر داخل ہوئے اور لیوس کی رہنمائی میں سب دیوان خانے میں داخل ہوئے، وہاں پہلے سے کیتھرینا، خیمورہ، بارس اور لیونا بیٹھی ہوئی تھیں..... فضل بن یعقوب نے ابراہیم بن عبداللہ سے سب کا تعارف کروایا..... پھر سب نشستوں پر بیٹھ گئے، اس کے بعد محمد بن عبداللہ نے اور لیوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

محترم اور لیوس میرا بھائی ابراہیم بن عبداللہ صقلیہ کے نئے والی کی حیثیت سے یہاں پہنچ چکا ہے..... میں اور فضل بن یعقوب اب واپس جائیں گے، اس لئے کہ امیر ابوہریرہ اور ابو رافع یہاں آگئے ہیں..... جیسا کہ سعد بن مسلم پہلے ہی آپ کو بتا چکا ہے کہ آج کیتھرینا اور خیمورہ ابوہریرہ اور ابو رافع کے نکاح کا اہتمام کیا جانا ہے..... اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے ساتھ ہم اس حویلی کا جائزہ لیں..... امیر ابوہریرہ سے ہم کہہ کے آئے ہیں کہ حویلی کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا..... ایک حصہ امیر ابوہریرہ اور کیتھرینا کے تصرف میں دوسرا ابو رافع اور خیمورہ کے پاس ہوگا اور تیسرا حصہ آپ لوگوں کے پاس رہے گا۔

محمد بن عبداللہ رکا، پھر دوبارہ وہ کہہ رہا تھا۔

اس سلسلے میں شادی کے بعد امیر ابوہریرہ اور ابو رافع دونوں کے لئے علیحدہ علیحدہ حویلیوں کا بھی بلرم شہر میں انتظام کیا جاسکتا تھا، لیکن آپ کی حویلی میں عارضی انتظام کیا جا رہا ہے، اس لئے کہ امیر ابوہریرہ اور ابو رافع مستقل طور پر صقلیہ میں قیام نہیں کریں گے، ابھی کچھ مہینے ایسی ہیں جو امیر ابوہریرہ کی سرکردگی میں سر کی جانی ہیں، ان سب سے نمٹنے کے بعد امیر ابو رافع انوں واپس افریقہ جائیں گے، وہاں سے ایک بار پھر فضل بن یعقوب لوٹ کے آئے گا اور مستقل طور پر صقلیہ کے سپہ سالار اعلیٰ کی حیثیت سے یہاں قیام کرے گا، میرا بھائی ابراہیم بن عبداللہ بھی مستقل طور پر صقلیہ کے والی کی حیثیت سے یہاں رہے گا۔

اور لیوس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

آئیے میں آپ لوگوں کو حویلی کے سارے کمرے دکھاتا ہوں..... سب اٹھ کھڑے

دوسری بات جو میں آپ سے کہنا چاہتا تھا کہ سعد بن مسلم نے آپ سے کہہ دیا گیا تھا کہ آپ اس سلسلے میں امیر ابوہریرہ سے بات کریں..... سعد بن مسلم نے یہ غلطی کی، آپ ہرگز اس سلسلے میں امیر ابوہریرہ سے بات نہ کریں..... آپ یہی ظاہر کریں کہ آپ کو پتہ ہی نہیں کہ انہوں نے کل ان تین قاتلوں سے ٹکرانا ہے، بہر حال آپ مطمئن رہیں، ان تین قاتلوں سے امیر کا بہترین تحفظ کیا جائے گا..... اب اگر آپ لوگ اجازت دیں تو ہم امیر اور ابوہریرہ کو بلائیں تاکہ نکاح کا اہتمام کیا جائے..... نکاح محترم ابراہیم بن عبداللہ پڑھائیں گے..... امیر ابوہریرہ اور ابوہریرہ کو ہم اپنے ساتھ نہیں لے کر آئے لیکن جو بات ابھی ہم نے آپ سے کی ہے یہ ان کی موجودگی میں نہیں ہو سکتی تھی۔

اور یوس نے بڑی ممنونیت سے فضل بن یعقوب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ ابن یعقوب ہماری طرف سے اجازت ہے، امیر ابوہریرہ اور ابوہریرہ کو بلائیں اور نکاح کا اہتمام کریں..... میرے ہی لئے نہیں لیونا، لیونا اور میری دوسری بہن بلارس کے لئے یہ بے پناہ خوشی کا دن ہے، سب سے بڑی بات کہ کیتھرینا ابوہریرہ اور تھیورہ ابوہریرہ کو پسند کرتی ہے..... دونوں کو اپنی منزل مل رہی ہے اور پھر جن حالات میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں وہ آپ جانتے ہیں..... ان حالات میں کیتھرینا کا ہاتھ ابوہریرہ کو تھا مانا اور تھیورہ کا ہاتھ ابوہریرہ کے ہاتھ میں دیا جانا ہمارے لئے بڑی سعادت اور خوش قسمتی کی بات ہے۔

اور یوس کی اس گفتگو سے سب خوش اور مطمئن ہو گئے تھے..... پھر فضل بن یعقوب نے اپنے قریب بیٹھے محمد بن سندی کو مخاطب کیا۔

ابن سندی جاؤ امیر اور ابوہریرہ دونوں کو بلا لاؤ، محمد بن سندی اپنی جگہ سے اٹھا اور چپ چاپ باہر نکل گیا تھا..... دیوان خانے میں بالکل خاموشی تھی..... یہاں تک کہ تھوڑی دیر بعد دیوان خانے کے دروازے پر محمد بن سندی کے ساتھ امیر ابوہریرہ اور ابوہریرہ نمودار ہوئے۔ ابوہریرہ کو دیکھتے ہی سب سے پہلے کیتھرینا اپنی جگہ پر کھڑی ہوئی، پھر اس کی طرف دیکھتے ہوئے دیوان خانے میں بیٹھے سب لوگ اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے تھے..... ابوہریرہ اور ابوہریرہ نے بارنی بارنی آگے بڑھ کر اور یوس سے مصافحہ کیا..... لیونا اور بلارس کی احوال پرسی کی پھر دونوں اور یوس کے قریب بیٹھ گئے تھے۔

پھر فضل بن یعقوب کے کہنے پر ابراہیم بن عبداللہ نے ابتداء کی، ابوہریرہ اور کیتھرینا تھیورہ

ہوئے، ان کے ساتھ تھیورہ، کیتھرینا، لیونا اور اور یوس بھی اٹھ کھڑے ہوئے تھے..... سب نے حویلی کا جائزہ لیا، کچھ کمرے ابوہریرہ اور کیتھرینا کے لئے چند کمرے تھیورہ اور ابوہریرہ کے لئے اور باقی کمرے اور یوس، لیونا اور بلارس کے لئے مختص کر دیئے گئے تھے..... پھر ابراہیم بن عبداللہ کی امامت میں سب نے عشاء کی نماز ادا کی اور پہلے کی طرح دیوان خانے میں آکے بیٹھ گئے تھے۔

اس بار گفتگو کا آغاز کیتھرینا نے کیا اور فضل بن یعقوب کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ اٹھی

ابن یعقوب میرے بھائی میں آپ سب لوگوں سے ایک انتہائی اہم مفعول پر گفتگو کرنا چاہتی ہوں..... بشرطیکہ آپ اس کا ذکر امیر ابوہریرہ سے نہ کریں، ایسا میں ان کی سلامتی اور ان کے تحفظ کے لئے کرنا چاہتی ہوں۔

کیتھرینا مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس کی بات کانتے ہوئے فضل بن یعقوب بول پڑا۔ میری بہن امیر ابوہریرہ کے تحفظ اور سلامتی ہی کے سلسلے میں تو ہم یہاں آپ لوگوں سے بات کرنے کے لئے آئے ہیں..... اسی بنا پر امیر ابوہریرہ اور ابوہریرہ کو ہم وہاں بٹھا کے آئے ہیں..... سعد بن مسلم بتا رہا تھا کہ اس نے آپ لوگوں سے ذکر کر دیا ہے کہ کس طرح قسطنطنیہ سے آنے والے تین قاتلوں نے محمد بن سالم کا خاتمہ کیا اور وہ بلرم شہر میں پہنچ چکے ہیں اور کس طرح اس شہر کے نواح میں ابوہریرہ اکیلا کل ان سے مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔

میری بہن یہ بات یقیناً آپ کے لئے پریشانی اور فکر مندی کی ہے، اس لئے کہ آپ ابوہریرہ کو دیوالگی کی حد تک چاہتی ہیں..... اگر ان کی زندگی کو کوئی خطرہ ہوتا ہے تو یقیناً وہ خطرہ آپ کے لئے بھی ہے، اس موضوع پر ہم نے تھوڑی دیر امیر ابوہریرہ سے بات کی لیکن انہوں نے ہمیں ٹال دیا، اکیلے ہی ان تینوں کے مقابلے پر جانے کے لئے بھند رہے۔ لیکن ہم نے آپس میں صلاح مشورہ کرنے کے بعد ان کے تحفظ کا اہتمام کر لیا ہے..... یہ اہتمام ہم نے کیسے اور کس طرح کیا ہے، اس کا ذکر ہم ابھی آپ سے بھی نہیں کریں گے، اس لئے کہ ہم اسے راز ہی میں رکھنا چاہتے ہیں، لیکن بہر حال یہ امر طے شدہ ہے کہ کل جب امیر ابوہریرہ ان تین قاتلوں سے ٹکرائیں گے تو ان کے تحفظ کا خاطر خواہ انتظام ہوگا، میری بہن اس سلسلے میں ہمیں فکر مندی کی ضرورت نہیں ہے۔

اور ابو رافع کا اس نے نکاح پڑھا دیا تھا..... نکاح کے بعد سب بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے..... اس موقع پر کیتھرینا اور تھیوہرہ تو سر جھکائے اپنی جگہ پر بیٹھی رہیں لیونا اور بلارس اٹھیں، دوسرے کمرے کی طرف گئیں، تھوڑی دیر بعد وہ لوٹیں، ان دونوں کے ہاتھوں میں ایک ایک طشت تھا جس میں بیٹھے پنیر کے مکڑے کاٹ کر ڈھیر کئے ہوئے تھے، سب کو وہ پنیر کے مکڑے پیش کرنے لگی تھیں، اس طرح ابوفہر، کیتھرینا، تھیوہرہ اور ابو رافع کا نکاح اختتام کو پہنچا تھا، کچھ دیر تک سب دیوان خانے میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف رہے، اس کے بعد فضل بن یعقوب اپنی جگہ پر اٹھا اور ابوفہر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر ابوفہر اگر آپ برا نہ مانیں تو اس موقع پر میں آپ سے علیحدگی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

ابوفہر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا..... فضل بن یعقوب نے آگے بڑھ کر ابوفہر کا ہاتھ تھام لیا..... دیوان خانے سے نکل کر حویلی کے صحن میں آئے، فضل بن یعقوب زکا، پھر انتہائی عاجزی میں وہ سرگوشی کے انداز میں ابوفہر کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

امیر محترم میری ایک گزارش ہے آپ جانتے ہیں زندگی میں کبھی بھی میں نے آپ سے کچھ نہیں مانگا..... آپ مجھے صرف یہ اجازت دے دیں کہ کل جب آپ ان تینوں شیطان کے گماشتوں سے نمٹنے کے لئے نکلیں تو میں بھی آپ کے قریب ہی وہاں موجود ہوں، اس طرح مجھے اطمینان اور تسلی رہے گی..... اگر آپ اکیلے گئے اور ہم سب یہاں بیٹھے رہے تو امیر محترم آپ جانتے ہیں آپ کے متعلق آپ کی سلامتی اور آپ کے تحفظ کو دیکھتے ہوئے ہم کس کرب، کس پریشانی سے گزر رہے ہوں گے..... اس واقع کا ذکر ہم نے ابھی تک اپنی بہن کیتھرینا سے نہیں کیا..... میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ مجھے ان چنانوں کے آس پاس ہی رہنے کی اجازت دے دیں جہاں آپ ان تینوں سے نمٹیں گے میں نے وہ جگہ دیکھ رکھی ہے جہاں وہ عصر اور مغرب کے درمیان گھڑ دوڑ کرتے ہیں۔

سلیمان بن عافیہ اور دیگر سالار بھی وہاں موجود رہنے کے لئے ضد کر رہے ہیں..... ہماری بات ٹالنے کا نہیں، یوں جائیں اس میں ہمارا سکون اور ہمارا اطمینان پوشیدہ ہے۔ فضل بن یعقوب کی ان باتوں سے ابوفہر لمحہ بھر کے لئے مسکرایا، پھر فضل بن یعقوب کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

اگر تم ایسا ہی کرنا چاہتے ہو تو پھر اس کام کے ساتھ ایک اور کام بھی کرنا۔

کل اس بڑے پادری کو بھی وہیں لے آنا جو ان تین قاتلوں سے ملا ہوا ہے اور جس کے پاس ان تین قاتلوں نے پادریوں کے بھیس میں پناہ لے رکھی ہے..... میں چاہتا ہوں کہ اس پادری کا انجام بھی شہر سے باہر انہی کے ساتھ کیا جائے، ایسے شخص کو کسی کلیسا کے پادری کی حیثیت سے رہنا تو دور کی بات اسے بلرم شہر کے ایک شہری کی حیثیت سے بھی رہنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی، اب تم خوش اور مطمئن ہو؟

فضل بن یعقوب ابوفہر کے ان الفاظ سے ایسا خوش ہوا کہ ابوفہر سے بغل گیر ہو گیا..... اس نے ابوفہر کی پیشانی چوم لی، پھر دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے دیوان خانے میں داخل ہوئے، اس کے بعد فضل بن یعقوب سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

میرے عزیزو! میں نے امیر کے ساتھ ایک معاملہ طے کر لیا ہے، آؤ اب چلیں اس پر اب اٹھ کھڑے ہوئے اور حویلی سے نکلے، فضل بن یعقوب، سلیمان بن عافیہ، محمد بن سندی، سعد بن مسلم تو مستقر کی طرف چلے گئے تھے، جبکہ ابراہیم بن عبد اللہ اور محمد بن عبد اللہ اسی بلی کی طرف جا رہے تھے جہاں سے اٹھ کر وہ اور یوس کی حویلی میں آئے تھے۔



ابورافع رُکا، پھر دوبارہ وہ کیتھرینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔  
آپ دونوں کام کریں، میں امیر کی طرف جاتا ہوں..... اس پر کیتھرینا کہنے لگی۔  
نہیں میں اور تھیورہ بھی جاتی ہیں..... ہم دونوں ساتھ والے کمرے میں کھڑی ہو کے  
پ کی بات چیت سنیں گی۔

ابورافع نے مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلا دی، پھر وہ بڑی تیزی سے دیوان  
نے کی طرف بڑھا..... کیتھرینا اور تھیورہ دونوں اس کے پیچھے پیچھے تھیں..... ساتھ والے  
رے میں وہ دونوں رُک گئیں، ابورافع دیوان خانے میں داخل ہوا اور ابوفہر کی طرف دیکھتے  
ئے اس نے پوچھ لیا۔

امیر آپ نے مجھے آواز دی؟

ابوفہر مسکرایا، تیز لگا ہوں سے ابورافع کی طرف دیکھا..... پھر کہنے لگا۔  
ابورافع میں نے تمہیں ہی بلایا ہے، تمہارے علاوہ میرے خیال میں کوئی ابورافع تو اس  
لی میں نہیں ہے..... اس پر ابورافع بھی مسکرا دیا..... عاجزی اور انکساری کا اظہار کرتے  
ئے اس نے اپنی گردن کو خم کیا اور کہنے لگا۔

امیر آپ کیسی باتیں کرتے ہیں، آپ حکم دیں..... مجھے کیا کرنا ہے۔

ابوفہر اپنی جگہ سے اٹھ کر ابورافع کے پاس آیا، اس کا شانہ تھپتھپایا، پھر کہنے لگا۔  
ذرا کسی کو بھیج کے مستقر سے مجھے میرا گھوڑا منگوا کے دو، میں خود وہاں نہیں جانا چاہتا،  
میں اپنی آمد کو راز ہی میں رکھنا چاہتا ہوں..... شہر کے لوگوں یا لشکریوں کو یہ خبر نہیں ہونی  
ہے کہ میں افریقہ سے بلرم پہنچ چکا ہوں..... محمد بن سندی اپنے بحری بیڑے کے سارے  
نوں کو پہلے ہی سمجھا چکا ہے کہ ابھی میری آمد کا کسی سے ذکر نہ کریں، اس لئے میرا گھوڑا  
واؤ میری مہم کا وقت ہو رہا ہے۔  
امیر آپ کا گھوڑا آگیا ہے۔

ابوفہر فوراً اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا..... دیوان خانے سے نکل کر حویلی کے صحن میں آیا، اس  
مدھایا ہوا گھوڑا حویلی کے صحن میں کھڑا تھا..... جونہی اس نے ابوفہر کو دیکھا، ہنہاتے ہوئے  
کی طرف بڑھا..... ابوفہر بھی اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا دیا تھا..... گھوڑا قریب آ کر  
ف انداز میں ابوفہر کے جسم سے اپنے چہرے کو رگڑ کر اپنی وفاداری اپنے پیار اور اپنے خلوص

گلے روز سہ پہر کے قریب کیتھرینا اور تھیورہ کے ساتھ ابورافع گھر کا سامان درست  
کرنے میں مصروف تھا کہ گھر کے دیوان خانے کی طرف سے ابوفہر کی آواز سنائی دی، اس نے  
ابورافع کو پکارا تھا۔

اس پکار پر ابورافع ہی نہیں کیتھرینا اور تھیورہ بھی چونک گئی تھیں، پھر اپنے ساتھ کام کرتی  
کیتھرینا اور تھیورہ کو مخاطب کرتے ہوئے ابورافع کہنے لگا۔

لگتا ہے ان تین قاتلوں سے منٹنے کے لئے امیر بڑی بے چینی کے لمحات سے گزر رہے  
ہیں..... یقیناً اسی سلسلے میں انہوں نے مجھے بلایا ہوگا۔

کیتھرینا کچھ پریشان سی ہو گئی تھی، ابورافع کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

میرے بھائی آپ کے خیال میں امیر آپ سے کیا کہیں گے۔

ابورافع تھوڑا سا مسکرایا پھر کہنے لگا۔

کیتھرینا میری بہن تمہیں حیران پریشان اور فکر مند ہونے کی کیا ضرورت ہے..... میں  
سارے انتظامات مکمل کر چکا ہوں..... مطمئن رہو کیتھرینا، پھر ابورافع کی طرف دیکھتے ہوئے  
بول پڑی۔

میرے خیال میں امیر آپ کو جو بلا رہے ہیں تو کیا کہیں گے؟

ابورافع مسکرایا اور کہنے لگا۔

کہنا کیا ہے یہی کہیں گے کہ مجھے مستقر سے گھوڑا منگوا کر دو اس لئے کہ ان کا گھوڑا اس  
وقت لشکر گاہ میں بندھا ہوا ہے۔

کا اظہار کر رہا تھا۔

ابو فہر نے گھوڑے کا ساز دیکھا۔ پیٹ کے نیچے انگلی ڈال کر اس کے تنگ کا جائزہ لیا۔ مطمئن ہو کر گھوڑے کی گردن تھپتھپائی، اپنے لباس کے نیچے پٹنی ہوئی زرہ اور گھنے پٹوں والے عمامے کے نیچے چمکتا ہوا خود اس نے درست کیا، اپنی تلوار اور ڈھال کا جائزہ لیا۔ پھر اس نے گھوڑے کی لگام سیدھی کی، گھوڑے پر بیٹھنا ہی چاہتا تھا کہ ایک طرف سے کیتھرینا تقریباً بھاگتی ہوئی آئی۔ اسے دیکھتے ہوئے گھوڑے پر بیٹھتے بیٹھتے ابو فہر زک گیا۔ کیتھرینا قریب آئی، اس کے پہلو میں کھڑی ہوئی بڑے پیار سے گھوڑے کے سر پر ہاتھ پھیرا، پھر ابو فہر کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

آپ اس وقت کہاں جا رہے ہیں؟

ابو فہر نے تیز نگاہوں سے کیتھرینا کی طرف دیکھا۔ مسکرایا، پھر ٹالنے کے انداز میں کہنے لگا۔

بس میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں، کہیں نہیں جا رہا۔

کیتھرینا مسکرائی، اس کی مسکراہٹ میں دُور دور تک پیار اور خلوص تھا، ایسی آنکھوں سے ابو فہر کی طرف دیکھا جن میں محبت کی چمک تھی۔ پھر اپنا ہاتھ اس نے ابو فہر کے ہاتھ پر رکھ دیا، کہنے لگی۔

امیر محترم تصورات کے جمود اور دامن دہر میں میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے دریا کے کناروں کی طرح بے میل نہیں ہوتے، بلکہ ندی کے بہتے پانی کے ہر قطرے کی طرح ایک دوسرے کے ہر ازا ایک دوسرے کے دمساز ہوتے ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لئے کیتھرینا رُکی، پھر اپنی آواز کے سارے حسن و نغمہ کی اپنے انداز کی ساری گھلاوٹ و نرمی اپنے لہجے کے سارے تغزل و عنایت اور اپنی نوری موجوں اور طلسم ماہ و انجم جیسے حسن کو مجتمع کیا۔ اس کے بعد دوبارہ وہ موہ لینے والے انداز میں ابو فہر کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

امیر محترم ایک اچھا شوہر اپنی بیوی کے لئے عقیدتوں کے پھولوں امرت کے چشموں اور خوابوں کی جنت سے بھی اعلیٰ و ارفع ہوتا ہے اور ایک اچھی بیوی اپنے شوہر کے لئے سنورتا نکھرتا قرب کا لمحہ چاہت کا مہربان آنکھل اور محبت کا ترجمان تبسم ثابت ہوئی ہے۔ میں اب

آپ کے لئے صرف کیتھرینا ہی نہیں آپ کی بیوی ہوں۔ بیوی بھی وہ جس سے آپ نے اپنی شادی کی ہے اور میرے لئے آپ اس وقت صرف امیر ابو فہر نہیں ہیں، میرے برابر بھی ہیں، شوہر بھی ایسا جسے میں نے اپنے دل و جان کی گہرائیوں سے چاہا اور جس سے جانے چاہت کی شادی کی، کیا آپ مجھ پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہوئے یہ نہیں بتائیں گے آپ اس وقت کہاں جا رہے ہیں؟

کیتھرینا کے اس انداز سے لگتا تھا ابو فہر کو بے حد متاثر کیا تھا۔ لمحہ بھر کے لئے وہ اس ہو گیا تھا، گردن جھک گئی تھی۔ خاموش اور چپ تھا۔ یوں جیسے اس کے ہونٹ پتھر ہو گئے ہوں یا کسی نے اچانک اس کے نطق پر مہر لگا دی ہو۔ انتہائی افسردگی اور اداسی کی نگاہ اس نے کیتھرینا پر ڈالی پھر درد بھرے انداز میں کیتھرینا کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ

تھا۔

کیتھرینا جو کچھ تم نے کہا ہے اس نے میری روح، میرے دل تک کو ہلا کر رکھ دیا۔ دیکھو تم میری زندگی کی ساتھی ہو، مجھے تم سے کوئی چیز چھپانی نہیں چاہئے، لیکن جو بات اس وقت میرے سامنے آئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں ان سے نمٹنے کے بعد میں سرخرو و تر تہارے سامنے آؤں، پھر پورے حالات تم سے کہوں فی الوقت میں تم سے یہی کہہ سکتا ہوں کہ حالات مجھے نئے ساحلوں کا ملاح اور نئی منزل کا مسافر بنا کر کچھ لوگوں کے سامنے کھڑا کر رہا ہے۔ یوں جانو وقت کے تقاضے مجھے کائنات کی اقلیدس پر ضرب لگانے والوں کے خلاف زمین کی ان بھی پیاس بنا کر کھڑا کرنا چاہتے ہیں۔ حالات کے جو تقاضے مجھ پر اعتماد و بھروسہ کر رہے ہیں۔ میں اس اعتماد اور بھروسے پر پورا اترنا چاہتا ہوں، اس وقت میری سے یہ استدعا ہے کہ میری کامیابی و کامرانی کے لئے دعا کرنا اس لئے کہ تمہاری دعاؤں کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

ابو فہر کا اداس ہونا اس کے لہجے میں درد آنا کیتھرینا کو کاٹ کے رکھ گیا تھا۔ لگتا تھا لہر کی اداسی نے اس کے دل پر ہزاروں نشتر چلا دیئے ہوں۔ بے چاری دُکھ اور غم میں بک رہ گئی تھی۔ پر جلد ہی اس نے اپنی حالت بدلی، ابو فہر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور سہلاتے ہوئے کہنے لگی۔

امیر میں آپ کی بیوی ہوں، میری خداوند کے حضور دعا ہے کہ آپ عروج عظمت آدم کی

طرح فنا کے نقوش اور ورد کی آگ کے سامنے امن و عافیت کا سائبان بن کر نمودار ہوں، زمین کے زخموں، دکھ کی زنجیروں کو آسودگی اور آشتی کی مہک میں بدل دینے والے ثابت ہوں۔ کیتھرینا مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی۔

ذرا فاصلے پر کھڑے ایک ستون کے پیچھے ابورافع اور تھیورہ بھی ابوفہر اور کیتھرینا کی گفتگو سن رہے تھے، جب حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی تو اچانک ابورافع ستون کی اوٹ سے نکلا بھاگتا ہوا صدر دروازے کی طرف آیا اور دروازہ کھول دیا۔ دروازے پر ان کے لشکر کا ایک مخبر کھڑا تھا، اسے دیکھ کر ابورافع چونکا، اس سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ خود بھی بول پڑا۔

میرے پاس ایک خبر ہے، مجھے یہ اطلاع نہیں تھی کہ امیر افریقہ سے لوٹ آئے ہیں۔ یا خبر لے کر پہلے میں فضل بن یعقوب کے پاس لشکر گاہ میں گیا، لیکن انہوں نے مجھے یہاں امیر کے پاس بھیجا ہے۔ میں فی الفور امیر سے ملنا چاہتا ہوں۔

اس پر ابورافع ایک طرف ہٹ گیا اور کہنے لگا۔

اندر آؤ امیر وہ سامنے صحن میں کھڑے ہیں۔

مخبر اندر آیا، اپنے گھوڑے سے ہٹ کر ابوفہر مخبر کے قریب آگیا۔ کیتھرینا وہیں کھڑی رہی، تھیورہ بھی ستون کی اوٹ سے نکل کر کیتھرینا کے پاس آن کھڑی ہوئی تھی۔ ابوفہر نے آنے والے مخبر کو مخاطب کیا۔

میرے عزیز بتا کیا تو ہمارے لئے کوئی اچھی اور نئی خبر لے کر آیا ہے؟

مخبر مسکرایا اور کہنے لگا۔

امیر میں یہ تو نہیں جانتا جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں وہ ایک اچھی خبر ہے یا بری لیکن جو حالات میں تبدیلی ہوئی ہے، وہی میں آپ سے کہنے آیا ہوں۔

نئی بات یہ ہے امیر محترم! کہ رومنوں کے جرنیل ملائین میگور اور ونسی جرنیل ٹرانسلو نے اپنے لشکر کی ساری طاقت اور قوت کو سرقوسہ سے قصریانہ شہر میں منتقل کر دیا ہے۔ اب وہ قصریانہ کی فصیلوں کو مضبوط کر رہے ہیں۔ شہر کے اندر اپنے لشکر کی تعداد بڑی تیزی سے بڑھا رہے ہیں اور عنقریب مسلمانوں کے خلاف وہ فیصلہ کن جنگ کی ابتداء کریں گے۔

مخبر خاموش ہو گیا۔ ابوفہر تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا، ایک پرسکون نگاہ اس نے ابورافع پر ڈالی پھر خوش کن انداز میں وہ کہہ رہا تھا۔

میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے ہر وقت مجھے یہ اطلاع دی، اب دشمن خود ہی ہمارا کام آسان کر رہا ہے۔ اگر وہ اپنے مقدر کے خالی دامن میں مجبور یوں کے قصے بربادی کی سنہا نہیں بھرنا چاہتا ہے تو اس میں ہماری کیا غلطی، ہمارا کیا دوش؟ اگر وہ اپنے دل کی دنیا کو اندر دھاتوں، پگلی عزتوں میں تبدیل کرنے پر تلے ہوئے ہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں، اگر وہ روندی ہوئی روحوں، حقارت بھری ٹھوکروں کو ہی صقلیہ میں اپنے مقدر کا آخری نوحہ بنانا چاہتے ہیں تو پھر یونہی سہی۔ دشمن سرقوسہ سے نکل کر قصریانہ میں آیا ہے اور وہاں اس نے اپنی طاقت اور قوت کو مجتمع کرنا شروع کیا ہے تو اس طرح اس نے ہمارا کام آسان کر دیا ہے، اب میں اپنی اگلی مہموں میں کچھ تبدیلی کرنا پسند کروں گا۔

ابوفہر کا پھر آنے والے مخبر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم فی الحال لشکر گاہ میں جا کر آرام کرو اور دوبارہ اپنے کام پر لگ جاؤ، اس کے ساتھ ہی آنے والا وہ طلائیہ گر مرزا اور وہاں سے نکل گیا تھا۔

جونہی وہ حویلی کے صدر دروازے سے باہر نکلا، کیتھرینا تھیورہ اور ابورافع بھی بھاگتے ہوئے حویلی کے اندرونی حصے کی طرف جا رہے تھے، جیسے وہ بھی کسی کام کی ابتداء کرنے لگے ہوں۔

ابوفہر کچھ دیر تک لشکر گاہ میں مقیم رہا، جب اس کے مخبروں نے اسے اطلاع دی کہ تینوں قاتل پادریوں کے بھیس میں سمندر کے کنارے گھوڑ دوڑ کے لئے چلے گئے ہیں، تب وہ بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور لشکر گاہ سے ساحل سمندر کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

جب وہ چنانوں کے پتپت سچ ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ دُور تک پھیلی ریت پر آیا تو اس نے دیکھا وہاں وہ تینوں پادریوں کے لباس میں اپنے گھوڑے دوڑا رہے تھے، انہیں دیکھتے ہوئے غصے اور انتقام کی آگ سے ابوفہر کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ کچھ دیر اپنی جگہ پر کھڑا رہا، پھر اس نے اپنے گھوڑے کی گردن تھپتھپائی، ہاتھ پیچھے لے گیا۔ پھر اس نے گھوڑے کا دھانپا پہلو تھپتھپایا، ساتھ ہی اس نے ایک انگلیٹ کرنے والی ایڑھ اپنے گھوڑے کو لگائی۔ ایڑھ لگنا تھا کہ گھوڑا پہلے فضا میں الف ہو کر بری طرح ہنہنایا، پھر سر پٹ دوڑ پڑا تھا۔

ابوفہر نے ان کا رخ کیا، قریب جا کر گھوڑے کی زین سے بندھے ہوئے مضبوط اتھنی نیر سے اس کی گرفت مضبوط ہو گئی تھی، ان تینوں پادریوں کے پاس سے گزرتے ہوئے



اچانک وہ حرکت میں آیا..... نیزہ سیدھا کیا اور ان میں سے ایک کے سینے میں کھوتا ہوا چلا گیا تھا..... اس موقع پر ابوفہر نے ایسی طاقت اور قوت کا مظاہرہ کیا تھا کہ ان تینوں میں سے ایک کو اس نے اپنے نیزے پر اس طرح اٹھالیا تھا، جیسے کوئی ماہر اور پرشکوہ نیزہ باز لکڑی کے کھونٹے کو اپنے نیزے پر اٹھا کر اپنی فتح مندی کا اعلان کرتا ہے۔

اسی طرح اپنے نیزے سے چھیدے ہوئے ابوفہر ان میں سے ایک کو زور تک گھینٹا چلا گیا تھا..... پھر اپنے گھوڑے کو روکا، نیزہ کھینچا، دوسری بار نیزے کو حرکت میں لایا اور زمین میں پڑے درد سے کراہتے ان کے ایک ساتھی کے سینے میں بڑی طاقت اور قوت سے دے مارا تھا۔

گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے اس نے نیزہ کھینچا زخمی ہونے والے کے کپڑوں سے اس نے نیزہ صاف کیا اور اپنی زین میں ٹکادیا تھا..... اتنی دیر تک دوسرے دونوں اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے قریب آگئے تھے..... ابھی تک ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تھا، اس لئے کہ ابوفہر کسی آتشیں کرن اور بھٹکے ہوئے بادلوں میں ٹوند جانے والی برق کی طرح اس کام کو انجام دے گیا تھا..... تاہم وہ پھرے درندوں کی طرح حرکت میں آئے اور بے پناہ غضبناکی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے گھوڑوں کو بھگاتے ابوفہر کے قریب آئے..... پھر ان میں سے ایک نے دھاڑتی ہوئی آواز میں ابوفہر کو مخاطب کیا۔

اجنبی! ہم نہیں جانتے تو کون ہے، لیکن ہم تم سے یہ باز پرس ضرور کریں گے کہ تم نے کیوں ایک بے ضمد پادری کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے..... کیوں تو نے ایک امن پسند اور صلح جو پادری کا خون بہایا۔

ان دونوں کی اس گفتگو سے ابوفہر نے ایک زہریلا قہقہہ لگایا، پھر بارعب نوا، توانا آواز اور پرشکوہ لہجے میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

پادریوں کے بھیس میں موت کا کھیل کھیلنے والو! جب اجنبیت کے زہر، خراشوں کی طعن اور درد و کرب کے اندھیرے حد سے بڑھ جائیں تو ان کے سامنے بند باندھنا پڑتا ہے، ان کا سد باب کرنا پڑتا ہے۔

ابوفہر کے ان الفاظ پر ان دونوں نے ایک دوسرے کی طرف جواب طلب انداز میں دیکھا، پھر ان میں سے ایک بول پڑا۔

اے اجنبی تو غلط اندازہ لگا رہا ہے..... ہم حقیقی معنوں میں پادری ہیں اور اسی شہر کے بطنی کیسا میں ہم نے قیام کر رکھا ہے..... اگر تمہیں کوئی شک ہو تو تم اس سلسلے میں۔

ان کے ان الفاظ سے ابوفہر کی حالت یکسر بدل گئی تھی، اس کے آستینیں چہرے اور سلگتی ہاتھوں میں وحشی آندھیاں تباہی کے طوفان اور برق کے اشکارے جوش مارنے لگے تھے۔

پھر وہ بھڑکتی آگ کی طرح دھک سے اٹھا۔

اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش مت کرو، میں تمہاری اصلیت سے واقف ہوں..... یاد رہنا تم تینوں سے چھپتے لڑتے، برہنہ یاروئی کے ٹکڑوں کی خاطر بھیڑ بکریاں چرانے والے ہوا ہے اچھے جوتار کی طرح اندھا کر دینے والی کالی بھیانک راتوں میں بھی مٹی کی طرح اپنے مالک کے مطیع و فرمانبردار ہو کے کام کرتے ہیں..... تم سے چرواہے کا گونگا کتا اچھا نوختہ و ماندہ ہونے کے باوجود اس کے ریوڑ کی حفاظت کرتا ہے، تم لوگ نازک اُبلے تینوں میں نفرت کی فصل اگانے والے وحشت و ظلم کی آگ بھڑکانے والے لوگ ہو، اپنے آپ کو چھپاؤ مت اپنی اصلیت کو سمندر کے کنارے جرات مندی اور بہادری سے کام لیتے دئے ظاہر کرو۔

ابوفہر کی اس گفتگو سے دونوں پریشان سے ہو گئے تھے..... ایک دوسرے کی طرف دیکھتے دئے انہوں نے کوئی فیصلہ کیا، پھر ان میں سے ایک بول پڑا۔

اجنبی! تم کس اصلیت کی بات کر رہے ہو..... تمہارے ساتھ ہماری کوئی دشمنی، کوئی داوت نہیں، پھر تم نے ہمارے ساتھی پادری پر حملہ آور ہو کر کیوں اسے ختم کر دیا۔

ابوفہر اس دفعہ گرجتی کڑکتی وحشت برساتی آواز میں بول پڑا۔

محمد بن سالم کے قاتلو! سمندر کے ساحل پر تم میری نگاہوں میں دھول نہیں جھونک سکو لے، میں نے اپنی زندگی میں شکاری درندوں کی طرح بے کار بھرنے والے تم جیسے گوجر گرد تہ بہت دیکھ رکھے ہیں..... پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے محمد بن سالم کیوں قتل کیا؟ یاد رکھو! اگر تم نے فریب دہی سے کام لینے کی کوشش کی یا جھوٹ کا سہارا لیا تو مائیکل روح کی طرح تمہارے بدن کی تہوں تک ایسا زہر بن کر اتر جاؤں گا جس کا کوئی یاق ہوگا۔

ان تینوں نے ایک بار بڑے غور سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، کوئی فیصلہ کیا، پھر

ان میں سے ایک بڑی عاجزی اور نرمی سے ابوفہر کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

اجنبی! ہم تمہاری گفتگو کا مطلب سمجھ نہیں ہیں، نہ جانے کن پہیلیوں میں ڈالنا چاہتے ہو، ہم امن کے داعی اور صلح جو پادری ہیں..... ہماری کسی سے دشمنی نہیں، پھر تم کیوں عداوت بڑھانے والے باتیں کرتے ہو۔

جواب میں ابوفہر نے کھا جانے والے انداز میں ان کی طرف دیکھا، پھر بلند آواز میں انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تہذیب کے چورو! نسلوں کا تعصب پھیلانے والو! کھیتوں سے دھواں اٹھانے والو! شہروں میں لہو بہانے والو! تم کیا سمجھتے ہو کہ پادریوں کا بھی بدل کر تم اپنی اصلیت کو چھپا سکو گے، ذرا اپنے، میرے ہاتھوں مرنے والے ساتھی کی طرف دیکھو..... اس نے اپنے لباس کے نیچے زرہ رکھی ہے اور زرہ بہترین چمکدار اور نئی ہے اس نے جو عمامہ نٹا ٹوپی پہنی ہے اس کے نیچے اس کا خود چمک رہا ہے، اس کی کمر کی چمڑے کی پٹی میں اس کا خنجر اور تلوار بھی ہے، کیا یہ لباس امن کے داعی پادریوں کا ہے۔

اس بار ان دو میں سے ایک نے پھر ڈھٹائی سے کام لیتے ہوئے کہنا شروع کیا۔  
اجنبی! اپنی حفاظت کے لئے سب کچھ کرنا پڑتا ہے..... ہم صقلیہ میں ایک شہر سے دوسرے شہر ایک قصبے سے دوسرے قصبے، ایک نگر سے دوسرے نگر میں امن کے داعی بن کر گھومنے والے ہیں..... اس کے باوجود ہمیں مسلح رہ کر اپنی حفاظت کا سامان کرنا پڑتا ہے۔  
ابوفہر نے پھر کھا جانے والے انداز میں ان کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

تباہی کا سامان سجانے والو! میں تمہیں وہی شورش، وہی شرر برپا نہیں کرنے دوں گا جو تم نے طبرین کے نواح میں محمد بن سالم کے خلاف کیا، وہ میری ملت کا خرمن تھا..... برق و شرر تھا..... اگر تم اس کے سامنے مقابلہ کی نیت سے آتے تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں..... وہ تمہیں ادھیر کے رکھ دیتا، لیکن تم نے دھوکا دہی سے کام لیتے ہوئے چوروں کی طرح اس پر حملہ کیا..... میں جب اس ساحل پر آیا تو چاہت تھا کہ تمہارے ایک ساتھی پر اس نے حملہ آور ہوا تاکہ تمہیں یہ یاد دلاؤں کہ تم کسی پر چوری سے حملہ آور ہو کر اسے نقصان پہنچا سکتے ہو تو دوسرے بھی تمہارے خلاف ایسا کر سکتے ہیں..... سو میں نے کیا تمہارے اس ساتھی کو میں نے لمحوں میں ڈھیر کر دیا، اب تمہاری باری ہے۔

ابوفہر کی ان باتوں کے باوجود ان میں سے ایک پھر بھولے پن سے کہنے لگا۔

اجنبی کس قسم کی باتیں کرتے ہو، کیوں ہمیں لفظوں کی بھول بھلیوں اور مردہ الفاظ کی بھن میں ڈالتے ہو..... ہماری خاموشی سے تم ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہو اور ہم پر طرح طرح کے الزام لگا رہے ہو، نہ ہم نے کسی کے خلاف دھوکہ دہی سے کام لیا ہے، نہ ہم کسی محمد بن سالم کو جانتے ہیں۔

بیچ میں ابوفہر نے بولتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی تھی۔

میں جانتا ہوں تمہاری خاموشی مصلحت کی خاموشی ہے اور تمہارا قلب کسی مقصد کے تحت چپ اور خاموش ہے..... اگر تم اپنے آپ کو عیاں دیکھنا چاہتے ہو اور اگر چاہتے ہو کہ میں تمہاری اصلیت سے پردہ اٹھاؤ تو پھر سنو میں تمہارے سامنے ابوفہر ہوں، جسے قتل کرنے کے لئے تمہیں تمہارے شہنشاہ تھیوفلس نے ایک بھاری رقم کے عوض صقلیہ بھیجا..... میں اگر افریقہ نہ گیا ہوتا تو اب تک میں تمہاری گردنیں کاٹ چکا ہوتا..... میری غیر موجودگی میں تم نے دھوکا دہی سے کام لیتے ہوئے محمد بن سالم کا خاتمہ کیا، اب جبکہ تمہارا ایک ساتھی تو ڈھیر ہو چکا ہے تو تم دونوں بھی مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

ابوفہر کے اس انکشاف پر لگتا تھا ان دونوں کے سینوں میں برق کے تلاطم اور راتوں میں گرقتی شمشیروں کا عقب اٹھ کھڑا ہو..... چند لمحوں تک دونوں بھوکی سی نگاہوں سے ابوفہر کی طرف دیکھتے رہے، پھر ان میں سے ایک نے انتہائی ہولناک اور مکروہ قبضہ لگایا، پھر ابوفہر کو غائب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

اگر تم ابوفہر ہو تو سن رکھو لگتا ہے وقت کا مہربان آنکھل ہمارا ساتھ دے رہا ہے..... حقیقتوں کا سراغ اور حقائق کی پرکھ کے لئے ہمیں اب تمہیں تلاش نہیں کرنا پڑے گا، بلکہ سمندر کے ساحل پر آج ہی تمہارے ساتھ ہمارا فیصلہ ہو جائے گا، سنو! ہم یقیناً پادری نہیں ہیں..... تمہاری تلاش میں ہم طبرین سے یہاں آئے اور شہر کے وسطی کلیسا میں قیام کیا، ہم ہی وہ نایاب تنقذ ہیں جنہیں رومنوں کے شہنشاہ تھیوفلس نے ایک بھاری رقم کا انعام دے کر تمہاری طرف روانہ کیا..... اب اس سمندر کے کنارے یہ لمحے تمہاری زندگی کے آخری لمحے ہوں گے اور تمہاری زیست کو آنسو والی شب دیکھنا نصیب نہ ہوگی..... ابوفہر نے ایک قبضہ لگایا، پھر ہولناک آواز میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

عبد مظاہرہ کیا..... عین اسی لمحہ ابو فہر کی تلوار برق کی طرح کوندی، گری اور ان میں سے ایک کے پہلو کو کاٹتی ہوئی نکل گئی تھی۔

ایسا کرنے کے بعد ابو فہر نے پھر اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی، گھوڑا ہنہنایا..... چند قدم بھاگ کر آگے گیا، پھر دونوں ٹانگیں اٹھاتے ہوئے طوفانی انداز میں ہنہنایا، جیسے اپنے مالک سے عہد کر رہا ہو..... جیسا تم کہہ رہے ہو، میں ایسا ہی کروں گا۔

ابو فہر نے ایک بار پھر شاید اپنی فتح مندی اور کامیابی کا اظہار کرنے کے لئے بے قرار منہ کی طرح کچھ ایسے انداز میں تکبیر بلند کی جیسے حلقہ گرداب میں آشوب اور وحشت کے طوفان اٹھ کھڑے ہوں..... تکبیر بلند کرنے کے بعد اس نے اپنے گھوڑے کو موڑا اور جو باقی چاہتا اس کے سامنے آیا، وہ ابھی تک اپنی جگہ پر حیران و پریشان کھڑا تھا..... ابو فہر نے اسے ناطب کیا۔

وایمیں کے سانپ! کیا سوچ رہے ہو، کیا میں نے تیرے دو ساتھیوں کی زندگی کا ساتھ لڑکر ان کے بدن کی دھجیاں اڑانے اور ان کے ارادوں کی سنگین دیواریں توڑ کر انہیں ناکامی نامرادی کے کفن پہنا کر زیست کی ہر حدوں کے اس پار روانہ نہیں کر دیا..... منہ سے کچھ بولو، بے دو ساتھیوں کے مارے جانے کے بعد اب تو میرے سامنے اکیلا فارسانی کے قدموں کی مند، بے سنگ میل راستے اور زرد ماحول کی بے بسی کی طرح کیوں کھڑا ہے..... تم تینوں کو تو ہمارے بادشاہ تھیوفلس نے ایک بھاری رقم کے عوض میرا سر کاٹنے کے لئے روانہ کیا تھا..... رقم مول کرنا تو بہت دور کی بات تم اپنے سر کٹوانے کے لئے سمندر کے اس ساحل پر آن رکے ہو کچھ تیرے دو ساتھیوں کے بعد اب میں تیری حالت بھی اس بے پات شجر جیسی کرنے والا دل جس کے زرد پتے ہواؤں کے تیز تھپڑوں نے نوج لئے ہوں۔

میں تجھے پہلے وار کرنے کا موقع فراہم کرتا ہوں، اس لئے کہ اپنے دو ساتھیوں کی موت تو دل شکستہ ہو گیا ہے..... میں تجھے پہلے وار کرنے کا موقع دیتا ہوں، دیر مت کر کہیں ایسا نہ لکڑکھ کے ٹکر بساتی میری تلوار بلند ہو کر تیری سانپوں کے تسلسل پر گرے اور تیرے لئے انت کے بھنور کی گریں کھولتی چلی جائے..... مجھ پر حملہ آور ہونے میں دیر مت کرو نہ بہت دیر اپنے سامنے آندھیوں سے لکھا اپنا نصیب، اپنی زندگی کے سانچے کے لبوہ حروف دیکھ گاہ بارہ پارہ زخموں سے چھلنی کرتی میری تلوار کی دستک سنے گا۔

رب عظیم کے جلال کی قسم! ان سرحدی ہدایات کی قسم! جو میرے رب نے اپنے نبیوں کو عطا کیں..... میں موت کی ایک حقیقت کی صورت ابھر کر تمہارے سامنے آؤں گا..... ذرا میرے ساتھ ٹکراؤ، پھر دیکھنا کیسے وقت قضا کے پتوار تمہارے تعاقب میں لگ جائے گا۔

اس کے ساتھ ہی ابو فہر نے ایک جھٹکے سے اپنی تلوار بے نیام کی اپنی دھال سنبھالی، ایک خاص انداز میں گھوڑے کی لگام تھوڑی سی کھینچی، پھر اس کے کولہے کے گھوڑے سے نچلے حصے کو چند بار تھپتھپایا جس کے جواب میں گھوڑے میں لگتا تھا برق کوندگی ہو، چاروں پاؤں پر وہ کلیلیں کرنے لگا تھا..... بڑی تیزی سے کنویتیاں بدلنے کے ساتھ ساتھ وہ ہنہناتے بھی لگا تھا۔

ابو فہر کی حالت سے اب لگتا تھا جیسے وہ ازل اور ابد کو ملانے لہد اور مہدی دریاؤں اور فاصلے دور کرنے کے لئے لوح تکبیر پر دست قسمت سے اپنی فتح کے حروف رقم کرنے لگا ہو..... اچانک اس نے ایک جھٹکے سے اپنے گھوڑے کی باگ کھینچی، ساتھ ہی اس نے کنوٹی کی طرح تاریکی میں مستول اور اندھیروں کا سینہ چھلنی کر دینے والے انداز میں نعرہ بلند کیا۔

ویقنی! وجہ ربی (بس میرے اللہ کی ذات ہی کو باقی رہنا ہے) اس کے ساتھ ہی ابو فہر کا گھوڑا بھی حرکت میں آ گیا تھا..... اپنی اگلی دونوں ٹانگیں اٹھاتے ہوئے وہ تخریب کی تند آندھیوں کی طرح زوردار انداز میں ہنہنایا، عین اسی لمحہ اس کے پیٹ کے پچھلے نچلے حصے میں ابو فہر نے اپنی چاندی کی جو ہمیز لگائی تو گھوڑا فوراً اپنی چاروں ٹانگوں پر کھڑا ہوا، پھر خزاں کے طوفانوں اور آندھیوں کی یورش کی طرح ان دونوں کی طرف بھاگا۔

وہ دونوں یہی سمجھے کہ ابو فہر سامنے کی طرف سے ان پر حملہ آور ہوگا، لہذا ان دونوں نے اپنی تلواروں پر ابو فہر کا وار روکنے کے لئے گرفت مضبوط کر لی تھی، ان کے قریب جا کر ایک بار پھر اگلی ٹانگوں کے قریب ابو فہر نے اپنے گھوڑے کو چاندی کی ہمیز لگائی..... ہمیز لگی تھی کہ قریب جا کر ابو فہر کا گھوڑا آندھیوں اور طوفانوں کے انداز میں ایک دم بائیں جانب مڑا، اپنے جسم کو مینیتے ہوئے اس نے اپنی تربیت کا بہترین مظاہرہ کیا، اپنے آپ کو ان دونوں سے دور رکھتے ہوئے وہ ابو فہر کو ان دونوں کے قریب لے گیا تھا..... بڑی عجیب اور کمال صنایع کے سے انداز میں اس نے اپنے بدن کو مینیتے ہوئے اور بائیں طرف پھرتے ہوئے اپنی تربیت کا



ذو بی آواز میں کہنا شروع کیا۔

کیا اب بھی آپ کو اعتراض ہے کہ مجھے یہاں نہیں آنا چاہئے تھا۔

ابو فہر مسکرا دیا، پھر کہنے لگا نہیں خاتون میری کیا مجال کہ میں ایسا کہہ سکوں، آپ یہاں آنے کا حق رکھتی ہیں اور تمہارے ساتھ میری بہن تھیوہ بھی یہاں آنے کا حق رکھتی ہے۔ ابو فہر کے ان الفاظ پر کیتھرینا اور تھیوہ مسکرا دی تھیں، پھر ہاتھ کے اشارے سے ابو فہر نے انہیں ایک قریبی چٹان پر بیٹھنے کے لئے کہا، باقی لوگوں کو اس نے دوسری سمت کی ایک چٹان پر بیٹھنے کے لئے کہا، پھر ابو فہر کیتھرینا کے قریب ہی چٹان پر ہو بیٹھا اور ابورافع کو مخاطب کرتے ہوئے منے لگا۔

ابورافع میرے بھائی ذرا اس پادری کو تو میرے سامنے لاؤ جس کے ہاں پادریوں کے بھیس میں ان قاتلوں نے پناہ لے رکھی تھی اور اس سے ساز باز کر کے وہ پادریوں کے بھیس میں بلرم شہر میں داخل ہوئے تھے۔

پادری کا ہاتھ ابھی تک محمد بن سندی پکڑنے کھڑا تھا۔ ابورافع اس کی طرف گیا، پادری کو بازو سے پکڑا اور کھینچ کر ابو فہر کے سامنے لا کھڑا کیا اور ابو فہر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ امیر محترم یہ ہے وہ پادری جس نے ان تین قاتلوں کے ساتھ ہمارے خلاف ساز باز کی تھی۔

ابو فہر تھوڑی دیر تک بڑے غور سے اس پادری کی طرف دیکھتا رہا، اس کے جذبات بھی عجیب و غریب رنگ دکھارہے تھے، کبھی اس کے چہرے پر بے پناہ غصے اور غضب کے آثار نمودار ہوتے، کبھی انتہائی سنجیدہ ہو جاتا اور کبھی طنزیہ سی مسکراہٹ اس کی آنکھوں، اس کے ہونٹوں پر رقص کرنے لگتی۔ بالآخر اس نے اس پادری کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

تمہارا بلرم شہر کے کس کلیسا سے تعلق ہے؟

پادری کی گردن جھکی رہی، وہ منہ سے کچھ نہ بولا۔

ابو فہر نے بھی تھوڑی دیر تک مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا، پھر ایک دم وہ سنجیدہ ہو گیا اور پہلے کی نسبت زیادہ سخت آواز میں پوچھ لیا۔

میں نے تم سے پوچھا ہے کہ بلرم شہر کے کس کلیسا سے تمہارا تعلق ہے، اگر تم گوگلے نہیں

اور منہ میں زبان رکھتے ہو تو میں تمہاری خاموشی کو زیادہ دیر برداشت نہیں کروں گا، یاد رکھنا ہر وہ تلوار جو اس سے پہلے پادریوں کے بھیس میں بھیڑیوں سا کام کرنے والوں کو کاٹ چکی ہے، وہ تجھ پر بھی وارد ہو سکتی ہے۔ لہذا میں تمہارے منہ سے کچھ سننا چاہتا ہوں، تمہاری خاموشی میرے غصے اور غضب کو دو چند کر دے گی۔

دیکھو میں تمہارے ساتھ انصاف کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تم بے گناہ ہو تو تمہیں کچھ نہیں با جائے گا، لیکن اگر تم نے جھوٹ اور دروغ گوئی سے کام لینے کی کوشش کی تو پھر یاد رکھنا بڑی زلی اور سخت سزا دوں گا۔ بولو میں نے جو سوال کیا ہے اس کا جواب دو۔

اس پادری نے گردن سیدھی کی، ایک اُداس سی نگاہ ابو فہر پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

میرا تعلق بلرم شہر کے وسطی کلیسا سے ہے۔

یہ اپنے دائیں جانب دیکھو جو تین پادری مرے پڑے ہیں، کیا تم انہیں جانتے ہو حقیقت یہ پادری نہیں ہیں خونی درندے اور ایسے بھیڑیے ہیں جن کے منہ کو خون لگا ہوا ہے۔ یہ بتایا گیا ہے کہ ان تینوں کی تمہارے ساتھ ساز باز تھی اور ان تینوں نے تمہارے کلیسا میں مکیا ہوا تھا اور یہ سب تمہاری مرضی اور منشاء سے ہوا۔ جھوٹ مت بولنا، سچ کہنا، اگر خاموش دگے کچھ نہیں بولو گے تو میں جانوں گا جو کچھ مجھے بتایا گیا ہے سچ ہے۔

اس پادری نے ایک نگاہ پھر مرنے والوں پر ڈالی، اس کی گردن جھک گئی اور وہ ہوش رہا۔

ابو فہر مسکرایا، کہنے لگا۔

اس کا مطلب ہے تم اس جرم کو تسلیم کرتے ہو کہ ان کے ساتھ ساز باز میں تم شریک تھے انہوں نے تمہارے پاس قیام کیا ہوا تھا۔

تھوڑی دیر خاموشی رہی، اس کے بعد ابو فہر نے اس پادری کی طرف دیکھتے ہوئے پھر ماثروع کیا۔

میرے عزیز میں نہیں جانتا ان تینوں سے ساز باز کرتے وقت تو نے ان سے کس قدر رقم لیا گھناؤنا معاہدہ کیا، لیکن میری ایک بات یاد رکھنا جو لوگ خیر کے اعمال پر بدی کی چادر لٹے کی کوشش کرتے ہیں، میں انہیں معاف نہیں کرتا۔ ایک اور بات بھی اپنے ذہن کے ٹاس پر لکھ لینا کہ جب باغ میں پھل دار اور شمر آور پودوں کی بجائے خاردار پودوں کی

بہتات ہو جاتی ہے تو ان پودوں کو اکھاڑ پھینکا پڑتا ہے اور جو لوگ خاردار پودوں کی آبیاری کرتے ہیں ان کا بھی خاتمہ کرنا پڑتا ہے..... تم نے بلرم شہر میں ناصر ف یہ کہ خاردار پودے لگائے ان کی آبیاری کی بلکہ ان کی نگہداشت اور دیکھ بھال کرنے کے مجرم بھی ہو۔  
لمحہ بھر کے لئے ابو فہر رکا، اس کے بعد اس پادری کی طرف دیکھتے ہوئے وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

تمہاری خاموشی بتاتی ہے کہ تم چھپے ہوئے مجرم ہو، ایک اور بات اپنے ذہن میں لکھ لینا کہ ہم لوگ مذہبی رواداری کے قائل ہیں..... بلرم شہر کو ہم نے بزورِ شمشیر فتح کیا، تم اس وقت بلرم شہر میں موجود تھے..... ذرا بتاؤ کیا ہم نے کسی بے گناہ کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے؟ مذہبی لوگوں ہی کو نہیں ہر وہ شخص جو امن پسند تھا اسے ہم نے عام معافی دے دی تھی، پھر ہم نے کس بنا پر ان تین قاتلوں کے ساتھ وفاداری کرنے کا معاہدہ کیا..... دیکھ تھوڑی دیر پہلے تو بول چکا ہے اور میں جانتا ہوں کہ تیرے منہ میں زبان بھی ہے، گوگنا نکلتی ہے۔

تھوڑی دیر تک کاٹ کھانے والی خاموشی رہی، ابو فہر عجیب سے جذبے میں اسے گھورتا رہا، پھر ہاتھ کے اشارے سے ابو رافع کو اپنے قریب بلا یا، اس کے کان میں کھسر پھسر کی پھر ابو رافع پادری کو پکڑ کر ایک طرف لے گیا اور اس کا خاتمہ کر دیا گیا تھا، اس کے بعد مرنے والوں کی لاشوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا گیا تھا..... پھر وہ سب شہر کا رخ کر رہے تھے۔



گلے روز شام سے تھوڑی دیر پہلے محمد بن عبد اللہ اور فضل بن یعقوب کو رخصت کرنے کے بعد سب اس حویلی کے دیوان خانے میں آکے بیٹھ گئے، جس میں کیتھرینا اور تھیوہ کے ہاتھ ابو رافع اور ابو رافع کا قیام تھا..... دیوان خانے میں جب سب نشستوں پر بیٹھ گئے، تب دفتر نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میرے عزیز و فضل بن یعقوب اور محمد بن عبد اللہ کو رخصت کرنے کے بعد یہاں جمع ہونے کا ایک خاص مقصد ہے..... میں کل سے اپنے کام کی ابتداء کرنے لگا ہوں، میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا..... یہ بات میں پہلے ہی تم سب کو بتا چکا ہوں کہ صقلیہ میں مومنوں اور انیس والوں نے اپنی ساری طاقت اور قوت کو سر قوسہ سے قصریانہ شہر میں منتقل کر دیا ہے، ایسا ناپیدانہوں نے اس لئے کیا ہے کہ سر قوسہ کی نسبت قصریانہ کو وہ بہتر قلعہ بند شہر تصور کرتے ہیں۔ انہوں نے شاید یہ بھی سوچا ہوگا کہ سر قوسہ کی بجائے قصریانہ شہر کی تفصیل زیادہ مضبوط و مستحکم ہے، بہر حال وجہ جو بھی ہو ہم نے پہلے اپنی طاقتوں اور قوتوں کے خلاف حرکت میں آنا ہے۔

میں یہ بات بھی پہلے تم لوگوں کو بتا چکا ہوں کہ اب میرے سامنے دو بڑے ہدف ہیں، پہلے مسینا کا رخ کیا جائے گا، وہاں کے رومن والی آنرو نے گزشتہ جنگوں میں رومنوں اور انیس والوں کی خوب مدد کی تھی..... پہلے مسینا پر حملہ آور ہوا جائے گا، اس کے بعد خلیج مسینا کو بھڑکرنے کے بعد جنوبی اٹلی میں داخل ہوا جائے گا..... جنوبی اٹلی کی سب سے بڑی ریاست ہارڈ کے حکمران سیکارڈس پر حملہ کیا جائے گا، ایسا میں اس لئے کرتا ہوں کہ آس پاس کی ناری قوتوں کو چل دیا جائے تاکہ آنے والے دنوں میں صقلیہ میں مسلمان سکون سے زندگی

جانتے ہیں کہ اگر ہم نے مسینا کو فتح کر لیا تو پھر وہ ایک طرح سے لوہے کے زندان میں بند ہو کے رہ جائیں گے۔ قسطنطنیہ وینس یا دوسرے کسی یورپی ملک سے ان کے لئے کوئی مدد، کوئی کمک، کوئی رسد نہ پہنچ سکے گی۔ لہذا رومن اور وینس والے اپنی پوری کوشش کریں گے کہ کسی بھی صورت ہم مسینا کو فتح نہ کرنے پائیں، اس لئے کہ ان دنوں مسینا ہی واحد بندرگاہ ہے جس کے ذریعے انہیں قسطنطنیہ کے علاوہ دیگر یورپی ممالک سے بھی مدد مل رہی ہے۔

اب ہمارے سامنے دو صورتیں آتی ہیں، اگر رومن اور وینس والے راستے میں ہم سے ٹکراتے ہیں تو پھر پوری طاقت اور قوت کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا جائے گا اور ہر صورت انہیں شکست دی جائے گی۔ اگر وہ شکست اٹھا کر بھاگتے ہیں تو پھر میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ان کے ایک طرف سے دوسری سمت سلیمان بن عافہ اور ابورافع ان کا تعاقب کریں گے۔ یہ تعاقب قسریانہ کی تفصیل تک کیا جائے گا۔ دشمن کو کسی بھی صورت شہر میں داخل ہو کر محفوظ نہیں ہونے دیا جائے گا، جونہی شہر پناہ کے دروازے سے شہر میں داخل ہونا چاہیں ہم بھی مار دھاڑ کرتے ہوئے شہر کے محافظوں کا خاتمہ کرتے ہوئے شہر میں داخل ہو جائیں گے۔ ایک بار ہم قسریانہ شہر میں داخل ہو گئے تو یاد رکھنا صقلیہ کے اندر دشمن کی ساری قوت مٹی کا ڈھیر ہو کے رہ جائے گی اور صقلیہ مسلمانوں کے ایک بے ضرر اور پرسکون جزیرے کی صورت اختیار کر جائے گا۔

اگر دشمن راستے میں ہم سے نہیں ٹکراتا تو پھر ہم نے اپنی طرف سے کوشش کرنی ہے کہ دشمن ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے تاکہ مسینا پر حملہ آور ہونے سے پہلے پہلے ہم ان سے نمٹ لیں، وہ اس طرح کہ مسینا کے راستے میں جو کوہستانی سلسلے ہیں وہاں تک اگر دشمن ہم سے نہیں ٹکراتا تو پھر کوہستانی سلسلے کے اندر کسی اچھی سی وادی کا چناؤ کر کے سلیمان بن عافہ اور ابورافع اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیں گے اور بظاہر یہ اپنے لشکریوں کو یہی حکم دیں گے کہ آرام کریں تاکہ یہ خبریں رومنوں اور وینس والوں تک ہی پہنچیں اور وہ سلیمان بن عافہ اور ابورافع پر شب خون مارنے کی کوشش کریں، میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ کوہستانی سلسلے کے اندر قریب ہی گھات میں ہوں گا۔

سلیمان بن عافہ اپنے لشکر کو آرام کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ یہ تاکید بھی کرے گا کہ بظاہر وہ یہی ظاہر کریں کہ وہ آرام کر رہے ہیں، لیکن چوکس اور مستعد ہیں اور کسی بھی وقت دشمن

کے دن بسر کر سکیں، لیکن ایسا اس وقت ہو سکتا ہے جب ہم صقلیہ کے اندر سب سے پہلے رومنوں اور وینس والوں کی طاقت کو کچل کے رکھ دیں اور صقلیہ میں کسی ایسی قوت کو نہ رہنے دیں جو آنے والے دنوں میں مسلمانوں کے خلاف بغاوت اور سرکشی کے علم کھڑے کرے۔

اب ہمارے سامنے تین بڑے دشمن ہیں، قسریانہ شہر کو مرکز بنانے والے رومن اور وینس، مسینا اور اس کے گرد نواح کا حاکم آنزو اور جنوبی اٹلی کی ریاست لمبارڈ کا حاکم سیکارڈس، ان تینوں سے نمٹنے کے لئے میرے پاس ایک لائحہ عمل ہے۔ وہ میں تم سے کہتا ہوں مجھے امید ہے کہ تم سب اسے پسند کرو گے۔

جولائے عمل میرے ذہن میں ہے، کچھ اس طرح ہے کہ اپنے بحری بیڑے کو چھوڑ کر ان دنوں جو لشکر ہمارے پاس ہے وہ تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، ایک حصہ بلرم شہر کی حفاظت کے لئے شہر میں رکھا جائے گا۔ ابراہیم بن عبداللہ یہیں شہر کی حفاظت کے لئے قیام کرے گا، باقی شہروں کے اندر پہلے ہی ہمارے والی ہیں اور ہر شہر کے اندر ہمارے محافظ دتے بھی موجود ہیں۔ لشکر کے باقی دو حصوں کو لے کر کل ہم یہاں سے کوچ کریں گے، میرے ساتھ سلیمان بن عافہ اور ابورافع دونوں ہوں گے جہاں تک سعد بن مسلم اور محمد بن سندی کا تعلق ہے تو یہ دونوں اپنے بحری بیڑے میں رہیں گے۔ کل عشاء کی نماز کے بعد لشکر کوچ کرے گا، جو لشکر ہم لے کے جائیں گے اسے مزید دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ایک حصہ میرے پاس رہے گا، دوسرا سلیمان بن عافہ کی سرکردگی میں ہوگا اور ابورافع سلیمان بن عافہ کے نائب کی حیثیت سے کام کرے گا۔ میرے ساتھ کچھ دوسرے چھوٹے سالار کام کریں گے۔

بلرم شہر سے کوچ کرتے وقت اپنے مخبروں کے ذریعے یہ خبریں پھیلا دی جائیں گی کہ مسلمانوں کا لشکر بلرم سے نکل کر مسینا کا رخ کر رہا ہے اور مسینا پر حملہ آور ہو کر مسینا شہر کو فتح کرنے کی کوشش کرے گا۔

یہ خبر جب قسریانہ شہر میں رومنوں کو ملے گی تو یاد رکھنا اپنے لشکر کو لے کر وہ ہمارے تعاقب میں لگ جائیں گے، اول تو وہ راستے میں ہی ہم سے ٹکرانے کی کوشش کریں گے یا ہم پر شب خون مارنا چاہیں گے۔ تاکہ ہم مسینا جانے کا ارادہ ترک کر دیں، اگر ایسا نہ ہوا تو مسینا کے نواح میں وہ ہم سے الجھیں گے تاکہ مسینا کو ہم فتح نہ کر سکیں۔ رومن اور وینس والے

کے شب خون مارنے کی صورت میں ان کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہیں۔

اگر دشمن ہم پر شب خون مارتا ہے تو ایک طرف سے میں نکل کر اس کے پہلو پر حملہ آور ہوجاؤں گا اور دوسری طرف سے سلیمان بن عافیہ اور ابو رافع بھی دشمن پر ٹوٹ پڑیں گے، اس طرح دشمن کو شکست دی جائے گی، جب دشمن شکست اٹھا کے بھاگے گا تو اس کا تعاقب کرتے ہوئے قصریانہ شہر میں داخل ہونے کی کوشش کی جائے گی۔

اگر دوسری صورت میں بھی ہم کامیاب نہیں ہوتے اور رومن اور وینس والے ہم پر شب خون نہیں مارتے تو پھر تیسری صورت ہمیں یہ اختیار کرنی ہوگی کہ اگلے روز سلیمان بن عافیہ اور ابو رافع اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دیں گے اور مسینا کی طرف بڑھیں گے..... میں گھات ہی میں رہوں گا، عرومن اور وینس والے ظاہر ہے سلیمان بن عافیہ اور ابو رافع کے پیچھے لگ جائیں گے، جب سان کے خنجر انہیں یہ اطلاع دیں کہ دشمن اس علاقے کو پار کر چکا ہے جہاں انہوں نے پڑاؤ کیا تھا تب یہ پلٹ کر دشمن پر حملہ آور ہو جائیں..... پیچھے سے میں بھی دشمن پر ٹوٹ پڑوں گا، اس طرح ہمیں قصریانہ شہر میں داخل ہی نہیں ہونا پڑے گا..... کوہستانی سلسلے کے اندر ہی دشمن کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد تھوڑی دیر ابوہرہر کا پھر کہنے لگا۔

میرے عزیز! صقلیہ میں جو رومنوں اور وینس والوں کی قوت ہے اس سے نمٹنے کے لئے یہ تین ہی صورتیں ہیں، لیکن میرا دل کہتا ہے کہ آخری دو صورتیں اختیار کرنے کا موقع نہیں آئے گا..... اول تو راستے ہی میں رومن اور وینس والے ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے اور ہمیں اپنے ساتھ مصروف رکھیں گے تاکہ ہم مسینا کا رخ نہ کر سکیں۔ بہر حال حالات جو بھی صورت اختیار کریں مسینا پہنچنے سے پہلے پہلے ہر صورت ہم نے صقلیہ کے اندر رومنوں اور وینس کی طاقت کو مکمل طور پر چکنا ہے تاکہ مسینا کو فتح کرنے کے ساتھ ساتھ جب ہم جنوبی اٹلی میں داخل ہوں تو صقلیہ میں کوئی ایسی طاقت نہ ہو جو صقلیہ میں ہمارے لئے مسائل کھڑے کر سکے۔

اب باقی رہ گئے محمد بن سندی اور سعد بن مسلم یہ اپنے بحری بیڑے کو حرکت میں لائیں گے، مجبوروں کے ذریعے ان کے ساتھ ہمارا رابطہ رہے گا، انہیں ہمارے نقیب اور طلائیہ گرماتے رہیں گے کہ کس رفتار سے انہیں سفر کرنا ہے اور کب انہیں خلیج مسینا میں پہنچنا ہے، یہاں میں

بات کہتا چلا جاؤں کہ جنوبی اٹلی کی ریاست لمبارڈ کا حاکم سیکا رڈس اپنی بحری قوت کو بھی اے خلاف حرکت میں لاسکتا ہے، وہ اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے لئے اپنی بحری قوت نکال کر کے مسینا کے حاکم آنزو کی مدد بھی کر سکتا ہے..... ایسی صورت میں ہم ایک تبدیلی میں گئے، صقلیہ میں ساری قوتوں کو کچلنے کے بعد جب مسینا پہنچا جائے گا اور شہر کا محاصرہ کیا جائے گا تو محاصرہ میں اور ابو رافع کریں گے..... سلیمان بن عافیہ اپنے بحری بیڑے کو سنبھال لے گا، سیکا رڈس یا یورپ کی کوئی اور بحری طاقت اگر خلیج مسینا کے ذریعے آنزو کی مدد کرتی ہو تو ہر بحری قوت کو سلیمان بن عافیہ مار بھگائے گا، میں اور ابو رافع مسینا شہر کا محاصرہ کر لیں گے اور مجھے امید ہے کہ شہر زیادہ دیر تک ہمارے سامنے اپنا دفاع نہیں کر سکے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد ابوہرہر تھوڑی دیر رُکا، پھر وہ اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے دوبارہ کہہ رہا تھا۔

میرے عزیز! کچھ سالاروں کا یہ بھی مطالبہ ہے کہ انہیں اپنے بیوی بچے ساتھ رکھنے کی اجازت دی جائے، میں نے اپنی طرف سے انہیں سمجھا دیا ہے کہ کم از کم اس مہم میں ایسا کرنا لمن نہیں ہے، اس لئے کہ اگر لشکریوں اور سالاروں کو بیوی بچے اپنے ساتھ رکھنے کی اجازت مل جائے تو ہمارے لئے کئی مسائل اُٹھ کھڑے ہوں گے۔

لشکر جب کوچ کرے گا تو جیسا کہ حالات ہمارے ساتھ ہیں، دونوں رومن جرنیل اور بس جرنیل ہمارے تعاقب میں لگیں گے یا ہمارے ساتھ چھاپہ مار جنگ کی ابتداء کرتے دئے شب خون کا کھیل کھیلتے ہوئے ہماری راہ روکنے کی کوشش کریں گے اور وہ کسی بھی صورت یہ پسند نہیں کریں گے کہ ہم مسینا پر حملہ آور ہوں اور اس آخری بندرگاہ پر بھی قبضہ کر لیں، جس کے ذریعے ان کا رابطہ قسطنطنیہ سے ہے۔

اگر لشکریوں اور سالاروں کے بیوی بچوں کو بھی ساتھ رکھنے کی اجازت دے دی جائے تو ہر لشکر کا ایک حصہ عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے مختص کرنا پڑے گا، جس سے لشکر کی کارکردگی پر اثر پڑے گا اور مزید دشواری اس وقت کھڑی ہوگی، جب کسی بھی موقع پر اگر ہم دشمن کو شکست دیتے اور اس کے تعاقب میں لگتے ہیں تو پھر اگر عورتیں بھی ہمارے ساتھ ہوں گی تو لشکر کو پھر ہمیں دو حصوں میں تقسیم کرنا پڑے گا..... ایک حصہ بھاگتے دشمن کے تعاقب میں لگے گا، دوسرا عورتوں کی حفاظت کرتا ہوا پیچھے پیچھے آئے گا، اس طرح بھی لشکر کی کارکردگی



اس لئے کہ جو بحری بیڑا فرغلوش لے کر آیا تھا وہ اندلس کے بحری بیڑے کا ایک حصہ تھا، اس کے بڑے بڑے بحری بیڑے اندلس میں موجود ہیں جو ان کی بحری سرحدوں اور بندرگاہوں کی خوب حفاظت کر سکتے ہیں۔

اب سعد بن مسلم اپنے ساتھیوں اور اپنے بحری بیڑے کے ساتھ مستقل طور پر صقلیہ میں رہے گا۔

جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ اگر راستے میں رونوں کے ساتھ ہمارا ٹکراؤ ہوتا ہے تو قریانہ کو فتح کرنے کے بعد ہم مسینا اور اس کے بعد اٹلی کا رخ کریں گے۔ سعد بن مسلم اور محمد بن سندی بحری بیڑے کو لے کر مسینا کی بندرگاہ کا رخ کریں گے، جب ان ساری مہموں کو ہم سر کر لیتے ہیں تو پھر میں ابورافع دونوں صقلیہ سے واپس افریقہ چلے جائیں گے اور فضل بن یعقوب یہاں آکر سپہ سالار اعلیٰ کے منصب کو سنبھال لے گا، جہاں تک سلیمان بن عافیہ کا تعلق ہے یہ بھی واپس جائے گا اور حسب سابق سوسہ کی بندرگاہ میں قیام کرے گا۔ صقلیہ کی بندرگاہوں اور بحری سرحدوں کی حفاظت کے لئے یہاں سعد بن مسلم اور محمد بن سندی دونوں رہیں گے، میں آپ لوگوں پر یہ بھی انکشاف کروں کہ میں ان دونوں سے علیحدگی میں بات کر چکا ہوں۔ میرا مقصد یہ تھا کہ جب میں ابورافع اور سلیمان بن عافیہ یہاں سے افریقہ کی طرف روانہ ہو جائیں تو ان دو میں سے ایک یہاں امیر بحر کے فرائض انجام دے۔

میں نے اپنی طرف سے اس اعلیٰ منصب کے لئے سعد بن مسلم کو چنا تھا، اس لئے کہ محمد بن سندی اس کے حق میں دست بردار ہو گیا تھا۔ یہ محمد بن سندی کی جاٹاری اور خلوص تھا کہ اس منصب کے لئے اس نے سعد بن مسلم کو اپنے آپ سے بہتر جانا۔

لیکن جواب میں جس خلوص، جس ایثار کا مظاہرہ سعد بن مسلم نے کیا، اس سے میں ایسا متاثر ہوا کہ جی چاہتا تھا کہ ساری عمر اس کے ہاتھ اس کی پیشانی کو چومتے رہیں۔

سعد بن مسلم نے اس راہِ نبوی میں مجھ سے کہا، امیر میں فرغلوش کے ساتھ نائب امیر کے فرائض انجام دیتا ہوں اور میں نائب ہی کی حیثیت سے کام کرنا چاہتا ہوں۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ محمد بن سندی اس سے زیادہ تجربہ کار اور بحری جنگوں کا تجربہ رکھتا ہے، لہذا اس کا کہنا تھا کہ میں امیر بحر کے منصب سے محمد بن سندی کے حق میں دست بردار ہوتا ہوں اور ساتھ ہی گزارش کرتا ہوں کہ اب اس سلسلے کو موقوف کرتے ہوئے محمد بن سندی کو امیر بحر بنادیا جائے

متاثر ہو سکتی ہے اور میں ایسا ہرگز پسند نہیں کروں گا۔

میں نے لشکریوں کو یہ بھی بتادیا ہے کہ میری اور ابورافع کی نئی نئی شادی ہوئی ہے۔ ہم دونوں کی بیویاں بھی ہمارے ساتھ رہنا پسند کریں گی، لیکن میں انہیں بھی سمجھا دوں گا کہ میدان جنگ میں ہمارے ساتھ رہنے کی بجائے الکابلرم میں رہنا ہم سب کے لئے سودمند ہے۔ ہم سب بھی اپنے اپنے حصے کے لشکریوں کو سمجھا دینا کہ کوئی بھی لشکری یا سالار اپنے اہل خانہ کو ساتھ نہیں لے جائے گا، اس طرح ہمارے لئے مسائل اٹھ کھڑے ہوں گے اور میں دشمن کے سامنے اپنے مسائل میں اضافہ نہیں کرنا چاہتا۔

اب ایک اچھی خبر جو میں آپ سب کو سنانا چاہتا ہوں، وہ بھی ہمارے لئے بڑی تقویت کا باعث ہے، واپس لشکرگاہ میں جا کر اپنے لشکریوں کو اس سے آگاہ کرنا۔

ابوفہر تھوڑی دیر کے لئے رکا اس کے بعد سلسلہ جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

میرے کہنے پر سعد بن مسلم نے کچھ آدمی اندلس کی طرف روانہ کئے تھے۔ اندلس کے حکمرانوں کو امیر البحر فرغلوش کے مرنے کی اطلاع کر دی گئی، ساتھ ہی ان لوگوں کے ہاتھ میں نے فرغلوش کے اہل خانہ اور جنگ میں کام آنے والے دیگر اندلسی باشندوں کے لئے بھاری رقوم بھجوائی تھیں۔ وہ لوگ واپس آگئے ہیں اور انہوں نے چند اچھی خبریں بھی دی ہیں۔

پہلی بات یہ کہ اندلس کا حکمران بھی فرغلوش کی موت کو ان کے اہل خانہ کی بہتری کے لئے فی الحال چھپانے کے لئے رضامند ہو گیا ہے، جو رقوم ہم نے بھیجی تھیں وہ سب کے اہل خانہ کو پہنچ چکی ہیں۔ اندلس کے حکمرانوں نے بھی فرغلوش اور دیگر لوگوں کے لئے وظائف مقرر کر دیئے ہیں۔

جو قاصد یہاں سے اندلس کی طرف روانہ ہوئے تھے، ان کے ذریعے سعد بن مسلم نے یہ گزارش بھی کی تھی کہ فرغلوش جو بحری بیڑہ لے کے یہاں آیا تھا اسے اور اس کے اندر کام کرنے والے سب لوگوں کو اندلس کی بجائے صقلیہ میں رہنے کی اجازت دے دی جائے، چونکہ ان لوگوں کے بچے بھی ان کے ساتھ ہیں۔ صرف فرغلوش اور چند لوگ اپنے بیوی بچوں کو ساتھ لے کر نہیں آئے تھے اور یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ اندلس کے حکمرانوں نے سعد بن مسلم کو یہ پیغام بھجوایا ہے کہ جو لوگ صقلیہ میں فتوحات میں شامل ہیں انہیں صقلیہ میں مستقل طور پر آباد ہونے کی اجازت ہے۔

چھپاتے ہیں..... تھوڑی دیر پہلے تھیوہ نے مجھ پر ایسے انکشافات کئے ہیں جو میرے بھائی ابورافع نے اس سے کہے ہیں..... تھیوہ مجھے بتا رہی تھی کہ افریقہ میں سلطان نے آپ کے لئے بہترین حویلی مختص کی ہے، اسے ضروریات کی ہر شے سے مزین کر دیا گیا ہے..... اس کی بہترین آرائش کا بھی انتظام کیا گیا ہے اور ساتھ ہی سلطان کا یہ فیصلہ بھی آپ نے تسلیم کر لیا ہے کہ میرے ساتھ شادی کے بعد آپ میرے ساتھ اس حویلی میں رہیں گے..... میں تو ابھی تک اپنے ذہن میں یہی بات لئے ہوئے بیٹھی تھی کہ میں افریقہ جا کر آپ کے ساتھ سرائے کے ایک کمرے میں رہوں گی، میں تو اس پر بھی مطمئن تھی کہ میں آپ کے ساتھ سرائے کے کمرے میں رہوں، لیکن جب افریقہ میں اتنا بڑا فیصلہ ہوا تھا تو واپس آ کر کم از کم مجھے اس سے آگاہ تو کرنا چاہئے تھا۔

ابوفہر نے گھورنے کے انداز میں ابورافع کی طرف دیکھا..... اس کی گردن جھک گئی، پھر مسکراتے ہوئے ابوفہر نے کیتھرینا کو مخاطب کیا۔

جو کچھ تم سے تھیوہ نے کہا ہے یہ درست ہے..... دراصل ابورافع کے پیٹ میں کوئی چیز چپتی نہیں ہے..... میں نے اس سے کہا تھا کہ حویلی کا ذکر مت کرنا..... دراصل میں تمہیں ایک تجسس میں رکھنا چاہتا تھا..... واپس جا کر میں تمہیں سرائے کے کمرے میں لے جانے کے بجائے اس نجی سبائی اور بہترین آرائش سے لیس حویلی میں لے کر جاتا تو میں سمجھتا ہوں اس وقت تمہاری خوشیوں کی کوئی انتہا نہ ہوتی..... بس میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتا تھا اور تمہاری خوشی کی خاطر میں نے اسے راز رکھا ہوا تھا..... بہر حال اگر ابورافع نے بتا ہی دیا ہے تو کوئی بات نہیں، تمہارے لئے یہ بھی ایک خوشی کی بات ہے کہ اب دونوں میاں بیوی سرائے کے کمرے میں نہیں..... قیروان کی ایک بہترین حویلی میں قیام کریں گے۔

تم دونوں بہنیں کن شکوؤں اور گلوں میں پڑ گئی ہو، انھوں نے کل لشکر کے ساتھ کوچ کرنا ہے..... ان کی تیاری کا سامان کرو، اس پر کیتھرینا اور تھیوہ دونوں اٹھ کھڑی ہوئیں..... پھر ان کی طرف دیکھتے ہوئے ابوفہر اور ابورافع بھی کھڑے ہو گئے، اس کے بعد وہ حویلی میں اپنی اپنی قیام گاہوں کی طرف چلے گئے تھے..... اگلے روز لشکر نے بلا سے کوچ کر لیا تھا۔



لہذا جس وقت میں ابورافع اور سلیمان بن عافیہ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد افریقہ کی طرف جائیں گے تو یہاں سپہ سالار اعلیٰ کی حیثیت سے فضل بن یعقوب ہوگا، اس کے ماتحت امیر عمر کی حیثیت سے محمد بن سندی اور فضل بن یعقوب کے ساتھ بہترین تعاون کرتے ہوئے عمدہ انداز میں صقلیہ کے دفاع کا کام سرانجام دیں گے۔

اگر ہم رومنوں اور ونس والوں کو شکست دے کر ان کی طاقت اور قوت کا خاتمہ کر دیں تو میرے خیال میں صقلیہ میں کوئی ایسی قوت نہیں رہے گی جو ہمارے بعد صقلیہ میں مسائل کھڑے کرے، لیکن میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ آنے والے دور میں اگر کسی قوت نے صقلیہ میں مسائل کھڑے کرنے کی کوشش کی تو افریقہ یہاں سے دور نہیں ہے..... میں فی الفور یہاں پہنچوں گا اور صقلیہ کے تحفظ کا کام سرانجام دوں گا۔

ابوفہر رکا، پھر کچھ سوچا اس کے بعد دوبارہ وہ کہہ رہا تھا۔

یہ وہ فیصلے ہیں جو میں نے کئے ہیں اور ان سے آپ لوگوں کو آگاہ کرنا ضروری تھا، اب آپ سب انھیں اور کل کے کوچ کی تیاری کریں..... اس کے ساتھ ہی ابورافع کے سوا سب وہاں سے اٹھ کر چلے گئے تھے۔



تھوڑی ہی دیر بعد کیتھرینا اور تھیوہ اس کمرے میں داخل ہوئیں، تھیوہ ابورافع کے پاس اور کیتھرینا ابوفہر کے پاس ہو بیٹھی، پھر اپنی مٹھاس بھری آواز اور پیارے لہجے میں کیتھرینا نے ابوفہر کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

آپ کی ساری گفتگو میں اور تھیوہ پر دے کے پیچھے کھڑے ہو کر سنتے رہے ہیں..... ہماری بھی خواہش تھی کہ ہم آپ کے ساتھ لشکر میں شامل رہیں، لیکن جو مسائل آپ نے اپنے سالاروں سے کہے ہیں انہیں سننے کے بعد میں اور تھیوہ دونوں اس خواہش سے دست بردار ہوتی ہیں کہ لشکر میں آپ کے ساتھ رہیں، لیکن اس کے علاوہ بھی مجھے آپ سے ایک گلہ اور شکوہ ہے۔

ابوفہر نے چونکے ہوئے انداز میں کیتھرینا کی طرف دیکھا..... پھر کہنے لگا..... کیا شکوہ؟ کیا شکوہ؟

کیتھرینا مسکرا دی اور کہنے لگی، مجھے آپ سے یہ شکوہ ہے کہ آپ مجھ سے کچھ باتیں

مناظروں میں سرگرداں ہیں۔

ہم بھی ان کے آس پاس خبریں لینے کے لئے سرگرداں تھے، وہ کسی بھی صورت یہ پسند نہیں کرتے کہ آپ مسینا پر حملہ آور ہوں اور ان کی آخری بندرگاہ پر بھی قبضہ کر کے قسطنطنیہ سے ان کے رابطے کو منقطع کر دیں، لہذا وہ آپ کو اس ارادے سے باز رکھنے کے لئے سر دھڑکی بازی لگانے پر تل گئے ہیں..... اس بار انہوں نے قسم کھا رکھی ہے کہ ہر صورت میں آپ کو پسپا کر کے اپنی کامیابی کو یقینی بنائیں گے۔

آپ سے نمٹنے کے لئے ملاسین، بگور اور ٹرانسلو نے طویل مشورے کئے، ونیس کے جرنیل ٹرانسلو نے مشورہ دیا کہ مسینا کی طرف جانے والے کوہستانی سلسلے سے فائدہ اٹھایا جائے، پورے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے دائیں بائیں بٹھا دیا جائے اور جب مسلمان لشکر وہاں سے گزرے تو اچانک ان پر حملہ آور ہو کر انہیں نقصان پہنچاتے ہوئے بھاگ جانے پر مجبور کیا جائے۔

یہ تجویز اچھی تھی لیکن ملاسین اور میگور دونوں نے اسے مسترد کر دیا..... ملاسین کا کہنا تھا کہ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو ان کی اس کارروائی کی اطلاع مسلمان مخبر ابوفہر تک پہنچا دیں گے اور وہ اس کا سد باب کرے گا اور اپنی فتح کو یقینی بنا لے گا۔

رومن جرنیل میگور نے یہ تجویز پیش کی کہ کھلے میدانوں میں مسلمانوں کا مقابلہ کرنا چاہئے..... لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر لینا چاہئے، ایک ملاسین کے پاس دوسرا میگور اور تیسرا ٹرانسلو کے پاس اور تین مختلف سمتوں سے یعنی سامنے اور دائیں بائیں سے مسلمانوں کے لشکر کو چوٹ لگائی جائے، لیکن ملاسین نے اس تجویز کو بھی رد کر دیا..... اس کو رد کرنے کی یہ وجہ پیش کی کہ اس طرح لشکر کو تین حصوں میں بانٹنے سے ان کے لشکر میں کمزوری کے آثار نمودار ہو جائیں گے اور مسلمان یکے بعد دیگرے تینوں کو رگید کر رکھ دیں گے۔

اب ملاسین کے کہنے پر تینوں اس بات پر متفق ہیں کہ کھلے میدانوں میں آپ سے ٹکرایا جائے..... پورے لشکر کو وہ کجیا رکھیں گے اور آپ کی راہ روکیں گے، اس طرح اپنی قوت کو جمع رکھتے ہوئے وہ آپ پر اپنی پوری طاقت اور قوت سے ضرب لگائیں گے اور کوشش کریں گے کہ ہر صورت میں آپ کو مسینا کی طرف نہ بڑھنے دیا جائے۔

امیر محترم جہاں تک مسینا کے حالات کا تعلق ہے، ہمارے کچھ آدمی وہاں بھی ہو کر آئے

مسینا کے رخ پر سفر کرتے کرتے اچانک ابوفہر نے اپنے لشکر کو رُک جانے کا اشارہ دیا، یہ اشارہ ملتے ہی لشکر رُک گیا..... ابوفہر نے بھی اپنا گھوڑا روک دیا، اس کے دائیں بائیں اپنے گھوڑوں پر سوار سلیمان بن عافیہ اور ابورافع بھی اپنے گھوڑوں کی بائیں کھینچتے ہوئے انہیں روک چکے تھے..... ابوفہر نے ایسا اس لئے کیا تھا کہ سامنے کی طرف سے دو سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آئے تھے..... ابوفہر انہیں پہچان چکا تھا، وہ اس کے طلایہ گردستوں کے دو کارکن تھے..... نزدیک آ کر وہ رُک گئے، اپنے گھوڑوں سے اترنا ہی چاہتے تھے کہ ہاتھ کے اشارے سے ابوفہر نے انہیں گھوڑوں پر بیٹھا رہنے کے لئے کہا، وہ دونوں اپنے گھوڑوں پر بیٹھے رہے..... ابوفہر کے اشارے پر وہ مزید اس کے قریب ہوئے، تب ابوفہر نے انہیں مخاطب کیا۔

اگر تم کوئی اچھی خبر رکھتے ہو، تمہیں نیچے اترنے کی ضرورت نہیں، کہو کیا کہنا چاہتے ہو، تمہارے پاس مسینا کی طرف سے کوئی خبر ہے یا قسطنطنیہ میں مقیم رومنوں کے لشکر سے متعلق کوئی خبر رکھتے ہو۔

ان دو میں سے ایک نے ابوفہر کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔  
امیر محترم ہم دونوں سمت کی خبریں رکھتے ہیں..... یہاں خبر انتہائی ضعیف ہے..... اس سے اثرات تھوڑی دیر میں ظاہر ہو جائیں گے۔

امیر محترم مسینا کی طرف آپ کی پیش قدمی کی خبر قصریانہ شہر میں رومن جرنیلوں کو پہنچی ہے، لہذا دونوں جرنیل ملاسین اور میگور کے علاوہ ونیس کا جرنیل اپنے پورے لشکر کو لے کر ان

ہیں..... انہی کی وساطت سے ہم وہاں کی خبریں آپ کو پیش کرنے لگے ہیں۔

مسینا کے حکمران آئرو تک بھی یہ خبریں پہنچ چکی ہیں کہ آپ اسے اپنا ہدف اور نشانہ بنانا چاہتے ہیں، لہذا اس نے اپنے شہر کے دفاع کے حکمران سیکارڈس سے بھی مدد طلب کر لی ہے..... سیکارڈس نے اسے یقین دلایا ہے کہ جب مسلمان اس پر حملہ آور ہوں گے تو وہ اپنے بحری بیڑے کو خلیج مسینا میں اتارے گا جو اہل مسینا کو سمندر کی طرف سے نہ صرف یہ کہ ضرورت کی ہر شے مہیا کرے گا بلکہ اس بحری بیڑے میں جو مسلح دستے ہوں گے وہ ہمارے خلاف آئرو کی مدد بھی کریں گے۔

طلایہ گر جب خاموش ہوا تب ابو فہر نے کچھ سوچا، پھر اسے مخاطب کیا۔

فی الحال مسینا کے حاکم آئرو اور اٹلی کے حکمران سیکارڈس کو بھول جاؤ، وہ بہت دور کی بات ہے، جب ہم وہاں پہنچیں گے تو ان سے خوب نمٹیں گے..... پہلے یہ بتاؤ کہ رومن جرنیل ملاسین میگور اور وینس کا جرنیل ٹرانسلو اس وقت کہاں ہیں..... کس جگہ وہ ہماری راہ روک کر جنگ کی طرح ڈالیں گے۔

وہی طلایہ گر پھر بول پڑا۔

امیر محترم ان تینوں جرنیلوں کا لشکر یہاں سے لگ بھگ پانچ میل کے فاصلے پر ہوگا..... وہ حملہ کرنے کے لئے بالکل تیار اور مستعد ہے، وہ یہ فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں کہ جو نبی مسلمان ان کے سامنے آئیں وہ فوراً آپ پر حملہ آور ہو جائیں گے..... وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ مسلمان چونکہ سفر کی حالت میں ہوں گے، ان کی صفیں درست نہیں ہوں گی، لہذا ان کی بے ترتیبی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بہترین تنظیم کے ساتھ ان پر حملہ کیا جائے اور مسلمانوں میں افراتفری پیدا کرتے ہوئے انہیں ہر صورت میں پسپا ہونے پر مجبور کیا جائے۔

ابو فہر مسکرایا، ان دونوں طلایہ گروں کا شکریہ ادا کیا اور انہیں پھر کام میں لگ جانے کا حکم دینے کے بعد کچھ دیر وہ سوچتا رہا، اس کے بعد باری باری اس نے اپنے دائیں بائیں سلیمان بن عافہ اور ابو رافع کی طرف دیکھا، پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے عزیزو! ملاسین نے جو میگور کی جو بیز کور دیکھا ہے اسی پر ہم عمل کریں گے..... ہمیں اپنے لشکر کی صفیں درست کر لو، لشکر برابر تین حصوں میں ہوگا..... سلیمان بن عافہ میرے بھائی تم وسطی حصے میں رہو گے، دائیں طرف میں اور بائیں جانب ابو رافع اپنے اپنے حصے کے لشکر

کے ساتھ رہیں گے..... دشمن تک لشکر اکٹھا ہو کر آگے بڑھے گا، کوئی بھی حصہ علیحدہ نہیں ہوگا..... دشمن جب ہم پر حملہ آور ہوگا تو ہم تینوں متحد ہو کر دشمن کے پہلے حملے کو روکیں گے، اس کے بعد اپنے کام کی ابتداء کریں گے..... سلیمان بن عافہ تم دشمن کے سامنے جھے رہنا..... میں دشمن کے دائیں پہلو کی طرف بڑھوں گا اور ان کے پہلو کو کاٹتا ہوا نکل جاؤں گا، ایسا ہی دشمن کے بائیں پہلو پر ابو رافع حملہ آور ہو کر دشمن کو نئے آشوب میں ڈالنے کی کوشش کرے گا..... مجھے امید ہے دشمن اس سہ طرفہ حملے کو زیادہ دیر تک برداشت نہیں کر سکے گا اور بھاگے گا۔

بھاگنے کی صورت میں ابو رافع تم اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کرتے ہوئے اس لشکر پر چھوٹے کماندار مقرر کر دو گے اور انہیں حکم دو گے، دشمن کے پڑاؤ پر قبضہ رکھ کے وہیں قیام کریں اور تم ہمارے ساتھ دشمن کے تعاقب میں لگ جاؤ گے۔

تعاقب کے دوران دشمن پر پوری طاقت اور قوت کے ساتھ ضرب لگاتے ہوئے قسریانہ تک اس کے لشکریوں کی تعداد اتنی کم کر دی جائے گی کہ شہر کے اندر وہ ہمارے لئے بالکل بے نفع ہو کر رہ جائے جس وقت ہمارے آگے آگے بھاگتا ہوا دشمن شہر میں داخل ہوگا تو ہم بھی اس کے پیچھے شہر میں داخل ہو جائیں گے اور رہی سہی کسر شہر میں نکال کر قسریانہ شہر پر قبضہ کر لیا جائے گا..... مجھے امید ہے ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

یہیں صفیں درست کرنے کے بعد دونوں اپنے اپنے لشکروں میں یہ بھی منادی کروا دو کہ وینس کے جرنیل ٹرانسلو اور وہ نو مسلم جو محمد بن صالح کے قتل میں ملوث تھے اور جنہوں نے ٹرانسلو کے پاس جا کر پناہ لے لی ہے، انہیں ہر صورت میں زندہ گرفتار کر لیا جائے، اس لئے کہ وہ ٹرانسلو کے زیر سایہ ہی زندگی کے دن بسر کر رہے ہیں..... باقی جو بھی سامنے آئے اس کی گردن کاٹ دی جائے۔

ابو فہر رکا، اس کے بعد دوبارہ وہ ابو رافع کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔  
ہمارے اپنے لشکر میں جو بار بار داری اور ضروریات کا سامان ہے، وہ بھی انہی لشکریوں کے پاس ہے، گرجا میں ابو رافع دشمن کے پڑاؤ پر قبضہ کرنے اور اس کی حفاظت پر مقرر ہے۔  
سب ایسا کرو آپ اپنے سے سے سرور بندہ کرے ہوئے ان صفیں درست کر لو  
دشمن کے ساتھ ہی ہم آگے بڑھیں گے..... جو نبی دشمن ہم پر حملہ آور ہو صفیں ایسی منظم  
اور مستعد رکھیں کہ فی الفور جہاز کی کوریائی کرتے ہوئے ہم پر حملہ آور ہو جائیں

اب دشمن پر تین اطراف سے حملہ شروع ہو گیا تھا..... سامنے کی طرف سے سلیمان بن عافہ دائیں جانب سے ابوفہر اور بائیں طرف سے ابورافع ان تین اطراف کے حملوں سے دشمن کے لشکر کے اندر موت کی گرہیں کھلنے لگی تھیں..... دل آزار خواہشیں، سوچوں کے پیانے، بترین عذاب میں تبدیل ہونے لگے تھے۔

کچھ دیر کی مزید جنگ کے بعد ابوفہر نے دشمن پر نفسیاتی دباؤ ڈالا، اس کے کہنے پر اس کے لشکر کی زور زور سے شور کرنے لگے تھے کہ ابوفہر دشمن کے لشکر کے پیشتر حصے میں داخل ہو گیا ہے۔

ابوفہر کا یہ نفسیاتی حربہ کافی حد تک کامیاب رہا..... اگلی صفوں کے رومنوں نے جب یہ خبریں سیں کہ ان کے لشکر کے پیشتر حصے میں ابوفہر داخل ہو گیا ہے تو ان کے پاؤں تلے سے زمین کھکنے لگی، وسطی حصے میں ملاسین، میگور اور ٹرانسلو بھی پریشان ہو گئے تھے..... اگلی صفیں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے ہوئے رہی کا شکار ہونے لگی تھیں، اس لئے کہ ان پر خوف سوار ہو گیا تھا کہ ان کی پشت کی طرف سے اچانک ابوفہر نمودار ہوگا اور انہیں کاٹ کر رکھ دے گا، اس لئے کہ ابوفہر کا نام ہی ان کے لئے خوف اور وحشت کی ایک علامت تھا۔

کچھ دیر جنگ مزید جاری رہی..... یہاں تک کہ ابوفہر سلیمان بن عافہ اور ابورافع تینوں نے مل کے دشمن کی صفوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا..... آخر رومنوں کے بڑے جرنیل ملاسین کو اپنے سامنے شکست کے آثار صاف دکھائی دینے لگے..... یہ صورت حال دیکھتے ہوئے اس نے پسپائی اختیار کی اور اپنے لشکر کو اس نے قصریانہ شہر کی طرف فرار ہونے کا حکم دے دیا تھا۔ اس موقع پر ابورافع فوراً حرکت میں آیا، جو دستے اس نے مقرر کر رکھے تھے وہ فوراً حرکت میں آئے..... دشمن کے پڑاؤ کے علاوہ اپنے لشکر کی بار برداری کا سامان بھی انہوں نے سنبھال لیا..... اس کے بعد ابوفہر سلیمان بن عافہ اور ابورافع اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ دشمن کے تعاقب میں لگ گئے تھے اور بڑی تیزی سے ان کی تعداد کم کرنے لگے تھے۔

رومن جرنیل جب اپنے لشکر کے ساتھ بھاگتے ہوئے قصریانہ شہر میں داخل ہوئے تو ان کی بد قسمتی کہ ابوفہر سلیمان بن عافہ اور ابورافع بھی ان کے پیچھے پیچھے شہر میں داخل ہو گئے، مالاکنہ شہر میں داخل ہوتے وقت ملاسین نے شہر کے محافظوں کو تاکید کی تھی کہ جو بھی ان کے لشکر کی شہر میں داخل ہو جائیں شہر پناہ کا دروازہ فوراً بند کر دیا جائے، لیکن ابوفہر نے انہیں ایسا

اس کے ساتھ ہی لشکر کو تین برابر حصوں میں تقسیم کر دیا گیا..... صفیں درست اور منظم کر دی گئیں..... پھر ہر کوئی اپنے اپنے لشکر کے سامنے سفر کرنے لگا تھا۔

پانچ میل آگے جانے کے بعد سامنے کی طرف سے ملاسین، میگور اور ٹرانسلو اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوئے، پھر تینوں ابوفہر کے لشکر پر تسخیر کے مرمریں خواب دیکھتی ظلم کی آندھیوں، زنگ آلود سوچیں کھڑی کرتی جبر کی تختیوں اور وقت کو کڑی راتوں اور پریشان دنوں میں تقسیم کرتی بے نام وحشت کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

ابوفہر کے تینوں لشکر کی صفیں پہلے ہی درست تھیں..... لشکر کی دشمن کے حملہ آور ہونے کی توقع رکھتے تھے اور جوابی کارروائی کرنے کی طلب بھی اپنے دلوں میں لئے ہوئے تھے، دشمن جب حملہ آور ہو گیا تو جوابی کارروائی کرتے ہوئے ابوفہر سلیمان بن عافہ اور ابورافع بھی پہل کی اُمنگ سے بھری بادبانوں میں گرہیں ڈالتی ہواؤں، طلب کی ٹپ کے ساتھ سماعت پر اترتی آیات اور پچھتاؤں کے سمندر کھڑی کرتی اجنبیت کی کالی فضاؤں کی طرح جارحیت اختیار کرتے ہوئے دشمن پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

ویرانوں میں دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے زندگی کسی میسوا کی طرح منہ چھپانے لگی تھی..... فضا حسرتوں کی ردا کھولے اپنی پوری محرومیاں پھیلانے لگی تھی..... تاریخ کی اُلجھی گلیوں میں وقت سیر سیر ہونے لگا تھا۔

کچھ دیر کی جنگ کے بعد ابوفہر نے جنگ کا حلیہ اور پینتر ابد لئے کا حکم دیا..... یہ حکم ملے ہی سلیمان بن عافہ تو دشمن کے سامنے سلسلہ کوہ کی سنگین دیوار اور امر لحوں کے بندر کی طرح جھارہا اور ان کے حملوں کو روکتا رہا..... ابوفہر اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دشمن کے دائیں پہلو پر آگے سے پیچھے تک پھیلے ہوئے دشمن کے اس پہلو پر گزرتے وقت کو زیر کرتی سرسراتی موت، خیالوں کی گزرگاہوں تک کو ویران کرتی وقت کی صدائے خوف اور خلاؤں کے برجون سے اُترتی مرگ کی ذوبت کے پر شور آہنگ کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

ابوفہر کے ساتھ ہی ساتھ ابورافع بھی اپنے کام کی ابتداء کر چکا تھا اور وہی دشمن کے دائیں پہلو پر آگے سے لے کر پیچھے تک بادلوں کی چادر کو ادھیرتی برہم برق کے تازیانوں اور طبیعت کے میلان تک کو بدل دینے والی نادیدہ خوفناک لفظوں کی دستک کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

سلامتی کے عکس خون رنگ جان کی طرح جھللاتے ہیں..... محبت تو ہونٹوں سے نکل کر دعا اور سرتوں کی آہٹوں کا سایہ ہے..... پھر تم لوگوں نے کیوں ہماری چاہت اور محبت کو لات مار کر نفرت کا لبادہ اوڑھ کر غیروں سے شناسائی پیدا کی..... تم لوگ خدا کی اس خدائی میں زمین کا حسن خراب کرنے والے اور دھن بازار میں زر کی جھٹکار میں بکنے والے سوداگر ہو، تمہیں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔

اس کے ساتھ ہی اپنے قریب کھڑے سلیمان بن عافیہ اور ابورافع کی طرف لمحہ بھر کے لئے ابوفہر نے غور سے دیکھا، پھر ابورافع کو مخاطب کیا۔

ابورافع انہیں لے جاؤ، ان کی زندگی کے لمحے ختم ہو چکے۔

ابورافع نے چند محافضوں کو اشارہ کیا، وہ ان کو پکڑ کر لے گئے اور ایک طرف لے جا کر فصیل کے قریب ان کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔

ان سے نمٹنے کے بعد ابوفہر کے حکم پر وینس کے جرنیل ٹرانسلو کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔

ٹرانسلو کو بھی ابوفہر تھوڑی دیر تک سر سے لے کر پاؤں تک بڑے غور سے دیکھتا رہا، پھر ان کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور کہنے لگا۔

ٹرانسلو تو کیوں میرے سامنے اڑتی ریت میں نڈھال قدموں اور صدیوں کے گناہ آلود لمبے ماتم کی شب سوئم کی طرح کھڑا ہوا ہے، تو تو وہ شخص ہے جو میری موت، میری مرگ کے منصوبے بناتا رہا..... قسطنطنیہ سے آنے والے تین تیغ زنوں سے مل کر تو نے مجھ پر موت ماری کرنے کی کوشش کی، تو نے ہی سازش سے کام لیتے ہوئے محمد بن سالم کا خاتمہ کر دیا، اگر رات کی گہری تاریکی میں چوروں کی طرح تیرے آدمی چھپ کر حملہ آور نہ ہوتے تو میں تمہیں قین دلاتا ہوں وہ اکیلا تینوں حملہ آوروں کو کاٹ کر رکھ دیتا۔

ٹرانسلو دیکھ ذرا اپنی حالت پر نگاہ دوڑا، تیرے چہرے کی لوتیرے اسم کی ضخیم ہونے کا اہت آگیا ہے، تو ہمارے خلاف سازشیں کرتے ہوئے زندگی کے پیچھے بھاگتا رہا، لیکن موت تیرا تعاقب کرتی رہی اور ہم لوگ ہیں جو موت کے پیچھے بھاگتے ہیں اور زندگی ہمارا تعاقب کرتی ہے، اب تو پریشان کیوں کھڑا ہے..... اس وقت کہاں تھا جب تو کذب کا موسم بن کر اتفاق کے ماتھے پر خون دہکاتا پھرتا تھا۔

نہیں کرنے دیا..... جونہی انہوں نے دروازہ بند کرنا چاہا ابوفہر کے کہنے پر اس کے لشکریوں نے ان پر تیر برسائے اور انہیں ڈھیر کر کے رکھ دیا، اس طرح ابوفہر بھی اپنے پورے لشکر کے ساتھ دشمن کے تعاقب میں شہر میں گھس گیا تھا۔

شہر میں ایک بار پھر گھمسان کارن پڑا جس کے نتیجے میں رومنوں کے لشکر کی تعداد پہلے سے بھی کئی گنا کم ہو گئی اور شہر کے اندر لڑی جانے والی اس جنگ میں رومنوں کے جرنیل ملاسین اور میگور دونوں موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے..... ٹرانسلو کو تاہم ابوفہر کے کہنے پر زندہ گرفتار کر لیا گیا اور وہ نو مسلم جو محمد بن سالم کے قتل کی سازش میں شریک تھے وہ بھی ٹرانسلو کے ساتھ گرفتار کر لئے گئے تھے..... اس طرح رومن لشکر کا خاتمہ کر کے ابوفہر نے بزور شمشیر قصریانہ شہر بھی فتح کر لیا تھا۔

پھر ابوفہر کے حکم پر اس کے سامنے ان جوانوں کو پیش کیا گیا جنہوں نے قسطنطنیہ سے آنے والے تین تیغ زنوں کے ساتھ مل کر محمد بن صالح کی قتل کی سازش میں حصہ لیا تھا۔

جب ان سب کو ابوفہر کے سامنے پیش کیا گیا تو ابوفہر تھوڑی دیر تک انہیں بڑے غیض و غضب میں دیکھتا رہا، ان کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں اور وہ سب زمین کی طرف دیکھ رہے تھے..... ابوفہر نے انہیں مخاطب کیا۔

تم لوگوں نے ہم سے بغاوت اور سرکشی کر کے وینس کے جرنیل ٹرانسلو کے ہاں پناہ لی..... کیا ہماری نسبت اس کا سلوک تمہارے ساتھ اچھا تھا..... اس وقت ٹرانسلو بھی گرفتار ہو چکا ہے، تمہارے بعد اسے میرے سامنے پیش کیا جائے گا..... تم سب اداس لحوں کی کہانی پت جھڑ کا پرتو اور ناقابل اعتماد جملوں سے لکھی داستان ہو، اس وقت میرے سامنے آجاؤ پیڑوں کے زرد چروں اور خزاں آلود شہر کی طرح کیوں کھڑے ہو..... میلے دل کے لوگو تم سب نے اپنی خواہشوں کی آندھیوں میں بھاگتے ہوئے ہمیں فراموش کر کے ان کو ناخدا سمجھ کر ہم سے بغاوت کی۔

تم نے اسلام قبول کیا تو ہم نے تمہیں اپنی قوم کا ایک فرد جان کر سینے سے لگایا، اپنی ملت کی ایک اگلی سمجھ کر تمہیں چاہت اور محبت دی۔

ظالمو! عمروں کے بہتے سمندر میں محبت تو موت سے مادا ہے، محبت ماں کے ہاتھوں کی تھکی، محبت ممتا کی سراہوں کی خوشبو، محبت تو صاف پانی کا چشمہ ہے جس کے اندر اپنائیت اور

ہوا، حویلی کے صدر دروازے پر گیا..... دروازہ اس نے کھولا تو دیکھا صقلیہ کا حاکم ابراہیم بن عبد اللہ دروازے پر کھڑا تھا..... اور یسویس ایک طرف ہٹ گیا اور ابن عبد اللہ کو اندر آنے کے لئے کہا..... ابراہیم بن عبد اللہ مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوا، پھر جس وقت اور یسویس نے دروازہ بند کر لیا تب اس نے اور یسویس کو مخاطب کیا۔

اور یسویس میرے عزیز میری بہن کیہ تھرینا اور تھیورہ کہاں ہیں۔  
اور یسویس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگا۔

وہ دونوں اس وقت دیوان خانے میں ہیں..... آپ میرے ساتھ آئیں۔

اور یسویس چپ چاپ دیوان خانے کی طرف ہویا، ابراہیم بن عبد اللہ اس کے پیچھے تھا، جب دیوان خانے میں داخل ہوئے تو ابراہیم بن عبد اللہ کی طرف دیکھتے ہوئے سب اٹھ کھڑے ہوئے..... ابراہیم بن عبد اللہ اور یسویس کے پاس بیٹھ گیا، پھر باری باری کیہ تھرینا اور تھیورہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میری بہنو! میں دو کاموں کے سلسلے میں یہاں آیا ہوں..... پہلا یہ کہ تم دونوں یہ بتاؤ کہ ابوہر اور ابو رافع کی غیر موجودگی میں اگر تم لوگوں کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو میں اپنے آدمی کو کہہ کر بھیجو دوں، دیکھو میری بہنو! ہچکچاہٹ سے کام نہیں لینا، میں جانتا ہوں اور یسویس بازار جا کر گھر کی ضروریات کی چیزیں لے آتا ہے، لیکن ابو رافع اور ابوہر کی غیر موجودگی میں تم دونوں کا خیال رکھنا میرے اولین فرائض میں شامل ہے اور پھر میرے جیسا بھائی اپنی بہنوں کا خیال نہیں رکھے گا تو کون یہ کام کرے گا..... لہذا تم دونوں کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو بولو میں اپنے آدمیوں کو بازار بھیج کر منگوا دیتا ہوں۔

ابراہیم بن عبد اللہ کے ان الفاظ نے سب کے چہروں پر خوشیوں کی لہر دوڑادی تھی، پھر کیہ تھرینا نے اسے مخاطب کیا۔

ابن عبد اللہ میرے بھائی آپ کی مہربانی کہ آپ ہم سب کا اس قدر خیال رکھتے ہیں..... دراصل حویلی میں ضرورت کی ہر شے موجود ہے..... امیر ابوہر اور ابو رافع ہر چیز ڈالو کے گئے تھے، پھر بھی اگر کسی چیز کی ضرورت پڑ جاتی ہے تو ماموں اور یسویس بازار جا کر لے آتے ہیں..... بہر حال میں ایک بار پھر آپ کی اس پیشکش کا شکریہ ادا کرتی ہوں اور آپ سے یہ بھی پوچھوں گی کہ دوسری بات کیا ہے۔

اب اپنے منہ سے اپنی موت کی ریت کا سراب اور اپنی شکست شب کا سنگین حلقہ دیکھ کر تیری گردن میں جو لوہے کی سلاخ تھی اس میں خم کیوں آ گیا ہے..... اس وقت تو کہاں تھا جب تو ہمارے خلاف پہلے موسموں کی دستک کو تازہ اترتے عذاب کا ایندھن بن کر جلاتا تھا، تیرے اعمال تیرے کارناموں، تیری سازشوں کو دیکھتے ہوئے مجھے چاہئے تو یہ تھا کہ میں یہاں تجھے شب کے سامنے کتوں کے جھوٹے پیالوں میں رات بپیش کرتا، پر نہیں..... میں ایسی زیادتی کرنے کا قائل نہیں ہوں۔

اس لئے کہ تیرا وقت ختم ہو گیا ہے، اب تیرے لئے اس دنیا میں نہ آب ہے، نہ سراب، حالات کی صلیب خود ہی جیل کوڑی کی یلغار کی طرح تجھ پر حملہ آور ہو جائے گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد لحد بھر کے لئے ابوہر خاموش رہا..... پھر دوبارہ اس نے ٹرانسلو کو مخاطب کیا۔

ٹرانسلو تو اگر اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتا ہے تو کہہ سکتا ہے، میں تجھے اس کا موقع دیتا ہوں..... تجھ سے پہلے جو لوگ آئے تھے اور جن سے مل کر تو نے سازش کی تھی، انہیں میں نے صفائی کا موقع نہیں دیا، اس لئے کہ وہ ہمارے لشکر سے بھاگ کر تمہاری پناہ میں گئے تھے، انہیں صفائی کا موقع دینا حماقت تھی..... اپنے اعمال کو انہوں نے بالکل تباہی کے گڑھے میں خود ہی پھینک دیا تھا..... لہذا ان کا خاتمہ کر دیا گیا، بولو کچھ کہنا چاہتے ہو تو میں تمہیں مہلت دیتا ہوں۔

ٹرانسلو کچھ نہ بولا..... اس پر ابوہر نے ابو رافع کو وہی مخصوص اشارہ کیا جس پر ابو رافع کے کہنے پر کچھ مسلح جوان ٹرانسلو کو پکڑ کر لے گئے اور اس کا بھی خاتمہ کر دیا گیا۔

ابوہر نے دو روز قصریانہ شہر میں قیام کیا، شہر کا نظم و نسق بہترین انداز میں درست کیا، شہر کے لوگوں کو عام معافی دے دی..... اپنے ایک چھوٹے سالار کو اس نے وہاں کا حاکم مقرر کیا..... شہر کی حفاظت کے لئے چند دستے وہاں مقرر کئے، اس کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ وہ قصریانہ سے انتہائی شمال کی بندرگاہ مسینا کی طرف کوچ کر گیا تھا۔



ایک روز کیہ تھرینا تھیورہ دونوں کی مائیں اور اور یسویس اپنی حویلی کے دیوان خانے میں بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی، اس پر اور یسویس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا

ابراہیم بن عبد اللہ کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا..... دوسری بات میری دونوں بہنوں کے لئے ایک بہترین خوشخبری ہے۔

اس پر کیتھرینا کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی، پھر ابراہیم بن عبد اللہ کی طرف دیکھنے ہوئے پوچھ لیا۔

کیا یہ خوشخبری امیر ابوفہر اور ابورافع کی طرف سے ہے۔

ابراہیم بن عبد اللہ مسکرا دیا اور کہنے لگا..... میری بہن تمہارا اندازہ درست ہے۔ یہ خوشخبری یقیناً ان ہی کے حوالے سے ہے، خوشخبری یہ ہے کہ یہاں سے کوچ کرنے کے بعد راستے میں رومن جرنیل ملاسین، میگور اور وینس کے جرنیل ٹرانسلو نے ان کی راہ روکی گھسان کارن پڑا اور اس جنگ میں ابوفہر نے رومنوں کو بدترین شکست دی، رومن لشکر بھاگ کھڑا ہوا..... ابوفہر سلیمان بن عافیہ اور ابورافع نے ان کا تعاقب کیا اور اس لشکر کے پیچھے پیچھے قصریانہ میں داخل ہوئے..... قصریانہ شہر میں گھسان کارن پڑا اور آخر دشمن کا ابوفہر نے مکمل طور پر خاتمہ کر دیا..... شہر کے اندر ٹرانسلو اور وہ باغی مسلمان جنہوں نے محمد بن سالم کے قتل کی سازش کی تھی، انہیں گرفتار کر لیا گیا اور ان کا خاتمہ کر دیا گیا..... جنگ کے دوران دونوں رومن جرنیل ملاسین اور میگور دونوں مارے جا چکے ہیں اور اب صقلیہ میں کوئی ایسی قوت نہیں جو ہمارے سامنے مزاحمت کی دیوار کھڑی کر سکے۔

میری بہنو! یہی وہ خوشخبری ہے جو میں تم دونوں سے کہنے آیا ہوں..... یہاں تک کہنے کے بعد ابراہیم بن عبد اللہ پھر کہہ رہا تھا۔

تھوڑی دیر پہلے کچھ طلائیہ گر اس سمت آئے تھے، دراصل وہ طلائیہ گر امیر ابوفہر اور اپنے بحری بیڑے کے درمیان رابطے کا کام سرانجام دے رہے تھے..... ان میں سے کچھ نے بلرم شہر میں داخل ہو کر ہمیں یہ خوشخبری سنائی اور واپس چلے گئے۔

ابراہیم بن عبد اللہ جب خاموش ہوا تو کیتھرینا بول پڑی۔

ابن عبد اللہ میرے بھائی میں اپنے اور سب کی طرف سے شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے ہمیں اتنی اچھی خبر سنائی اور یہ کہنے کہ اس وقت امیر اور ان کے ساتھی کہاں ہیں۔

ابراہیم بن عبد اللہ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا..... کیتھرینا میری بہن ان کے متعلق تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

قصریانہ شہر کو فتح کرنے کے بعد طلائیہ گروں کا کہنا ہے کہ امیر نے صرف دو دن وہاں قیام کیا، شہر کے نظم و نسق کو درست کیا، ایک سالار کو وہاں والی مقرر کیا..... اس کے بعد امیر اپنے لشکر کو لے کر قصریانہ سے مسینا کے رخ پر کوچ کر چکے ہیں..... اپنے بحری بیڑے کے ساتھ ان کا رابطہ ہے اور ان کا ارادہ ہے کہ جس روز وہ اپنے لشکر کے ساتھ مسینا میں داخل ہوں اس روز ان کا بحری بیڑہ خلیج مسینا میں داخل ہو کر شہر کی ناکہ بندی کر لے۔

کیتھرینا اور تھیورہ کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ تھی..... کچھ دیر تک وہ اس خوشخبری سے لطف اندوز ہوتی رہیں، پھر کیتھرینا بول پڑی۔

ابراہیم بن عبد اللہ میرے بھائی آپ نے ہمیں ایک اچھی خبر سنائی ہے..... میرا دل تو چاہتا ہے کہ کاش میں امیر کے ساتھ ہوتی، قصریانہ شہر کو فتح ہوتے دیکھتی اور جس وقت امیر مسینا کی بندرگاہ کا محاصرہ کرتے تب بھی میں ان کے ہم رکاب ہوتی، جنگ میں حصہ لینے کا ثواب کمائی۔

ابراہیم بن عبد اللہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا، کہنے لگا۔

میری بہن گھر میں رہتے ہوئے جو آپ امیر کی خدمت کرتی ہیں اس کا بھی تمہیں اجر ملے گا۔

ابراہیم بن عبد اللہ کو کہتے کہتے خاموش ہو جانا پڑا، اس لئے کہ باہر حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی تھی..... اور لیوس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور ابراہیم بن عبد اللہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

آپ بیٹھیں میں دیکھتا ہوں، کون ہے اس کے ساتھ ہی اور لیوس باہر نکل گیا تھا۔  
تھوڑی دیر بعد اور لیوس لوٹا وہ پریشان اور فکر مند تھا..... اس کی طرف دیکھتے ہوئے ابراہیم بن عبد اللہ نے پوچھ لیا۔

محترم اور لیوس خیریت تو ہے..... اور لیوس بڑی فکر مندی اور پریشانی میں کہنے لگا۔  
باہر آپ کا ایک آدمی آیا ہے..... وہ کہتا ہے کہ افریقہ سے ایک انتہائی بری خبر آئی ہے اور وہ خبر آپ سے کہنا چاہتا ہے۔

ابراہیم بن عبد اللہ اپنی جگہ سے اٹھنا ہی چاہتا تھا کہ کیتھرینا نے اسے مخاطب کیا۔  
میرے بھائی کیا ایسا ممکن نہیں کہ دستک دینے والے کو یہیں بلا لیں تاکہ ہم بھی جان سکیں کہ افریقہ سے کون سی خبر آئی ہے۔



اور یسویس ایک بار پھر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

آپ بیٹھیں میں اسے نہیں بلا کر لاتا ہوں، اور یسویس ایک بار پھر گیا۔ تھوڑی دیر بعد لوہا، اس کے ساتھ ایک شخص تھا جو نبی وہ دیوان خانے کے دروازے پر آیا، اپنی جگہ سے ابراہیم بن عبد اللہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

تم کون سی خبر لائے ہو؟

اس پر آنے والا بول پڑا۔

ابھی ابھی افریقہ سے کچھ قاصد آئے ہیں جن کو آپ کے چچا اغلب بن ابراہیم نے روانہ کیا ہے۔ سلطان زیادہ اللہ بن ابراہیم وفات پا چکے ہیں اور اب آپ کے چچا اغلب بن ابراہیم نے سلطان بنے ہیں۔

یہ خبر سن کر ابراہیم بن عبد اللہ کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے اس کے پاؤں تلے سے زمین کھینچ لی ہو۔ چہرہ پیلا آنکھوں میں پریشانی کے آثار تھے۔ کچھ دیر وہ سوچتا رہا، پھر اس کی آنکھیں نمناک ہو گئیں۔ دیوان خانے میں سب لوگ پریشان ہو گئے تھے۔ کسی کو بھی کچھ کہنے کی ہمت اور جرات نہ ہوئی تھی، پھر ابراہیم بن عبد اللہ نے اپنے آپ کو سنبھالا اور وہاں بیٹھے سب لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

افریقہ میں سلطان وفات پا چکے ہیں، ان کے بعد میرا چچا اغلب بن ابراہیم سلطان بنا ہے۔ یہ خبر ہمارے لئے بڑی اذیت ناک ہے، آپ لوگ بیٹھیں میں اس سلسلے میں لشکر گاہ کی طرف جاتا ہوں اور آنے والے قاصدوں سے بات کرتا ہوں۔ ساتھ ہی میں تیز رفتار قاصد ابونہر کی طرف بھجواتا ہوں، اسے اس صورت حال سے آگاہ کرتا ہوں اور اس سے کہتا ہوں کہ جو بہتر سمجھے وہ کرے، اس کے ساتھ ہی ابراہیم بن عبد اللہ وہاں سے نکل گیا تھا۔

☆

سلطان زیادہ اللہ بن ابراہیم کے مرنے کی خبر بلرم سے نکل کر ایک شہر سے دوسرے شہر میں پھیلتی چلی گئی اور لوگ سراپیمہ سے ہو گئے تھے۔ سلطان زیادہ اللہ نے امت مسلمہ کی بہترین خدمت کی تھی۔ فتوحات کا سلسلہ دُور تک پھیلا یا تھا اور اس کے کارناموں ہی کی وجہ سے لوگوں کو اس کے مرنے کا بڑا دکھ اور افسوس ہوا تھا۔



**ابونہر** قصریانہ کو فتح کرنے اور وہاں کے انتظام درست کرنے کے بعد بڑی تیزی سے مسینا شہر کا رخ کر رہا تھا، اس کا اپنے بحری بیڑے سے ایسا رابطہ تھا کہ دونوں میں ملے ہوا تھا کہ جس دن ابونہر اپنے لشکر کے ساتھ مسینا پہنچے اسی روز بحری بیڑہ بھی مسینا کے ساحل پر لشکر انداز ہو جائے اور ایسا ہی ہوا، جس روز ابونہر اپنے لشکر کے ساتھ مسینا شہر کی فسیل کے سامنے پڑاؤ کر رہا تھا، اسی روز اسی وقت محمد بن سندی اور سعد بن مسلم بھی اپنے بحری بیڑے کے ساتھ خلیج مسینا کے اندر لشکر انداز ہو رہے تھے۔ خلیج مسینا کے ساحل پر مسینا کے حکمران کی جو جنگی کشتیاں اور جہاز کھڑے ہوئے تھے محمد بن سندی اور سعد بن مسلم نے آتے ہی ایک چھوٹی سی یلغار کے بعد ان جنگی جہازوں میں آنرو کے مسلح جوانوں کا خاتمہ کر دیا اور جہازوں اور کشتیوں پر قبضہ کر کے ایک طرح سے خلیج کی طرف سے شہر کی ناکہ بندی کر دی تھی۔

لشکر کا پڑاؤ کرنے کے بعد ابونہر اور ابورافع دونوں سلیمان بن عافیہ کے پاس آئے، اس وقت وہ لشکریوں کے خیمہ زن ہونے کی نگرانی کر رہا تھا۔ وہ دونوں جب اس کے پاس آئے تو وہ ان کی طرف متوجہ ہوا۔ ابونہر قریب آ کر سلیمان بن عافیہ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ابن عافیہ میرے بھائی جنگی کی نسبت خلیج مسینا کی طرف سے ہمیں زیادہ خطرات ہیں، جنگی کی طرف جتنی مخالف قوتیں تھیں ان کو ہم زیر کر چکے ہیں۔ رومنوں کی قوت کو مکمل طور پر کچل چکے ہیں۔ اب صقلیہ ہمارے لئے بے ضرر ہے اور پرسکون انداز میں ہم اس پر حکمرانی کر سکتے ہیں۔ خلیج مسینا کی طرف سے سیکارڈس ہی نہیں چھوٹی چھوٹی ریاستیں اور اٹلی میں

نصب ہو چکا تھا، جب سب نشستوں پر بیٹھ گئے تو ابوہر نے آنے والے قاصدوں کو مخاطب کیا۔

میرے عزیزو! اب بتاؤ تمہارے حکمران نے کیا پیغام دے کر میری طرف روانہ کیا ہے۔ اس پر آنے والے قاصدوں میں سے ایک بول پڑا..... مسلمانوں کے امیر ہمارا حکمران مکمل طور پر آپ کے ساتھ تعاون کرنے کا خواہش مند ہے..... یہ بھی چاہتا ہے کہ اٹلی میں اگر کوئی بھی قوت اس کے خلاف حرکت میں آئے تو آپ اس کی پوری مدد کریں گے۔

یہ خبر اب پورے یورپ میں پھیل چکی ہے کہ ہمارے حکمران نے آپ کے ساتھ دفاعی معاہدہ کیا ہے..... یورپ کی ساری طاقتوں نے اس معاہدے کو فتح کرنے پر زور دیا ہے، خصوصاً کلیسا رومانیہ اس کے خلاف تمام کوششیں صرف کر دی ہیں، لیکن ہمارا حکمران اس معاہدے پر قائم ہے..... وہ ہر صورت میں آپ کے ساتھ تعاون کرنے کا عہد کئے ہوئے ہے، اس لئے کہ ماضی میں جب کبھی بھی لبارڈ کے حکمران نے ہمارے خلاف یلغار کی کسی بھی یورپی قوت نے ہماری مدد نہیں کی، لہذا اس بار ہمارا حکمران عہد کئے ہوئے ہے کہ حالات کچھ بھی ہو جائیں، ہر صورت میں آپ کے ساتھ اپنے دفاعی تعاون کو نبھاؤں گا۔

امیر یہ تو پہلی خبر ہے، دوسری خبر یہ کہ چند دن پہلے سیکارڈس نے ہمارے کچھ علاقوں میں یلغار کی تھی اور ان کا محاصرہ کر لیا تھا، لیکن جب یہ خبریں پھیلی ہیں کہ مسلمانوں کے سپہ سالار نے قصریانہ فتح کرنے کے بعد مسینا کا رخ کر لیا ہے، تب ہماری سرحدوں سے سیکارڈس نے اپنے لشکر واپس بلا لئے ہیں، اب وہ مسینا کے حاکم آنزو کی مدد پر تلا ہوا ہے، جو لشکر اس نے ہماری سرحدوں سے سیٹھے ہیں انہیں اپنے بحری بیڑے کے ذریعے مسینا کی طرف روانہ کرے گا۔

تیسری بات جو ہم کہنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ سیکارڈس کی سرحدوں سے اپنے لشکری واپس لینے کے رد عمل کے طور پر ہمارے حکمران نے بھی اس کی سرحدوں پر اپنے عساکر جمع کر دیئے ہیں اور وہ بالکل مستعد ہیں اور جب آپ مسینا فتح کرنے کے بعد خلیج کو عبور کر کے سیکارڈس کے علاقوں پر حملہ آور ہوں گے تو ہمارے وہ لشکر آپ کی مدد کریں گے۔

چوتھی بات جو آپ سے کہنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ ہمیں ہمارے حکمران نے اس غرض سے بھی بھیجا ہے کہ ہم آپ کے پاس قیام کریں اور جب آپ اس شہر کو فتح کر کے خلیج کو عبور کریں

جرمنوں کی کلوریانا کی بڑی ریاست ہے..... اس کا حاکم بھی ضرور مسینا کے رومن حکمران آنزو کی مدد کرے گا اور یہ مدد وہ صرف خلیج مسینا ہی کی طرف سے کر سکتے ہیں، لہذا خلیج کے اندر ہمیں اپنی قوت کو مضبوط اور مستحکم رکھنا چاہئے۔

اسی صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے میرے بھائی میں تم سے کہوں گا کہ بحری بیڑے کی کمانداری خود سنبھال لو..... محمد بن سندی سعد بن مسلم تمہارے نائب کی حیثیت سے کام کریں گے..... بحری جنگوں کا تم وسیع تجربہ رکھتے ہو، لہذا تم اپنے بحری بیڑے میں رہو تو مجھے امید ہے خلیج مسینا کی طرف سے تم کسی بھی قوت کو شہر کے نزدیک نہیں آنے دو گے، ساتھ ہی میں تم سے یہ بھی کہوں گا کہ سمندر کی طرف سے مسینا والوں کی ایسی ناکہ بندی کرو کہ کوئی بھی چیز انہیں اس سمت سے ملنے نہ پائے..... خشکی کی طرف سے میں اور ابورافع شہر کے گرد ایسا حصار باندھیں گے کہ چند ہی دنوں میں رومن حاکم آنزو بے بس اور لاچار ہو کر ہمارے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جائے گا۔

سلیمان بن عافیہ نے خود ابوہر کی اس تجویز کو پسند کیا، پھر وہ کہنے لگا۔

امیر ابوہر میں آپ کی اس تجویز کو پسند کرتا ہوں، میں خود بھی ایسا ہی چاہتا تھا..... آپ بے فکر رہیں، میں تھوڑی دیر تک بحری بیڑے کی طرف جاتا ہوں اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ خلیج کی طرف سے کسی بھی قوت کو میں شہر کے قریب نہیں آنے دوں گا۔

سلیمان بن عافیہ کا جواب سن کر ابوہر خوش ہو گیا تھا، کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایک لشکری جس کا تعلق ابوہر کے حفاظتی دستے سے تھا، قریب آیا اور ابوہر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر چند قاصد اٹلی کی ریاست نیپلز کی طرف سے آئے ہیں..... وہ فی الفور آپ سے ملنا چاہتے ہیں..... اپنے حکمران کی طرف سے آپ کے لئے کوئی اہم پیغام رکھتے ہیں۔

یہ الفاظ سن کر ابوہر ہی نہیں ابورافع سلیمان بن عافیہ بھی خوش ہو گئے تھے..... پھر ابوہر نے انہیں مخاطب کیا۔

انہیں یہیں لے آؤ، میں یہاں سلیمان بن عافیہ اور ابورافع کی موجودگی میں ان سے بات کرنا پسند کروں گا..... اس پر وہ مسلح جوان لوٹ گیا، تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا، اس کے ساتھ نیپلز کے قاصد تھے، جن کے ساتھ سلیمان بن عافیہ ابوہر اور ابورافع نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے بھرپور مصافحہ کیا..... پھر ان سارے قاصدوں کو ابوہر کے خیمے میں لے جایا گیا جو

سانحہ ہے، اس نے جو کاربائے نمایاں سرانجام دیئے وہ تاریخ کے اوراق میں سنہری حروف سے لکھے جائیں گے۔ بہر حال یہ بات بھی ہمارے لئے اطمینان کا باعث ہے کہ اس کے بعد اس کا بھائی انلب بن ابراہیم سلطان بنا ہے۔ یہ بھی اسلام اور عوام دونوں کی خدمت کا جذبہ رکھتا ہے۔ اس کے بعد ابونفر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا، خیمے سے باہر آیا۔ اس کے ساتھ سلیمان بن عافہ اور ابونفر بھی باہر نکل آئے تھے۔ پھر ابونفر کے کہنے پر سلیمان بن عافہ اپنے بحری بیڑے کی طرف چلا گیا تھا، جبکہ ابونفر اور ابورافع دونوں اپنے لشکر کے پڑاؤ کا جائزہ لینے لگے تھے۔

پڑاؤ میں گھومتے ہوئے ابونفر ایک جگہ رک گیا اور ابورافع کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

ابورافع تم آج رات ایک کام کرنا، شہر کی فسیل کا میں جائزہ لے چکا ہوں۔ فسیل کے اندر فسیل کی مضبوطی کے لئے بڑے بڑے ستون بنے ہوئے ہیں، جو فسیل کے اصل حصے سے اندر اور باہر ابھرے ہوئے ہیں۔ رات کے وقت شہر کے جنوبی دروازے کے سامنے جس سمت ہم نے پڑاؤ کر رکھا ہے اپنے کام کی ابتداء کرنا فسیل پر پہرہ دینے والے دشمن کے لشکریوں کے تیروں کی مار سے باہر رہتے ہوئے شہر پناہ کے دروازے کے دائیں بائیں ان گنت گڑھے کھود دینا اور گڑھوں سے جو مٹی نکلے اس سے فسیل کی طرف دمدمے سے بنوادینا، تم جانتے ہو جو مجتہدین ہم نے بلرم شہر کی فتح کے لئے بنوائی تھیں۔ وہ عارضی تھیں، انہیں یہاں لانا مشکل تھا۔ لہذا اس شہر کو ہم اور طریقے سے فتح کرنے کی کوشش کریں گے، مجھے امید ہے یہ شہر زیادہ دیر تک ہمارے سامنے ٹھہر نہیں سکے گا۔

جو گڑھے کھودیں گے اور ان کے سامنے دمدمے بنائیں گے، ان سے کام لیتے ہوئے شہر کی فسیل کے محافظوں پر حملہ کیا جائے گا اور ان پر نفسیاتی دباؤ ڈالا جائے گا۔ بار بار فسیل پر چڑھنے کی کوشش کی جائے گی، ایسا کرتے وقت ڈھالوں کو سامنے رکھا جائے تاکہ دشمن کے تیروں سے ہمارے لشکریوں کا نقصان نہ ہو، اس طرح مجھے امید ہے کہ دو نتائج ہمارے سامنے آسکتے ہیں۔

اول یہ کہ کسی نہ کسی طرح ہم فسیل پر چڑھ سکتے ہیں اور ایک بار ہم فسیل پر چڑھ گئے تو پھر دشمن ہمارا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ اسے ہمارے سامنے زیر ہونا ہوگا۔

اور سیکارڈس کے علاقوں پر حملہ آور ہونا چاہیں تو اس کے علاقوں میں ہم آپ کی اور آپ کے لشکریوں کی رہنمائی کریں۔

جب وہ خاموش ہوا، تب بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ابونفر کہہ رہا تھا۔

جو کچھ تم نے کہا ہے میں اس پر خوش اور مطمئن ہوں۔ تم میں سے کچھ تو ہماری رہنمائی کے لئے یہیں رہیں، کچھ واپس اپنے حکمران کے پاس جاؤ اور اس سے جا کر کہو کہ اس نے جو لشکر اپنی سرحدوں پر رکھے ہیں جن سے وہ ہماری مدد کرنا چاہتا ہے، انہیں وہ اپنی سرحدوں پر ہی رہنے دے، وہ اس وقت ہماری مدد نہیں کریں گے جب ہم سیکارڈس پر حملہ آور ہوں گے۔ وہ سرحدوں پر ہی بیٹھے رہیں گے، ان سے میں ایک بہت بڑا اور عجیب و غریب کام لوں گا۔ تاہم ان لشکریوں سے کہیں کہ وہ سرحدوں پر ہی خیمہ زن رہیں، ساتھ ہی واپس جا کر اپنے حکمران سے کہنا کہ اگر کسی بھی اٹلی کی ریاست یا یورپی قوت نے اس کے خلاف کسی بھی قسم کی تادیبی کارروائی کی تو ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ اس سے کہو کہ بالکل مطمئن رہے، ہم کسی بھی برے وقت میں اسے تنہا نہیں چھوڑیں گے اور ہر قوت کے سامنے اس کی حفاظت اور اس کی مدد کے لئے سینہ سپر ہو جائیں گے، اب میرا آدمی تمہیں اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ اپنی مرضی سے تم فیصلہ کرو، پہلے کھانا کھاؤ، آرام کرو، اس کے بعد جو واپس جانا چاہے وہ واپس چلا جائے اور جو یہاں ہماری رہنمائی کے لئے قیام کرنا چاہے وہ یہیں قیام کرے، اس کے بعد ابونفر کے کہنے پر اس کے محافظ دستوں کا سالار ان قاصدوں کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

☆

ان قاصدوں کو گئے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی۔ ابونفر سلیمان بن عافہ اور ابورافع ابھی اپنے خیمے میں ہی بیٹھے ہوئے تھے اور ان قاصدوں کے پیغام پر گفتگو کر رہے تھے کہ وہ قاصد ابونفر، سلیمان بن عافہ اور ابورافع کے پاس آئے جنہوں نے آکر انہیں سلطان زیادۃ اللہ بن ابراہیم کی موت کی خبر دی۔

سلطان کی موت کی خبر سن کر ابونفر سلیمان بن عافہ اور ابورافع پریشان اور سراپیمہ سے ہو کر رہ گئے تھے۔ کچھ دیر کوئی کچھ نہ کہہ سکا، اس کے بعد ابونفر نے کہنا شروع کیا۔

میرے ساتھیو! سلطان زیادۃ اللہ بن ابراہیم کی موت عالم اسلام کے لئے ایک بہت بڑا

دوم یہ کہ سخت محاصرے سے تنگ آکر مسینا کا حاکم آنزو صلح کی بات چیت کر سکتا ہے..... شہر ہمارے حوالے کر سکتا ہے، ان دونوں میں سے کوئی نہ کوئی کام ہو کر رہے گا، لیکن بہر حال آج رات تم نے شہر کی تفصیل کے جنوبی دروازے کے سامنے دائیں بائیں گڑھے کھودنے کے اپنے کام کی تکمیل کر لینی ہے، اس لئے کہ کل سے میں شہر کی تفصیل پر حملہ آور ہونے کے کام کی ابتداء کروں گا۔

ابورافع نے بھی ابوفہر کی اسی تجویز کو پسند کیا، پھر دونوں اپنی لشکرگاہ میں گھوم کر لشکریوں کے آرام اور ان کی ضروریات کا جائزہ لینے لگے تھے۔

☆

مسینا کے حاکم آنزو کی بھی عجیب و غریب کیفیت تھی، پہلے اسے امید تھی کہ رومن جرنیلوں نے قصریانہ کو اپنا مرکز بنایا ہے، وہاں سے نکل کر وہ مسلمانوں کے خلاف اس کی مدد کریں گے..... اسے خبریں پہنچ چکی تھیں کہ قصریانہ پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا ہے اور رومن جرنیلوں کے علاوہ ونسی جرنیل ٹرانسلو کا بھی خاتمہ کر دیا گیا اور صقلیہ کے اندرونی حصے سے اسے کوئی مدد نہیں مل سکتی۔

دوسری طرف سے اسے جنوبی اٹلی کی ساری ریاستوں کے علاوہ جنوبی اٹلی کی سب سے بڑی ریاست لبارڈ سے بھی مدد کی امید تھی، ساتھ ہی وہ یہ بھی امید لگائے ہوئے تھا کہ اٹلی کے جس حصے پر رومنوں کی حکومت تھی جس کا مرکز کلوریا تھا، وہاں سے بھی بڑے بڑے عساکر اس کی مدد کے لئے پہنچ سکتے تھے اور تیسری امید کی کرن اسے قسطنطنیہ سے دکھائی دیتی تھی کہ قسطنطنیہ سے کوئی نہ کوئی بحری بیڑہ اس کی مدد کے لئے ضرور پہنچے گا اور مسلمانوں کو محاصرہ اٹھانے پر مجبور کر دے گا۔

لیکن جب ابوفہر اپنے لشکر کے ساتھ مسینا پہنچ گیا، اس کے بعد بحری بیڑہ بھی خلیج میں داخل ہو گیا اور خشکی کی طرف سے ابوفہر نے اور سمندر کی طرف سے مسلمانوں کے بحری بیڑے نے حملہ ناکہ بندی کر دی..... تب آنزو بڑا مایوس ہوا اور اس نے مسلمانوں کے خلاف ایک گھناؤنا کھیل کھیلنے کی کوشش کی تاکہ مسلمان محاصرے میں نرمی پیدا کریں..... اس نرمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ اپنے حلیفوں کو دعوت دے سکیں اور مسلمانوں کے خلاف اپنی کامیابیوں کو یقینی بنا سکیں۔

دراصل آنزو تاخیری حربے استعمال کرنا چاہتا تھا، تاکہ اسے زیادہ سے زیادہ وقت مل جائے کہ اپنے حلیفوں کو بلا سکے اور مسلمان صرف اس کا محاصرہ جاری رکھیں..... اس مقصد کے لئے اس نے چند قاصد ابوفہر کی طرف بھجوائے اور یہ پیشکش کی کہ اگر مسلمانوں کا سالار پسند کرے تو ایک دن بعد رات کے وقت وہ شہر کے چند سرکردہ لوگوں کو اس کی خدمت میں بھیجے جو ابوفہر کے ساتھ گفت و شنید کریں..... معاملات طے کریں کہ ابوفہر کن شرائط کے عوض شہر پر قبضہ کرنا چاہتا ہے..... وہ شرائط مسینا کے عمائدین کے ساتھ طے کرے، پھر وہ شرائط آنزو کو پیش کی جائیں..... آنزو ان پر غور کرے، اس کے بعد اگر ان میں کسی رد و بدل کی ضرورت ہو تو اس سے کام لیتے ہوئے شہر مسلمانوں کے حوالے کر دیا جائے۔

ابوفہر اور ابورافع دونوں نے اس تجویز کو پسند کیا، اگلے روز مغرب کی نماز کے بعد جب رات گہری ہو گئی، چاروں طرف تاریکی پھیل گئی تو آنزو کی طرف سے شہر کے عمائدین کا ایک گروہ شہر سے نکلا جو پہلے دن قاصد بن کر آئے تھے ان کی رہنمائی میں ابوفہر کے پاس آیا..... ابوفہر اور ابورافع دونوں نے ان کا بہترین استقبال کیا..... سب کو ابوفہر کے خیمے میں لے جایا گیا، اس طرح شہر کے وہ عمائدین شہر ابوفہر کے حوالے کرنے کے لئے شرائط طے کرنے لگے تھے۔

جس وقت ابوفہر اور ابورافع دونوں شہر کے عمائدین کے ساتھ شہر حوالے کئے جانے کی شرائط طے کر رہے تھے، خیمے کے دروازے پر ابوفہر کا ایک سالار نمودار ہوا اور دروازے پر کھڑے کھڑے عجیب سے انداز میں ابوفہر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر محترم لشکریوں کے کچھ مسائل ہیں جو فی الفور آپ کی توجہ کے طالب ہیں، آپ تھوڑی دیر کیلئے..... خیمے سے باہر تشریف لائیں۔

ابوفہر نے جواب طلب انداز میں اس کی طرف دیکھا، پھر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ابورافع اور دوسرے چھوٹے سالار جو اس گفتگو میں شامل تھے، وہ وہیں بیٹھے رہے..... ابوفہر خیمے سے باہر نکل گیا۔

وہ چھوٹا سالار ابوفہر کو ایک طرف لے گیا، پھر انتہائی رازدارانہ انداز میں وہ کہہ رہا تھا۔

امیر محترم مسینا کا حاکم آنزو ہمارے خلاف ایک گہری سازش سے کام لے رہا ہے..... دراصل یہ جو شہر کے عمائدین آپ کے پاس آئے ہیں ان کے ساتھ شہر پناہ سے کچھ اور لوگ

وہ سالار ابوہریر کے پاس سے ہٹ کر گیا۔ تھوڑی دیر بعد ابوہریر اس کے ساتھ آیا، ابوہریر نے پہلے ساری تفصیل ابوہریر سے کہی۔ ابوہریر بھی پریشان اور فکر مند سا ہو گیا تھا۔ رات کی گہری تاریکی میں ابوہریر نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا۔ میرے بھائی پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے، میں سلیمان بن عافہ کے کام کی داد دیتا ہوں کہ اس نے سمندر کے کنارے دُور دُور تک گشت جاری رکھا ہوا ہے اور ان بگوزوں کو اس نے گرفتار کر لیا ہے۔ ابوہریر جب تک ان سے گفت و شنید ختم نہیں ہوتی تم ایک کام کرو۔

یہ کام اتنی رازداری سے ہونا ہے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو، یہ جو سالار ہے اسے بھی اپنے ساتھ رکھو۔ تفصیل پر پہرہ دینے والوں کو بھی یہ پتا نہ چلے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ اگر آرزو ہمارے خلاف سازش کر رہا ہے تو ہم اس کا جواب سازش سے ہی دیں گے۔

تم جانتے ہو کہ شہر کی تفصیل کے اندر بڑے بڑے ستون آگے اُبھرے ہوئے ہیں۔ یہ شہر پناہ کی مضبوطی کے لئے بنائے گئے ہیں۔ چند دستوں کو لو جو ریگتے ہوئے شہر پناہ کے قریب جائیں اور جو ستون شہر پناہ کے باہر اُبھرے ہوئے ہیں ان کی اوٹ میں جا کر کھڑے ہو جائیں، یہ لوگ تیروں اور اپنے دوسرے ہتھیاروں سے پوری طرح مسلح ہوں۔

پھر شہر پناہ کے قریب دروازے کے دائیں بائیں جو ہم نے گہرے گڑھے کھودے ہوئے ہیں ان کے اندر بھی اپنے مسلح جوان بٹھادو، انہیں کہو کہ بالکل چوکس رہیں۔ یہ سارا کام کرنے کے بعد تم فی الفور واپس میرے خیمے میں آنا، اس کام کی تکمیل کے بعد میں عمائدین کو ہر شخص کو سناؤں گا۔

اب ہمارے کام کی تکمیل کچھ اس طرح ہوگی کہ یہ عمائدین جب خیمے سے نکلیں گے تو میں اور تم اپنے لشکر کے ساتھ بالکل تیار ہو جائیں گے، ابھی میرے پاس سے جانے کے بعد سارے لشکریوں کو حکم ہو کہ اچانک حملہ آور ہونے کے لئے بالکل تیار اور مستعد رہیں۔ جب شہر کے عمائدین واپس جائیں گے تو شہر پناہ کا دروازہ کھلوائیں گے۔ یقیناً شہر پناہ کے اندر جو چھوٹا دروازہ ہے، انہیں داخل کرنے کے لئے کھولا جائے گا۔ ہمارے وہ مسلح جوان جو شہر پناہ کے ستونوں کی اوٹ میں جمیں گے، اس موقع پر وہ باہر آئیں اور دھکم پیل کرتے ہوئے ان عمائدین کے ساتھ شہر میں داخل ہو جائیں۔ شہر کے محافظوں پر حملہ آور ہو کر فی الفور شہر پناہ کا

بھی نکلے تھے، وہ مسلح تھے۔ وہ تعداد میں چار ہیں۔ انہوں نے شہر کی تفصیل کے گرد چکر لگاتے ہوئے سمندر کے کنارے مغرب کی طرف جانے کی کوشش کی تھی، لیکن جو وہ کرنا چاہتے تھے اس میں انہیں کامیابی نہیں ہوئی، اس لئے کہ ہمارے امیر البحر سلیمان بن عافہ نے سمندر کے کنارے دُور دُور تک اپنی کشتیوں کا گشت جاری رکھا ہوا ہے، ان چاروں کو ہمارے ملاحوں نے گرفتار کر لیا۔ سلیمان بن عافہ کے سامنے پیش کیا، سلیمان بن عافہ نے پورے حالات ان سے پوچھے، پھر مسلح دستوں کے ہمراہ ہماری طرف بھیج دیا۔ اس وقت وہ میری اسیری میں ہیں، ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر میں نے ایک خیمے میں ڈال رکھا ہے، جس مقصد کے لئے وہ شہر سے نکلے تھے وہ بھی میں آپ سے عرض کرتا ہوں۔

امیر محترم وہ چاروں مسلح جوان ایک طرح سے قاصد تھے، ان میں سے کچھ نے سیکارڈس کے پاس کچھ نے قسطنطنیہ اور کچھ نے اٹلی میں رومنوں کی سلطنت کے مرکزی شہر کلوریا کی طرف جانا اور وہاں یہ پیغام دینا تھا کہ اپنی پوری بحری طاقت کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہوا جائے، کسی نہ کسی طرح بحری بیڑے کے حصار کو توڑ کر شہر کے قریب آیا جائے اور مسلمانوں کے محاصرے کو ہر صورت میں ختم کرنے کی جدوجہد کی جائے۔

ان چاروں نے سب کچھ اُگل دیا ہے، یہ جو لوگ آپ کے پاس گفت و شنید کے لئے آئے ہوئے ہیں، جو شرائط آپ انہیں دیں گے یہ شرائط لے کر وہ اپنے حاکم کے پاس جائیں گے۔ کئی دن تک ان پر غور کرے گا، پھر ان میں سے کچھ اپنی طرف سے شرائط ڈالو کہ آپ کی طرف بھجوائے گا، وہ ایسی شرائط ہوں گی جو آپ کو ناپسند ہوں گی، آپ ان شرائط کو ماننے سے انکار کر دیں گے۔ آرزو پھر اپنے چند عمائدین کو بھجوائے گا تاکہ آپ کے ساتھ گفت و شنید کا سلسلہ جاری رہے، اس طرح وقت گزارنا چاہتا ہے، چند دن کی مہلت حاصل کرنا چاہتا ہے تاکہ جن قوتوں کی طرف وہ پیغام بھجوا رہا ہے، وہ قوتیں یکجا ہو کر ہم پر حملہ آور ہوں اور ہمیں محاصرہ اٹھانے پر مجبور کریں۔

یہ ساری باتیں سن کر ابوہریر کا رنگ غصے میں سرخ ہو گیا تھا۔ سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم ذرا خیمے کے دروازے پر جاؤ اور ابوہریر کو بلا کر یہاں لاؤ، باقی سالاروں سے کہو وہیں بیٹھے رہیں۔

دروازہ کھول دیں۔

جونہی ایسا ہو گڑھوں کے اندر جو ہمارے مسلح جوان ہوں وہ اپنی ڈھالیں سامنے رکھتے ہوئے شہر پناہ کے دروازے پر قبضہ کر لیں۔ اتنی دیر تک میں اور تم بھی پورے لشکر کے ساتھ شہر پناہ کے قریب پہنچ چکے ہوں گے۔ شہر پناہ کے اوپر پہرہ دینے والوں کو جب خبر ہوگی کہ دروازہ کھل چکا ہے، مسلمان شہر میں داخل ہو چکے ہیں۔ یاد رکھنا وہ شہر پناہ سے نیچے اتر آئیں گے، اتنی دیر تک آئندہ بھی مستعد ہو کر مقابلے کے لئے نکل آئے گا، پھر رات کی تاریکی میں آنرو سے نمٹنا ابورافع میرے اور تمہارے لئے مشکل نہیں ہوگا۔ خداوند نے چاہا تو آج کی رات اس شہر میں آنرو کی آخری رات ہوگی۔

ابوفہر تھوڑی دیر کے لئے رُکا، اس کے بعد پھر وہ ابورافع کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

ابورافع دشمن کے جو مسلح جوان اسیر ہوئے ہیں، سب سے پہلے ان کا خاتمہ کرو، اس واقعے کی اطلاع کسی قابل اعتبار سالار کے ذریعے سلیمان بن عافیہ تک بھی پہنچا دو، اس کے بعد جو کام میں نے تمہارے ذمے لگایا ہے، اس کی تکمیل کے بعد میرے خیے میں واپس آؤ۔۔۔۔۔ میں بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کروں گا، تم واپس آؤ گے تب میں صقلیہ کے عمائدین کو واپس جانے دوں گا، تاکہ ان کے جانے کے ساتھ ہی ہم اپنے کام کی ابتداء کر سکیں۔

اس کے ساتھ ہی ابورافع اور دوسرا سالار وہاں سے ہٹ گئے تھے، ابوفہر واپس اپنے خیے میں آ کے سینا کے عمائدین کے پاس بیٹھ کے گفت و شنید کرنے لگا تھا۔



ابورافع کے آنے تک ابوفہر گفتگو کو طول دیتا رہا، شہر کی حوالگی کے لئے شرائط پیش کرتا رہا، جب ابورافع واپس آیا اور نگاہوں میں اس نے ابوفہر کو اشارہ کر دیا کہ وہ اپنے کام کی تکمیل کر آیا ہے، تب ابوفہر نے جلدی جلدی شرائط منمائیں اور شہر کے عمائدین کو جانے کی اجازت دے۔

وہ سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے، خیے کے باہر تک ابوفہر ان کے ساتھ مستعد ہو گئے تھے۔ ذرا دور گئے ابوفہر اور ابورافع فوراً اپنے لشکر کے ساتھ مستعد ہو گئے تھے۔

شہر کے عمائدین شہر پناہ کے جنوبی دروازے کی طرف آئے، دروازے پر انہوں نے دستک دی، کسی نے شہر پناہ کا چھوٹا سا سوراخ کھولا۔۔۔۔۔ مشعل کی روشنی میں باہر دیکھا، پھر چھو

دروازہ کھل گیا۔۔۔۔۔ عین اسی لمحہ مسلمان لشکری جو شہر پناہ کے ستونوں کی اوٹ میں چھپے ہوئے تھے، بھاگ کر چھوٹے دروازے کے پاس آئے۔۔۔۔۔ حکم پیل کرتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔۔۔۔۔ شہر کے محافظوں پر انہوں نے حملہ کر دیا اور ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا، اتنی دیر تک شہر پناہ کے قریب جو مورچے کھدے ہوئے تھے، ان میں جو مسلح جوان بیٹھے ہوئے تھے۔۔۔۔۔ وہ بھی اپنی ڈھالیں سامنے رکھتے ہوئے شہر پناہ کے دروازے تک بھاگے اتنی دیر تک شہر پناہ کا دروازہ کھل چکا تھا۔

یہ کام بڑی سرعت سے طے پایا تھا، دوسری جانب ابوفہر اور ابورافع بھی اپنے لشکر کے ساتھ اُمدتے گرجتے بادلوں کی طرح شہر پناہ کے جنوبی دروازے کی طرف بڑھے تھے، شہر کی تفصیل کے اوپر محافظوں نے یہ منظر دیکھا تو انہوں نے شور کرنا شروع کر دیا کہ مسلمان شہر میں داخل ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔ ساتھ ہی وہ تفصیل سے نیچے اترنے لگے تھے۔۔۔۔۔ آن کی آن میں شہر کے اندر ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

اتنی دیر تک ابوفہر اور ابورافع دونوں شہر میں اپنے لشکر کے ساتھ داخل ہو چکے تھے، دوسری جانب سمندر کی طرف سے اپنے بحری بیڑے کے ساتھ سلیمان بن عافیہ بھی چوکس ہو چکا تھا۔ شہر کے اندر گھسان کارن پڑا، رات کی گہری تاریکی میں ابوفہر اور ابورافع نے شہر کے محافظ لشکر کو کاٹ کر رکھ دیا۔۔۔۔۔ شہر کا حاکم آنرو اپنے چند مخلص ساتھیوں کے ساتھ رات کی گہری تاریکی میں بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا، یوں شہر پر ابوفہر کا قبضہ ہو گیا، اگلے دن کا سورج جب طلوع ہوا تو اس نے شہر کے اندر مسلمانوں کو شہر کا نظم و نسق درست کرتے ہوئے پایا۔

ابوفہر نے صرف دو دن شہر میں قیام کیا۔۔۔۔۔ مسلح قوتوں کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا گیا۔۔۔۔۔ شہر کے لوگوں کو تحفظ دے دیا گیا، شہر کے اندر ایک محافظ لشکر رکھا گیا۔۔۔۔۔ ابوفہر نے اپنا والی مقرر کیا، اس کے بعد اپنے بحری بیڑے کے ساتھ ابوفہر نے خلیج سینا کو عبور کیا، اب اس کا رخ اٹلی کی طرف تھا۔



دشمن کے حملے کو روکنے کے بعد ابوفہر اور اس کے لشکریوں نے ابوفہر کے حکم پر ایسے زوردار انداز میں تکبیریں بلند کیں، جیسے لشکر کن فیکون کی ساعتوں میں جوشِ نمو کے سرکش وہاروں اور وقت کے خدوخال کو ریزہ ریزہ کر دینے والے الفاظ کے منور شور نے فضاؤں اور ہواؤں تک کو ہلا کے رکھ دیا ہو، اس کے بعد ایک دوسرے کو مخصوص اشارہ دینے کے بعد ابوفہر اور ابورافع دشمن پر اُٹھتے کالے دھویں میں انتقام کی بھڑکتی آگ، دھرتی کی مردہ شریانون تک میں گھس جاتے والے ڈکھ ساگر کی بھری لہروں اور بیجان و مسرتی اور جنون کی کیفیت طاری کر دینے والی شعلہ بدن داستانوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

میدانِ جنگ بھیجی کی طرح دہک اُٹھا تھا..... دلوں کی دھڑکنیں موت کی آہٹوں میں تبدیل ہونے لگی تھیں..... ماہ و سال کی تقویم کا پابند وقت عجیب سے انداز میں اٹلی کی سرزمینوں میں آگ اور موت کا خونی کھیل دکھا رہا تھا..... پچانوہ روز و شب کے قلمزم میں قضا کے مد و جز راٹھنے لگے تھے..... میدانِ جنگ میں ٹوٹی سانسوں، بے تعلقی کے جذبوں، نسلوں کی نفرت اور ہلکورے لیتی موت کا ایک طوفان اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔

خونی وقت نے ہر شے کو نفرتوں، کشادتوں، عناد اور انتقام کے آئینوں کے سامنے کھڑا کر کے موت کے کفن پہنانا شروع کر دیے تھے۔

اٹلی کی متحدہ ریاستوں کے لشکریوں اور ان کے سالاروں کا یہ خیال اور اندازہ تھا کہ چونکہ ان کے لشکریوں کی تعداد حملہ آور مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہے، لہذا مسلمان زیادہ دیر ان کے سامنے ٹھہر نہیں سکیں گے اور پسپا ہو کر اپنے بحری بیڑے کی طرف بھاگیں گے اور واپس جانے پر مجبور ہو جائیں گے، لیکن ان کے سارے خیالات بوسیدہ دھجیوں میں تبدیل ہوتے چلے گئے، اس لئے کہ جوں جوں جنگ طول پکڑ رہی تھی..... ابوفہر کے حملہ آور ہونے میں ایک انوکھی جنوں فروشی ایک نیا دارفتہ جوش اور ایک ان دیکھی شوریدہ ریاضت اپنے عروج کو پہنچتی چلی گئی تھی۔

پھر جب اپنے لشکر کے آگے رہتے ہوئے لشکر کی رہنمائی کرتے ہوئے ابوفہر نے زوردار انداز میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے اپنے لشکریوں کو لکارا اور پوری قوت سے حملہ آور ہونے کا حکم دیا..... تب میدانِ جنگ میں ایک شور اُٹھ کھڑا ہوا..... مسلمان لشکر کی پچھلی صفوں سے نکل کر اگلی صفوں میں آتے ہوئے دشمن کے لشکر کے اندر گھستے ہوئے اس کے وسطی حصے کی طرف

اٹلی کے جنوبی ساحل پر اترنے کے بعد سلیمان بن عافیہ نے تو اپنے بحری بیڑے کے ساتھ وہیں قیام کر لیا تھا، جبکہ ابوفہر اور ابورافع دونوں اپنے لشکر کو لے کر اٹلی میں بڑی تیزی سے آگے بڑھنے لگے تھے..... ابھی انہوں نے چند مرنگ کا فاصلہ ہی طے کیا ہوگا کہ ایک بہت بڑا لشکر ان کی راہ روک کر کھڑا ہوا..... یہ لشکر رومنوں کی اٹلی میں ریاست کلوریا کے علاوہ لمبارڈ اور دیگر چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے لشکروں پر مشتمل تھا، ایک جبرائیل تھا جس کی تعداد ابوفہر اور ابورافع کے لشکر سے بہت زیادہ تھی، اس لشکر میں سیکاروس کے علاوہ کلوریا کے رومن حکمران اور جنوبی اٹلی کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے سربراہ بذات خود شامل تھے، ایسا وہ اس لئے کر رہے تھے تاکہ مسلمانوں کے خلاف ان کے لشکریوں کا جذبہ خوب اُبھرے اور وہ مسلمانوں کو اٹلی سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیں۔

ابوفہر نے ابھی تک نیپلز کے حکمران نے جو لشکر اس کی مدد کے لئے بھیجا تھا، اسے جنگ میں حصہ لینے کی اجازت نہیں دی تھی اور وہ سرحدوں پر ابوفہر کے احکامات کا منتظر تھا..... تاہم جس متحدہ لشکر نے ابوفہر اور ابورافع کی راہ روکی تھی، اس کے سامنے ابوفہر نے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں..... وہ اٹلی کی سرزمین کے اندر دشمن پر ضرب لگانے کے لئے لمحوں میں تیار ہو گیا تھا۔

پھر متحدہ لشکر کے اندر جنگ کے طبل بج اُٹھے، اس کے بعد اٹلی کا متحدہ لشکر ابوفہر اور ابورافع کے لشکر پر تہائی کے بے کراں کرب میں تشنگی کی موت..... اندھے سفر میں بے رفاقت اجل اور تاریک رات کی ہتھیلی پر نمودار ہونے والی راکھ آلودہ سحر کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

بڑھنے کی کوشش کرنے لگے تھے، اب صورت حال یہ تھی کہ جب اٹلی کے متحدہ لشکریوں نے مسلمان لشکریوں کو تلواریں سوچتے ڈھالیں سنبھالے اٹڈنے والے طوفانوں کی طرح اپنے اندر گھستے دیکھا تو ان کے حوصلے پست ہونے لگے۔ لہجہ بہ لہجہ ان کی حالت غموں کی دھوپ، روح کی پیاس، زندگی کی گرم بازاری میں الہی عنیت کے ڈکھ، تخیلیاتی لمحوں میں کرب کے لمحات جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔ پھر جب ابوفہر اور ابورافع اپنے لشکر کے ساتھ دشمن کی اگلی صفوں کو پوری طرح اُدبیرنے کے بعد وسطی حصے کا قتل عام کر رہے تھے۔ تب دشمن شکست قبول کرتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوا۔ ابوفہر اور ابورافع نے بھاگتے دشمن کا اس طرح تعاقب کیا جیسے خونی طوفان سلگتے تھل کھ بانجھ مٹی پر وارد ہوتے ہوئے خاموشیوں کی تہوں میں اتر جانے کا عزم کر چکے ہوں۔

یہ تعاقب ترک کر کے ابوفہر اور ابورافع اپنے لشکر کے ساتھ لوٹے، ان کی مدد کے لئے نیمپلز کے حکمران نے جو لشکر مختص کیا تھا، اس سے رابطہ قائم کیا، اسے اپنے پاس بلایا۔ جنوبی اٹلی پر یلغار کرتے ہوئے جس قدر مال غنیمت حاصل ہوا تھا۔ ابوفہر نے ایک حصہ اس لشکر کو دیا اور اسے باغزت طور پر رخصت کر دیا، ساتھ ہی اس لشکر کے سالار کے ہاتھ اس کے حکمران کی طرف پیغام بھجوایا کہ آئندہ بھی مسلمان اس کی دشمن قوتوں کے خلاف اس کی مدد کرتے رہیں گے۔

اس عظیم الشان فتح کے بعد ابوفہر نے پھر پیش قدمی شروع کی۔ پہلے اس نے ریاست لمبارڈ کے حکمران سیکارڈس کے پورے علاقے کو کھنگال ڈالا، اس کی قوت کو اس قدر روندنا کہ آنے والے دنوں میں وہ سر اٹھانے کے قابل نہ رہے۔ ابوفہر کے آگے آگے سیکارڈس پناہ کی خاطر ادھر ادھر بھاگتا رہا۔

ریاست لمبارڈ سے نکل کر جنوبی اٹلی میں رومنوں کے مشہور صوبہ کلوریہ کا رخ کیا گیا۔ یہاں بھی چند جھڑپوں میں ابوفہر نے دشمن قوتوں کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا، جس وقت ابوفہر کلوریہ میں دشمن کے ساتھ برسر پیکار تھا اسی وقت رومنوں کا ایک بہت بڑا بحری بیڑا جسے یورپ کے دوسرے ممالک کی بھی مدد حاصل تھی، بحیرہ روم میں نمودار ہوا۔

مسلمان طایفہ گر اور خنجر بڑی تیزی سے کام کر رہے تھے، اس کی اطلاع انہوں نے سلیمان بن عافیہ کو دی۔ سلیمان بن عافیہ اپنے دونوں نائب محمد بن سندی اور سعد بن مسلم

کے ساتھ حرکت میں آیا۔ بحری بیڑے کو خلیج سینیا سے نکال کر کھلے سمندر میں لایا گیا، یہاں یورپی بیڑے اور مسلمانوں کی بحری قوت کے درمیان ہولناک بحری جنگ ہوئی اور اس جنگ میں امیر البحر سلیمان بن عافیہ نے یورپ کے اس بحری بیڑے کو روند کر رکھ دیا تھا۔ رومن شکست کا داغ اٹھا کر قسطنطنیہ کی طرف بھاگ گئے تھے، اس طرح سمندر کو سلیمان بن عافیہ نے مسلمانوں کے لئے محفوظ کر دیا تھا۔

یہ مشہور بحری جنگ اٹلی کے مشرقی ساحل پر بحیرہ ایونین میں ہوئی اور اس جنگ کا یہ نتیجہ نکلا کہ جنوبی اٹلی کے شمالی ساحل کے مشہور شہر برنڈیزی پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا، پھر آگے بڑھ کر سلیمان بن عافیہ نے اٹلی کی مشہور بندرگاہ باری پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔

ادھر زمینی جنگ میں ریاست لمبارڈ اور ریاست کلوریہ پر قبضہ کرنے اور اسے تباہ و برباد کرنے کے بعد ابوفہر اپنے لشکر کے ساتھ اٹلی کے صوبہ اپولیا میں داخل ہوا اور بحیرہ اڈریاٹک کی ایک اہم بندرگاہ پر قبضہ کر لیا۔ جغرافیائی جائے وقوع کے لحاظ سے یہ ایک انتہائی اہم بندرگاہ تھی، اس لئے کہ اس بندرگاہ کے ایک طرف اٹلی کا مشرقی صوبہ تھا اور دوسری طرف یونانی جزائر اور آسٹریا کی مملکت کا ڈلماشیا نام کا ساحل تھا۔

یہاں ابوفہر نے اپنے لشکر کو سستانے کا موقع فراہم کیا، لگتا تھا آسٹریا کا ڈلماشیا نام کا ساحل اس کی فتوحات کا منتظر تھا۔ ان کامیابیوں کے بعد ابوفہر اٹلی کے مشرقی صوبے میں پیش قدمی کرتا ہوا پورے طور پر اس پر قابض ہو گیا۔ پھر مسلمانوں نے آگے قدم بڑھایا، آسٹریا کے ڈلماشیا نام کے ساحل پر پہنچے اور یہاں خوب تاخت و تاراج کی۔

مسلمانوں کی ان فتوحات کو دیکھتے ہوئے یونانی اور رومنوں نے آس پاس کی جزائر سے اپنی قوت کو ہٹالیا، اس لئے کہ انہیں خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ اٹلی کی سرزمین سے نکل کر مسلمان ان جزائر پر حملہ آور ہوں گے اور ہر چیز کو نابود کرتے چلے جائیں گے۔

ابوفہر نے یہاں بھی دم نہیں لیا۔ لشکر کو پھر اس نے سستانے کا موقع دیا، پھر وہ مشہور شہر کپوپا پہنچا۔ یہ شہر بھی ابوفہر کے سامنے زیادہ دیر تک ٹھہر نہ سکا۔ ابوفہر نے اسے بھی فتح کر لیا، اس کے بعد گیرگلی آفہ کے مقام پر ابوفہر نے ایک نئی آبادی قائم کی تاکہ فتح کئے جانے والے علاقوں کی حفاظت کا انتظام کیا جاسکے۔

یہاں پہنچ کر ابوفہر نے فتوحات کا سلسلہ بند کر دیا، اس لئے کہ اس کے پاس اتنا بڑا لشکر



ہمارے جذبے برسوں کی ریاضتوں  
ہمارے عزم منزلوں کے واضح نشان کی طرح مستحکم ہیں۔

ہمارے اجزائے ترکیبی؟

رنگت، نسل، وطن، زبان سے ماورا ہیں۔

قوت کا سرچشمہ مذہب

ہمارے اتحاد کی اساس اولین ہے

ہم سے اُلجھنے والو ہماری صداؤں کو سنو۔

ہم گروہ شیطانی کے سامنے

آزادی پر شب خون مارنے والوں کے مقابل۔

موت کو زیر کر سکتے ہیں۔

تباہی کو روک سکتے ہیں۔

آشوب و وحشت کو ٹال سکتے ہیں۔

ازم گاہ کے جہنم کو ٹھنڈا کر سکتے ہیں۔

اپنے سالار کی رہنمائی اس کی سرکردگی اس کی کمانداری میں

زمین پر زین کس سکتے ہیں۔

ہمارے ارادوں کو غلط نگاہ سے دیکھنے والو سنو!

کاروانِ رہزناں

خوف تیغ دشمنان

گروہِ قاتلان کے سامنے ہم

پتھر کی دیواریں

فوااد کی چٹانیں ثابت ہو سکتے ہیں۔

اپنے رب، اپنے خدا، اپنے مالک کی نصرت کے بھروسے پر۔

ہم دہر کی تصویروں کے مالک بن سکتے ہیں۔

تقدیروں کو تدبیروں میں ضم کر سکتے ہیں۔

وقت کے بدترین موڑ پر

نہیں تھا جس کی مدد سے وہ مقبوضہ علاقوں کی حفاظت کر سکتا۔ مشہور مورخ ابن اثیر نے اٹلی میں مسلمانوں کی ان فتوحات کو فتحِ عظیم کے نام سے یاد کیا ہے۔

ان سارے علاقوں کو فتح کرنے کے بعد چند روز تک وہیں ابوفہر اپنے لشکر کے ساتھ سستا تاربا۔ پھر اس نے واپسی کا سفر اختیار کیا۔

جس وقت لشکرِ اٹلی کی سرزمینوں سے ہوتا ہوا خلیجِ مسینا کا رخ کر رہا تھا، لشکر کے ایک مچھلے نڈر اور بہادر سپاہی نے اپنی فتحِ مندی اور اپنی جراتِ مندی کا گیت گانا شروع کیا، وہ کہہ رہا تھا۔

لبو کے تازہ چمکتے اُجالوں میں

انسانیت کو شکار

آدمیت کو غبار کرنے والو!

کلبشاش سج آسمان پر

خدائے مطلق ہمارا سب سے بڑا ناصر

اور پاؤں تلے اس دھرتی پر ہمارا سالار ہمارا سب سے بڑا رہنما ہے۔

زندگی کے ہنر سے اُلجھتے

برجوش تند بولوں

بربادی کا زبرجھو لے لیموں کے اُبال میں

ہمارا سالار نبی ہمارا نگہدار ہے

وقت کے افلاک پر

عقوبت گاہیں سجانے والو!

مسرت کے نگار خانوں میں

قیمت کی گھڑیاں اُٹھانے والو!

ہمارا اتفاق ہمارا اتحاد اور ہماری یکجہتی ہی جہلہ سے دلوں کو جوڑنے والا اسمِ اعظم ہے۔

ہمارے دشمنو۔۔۔ سنو!

آتے جاتے موبسوں کے قافلوں میں

ہمارے ارادے سنگ ان کی حزمّتوں

اپنی فتح کا رزمیہ گیت گاسکتے ہیں۔

ہم سے دشمنی ہم سے عناد رکھنے والو سنو، ہم وقت کے ہم رکاب ہیں۔

ہماری شمشیریں قضا کو جنم دیتی ہیں

ہمارے بھالے مرگ کا وار بنتے ہیں۔

ہماری ڈھالیں طلسماتی پناہ گاہ ثابت ہوتی ہیں۔

ہمارے حوصلوں کا ثبات ہمیں

ایک نئے انقلاب۔

ایک نئی روشنی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد گانے والا خاموش ہو گیا تھا، لشکر بڑی تیزی سے اپنی منزل کی

طرف رواں دواں تھا۔

خلیج مسینا کے کنارے پہنچ کر اپنے بحری بیڑے کے ذریعے خلیج کو عبور کیا گیا۔ پھر

سلیمان بن عافیہ اپنے بحری بیڑے کو لے کر بلرم کی طرف روانہ ہو گیا تھا، جبکہ ابو فہر اور ابو رافع

دونوں صندلیہ سے نکل کر افریقہ جانے کے لئے اپنے لشکر کے ساتھ بلرم کا رخ کر رہے تھے۔



ختم شد